عبرت ونصیحت سے بھرپور ان واقعات کا مجموعہ جو دینی جذبات
اور عملی واقعات کے ذوق وشوق کو بیدار کرنے میں مجرب ہیں

یادگار واقعات

انسانی تاریخ کے وہ دلچسپ واقعات جو اصلاح افروز
بھی ہیں اور عبرت انگیز بھی سینکڑوں مستند کتب کے
مطالعہ سے ماخوذ ان یادگار واقعات کا مجموعہ
جس کی روشنی میں اسلام کے تابناک ماضی سے سبق
سیکھ کر اپنے حال و مستقبل کو روشن کیا جا سکتا ہے۔
خواتین اور ہر عمر کے افراد کیلئے بہترین قابل مطالعہ کتاب

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240)

یادگار واقعات

انسانی تاریخ کے وہ دلچسپ واقعات جو اصلاح افروز بھی ہیں اور عبرت انگیز بھی
سینکڑوں مستند کتب کے مطالعہ سے ماخوذ ان یادگار واقعات کا مجموعہ جس کی
روشنی میں اسلام کے تابناک ماضی سے سبق سیکھ کر اپنے حال و مستقبل کو
روشن کیا جا سکتا ہے خواتین اور ہر عمر کے افراد کیلئے بہترین قابل مطالعہ کتاب

مرتب
محمد اسحاق ملتانی
(مدیر ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
[061-4540513-4519240]

یادگار واقعات

تاریخ اشاعت .... ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمد للہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

[illegible]

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K.
ISLAMIC BOOKS CENTRE

... HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE (U.K.)

عرضِ ناشر

"یادگار باتیں"... "یادگار ملاقاتیں"... "اکابر علماء دیوبند کی یادگار تحریریں"
کے بعد "یادگار واقعات" آپ کے سامنے ہے۔

انسانی زندگی میں بے شمار ایسے واقعات سننے اور دیکھنے میں آتے ہیں جو زندگی کو متحرک کرنے اور دل کی دنیا آباد کرنے میں اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں اور انسانی طبع از خود ان سے سبق سیکھ کر اصلاح کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے سابقہ اقوام کے واقعات کو بڑی اہمیت سے بیان فرمایا اور کہیں تفصیل اور کہیں اجمال کیساتھ جا بجا ذکر فرما کر دعوت اصلاح دی۔

اسی طرح مولانا روم رحمہ اللہ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "مثنوی شریف" میں بھی واقعات کو متن بنا کر ان سے دین و دنیا کی پیچیدہ عقدے حل فرمائے ہیں اور واقعات کے تناظر میں ان سے حاصل شدہ نتیجہ اور سبق فی الفور ذہن نشین ہو جاتا ہے۔

انسانی تاریخ عجائبات و نوادرات کا مجموعہ ہے جس میں آئے دن محیر العقول واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ان واقعات سے جہاں دنیاوی بصارت پیدا ہوتی ہے وہاں اہل دل ان واقعات سے بصیرت کا سامان بھی حاصل کر لیتے ہیں اور ہر واقعہ کو شرعی رہنمائی میں دیکھتے ہوئے اس سے ایسے عبرت و نصیحت کے نکات اخذ کرتے ہیں کہ وہ واقعہ سننے والوں کے حق میں ایک مؤثر تقریر کا کام دیتا ہے اور خواب غفلت میں مدہوش ذہنوں کو بیدار کرنے کا فریضہ سر انجام دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اکابر کی مستند کتب سفر و حضر میں زیر مطالعہ رہتی ہیں دوران مطالعہ دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ انسانی تاریخ سے ایسے واقعات کو جمع کر کے کتابی شکل میں شائع کیا جائے جو پڑھنے اور سننے والوں کے دلوں پر دستک دیتے ہیں اور اصلاح احوال کیلئے نہایت مجرب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایسے نادر و نایاب واقعات کا اس قدر ذخیرہ جمع ہو گیا جو کتابی شکل میں ہدیہ قارئین کیا جائے۔ سو اس دیرینہ خواہش کی تکمیل "یادگار واقعات" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

الحمد للہ زیر نظر کتاب کے تمام واقعات کا ماخذ مستند کتب ہی ہیں اس لئے جہاں حوالہ نہیں دیا گیا وہ واقعہ بھی مستند ہی سمجھا جائے۔

عوام الناس کیلئے یہ واقعات ترغیب و ترہیب کیلئے تو نہایت کارآمد ہیں لیکن ان واقعات کی بنا پر کسی شرعی احکام یا مسائل کا استنباط کرنا عوام الناس کا نہیں بلکہ اہل علم کا کام ہے۔

لہٰذا عامۃ المسلمین سے استدعا ہے کہ دوران مطالعہ کوئی بات فہم سے بالاتر ہو تو اہل علم سے رجوع کیا جائے۔

"یادگار واقعات" کیا ہیں؟

گویا امت مسلمہ کے تابناک ماضی کے روشن ابواب ہیں جو آج بھی ہمیں اپنے اسلاف کی تابناک روش پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں ان واقعات کے تناظر میں ہم اپنے حال و مستقبل کو روشن کر کے اپنی دنیو و آخرت سنوار سکتے ہیں۔ اکثر واقعات اس مبارک دور کے ہیں جس کے بارہ میں کہا جاتا ہے۔

الناس الناس والزمان زمان

اللہ تعالیٰ اس جدید مجموعہ کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ہمیں ان واقعات سے بصارت و بصیرت سے نوازیں آمین۔

والسلام... محمد اسحٰق غفرلہ... ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ بمطابق اپریل 2009ء

فہرست عنوانات

بسم الله الرحمن الرحيم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ واقعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قصہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے شوہر کا پورا پورا حال سچ سچ بیان کر دیں..... کچھ چھپائیں نہیں.....

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ اپنی کتاب شمائل ترمذی میں لکھتے ہیں.....

ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں.....اگرچہ بعض روایات میں بعض کا نام آتا ہے.....یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں ان کے ناموں میں بہت اختلاف ہے اس لئے نام حذف کر دیئے گئے.....ان گیارہ عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں کا جو حال بیان کیا پڑھئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ مثالی زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنایئے.....

1- ایک عورت ان میں بولی کہ میرا شوہر نا کارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے.....(گویا بالکل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی باقی ہی نہیں رہی اور گوشت بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب بھی نہیں ہوتا) اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے سو وقت اٹھا کر اس کے اتارنے کی کوشش کی ہی جائے اور اس کو اختیار کیا ہی جائے.....

فائدہ: مطلب یہ کہ وہ ایک بے کار شے ہے جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے اور پھر اس کے باوجود متکبر اور بد خلق بھی اس درجہ کا ہے اس تک رسائی بھی مشکل ہے..... نہ ملتے ہی پڑے نہ چھوڑے بن پڑے کسی مصرف کی دوا نہیں ہے محض بے کار اور بدخلقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اس تک رسائی بھی مشکل ہے.....

2- دوسری بولی (کہ میں اپنے شوہر کی بات کہوں تو کیا کہوں؟ اس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی) مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے عیوب شروع کروں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں)

فائدہ..... مقصود یہ ہے کہ میں اس کے عیوب کو گنواؤں تو کہاں تک گنواؤں؟ سراپا عیب ہے..... کسی میں دو چار عیب ہوں تو ان کو گنوا بھی دے اور جس میں عیوب ہی عیوب

ہوں کہاں تک گنوائے... کس کس کو جتائے اتنی لمبی داستان ہے کہ سننے والے اکتا جائیں... بعض شراح نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس نے معاہدہ کے خلاف اپنے شوہر کی بات کہنے سے انکار کردیا مگر صحیح یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب ہی کچھ کہہ دیا کہ مجسم عیوب ہے اس کے عیوب شمار سے باہر ہیں)

3- تیسری بولی کہ میرا شوہر لم ڈھینگ ہے یعنی بہت زیادہ لمبے قد کا آدمی ہے اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں تو فوراً طلاق... اگر چپ رہوں تو ادھر میں لٹکی رہوں..

فائدہ... اس کے زیادہ لمبے ہونے کو یا تو اس لئے ذکر کیا کہ مشہور قول کے موافق یہ بیوقوفی کی علامت ہوتی ہے ورنہ اگر اگلا کلام اس کی بیوقوفی کا بیان ہے اس لئے ذکر کیا کہ بد صورت بھی ہے منارہ کی طرح لمبا جو بلا مناسب ناپ کے بدنما ہوتا ہے اور بدخلق بھی ہے کہ اگر کوئی بات بھی زبان سے نکالوں کوئی اپنی ضرورت ظاہر کروں فوراً طلاق دے دے اور چپ رہوں کوئی ضرورت اپنی اس پر ظاہر نہ کروں تو خود اسے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے بس یوں ہی ادھر میں لٹکی رہتی ہوں نہ شوہر والیوں میں شمار کہ شوہروں والی کوئی بات نصیب ہو اور نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں... بعض روایات میں اس عورت کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں ہر وقت ایسی رہتی ہوں جیسے کوئی تیز تلوار کی دھار کے نیچے ہو کہ ہر وقت فکر سوار نہ معلوم کب کام تمام ہو جائے.

4- چوتھی نے کہا کہ میرا شوہر تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے نہ گرم ہے نہ ٹھنڈا اس سے کسی قسم کا خوف ہے نہ ملال....

فائدہ... یعنی معتدل مزاج ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ بیزار رہتا ہے... نہ اس کے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے نہ طبیعت اکتاتی ہے... اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہرومہ بتلایا جاتا ہے... تہامہ مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح کو کہتے ہیں وہاں کی رات ہمیشہ معتدل رہتی ہے خواہ دن میں کتنی ہی گرمی ہو....

5- پانچویں نے کہا کہ میرا شوہر جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا.

فائدہ... اس عورت کا نام کبشہ بتلایا جاتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس نے

اپنے شوہر کی مذمت کی یا تعریف کی... اس کے کلام سے دونوں نکل سکتی ہیں لیکن ظاہر تعریف ہی معلوم ہوتی ہے بالجملہ اگر اس کو مذمت قرار دیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آ کر چیتے کی طرح بن جاتا ہے جذبات کا لحاظ کلام سے غرض... باہر جاتا ہے تو اچھا خاصہ شیر بنا ہوتا ہے ڈرتا کرتا ہے گھر میں کچھ مصیبت آ جائے اس سے کچھ مطلب نہیں... نہ پوچھنا نہ خبر لینا اور اگر تعریف ہے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آ کر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے کسی بات میں کرچھن نہیں نکالتا... خفا نہیں ہوتا... ایسا بے خبر رہتا ہے جیسے سونے والا ہوتا ہے... ہم جو چاہیں کھائیں پکائیں وہ کسی چیز میں دخل نہیں دیتا شرم سے ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا؟ فلاں بات کیوں ہوئی؟ یا ہر جاتا ہے تو شیروں کی طرح سے ڈانٹ ڈپٹ خوب کرتا ہے گھر میں جو کھانے پینے وغیرہ کی اشیاء ہوں ان کا مطالبہ اور تحقیقات نہیں کرتا کہ کہاں خرچ کی اور کیوں خرچ کی... جو چیز گھر میں آ گئی گھر والے جس طرح چاہیں اس کو خرچ کریں...

۵۔ چھٹی بولی کہ میرا شوہر اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے... میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے...

فائدہ... اس کے کلام میں بھی تعریف اور مذمت دونوں کہی جاتی ہیں لیکن جیسا کہ پانچویں کے کلام میں تعریف زیادہ ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا... اگر مدح ہے جیسا کہ بعض شراح نے کہا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ کھاتا ہے کہیں میوہ جات ہیں کہیں پھل ہیں مختلف انواع کے کھانے ہیں اور جب پینے کا نمبر آتا ہے تو کبھی دودھ ہے کبھی شراب ہے... کبھی شربت ہے... غرض سب کچھ پیتا ہے ہر قسم کی چیزیں اس کے دسترخوان پر ہوتی ہیں خرچ کرنے والا ہے... کنجوس بخیل نہیں ہے کہ دال ہے تو گوشت نہیں ہے پانی ہے تو دودھ نہیں... جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے دوسروں کی چھان میں ہاتھ نہیں ڈالتا یعنی تفتیش نہیں کرتا... کوتاہیوں کو تلاش کرتا نہیں پھرتا اور اگر مذمت ہے جیسا کہ اکثر کی رائے ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھانے کا نمبر آئے تو جو کچھ سامنے ہے سب نمٹا دے گھر والوں کو بچے تو بچے جیسے کسی کی طرح ساری کو منہ ختم کر دے... پینے کا نمبر آئے تو سارا کنواں چڑھا جائے... غیروں اور

اجنبیوں کی طرح الگ اپنی چادر میں لپٹ کر سو جائے مجھ سے لپٹتا تو در کنار کبھی بدن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا کہ میرے دکھ درد کی کوئی خبر لے یا میرے بدن کی گرمی سردی کا کچھ پتہ لے ....

7۔ساتویں کہنے لگی کہ میرا شوہر صحبت سے عاجز نامرد اور اتنا بے وقوف کہ بات بھی نہیں کر سکتا.... دنیا میں جو کوئی بیماری کسی میں ہوگی وہ اس میں موجود ہے.... اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے....

8۔آٹھویں نے کہا کہ میرا شوہر چھونے میں خرگوش کی طرح نرم اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے....

فائدہ.... اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتلایا جاتا ہے اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے.... تحمت اور بدخو نہیں اس میں لذت جسمانی اور روحانی دونوں موجود ہیں کہ نازک بدن ہے لپٹنے کو دل چاہے یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام نہیں اس کے ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے.... بعض روایات میں اس کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ میں اس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے یعنی میرا غالب رہنا اس کے عاجز ناکارہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے بلکہ میری محبت یا اس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں....

9۔نویں نے کہا کہ میرا شوہر رفیع الشان بڑا مہمان نواز اور اونچے مکان والا بڑی راکھ والا ہے.... دراز قد والا ہے اس کا مکان مجلس اور دار المشورہ کے قریب ہے....

فائدہ.... اس عورت نے اپنے اس کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں.... اول یہ کہ اس کا گھر اونچا ہے اس سے اگر حقیقت میں بڑی عمارت مراد ہے تب تو اس کی ریاست اور مالدار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے.... اس لئے کہ اونچا محل مالدار ہی تیار کرائے گا اور اگر اونچے محل سے مکان کا اونچائی پر ہونا مراد ہے جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے تاکہ ہر بیکس مسافر دور سے دیکھ کر چلا آئے تو اس صورت میں اس کے شریف کریم سخی ہونے کی تعریف ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ اونچے مکان سے مراد شرافت اور حسب نسب کے اعتبار سے اونچائی مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے.... دوسری

تعریف اس کی مہمان نوازی کی ہے.... گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے.... کثرت سے کھانا پکنے کو جو مہمان نوازی کیلئے لازم ہے.... تیسری تعریف اس کے دراز قد کی ہے دراز قد ہونا بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ ہو.... مردوں میں ممدوح شمار ہوتا.... مجلس کے گھر کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجھدار ہے ہر شخص اس سے مشورہ لینے آتا ہے اس لئے گویا اس کا گھر ہر وقت دارالمشورہ رہتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ لینے آتا ہی رہتا ہے.... بندہ کے نزدیک اسکا مطلب یہ بھی محتمل ہے کہ دارالمشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے تاکہ مجمع ہونے والوں کیلئے تواضع وغیرہ میں یہ کہنا نہ پڑے اگر میرا گھر تو دور ہے اس لئے گھر قریب رکھتا ہے تاکہ تواضعی سامان میں دیر نہ لگے اور اس کی وجہ سے عذر کرنے کی نوبت نہ آئے....

10- دسویں نے کہا کہ میرا شوہر مالک ہے مالک کا کیا حال بیان کروں؟ وہ ان سب سے جواب تک کسی نے تعریف کی ہے یا ان سب تعریفوں سے جو میں بیان کروں گا بہت ہی زیادہ قابل تعریف ہے اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں.... چراگاہ میں چرنے کیلئے کم جاتے ہیں.... وہ اونٹ جب باجہ کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آگیا....

فائدہ.... اس عورت کا نام کبشہ بنت مالک بتلایا جاتا ہے.... اس نے اپنے شوہر کی سخاوت کی تعریف کی ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ اونٹ اگر چراگاہ میں چرنے جائیں تو ضیافت اور مہمانی کے وقت ان کے واپس آنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس کے یہاں ہر وقت مہمانداری رہتی ہے اس لئے اس کے اونٹ چرنے نہیں جاتے گھر ہی کھڑے کرکے کھلائے جاتے ہیں تاکہ مہمانوں کے آنے پر فوراً ذبح کر دیئے جائیں.... باجے کی آواز کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس کی بات ہے کہ جب کوئی مہمان وغیرہ آتا ہے تو اس کی مسرت میں باجے سے اس کا استقبال کرتا ہے تو اس باجہ کی آواز سنتے ہی اونٹ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ذبح کا وقت آگیا کوئی مہمان آیا ہے لیکن عرب کے دستور کے موافق یہ مطلب زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مہمان آتا ہے تو وہ شراب کباب.... گانے بجانے سے اس کی فوری تواضع کرتا ہے.... اس آواز سے اونٹ سمجھتے ہیں کہ اب عنقریب کھانے کا وقت آیا

چاہتا ہے اس کی تیاری کیلئے ہمارے ذبح کا وقت آ گیا ہے....

۱۱- گیارہویں عورت ام زرعہ نے کہا میرا شوہر ابو زرع تھا... ابو زرع کی کیا تعریف کروں؟ زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے.... (اور کھلا کھلا کر چربی سے میرے بازو پُر کر دیئے مجھے ایسا خوش وخرم رکھتا تھا کہ میں خود پسندی اور عجب میں اپنے آپ کو بھی بھلنے لگی مجھے اس نے ایک ایسے غریب گھرانے میں پایا تھا جو بڑی تنگی کے ساتھ چند بکریوں پر گزر کرتے تھے اور وہاں سے ایسے خوشحال خاندان میں لے آیا تھا جن کے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان تھے (یعنی ہر قسم کی ثروت موجود تھی) اس سب کے علاوہ وہ اس کی خوش خلقی کہ) میری کسی بات پر بھی مجھے برا نہیں کہتا تھا.... میں دن چڑھے تک سوتی رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی (اور ختم نہ ہوتا تھا) ابو زرع کی ماں (میری خوش دامن) بھلا اس کی کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھرپور رہتے تھے.... اس کا مکان نہایت وسیع تھا.... (یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے موافق بخیل بھی نہیں اس لئے مکان کی وسعت کی کثرت مراد لی جاتی ہے) ابو زرع کا بیٹا بھلا اس کا کیا کہنا وہ بھی نور علی نور ایسا چالاک دبلا پتلا چھریرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) ہری ٹہنی یا سونتی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک.... بکری کے بچہ کا ایک دست اس کے پیٹ بھرنے کیلئے کافی (یعنی بہادر کہ سونے کے لیے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی).... سپاہیانہ زندگی ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ لیا اسی طرح کھانے میں بھی مختصر مگر بہادری کے مناسب گوشت کے دو چار ٹکڑے اس کی غذا تھی... ابو زرع کی بیٹی بھلا اس کی کیا بات ماں کی تابعدار باپ کی فرمانبردار موٹی تازی سوکن کی جلن تھی (یعنی سوکن کو اس کے کمالات سے جلن پیدا ہو عرب میں مرد کیلئے چھریرا ہونا اور عورت کیلئے موٹی تازی ہونا ممدوح شمار کیا جاتا ہے) ابو زرع کی باندی کو بھی کیا کمال بتاؤں ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہ کہتی تھی... کھانے تک کی چیز بھی بے اجازت خرچ نہیں کرتی تھی... گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی... مکان کو صاف شفاف رکھتی تھی ہمارے یہ حالت تھی کہ ہر طرف سے دن گزر

رہے تھے کہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے ابوزرع گھر سے نکلا.... راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی جس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے.... (چیتے کے ساتھ تشبیہ کھیل کود میں ہے اور اناروں سے یا تو حقیقۃً انار مراد ہیں کہ ان کو نشانہ بنا کر کھیل رہے تھے یا دو اناروں سے اس عورت کے دونوں پستان مراد ہیں) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کر لیا (طلاق اس لئے دی کہ سوکن ہونے کی وجہ سے اس کو رنج نہ ہو اور اس کی وجہ سے مجھے طلاق دے دینے اس کے دل میں ابوزرع کی وقعت ہو جائے) ایک روایت میں ہے کہ اس سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد وہ مجھے طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی.... آخر مجھے طلاق دے دی.... اس کے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کر لیا.... جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے.... اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ گائے بکری وغیرہ وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیج دے لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں تو تب بھی ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہو سکتی.... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قصہ سنا کر مجھے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے واسطے....

فائدہ.... طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اس پر فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابوزرع کی کیا حقیقت.... میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں.... حق تعالیٰ جل شانہ ہر مسلم زوجین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع اس مضمون میں بھی نصیب فرمائے کہ یہ محبت کا باعث ہوتا ہے.... آمین.... بعض علماء نے اس قصہ میں یہ اشکال کیا ہے کہ جن عورتوں نے اپنے شوہروں کی برائیاں بیان کی ہیں وہ غیبت ہے.... جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہوئی اور اگر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قصہ کو ارشاد فرمایا تو اشکال اور بھی قوی ہو جاتا ہے.... مگر صحیح یہ ہے کہ غیبت کی حدود

میں داخل نہیں ہے.... کسی غیر معروف شخص کا حال بیان کرنا جس کو لوگ نہ جانتے ہوں غیبت نہیں ہے.... (شمائل ترمذی)

مثالی معاشرت کا یادگار واقعہ

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لائے اس وقت سیدہ عائشہؓ پیالے میں پانی پی رہی تھیں.... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور سے فرمایا.. حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچا دینا... ان کا نام تو عائشہ تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو محبت کی وجہ سے حمیرا فرماتے تھے.... اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر خاوند کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کا محبت میں کوئی ایسا نام رکھے جو اسے بھی پسند ہو اور اسے بھی پسند ہو... ایسا نام محبت کی علامت ہوتا ہے اور جب اس نام سے بندہ اپنی بیوی کو پکارتا ہے تو بیوی قرب محسوس کرتی ہے یہ سنت ہے....

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمایا کہ حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچا دینا تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے کچھ پانی پیا اور کچھ پانی بچا دیا.... نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے پیالہ حاضر خدمت کر دیا.... حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی پینے لگے تو آپ رک گئے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا "حمیرا! تو نے کہاں سے لب لگا کر پانی پیا تھا؟ کس جگہ سے منہ لگا کر پانی پیا تھا؟" انہوں نے نشاندہی کی کہ میں نے یہاں سے پانی پیا تھا.... حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور اپنے مبارک لب اسی جگہ پر لگا کر پانی نوش فرمایا.. خاوند اپنی بیوی کو ایسی محبت دے گا تو وہ کیوں کر عمر بھر یاد نہیں کرے گی....

اب سوچئے کہ رحمۃ للعالمین تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے.... آپ سید الاولین والآخرین ہیں.... اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اہلیہ کا بچا ہوا پانی پیا.... ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچا ہوا پانی وہ پیتیں.... مگر یہ سب کچھ محبت کی وجہ سے تھا....

دنیا سے بے رغبتی کا عجیب واقعہ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اپنی بیماری کے دوران) پانی مانگا تو آپ کو ایک برتن دیا گیا جس میں شہد ملا پانی تھا.... جب آپ نے اسے اپنے منہ کے قریب کیا تو وہ رو پڑے اور اردگرد والوں کو بھی رلا دیا.... پھر آپ تو خاموش ہو گئے مگر لوگ خاموش نہ ہوئے.. پھر دوبارہ منہ کی طرف کیا تو رو پڑے حتیٰ کہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ آپ سے اس بارے میں سوال بھی نہ کر سکیں گے.... پھر آپ نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور افاقہ ہوا.. تب لوگوں نے پوچھا.... اس رونے پر آپ کو کس چیز نے ابھارا؟ فرمایا ایک دفعہ جب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ سے کسی چیز کو ہٹانے لگے اور فرمانے لگے مجھ سے ہٹ جا.... دور ہو جا حالانکہ میں آپ کے ساتھ کسی کو بھی نہیں دیکھ رہا تھا.... میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کو اپنے آپ سے کوئی چیز ہٹاتے دیکھا حالانکہ میں آپ کے ساتھ کسی کو بھی نہیں دیکھتا؟ ارشاد فرمایا....

هذه الدنيا تمثلت لي: فقلت لها: اليك عني فتنحت وقالت:

اما والله لئن انفلت مني لا ينفلت من بعدك

"یہ دنیا ہے جو متشکل ہو کر آئی تو میں نے اس سے کہا مجھ سے دور ہٹ جا تو وہ ہٹ گئی اور کہا اللہ کی قسم آپ تو مجھ سے بچ گئے مگر آپ کے بعد والے لوگ نہیں بچ سکیں گے"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے اب مجھے خوف ہوا کہ کہیں دنیا مجھے چمٹ گئی ہے.... یہی وہ ہے جس نے مجھے رلا دیا...

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نصیحت کا واقعہ

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن سابط رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور ان سے فرمایا.... "اے عمر! اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ایک عمل دن کا ہے جسے وہ رات کو قبول نہیں فرماتا اور ایک عمل رات میں ہے جسے وہ دن

میں قبول نہیں فرماتا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نوافل کو قبول نہیں فرماتا جب تک کہ تو فرض ادا نہ کر لے اور اسی کے اعمال بھاری ہیں جس کے اعمال قیامت کے دن دنیا میں اتباع حق کی وجہ سے بھاری رہے اور وہ ان لوگوں پر بھاری کر دیں گے اور وہ ترازو جس میں کل کو حق رکھا جائے اس کا حق ہے کہ وہ بھاری ہو جائے اور اسی کے اعمال ہلکے ہیں جس کے اعمال دنیا میں باطل کا اتباع کرنے کی وجہ سے قیامت کے دن ہلکے ہو جائیں گے اور وہ اعمال اس کو دوسروں پر ہلکا کر دیں گے اور جس ترازو میں کل کو باطل رکھا جائے اس کا حق ہے کہ وہ ہلکا ہو جائے..... اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کا تذکرہ ان کے اچھے اعمال کے ساتھ اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کے ساتھ کیا ہے..... پس جب میں انہیں یاد کرتا ہوں تو میں ڈرتا ہوں کہ ہو سکتا ہے میں ان کے ساتھ نہ مل سکوں اور اللہ تعالیٰ نے جہنم والوں کا تذکرہ ان کے برے اعمال کے ساتھ اور اچھے اعمال کو ان پر لوٹا دینے کے ساتھ کیا ہے..... پس جب میں ان کو یاد کرتا ہوں تو مجھے امید ہوتی ہے کہ میں ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں ہوں گا..... تاکہ بندہ امید بھی رکھے اور خوف بھی نہ تو اللہ تعالیٰ پر تمنائیں رکھے اور نہ ہی اس کی رحمت سے مایوس ہو جائے..... پس اگر آپ نے یہ یاد رکھا تو آپ کے لئے موت سے زیادہ محبوب کوئی نہ ہوگا اور وہ تیرے پاس آنے ہی والی ہے اور اگر آپ نے میری وصیت کو ضائع کر دیا تو آپ کے نزدیک کوئی پوشیدہ چیز موت سے زیادہ ناپسندیدہ نہیں ہوگی اور آپ اس سے عاجز نہیں ہیں..... (۳۶۳ روشن ستارے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیم پر شفقت کا واقعہ

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عید کے دن گھر سے مسجد کی طرف تشریف لانے لگے..... راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بچوں کو کھیلتے دیکھا انہوں نے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے..... بچوں نے سلام عرض کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب ارشاد فرمایا..... اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے تو ایک بچے کو خاموشی کے ساتھ اداس بیٹھے دیکھا..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب رک گئے..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اداس اور پریشان نظر آرہے ہو؟ اس نے رو کر کہا.....

اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں یتیم مدینہ ہوں.... میرے سر پر باپ کا سایہ نہیں ہے جو میرے لئے کپڑے لا دیتا.... میری امی مجھے نہلا کر کپڑے پہنا دیتی اس لئے میں یہاں اداس بیٹھا ہوں.... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا کہ تم میرے ساتھ آؤ....

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر واپس اپنے گھر تشریف لائے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا... حمیرا! انہوں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں حاضر ہوں.... آپؐ نے فرمایا اس بچے کو نہلا دو چنانچہ اسے نہلا دیا گیا .... اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کے دو ٹکڑے کر دیئے.... کپڑے کا ایک ٹکڑا اسے تہبند کی طرح باندھ دیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا.... پھر اس کے سر پہ تیل لگا کر کنگھی کی گئی.... حتیٰ کہ جب وہ بچہ تیار ہو گیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چلنے لگا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نیچے بیٹھ گئے اور اس بچے کو فرمایا آج تو پیدل چل کر مسجد میں نہیں جائے گا بلکہ میرے نبوت والے کندھوں پر سوار ہو کر جائے گا....

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بچے کو کندھوں پر سوار کر لیا اور اسی حالت میں اسی گلی میں تشریف لائے جس میں بچے کھیل رہے تھے.... جب بچوں نے یہ معاملہ دیکھا تو وہ رو رو کر کہنے لگے کاش ہم بھی یتیم ہوتے اور آج ہمیں بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبوت والے کندھوں پر سوار ہونے کا شرف حاصل ہوتا.... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے تو وہ بچہ نیچے بیٹھنے لگا... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اشارہ کر کے فرمایا کہ تم آج زمین پر نہیں بیٹھو گے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت وشفقت کی وجہ سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرے گا اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اتنی نیکیاں لکھ دے گا.... (از خطبات فقیر)

ایک صحابی رسول کی قابل رشک حالت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے.... کہ جنگ احد کے دن میں نے اپنے

والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دوسرے شہید (حضرت عمرو بن جموح) کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کردیا تھا...

پھر مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میرے باپ ایک دوسرے شہید کی قبر میں دفن ہیں... اس لیے میں نے اس خیال سے کہ ان کو ایک الگ قبر میں دفن کروں... چھ ماہ کے بعد میں نے ان کی قبر کو کھود کر لاش مبارک کو نکالا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھے... جس حالت میں ان کو میں نے دفن کیا تھا... بجز اس کے کہ ان کے کان پر کچھ تغیر ہوا تھا... (بخاری)

عدالت فاروقی میں ایک ایمان افروز واقعہ

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت عالیہ میں ایک مقدمہ پیش ہوا...

دو خوبصورت نوجوان ایک نوجوان کو پکڑ کر حاضر ہوئے اور فریاد کی اے امیر المومنین اس نوجوان نے ہمارے بوڑھے باپ کو قتل کردیا ہے... اس ظالم قاتل سے ہمارا حق دلوایئے... آپؓ نے دعویٰ سننے کے بعد ملزم کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ تو اپنی صفائی میں کیا کہتا ہے؟

ملزم نے عرض کی ہاں امیر المومنین یہ جرم واقعی مجھ سے صادر ہوا ہے میں نے زور سے ایک پتھر اسے مارا تھا جس سے وہ ہلاک ہو گیا تھا... فاروق اعظمؓ نے فرمایا گویا تو اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے... ملزم... ہاں امیر المومنین! یہ جرم واقعی مجھ سے صادر ہوا ہے... آپؓ نے فرمایا پھر تم پر قصاص لازم ہو گیا اور اس کے عوض تمہیں قتل کیا جائے گا... ملزم نے جواب دیا آقا مجھے آپؓ کے حکم اور شریعت مطہرہ کے فتوے سے انکار نہیں لیکن میں ایک گذارش کرنا چاہتا ہوں... ارشاد ہوا... بیان کرو... عرض کی تین دن کی مہلت چاہتا ہوں... تین دن بعد حاضر خدمت ہو جاؤں گا... خلیفہ ثانی نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچا... غور کے بعد سر اوپر اٹھایا اور فرمایا... اچھا کون ضامن ہوگا تمہارا کہ تم واقعی وعدہ کو ایفا کرنے کے لئے تیسرے دن عدالت عالیہ میں حاضر ہو کر خون کا بدلہ خون سے دو گے... عمر فاروقؓ کے اس ارشاد پر اس جوان رعنا نے پُر امید نظروں سے حاضرین مجلس کا جائزہ لینے کے بعد حضرت ابوذر غفاریؓ کے متدین پُر نور چہرے پر نگاہیں گاڑتے ہوئے اشارہ کر کے کہا یہ میری ضمانت دیں گے... خلیفۃ الرسول نے ان سے دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا بے شک میں ضمانت

دیتا ہوں کہ نوجوان تین دن بعد تکمیل قصاص کے لئے عدالت میں حاضر ہو جائے گا... اس ضمانت کے بعد ملزم کو چھوڑ دیا گیا...

دو دن گزر گئے اور تیسرا دن آ گیا... جلیل القدر صحابہ اور مشیران خلافت دربار میں جمع ہوئے... دونوں مدعی بھی آ گئے... حضرت ابوذر غفاریؓ بھی آ گئے اور ملزم کا بے قراری سے انتظار ہونے لگا... جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا... صحابہ کرام کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا کیونکہ ملزم ابھی تک نہیں پہنچا تھا اور وقت قریب آ رہا تھا اور صحابہ کو ابوذرؓ کی نسبت پریشانی ہونے لگی ایک دو مرتبہ مدعیوں نے بھی دریافت کیا مگر انہوں نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ تین یوم گزر گئے اور ملزم نہ آیا تو میں اپنی ضمانت پوری کروں گا... پریشانی کی کوئی بات نہیں...

جب حاضرین پریشانی کی انتہا پر پہنچ گئے اور دہلا دینے والے انجام کے تصور سے سہم گئے کہ اچانک ایک طرف سے ملزم دربار میں آ حاضر ہوا اس کا جسم پسینے سے شرابور تھا... چہرے پر گرد جم چکی تھی... مسلسل بھاگنے سے اس کی سانس پھول گئی تھی اس نے آتے ہی سلام کیا اور عرض کی اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے بجا لایا جائے... امانت کی سپردگی: آپ رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر ملزم نے بتایا کہ میں ایک امانت... امانت والے کے سپرد کرنے گیا تھا... واقعہ یوں ہے کہ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے... والد فوت ہو گیا موت سے پہلے اس نے میرے پاس میرے چھوٹے بھائی کے لئے کچھ سونا رکھا تھا اور وصیت کی تھی کہ جب وہ جوان ہو جائے تو اس کے سپرد کر دینا... میں وہ سونا ایک جگہ رکھ آیا تھا جس کا مجھے ہی علم تھا اس لئے میں وہ سونا اس کے سپرد کرنے گیا تھا... الحمد للہ میں نے امانت اس کے سپرد کر دی جس کی وہ تھی...

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے اس کی ضمانت کیوں دی تھی کیا یہ آپ کا واقف تھا؟

انہوں نے کہا کہ میرا اس سے کوئی تعلق نہ تھا صرف یہ بات تھی کہ جب اس نے پُر امید نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ اگر بھرے مجمع میں بھی میں اس کی ضمانت نہ دوں تو کل قیامت کے دن رب العزت کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا کہ اتنے آدمیوں میں سے کوئی بھی اس کا ضامن نہ بن سکا اس لئے میں نے اس کی ضمانت دی

حالانکہ میں اسے بالکل نہ جانتا تھا تاہم مجھے یہ معلوم ہے کہ یہ کہاں رہتا ہے بس اس کی ظاہری شرافت نے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ وعدہ کا پکا ہے اور میں نے ضمانت دے دی یہ بات سن کر حاضرین محفل اشک آلود ہو گئے مدعیوں نے التجا کی کہ ... اے امیر المومنین! ہم نے اپنے باپ کا خون معاف کر دیا... (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چرواہے کی ملاقات کا واقعہ

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ کے نواح میں نکلے آپ کے ساتھ آپ کے شاگرد بھی تھے... (کھانے کا وقت ہوا تو) شاگردوں نے کھانے کے لئے دستر خوان بچھایا۔ اتنے میں پاس سے ایک چرواہا گزرا اور اس نے سلام کیا ... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا! آؤ بھئی تم بھی کھانے میں شریک ہو جاؤ... اس نے کہا کہ میرا تو روزہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم اس قدر شدید ترین گرمی کے دن میں بھی روزہ رکھے ہوئے ہو اور اس حالت میں بھی بکریاں چرا رہے ہو؟

اس نے کہا: واللہ انی اُبادر ایامی ھذہ الخالیۃ" خدا کی قسم ان ایام خالیہ سے حصہ وصول کر رہا ہوں... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے زہد و ورع کا امتحان لینے کے لئے اس سے فرمایا ایسے کرو کہ اپنی بکریوں میں سے ایک بکری ہمارے ہاتھ فروخت کر دو... ہم تمہیں اس کی قیمت بھی دیں گے اور گوشت بھی دیں گے... گوشت سے تم روزہ افطار کرنا اس چرواہے نے عرض کیا کہ ان بکریوں میں سے کوئی بکری بھی میری نہیں ہے بلکہ سب بکریاں میرے آقا کی ہیں... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ تمہارے آقا کو ایک بکری نہ ملی تو وہ تمہارا کیا بگاڑ لے گا؟

اس چرواہے نے آپ سے رخ موڑ کر آسمان کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے کہا فاین اللہ؟ اللہ کہاں جائے گا؟ (یعنی بالفرض اگر میں دنیاوی آقا سے بچ بھی گیا تو اللہ تو دیکھ رہا ہے وہ تو کہیں چلا نہیں گیا اس سے بچ کر کہاں جاؤں گا؟)

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (چرواہے کی بات سن کر) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اور آپ بار بار چرواہے کی بات کرتے رہے

کہنے لگے پھر چرواہا کہنے لگا ہے "فاین اللہ" اللہ کہاں جائے گا؟

حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آپ مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے تو آپ نے اس چرواہے کے آقا سے وہ ساری بکریاں اور چرواہے کو خرید لیا پھر چرواہے کو آزاد کر کے ساری بکریاں اسے بخش دیں.... (اسد الغابہ)

دربار رسالت کا یادگار واقعہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آئے تو انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا اپنے اباجی حضور کے پاس جا کر ایک خادم مانگ لو جس سے تم کام کی مشقت سے بچ جاؤ تو حضرت فاطمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شام کے وقت حاضر ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹی کیا بات ہے؟ عرض کیا کچھ نہیں میں آپ کو سلام کرنے آئی ہوں.... اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگنے سے شرما گئیں.... جب گھر لوٹیں تو حضرت علی نے کہا تم نے کیا کیا؟ فرمایا میں نے کچھ نہیں مانگا اور مجھے حیاء آ گئی.... پھر جب اگلی رات آئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تم اپنے ابا حضور کے پاس جا کر ایک خادم مانگ لو جس سے تم کام سے بچ جاؤ.... پھر وہ اباجی کے پاس حاضر ہوئیں تو ان سے کچھ مانگتے ہوئے شرم آ گئی حتیٰ کہ جب تیسری رات کی شام آئی تو ہم دونوں اکٹھے نکلے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم کس سبب سے آئے ہو؟ تو حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ! ہم پر کام کی مشقت ہے اس لئے ہم نے ارادہ کیا کہ آپ ہمیں ایک خادم عطا فرمائیں جس سے ہم کام کی مشقت سے بچ جائیں.... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا میں تم دونوں کو ایک چیز بتاؤں جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہو.... حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاں.... فرمایا تکبیرات.... تسبیحات اور تحمیدات سو مرتبہ جب تم سونے لگو تو تم رات ہزار نیکیوں پر گزارو گے' وہ اسی طرح صبح کے وقت کرو تو تم ہزار نیکیوں پر

اٹھو گے..... حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب سے میں نے یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو مجھ سے فوت نہیں ہوا مگر جنگ صفین والی رات کیونکہ میں اسے بھول گیا یہاں تک کہ رات کے آخر میں مجھے یاد آیا تو اسی وقت پڑھ لیا..... (۲۱۳ روشن ستارے)

دربار رسالت میں ایک والد کی فریاد کا واقعہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا..... اور شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے والد کو بلا کر لاؤ..... اسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جب اس کا باپ آ جائے تو اس سے پوچھئے کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں..... خود اس کے کانوں نے بھی ان کو نہیں سنا..... جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے والد سے کہا کہ کیا بات ہے؟ آپ کا بیٹا آپ کی شکایت کرتا ہے..... کیا آپ چاہتے ہیں کہ اس کا مال چھین لیں..... والد نے عرض کیا کہ آپ اس سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کی پھوپھی..... خالہ یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایہ" (جس کا مطلب یہ تھا کہ بس حقیقت معلوم ہوگئی اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں).....

اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جن کو ابھی تک خود تمہارے کانوں نے بھی نہیں سنا..... اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان اور یقین بڑھا دیتے ہیں (جو بات کسی نے نہیں سنی اس کی آپ کو اطلاع ہو گئی جو ایک معجزہ ہے)

پھر اس نے عرض کیا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ.....

اس وقت اس نے یہ اشعار سنائے:

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَّمُنْتُكَ يَافِعًا ۔۔۔ تُعَلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ وَتَنْهَلُ

ترجمہ ...."میں نے تجھے بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد بھی تمہاری ذمہ داری اٹھائی... تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا..."

إذا ليلةٌ ضافتك بالسُّقم لم أبت   لسُقمك إلا ساهرًا أتململُ

ترجمہ: "جب کسی رات میں تمہیں کوئی بیماری پیش آ گئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری اور بے قراری میں گزاری..."

كأني أنا المطروقُ دونك بالذي   طُرِقتَ به دوني فعيني تهملُ

ترجمہ: "گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے.... تمہیں نہیں.... جس کی وجہ سے تمام شب روتا رہا..."

تخافُ الرَّدى نفسي عليك وإنها   لتعلمُ أنَّ الموتَ وقتٌ مؤجَّلُ

ترجمہ...."میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ میں جانتا تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے پہلے پیچھے نہیں ہو سکتی..."

فلما بلغتَ السنَّ والغايةَ التي   إليها مدى ما كنتُ فيك أؤمِّلُ

ترجمہ...."پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کیا کرتا تھا..."

جعلتَ جزائي غلظةً وفظاظةً   كأنك أنت المنعمُ المتفضِّلُ

ترجمہ...."تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان و انعام کر رہے ہو"

فليتك إذ لم ترعَ حقَّ أبوَّتي   فعلتَ كما الجارُ المُصاقِبُ يفعلُ

ترجمہ.. "کاش اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے جیسا کہ ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے...."

فأوليتني حقَّ الجوارِ ولم تكن   عليَّ بمالٍ دون مالك تبخلُ

ترجمہ...."تو کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ لیا ہوتا...."

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سننے کے بعد بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا:

أنت ومالك لأبيك یعنی جا تو بھی اور تیرا مال بھی سب تیرے باپ کا ہے... (قرطبی)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ایک سردار سے ملاقات

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ شام کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا ہوا تھا... قلعے کے لوگ محاصرہ سے تنگ آ گئے تھے.... وہ چاہتے تھے کہ صلح ہو جائے....

لہٰذا ان لوگوں نے قلعے کے سردار کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صلح کی بات چیت کے لئے بھیجا... چنانچہ ان کا سردار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی شیشی ہے... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ یہ شیشی میں کیا ہے اور کیوں لے کر آئے ہو؟

اس نے جواب دیا کہ اس شیشی میں زہر بھرا ہوا ہے اور یہ سوچ کر آیا ہوں کہ اگر آپ سے صلح کی بات چیت کامیاب ہو گئی تو ٹھیک... اور اگر بات چیت ناکام ہو گئی اور صلح نہ ہو سکی تو ناکامی کا منہ لے کر اپنی قوم کے پاس واپس نہیں جاؤں گا بلکہ یہ زہر پی کر خودکشی کر لوں گا....

تمام صحابہ کرامؓ کا اصل کام تو لوگوں کو دین کی دعوت دینا ہوتا تھا.... اس لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوچا کہ اس کو اس وقت دین کی دعوت دینے کا اچھا موقع ہے.... چنانچہ انہوں نے اس سردار سے پوچھا: کیا تمہیں اس زہر پر اتنا بھروسہ ہے کہ جیسے ہی تم یہ زہر پیو گے تو فوراً موت واقع ہو جائے گی؟

اس سردار نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اس پر بھروسہ ہے.... اس لئے کہ یہ ایسا سخت زہر ہے کہ اس کے بارے میں معالجین کا کہنا یہ ہے کہ آج تک کوئی شخص اس زہر کا ذائقہ نہیں بتا سکا.... کیونکہ جیسے ہی کوئی شخص یہ زہر کھاتا ہے تو فوراً اس کی موت واقع ہو جاتی ہے.... اس کو اتنی مہلت نہیں ملتی کہ وہ اس کا ذائقہ بتا سکے.... اس وجہ سے مجھے یقین ہے کہ اگر میں اس کو پی لوں گا تو فوراً مر جاؤں گا....

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سردار سے کہا کہ یہ زہر کی شیشی جس پر تمہیں اتنا یقین ہے.... یہ ذرا مجھے دو.... اس نے وہ شیشی آپ کو دے دی.... آپ نے وہ شیشی اپنے ہاتھ میں لی اور پھر فرمایا کہ اس کائنات کی کسی چیز میں کوئی تاثیر نہیں جب تک

اللہ تعالیٰ اس کے اندر اثر نہ پیدا فرما دیں.... میں اللہ کا نام لے کر اور یہ دعا پڑھ کر بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم (اس اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی.... نہ آسمان میں اور نہ زمین میں.... وہی سننے اور جاننے والا ہے) میں اس زہر کو پیتا ہوں.... آپ دیکھیں کہ مجھے موت آتی ہے یا نہیں.... اس سردار نے کہا کہ جناب! یہ آپ اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں.... یہ زہر تو اتنا سخت ہے کہ اگر انسان تھوڑا سا بھی منہ میں ڈال لے تو ختم ہو جاتا ہے اور آپ نے پوری شیشی پینے کا ارادہ کر لیا.... حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان شاء اللہ مجھے کچھ نہیں ہوگا.... چنانچہ دعا پڑھ کر وہ زہر کی پوری شیشی پی گئے.... اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کا کرشمہ دکھانا تھا.... اس سردار نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوری شیشی پی گئے لیکن ان پر موت کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہوئے.... وہ سردار یہ کرشمہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا.... (اصلاحی خطبات ج ۱۰)

صلہ رحمی کا ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو خیرات کرنے کا حکم دیا.... اور فرمایا کہ اور کچھ نہ ہو تو زیور ہی خیرات کریں.... حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ حکم سن کر اپنے خاوند حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو.... اگر کچھ حرج نہ ہو تو جو کچھ مجھے خیرات کرنا ہے وہ میں تمہیں کو دے دوں.... تم بھی تو محتاج ہو.... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ خود تم جا کر پوچھو....

یہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے پر حاضر ہوئیں.... وہاں دیکھا کہ ایک بی بی اور کھڑی تھیں اور وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھیں.... ہیبت کے مارے ان دونوں کو جرأت نہ پڑتی تھی کہ اندر جا کر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتیں.... حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے تو ان دونوں نے کہا کہ حضرت سے جا کر کہو.... دو عورتیں کھڑی پوچھتی ہیں کہ ہم لوگ اپنے خاوندوں.... اور یتیم بچوں پر.... جو ہماری گود میں ہوں.... صدقہ کر سکتے

ہیں یا نہیں؟ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چلتے چلتے یہ بھی کہہ دیا کہ تم یہ نہ کہنا کہ ہم کون ہیں...

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون پوچھتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک قبیلہ انصار کی بی بی ہے... اور ایک زینب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون زینب؟ انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہہ دو کہ ان کو دوہرا ثواب ملے گا قرابت کی پاسداری کا علیحدہ اور صدقہ کرنے کا علیحدہ... (بخاری ومسلم)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حق گوئی

تاتاری نو مسلم سردار قازان نے شہر دمشق پر دھاوا بول دیا تھا... پورے شہر میں ہراسانی کی ایک لہر دوڑ گئی... حاکم شہر ملک ناصر نے راہ فرار اختیار کی... اور اس کے پیچھے علماء... فقہاء... اور تجار وغیرہ سب کے سب دمشق چھوڑ کر مصر کی طرف بھاگنے لگے...

افراتفری کے اس عالم میں حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وفد ترتیب دے کر قازان سے ملاقات کی... اللہ کے اس شیر نے بڑی بے باکی کے ساتھ کہا "قازان!... تم مسلمان ہو کر ہمارے ساتھ ایسا نازیبا سلوک کر رہے ہو؟... حالانکہ تمہارے کافر باپ دادا نے کبھی ایسا ناروابرتاؤ ہم سے نہیں کیا... انہوں نے وعدہ کیا... اور اس کو نبھایا... تم نے وعدہ کر کے توڑ دیا..."

امام کی گفتگو اتنی تیز... اور جوشیلی تھی کہ... وہ بار بار قازان کے قریب ہو جاتے... اور ان کے گھٹنے اس کے گھٹنوں سے ٹکرا جاتے... اس شدت گفتار کو دیکھ کر اراکین وفد کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ... قازان... ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو قتل کرنے کا حکم دے دے گا...

پھر کچھ دیر بعد قازان کے حکم سے دسترخوان چن دیا گیا... وفد کے تمام لوگ کھانے میں شریک ہو گئے... لیکن امام موصوف نے انکار کر دیا... قازان نے وجہ دریافت کی تو آپ نے صاف صاف کہہ دیا...

"دسترخوان کی تمام چیزیں لوٹ مار... اور غارت گری کے مال سے بنی ہیں... میں یہ حرام کھانا نہیں کھا سکتا..."

امام محمد رحمہ اللہ کا یادگار کارنامہ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سارے فقہی احکام اپنی تصانیف کے ذریعہ ہم تک پہنچائے.... ان کا احسان ہمارے سروں پر اتنا ہے کہ ساری عمر تک ہم ان کے احسان کا صلہ نہیں دے سکتے.... ان کی لکھی ہوئی کتابیں کئی اونٹوں کے بوجھ کے برابر تھیں.... کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے بہت ساری کتابیں لکھیں ہیں لیکن تصوف اور زہد کے موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی؟ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ تم کیسے کہتے ہو کہ میں نے تصوف پر کتاب نہیں لکھی.... میں نے جو "کتاب البیوع" لکھی ہے.... وہ تصوف ہی کی تو کتاب ہے.... مطلب یہ تھا کہ خرید و فروخت کے احکام اور لین دین کے احکام حقیقت میں تصوف ہی کے احکام ہیں.... اس لئے کہ زہد اور تصوف درحقیقت شریعت کی ٹھیک ٹھیک پیروی کا نام ہے اور شریعت کی ٹھیک ٹھیک پیروی خرید و فروخت اور لین دین کے احکام پر عمل کرنے سے ہوتی ہے.... (اصلاحی مواعظ)

ماں کے پیروں کا پانی پینے سے شفا

ڈاکٹر نیاز احمد بلوچ پروفیسر نشتر میڈیکل کالج ملتان نے عجیب واقعہ لکھ کر دیا.... ڈاکٹر بلوچ صاحب ملتان سے باہر امتحان لینے گئے ہوئے تھے.... وہاں پر ان کے بھائی کی شدید علالت کا پتہ چلا.... وہ پہلے ڈیرہ غازیخان گئے جہاں سے ان کو بتلایا گیا کہ ان کے بھائی سخت بیمار تھے اس لئے نشتر ہسپتال میں داخل کرا دیا.... ڈاکٹر بلوچ صاحب جب نشتر ہسپتال پہنچے تو بھائی صاحب کا پتہ چلا کہ دل کا شدید عارضہ ہے.... حالت کمزور ہے.... سارے جسم پر ورم ہے اور سانس پھولا ہوا ہے.... متعلقہ ڈاکٹر صاحبان بھی اچھی خبر نہیں دے رہے تھے.... ڈاکٹر بلوچ صاحب نے دیکھا کہ اس کے علیل بھائی اپنی والدہ جو سامنے پلنگ پر بیٹھی ہیں ان کے پیروں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں.... میں نے دیکھا والدہ صاحبہ کے پاؤں کا جوتا ایک جگہ سے ٹوٹا ہوا تھا اور اشارہ اس کی طرف تھا تو انہوں نے اپنے علیل بھائی

کو بتلایا کہ میں جوتا ٹھیک کر دوں گا مگر اسکے مجھل بھائی بار بار والدہ کے قدموں کی طرف اشارہ کر رہے تھے.... میں نے بھائی کے قریب ہو کر پوچھا کہ پاؤں میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میری ماں کے پاؤں کو دھو کر وہ پانی مجھے پلاؤ میں ٹھیک ہو جاؤں گا.... چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا.... والدہ کے پاؤں کا پانی پلانے کے بعد جو پیشاب کا جلاب میرے بھائی کو جاری ہوا ہم سب حیران تھے جیسے پیشاب کا ٹینک لگا ہو.... یہ پیشاب کا جلاب سارا دن اور ساری رات جاری رہا.... دوسرے دن صبح کے وقت جب ماہر امراض قلب میرے بھائی کو دیکھنے آئے تو کافی افاقہ تھا.... مجھ سے پوچھا یہ کیسے ہوا؟ میں نے پاؤں کے پانی کا اثر بتلایا.... سب حیران تھے.... چند دنوں میں اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کو شفا دی....

یہ سب والدہ صاحبہ کے پیروں کا صدقہ تھا....

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد نور صاحب لکھتے ہیں: کافی سال قبل میں اپنی والدہ صاحبہ کو جو راجن پور میں بیمار تھیں دیکھنے کیلئے جایا کرتا تھا.... ایک دن جمعہ کے دن میں نے والدہ صاحبہ کی خدمت میں حاضری دی.... واپسی پر دعا کی درخواست کی تو بڑی دعائیں دیں.... واپسی پر دریائے سندھ پار کرنے کے بعد ایک بہت بڑی گہری نہر جو تقریباً ۲۰ فٹ گہری اور ۳۰ فٹ چوڑی پانی سے لبالب بھری ہوئی بہہ رہی تھی جمعہ کی نماز کا وقت ہو چکا تھا.... گاڑی کھڑی کر کے ڈرائیور تو وضو کر کے نماز میں شریک ہو گیا.... میں نے استنجا کیا اور نہر کے کنارے بیٹھ کر وضو کر رہا تھا کہ اچانک نہر کا کنارہ جو شاید نیچے سے پانی نے کھوکھلا کر دیا تھا پانی میں گرا اور میں نہر کے اندر گر گیا.... ایک دو ڈبکیاں آئیں میں نہر کے وسط میں پہنچ گیا.... چونکہ میں تیرنا نہیں جانتا تھا اس لئے ڈبکیاں آنی شروع ہو گئیں اور سر چکرانے لگا.... میں نے شور مچایا مگر سوائے جانوروں کے جو نہر کے کنارے بیٹھے تھے کوئی اور قریب نہیں تھا. میرا ڈوب جانا یقینی ہو گیا.... میں نے ایک ہاتھ دیکھا جس نے مجھے پکڑا اور نہر کے درمیان سے کھینچ کر نہر کے کنارے پر کر دیا.... اب نہر سے نکلنا بہت مشکل تھا.... نہر بڑے زور سے ٹکرا کر رہ گئے.... کئی دفعہ زور لگایا اور آخر میں نہر سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا. کپڑے سارے گیلے ہو گئے.... کیچڑ لگ گئی.... اسی حالت میں نماز کی آخری رکعت مل گئی.... تمام مسجد والوں نے میری حالت دیکھ کر

میز بھی ظاہر کی... مجھے یقین ہے مجھے ڈوبنے سے بچانے والی والدہ مرحومہ کی دعا تھی ورنہ بچنے کے کوئی ظاہری اسباب نہیں تھے.... (ہفت روزہ "ضرب اسلام" جنوری ۲۰۰۹ء)

کفن چور کا واقعہ

ایک اندھا بھکاری تھا... جو اپنی آنکھیں چھپائے رکھتا تھا... اس کا سوال کرنے کا انداز بڑا عجیب تھا... وہ لوگوں سے کہتا تھا... جو مجھے کچھ دے گا... اس کو ایک عجیب بات سناؤں گا... اور جو زیادہ کر دے گا... اس کو ایک عجیب چیز بھی دکھاؤں گا...

ابو اسحاق ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں... کسی نے اس کو کچھ دیا تو میں اس کے پاس کھڑا ہو گیا... اس نے اپنی آنکھیں دکھائیں... میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا کہ اس کی آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے... جس سے آر پار نظر آتا تھا... اب اس نے اپنی داستان حیرت نشان سنانی شروع کی...

میں اپنے شہر کا نامی گرامی کفن چور تھا اور لوگ مجھ سے بے حد خوفزدہ رہتے تھے... اتفاق سے شہر کا قاضی (یعنی جج) بیمار پڑ گیا... اس کو جب اپنے بچنے کی امید نہ رہی تو اس نے مجھے ۳۰۰ دینار بھجوا کر کہلا بھیجا... کہ میں ان ۳۰۰ دیناروں کے ذریعے اپنا کفن تجھ سے محفوظ کرنا چاہتا ہوں... میں نے حامی بھر لی...

اتفاقاً وہ تندرست ہو گیا... مگر کچھ عرصے کے بعد پھر بیمار ہو کر مر گیا... میں نے سوچا کہ وہ عطیہ تو پہلے مرض کا تھا... لہٰذا میں نے اس کی قبر کھود ڈالی... قبر میں عذاب کے آثار تھے... اور قاضی (جج) قبر میں بیٹھا ہوا تھا... اور اس کے بال بکھرے ہوئے تھے... اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں!

اچانک میں نے اپنے گھٹنوں میں درد محسوس کیا... اور اچانک کسی نے میری آنکھوں میں انگلیاں گھونپ کر مجھے اندھا کر دیا اور کہا... اے دشمن خدا! اللہ تعالیٰ کے بھیدوں پر کیوں مطلع ہوتا ہے! (شرح الصدور)

ایک عبرت آموز واقعہ

ایک ڈاکٹر صاحب اوران کی اہلیہ میں جھگڑا رہتا تھا ایک دن وہ میڈیکل سٹور سے اپنے استعمال کیلئے سیرپ لائے اور گھر میں آ کے رکھ دیا اہلیہ صاحبہ نے اس سیرپ میں زہر ملا دیا جب ڈاکٹر صاحب نے دوسرے وقت سیرپ کی خوراک لینا چاہی تو انہیں شک سا پڑ گیا کہ اس سے تو اور طرح کی بو آ رہی ہے اور وہ اسی طرح اس سیرپ کو اٹھا کر میڈیکل سٹور پر پہنچے اور شکایت کی بھئی یہ تو خراب لگتا ہے سٹور والے نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ کمال کرتے ہیں یہ کیسے خراب ہو سکتا ہے؟ اگر آپ کو وہم ہو رہا ہے تو لاؤ میں آپ کو ابھی پی کر دکھاتا ہوں اس سے کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ اس نے اسی وقت اس سیرپ کی ایک خوراک پی اور وہیں ڈھیر ہو گیا بعد میں تحقیقات ہوئیں تو معلوم ہوا کہ یہ میاں بیوی کی آپس کی ناچاقی کا کرشمہ ہے جس نے اس میڈیکل سٹور والے کی جان لے لی... یہ ہے گھریلو جھگڑے کی نحوست اور بھی آئے روز خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ آج فلاں جگہ ایک آدمی نے گھریلو جھگڑے سے تنگ آ کر خود کشی کر لی آج گھریلو جھگڑے کی وجہ سے یہ ہو گیا فلاں جگہ اتنے آدمی مارے گئے... فلاں جگہ یہ ہو گیا وہ ہو گیا... اللہ تعالیٰ ہمیں اس ہلاکت خیز بیماری سے نجات عطا فرمائیں....

چار سو سال تک مسلسل تلاوت قرآن

10 ویں ہجری میں جب سلطان سلیم کو خلافت ملی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب تبرکات کو مصر سے استنبول لے آئے اور یہ اہتمام کیا کہ "توپ کاپے سرائے" میں ان کو محفوظ رکھنے کیلئے ایک مستقل کمرہ تعمیر کیا' اور اس کمرے میں خود اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے۔ ..اس کے علاوہ اس کمرے میں انہوں نے حفاظ قرآن کو مقرر کیا کہ وہ چوبیس گھنٹے یہاں تلاوت کرتے رہیں... حفاظ کی ڈیوٹیاں مقرر تھیں اور ایک جماعت کا وقت ختم ہونے سے پہلے دوسری جماعت آ کر تلاوت شروع کر دیتی تھی.... اس طرح یہ سلسلہ بعد کے خلفاء نے بھی جاری رکھا۔ ..اس طرح دنیا میں شاید یہ واحد جگہ ہے جہاں چار سو سال تک مسلسل تلاوت قرآن ہوتی رہی ہے اور اس دوران ایک لمحے کے لئے بھی بند نہیں ہوئی....

خلافت کے خاتمے کے بعد یہ مبارک سلسلہ بھی موقوف ہو گیا.... (جہان دیدہ)

حضرت اُسامہ بن زید کے اسلام لانے کا واقعہ

حضرت اسامہ بن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمیں فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنے ابتدائے اسلام کے بارے میں بتاؤں..... ہم نے کہا ہاں..... کہنے لگے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ دشمنی رکھتا تھا..... میں صفا کے قریب ایک گھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپؐ کے سامنے بیٹھ گیا..... آپؐ نے میری قمیص کے جوڑ سے پکڑا اور فرمایا اے خطاب کے بیٹے مسلمان ہوجا..... اے اللہ اسے ہدایت عطا فرما تو میں نے عرض کیا اشھدان لاالٰہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ..... مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جو مکہ کے راستوں میں سنا گیا..... اس وقت مسلمان اپنے اسلام کو چھپاتے تھے..... جب بھی کوئی آدمی مسلمان ہوتا تو مشرک لوگ اس سے چمٹ جاتے اور اسے مارتے تھے..... میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور اسے بتلایا تو وہ گھر میں چلا گیا اور دروازہ بند کرلیا..... پھر میں قریش کے ایک سردار کے پاس گیا اور اسے اپنے اسلام کی خبر دی تو وہ بھی اپنے گھر میں گھس گیا..... میں نے اپنے دل میں کہا یہ کیا بات ہے لوگوں کو تو مار پڑتی ہے اور مجھے کوئی نہیں مارتا؟ ایک آدمی نے مجھے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے اسلام کی خبر پھیلے؟ میں نے کہا ہاں..... اس نے کہا جب لوگ حجر اسود کے پاس بیٹھے ہوں تو فلاں کے پاس جاکر کہنا میں صحابی ہوگیا ہوں تو تمہارا اسلام پوشیدہ نہیں رہے گا چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور کہا تم جانتے ہو کہ میں صحابی ہوگیا ہوں..... وہ فوراً اونچی آواز پکار اٹھا کہ خطاب کا بیٹا صحابی ہوگیا ہے پھر وہ مجھے مارتے اور میں انہیں مارتا رہا حتیٰ کہ میرے ماموں نے کہا اے قوم میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے لہٰذا اسے کوئی ہاتھ نہ لگائے! تو وہ سب مجھ سے ہٹ گئے پھر میں نہیں چاہتا تھا کہ میں کسی مسلمان کو مار کھاتا ہوا سنوں اور اسے نہ دیکھوں میں نے کہا لوگ مار کھائیں اور میں نہ کھاؤں؟ بس جب قریشی لوگ حجر اسود میں بیٹھے تو میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور کہا سنو! اس نے کہا کیا سنوں؟ میں نے کہا تمہاری پناہ تمہیں واپس لوٹائی جاتی ہے

اس نے کہا ایسا نہ کرو میں نے انکار کیا تو اس نے کہا جیسے تم چاہو پھر میں مار کھاتا بھی رہا اور مارتا بھی رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔۔۔(۱۶۳ روشن ستارے)

سلیمان بن یسار رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ مشہور محدث ہیں۔۔۔ایک مرتبہ حج کے سفر پر روانہ ہوئے تو جنگل میں ایک جگہ پر پڑاؤ ڈالا ان کے ساتھی کسی کام کے لیے شہر گئے تو وہ اپنے خیمے میں اکیلے تھے اتنے میں ایک خوبصورت عورت ان کے خیمے میں آئی اور کچھ مانگنے کا اشارہ کیا۔۔۔انہوں نے کچھ کھانا اس کو دینا چاہا تو اس عورت نے برملا کہا کہ میں آپ سے وہ کچھ چاہتی ہوں جو ایک عورت مرد سے چاہتی ہے دیکھو تم نوجوان ہو میں خوبصورت ہوں ہم دونوں کے لطف اندوز ہونے کے لیے تنہائی کا موقع بھی ہے۔۔۔حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ شیطان نے میری عمر بھر کی محنت ضائع کرنے کے لیے اس عورت کو بھیجا ہے وہ خوف خدا سے زار و قطار رونے لگے اتنا روئے اتنا روئے کہ وہ عورت شرمندہ ہو کر واپس چلی گئی۔۔۔حضرت سلیمان بن یسار رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ معصیت سے جان چھوٹی۔۔۔رات کو سوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب میں زیارت ہوئی۔۔۔حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مبارک باد ہو۔۔۔تم نے ولی ہو کر وہ کام کر دکھایا جو ایک نبی نے کیا تھا۔۔۔(اصول معرفت)

توہین صحابہ رضی اللہ عنہم کی نقد سزا

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔۔۔آپ نے فرمایا کہ تم اپنی خبیث حرکت سے باز رہو۔۔۔ورنہ میں تمہارے لیے بددعا کر دوں گا۔۔۔اس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بددعا کی کوئی پروا نہیں۔۔۔آپ کی بددعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔۔۔

یہ سن کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اسی وقت یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے۔۔۔تو آج ہی اس کو اپنے قہر

غضب کی نشانی دکھا دے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو...

اس دعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا... تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کو دانتوں سے پچھاڑ دیا اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اس کی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مرگیا...

یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مبارک باد دینے لگے کہ آپ کی دعا قبول ہو گئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دشمن ہو گیا... (دلائل النبوت)

امام شافعی رحمہ اللہ کا ہارون رشید سے معاملہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے... کہ خلیفہ ہارون الرشید اپنی بیوی زبیدہ سے مناظرہ کر رہا تھا... اثنائے گفتگو زبیدہ نے ہارون الرشید کو دوزخی کہہ دیا... ہارون الرشید نے کہا کہ اگر میں دوزخی ہوں تو تمہیں میری طرف سے طلاق ہے...

غرض دونوں آپس سے جدا ہو گئے... چونکہ خلیفہ کو زبیدہ سے بہت محبت تھی... اور زبیدہ بھی خلیفہ کو نہایت محبوب رکھتی تھی... اس لیے دونوں بے قرار ہوئے... تمام علمائے کرام کو جمع کر کے فتویٰ طلب کیا... مگر چپ رہے اور کہنے لگے کہ سوائے ذات الٰہ العالمین کے کوئی نہیں جانتا کہ خلیفہ دوزخی ہے... یا جنتی...

اس وقت حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی مجلس میں موجود تھے... اور عمر میں بھی گیارہ سال سے کم تھے... آپ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس مسئلہ کا جواب میں دیتا ہوں... سب لوگ حیران رہ گئے کہ ایک بچہ کیا جواب دے سکتا ہے... تب ہارون الرشید نے آپ کو بلا کر پوچھا تو آپ نے کہا... کہ چونکہ آپ سائل ہیں... اس لیے تخت سے نیچے اتر جائیں اور مجھے تخت پر بیٹھنے دیں... تب میں جواب دوں گا...

خلیفہ نے ایسا ہی کیا... جب آپ تخت پر بیٹھ گئے تو فرمایا کہ تمہارے سوال کا جواب بعد میں دوں گا... پہلے تم میری بات کا جواب دو... پوچھا کیا سوال ہے؟... فرمایا کہ کیا کبھی کسی گناہ کے کرنے کی ہمت ہوتے ہوئے تم نے خوف خداوندی سے اس گناہ کو ترک کیا

...؟ خلیفہ نے کہا... ہاں... تب آپ نے فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ تم جنتی ہو... تمام علماء کرام نے یہ سن کر کہا کہ یہ کس طرح اور کس حکم سے؟... آپ نے فرمایا قرآن کہتا ہے...

"واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى"

یہ آیت سن کر تمام علماء کرام آفرین کہتے ہوئے کہنے لگے کہ جب بچپن میں یہ حال ہے... تو جوانی میں کیا ہوگا...

عبداللہ بن ابی بن سلول کے جنازہ کا واقعہ

حضرت اسمٰعیل بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول فوت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ کے لئے بلایا گیا جب آپ اس کا جنازہ پڑھانے کے ارادہ سے کھڑے ہوئے تو میں مڑا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ کے دشمن بن ابی بن سلول کا جنازہ پڑھائیں گے جو فلاں دن میں فلاں فلاں بات کہنے والا تھا؟ اور میں اس کی کارگزاریاں شمار کرنے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے حتیٰ کہ میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا اے عمر! مجھ سے ہٹ جا؟ مجھے اختیار دیا گیا ہے لہٰذا میں نے اس کا جنازہ پڑھنے کو اختیار کر لیا ہے ان کے بارے میں کہا گیا ہے او لا تستغفر لهم (خواہ تم ان کے لئے بخشش مانگو یا نہ مانگو) اگر مجھے معلوم ہو کہ میرے ستر سے زیادہ دفعہ ان کی بخشش کی دعا سے انہیں بخش دیا جائے گا تو میں ستر سے زیادہ دفعہ بھی ان کے لئے استغفار کرتا..... پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا اور اس کے ساتھ گئے حتیٰ کہ اس کی تدفین سے فراغت تک اس کی قبر پر تشریف فرما رہے..... مجھے اپنے اوپر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی جرات پر بہت تعجب ہو رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں..... پس اللہ تعالیٰ کی قسم کہ تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں

ولا تصل علىٰ احد منهم مات ابداً ولا تقم علىٰ قبره (التوبہ ۸۴)

(اور ان میں کوئی مر جائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھنے اور نہ (دفن کے

لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں)

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کا جنازہ نہیں پڑھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا.....

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مخلوق سے جدا رہنے میں اپنی ہمت صرف کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے حق کے ساتھ موافق ہونے کی وحی نازل فرمائی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں پر جنازہ پڑھنے سے اور جن سے فدیہ لیا انہیں چھوڑنے سے اپنے قدیم علم اور ان پر اپنی قدرت کے سبب منع فرمایا اور جو لوگ مخلوق سے جدائی (اور وصول الی اللہ) کی مستی میں ہوتے ہیں ان کا طریقہ بھی ہے کہ وہ اپنی اکثر باتوں میں اجتماعیت کے حامی رہتے ہیں اور اپنے سب احوال وافعال میں افتراق سے محفوظ رہتے ہیں.....

اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی میں بھی اور موت میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اس لئے کہ آپ اپنی بیداری میں اور نیند میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے تابعدار رہے ہر حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی.....تمام افعال میں تابعداری کی اور کہا گیا ہے کہ تصوف شریعت کے طریقوں پر استقامت اور رضائے الٰہی کے حصول کی کوشش کا نام ہے.....(معارف مشائخ عطارد)

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کی کرامت

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں ایک امیر شخص تھا جس کی بیوی رشک قمر اور پری چہرہ تھی.....اس عورت کو اپنے حسن پر بڑا ناز تھا ایک مرتبہ بناؤ سنگھار کرتے ہوئے اس نے ناز نخرے سے اپنے شوہر سے کہا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو مجھے دیکھے اور میری طمع نہ کرے.....

خاوند نے کہا مجھے امید ہے کہ جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کو تیری پرواہ بھی نہیں ہوگی..بیوی نے کہا مجھے اجازت ہو تو جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کو آزما لیتی ہوں... یہ کون سا مشکل کام ہے

بھی چھوڑ اور یہی گھوڑے کا میدان..... دیکھتی ہوں جنید بغدادی کتنے پانی میں ہیں..... خاوند نے اجازت دے دی..... وہ عورت بن سنور کر جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آئی اور ایک مسئلہ پوچھنے کے بہانے چہرے سے نقاب کھول دیا.. جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر پڑی تو انہوں نے زور سے اللہ کے نام کی ضرب لگائی اس عورت کے دل میں یہ نام پیوست ہو گیا اس کے دل کی حالت بدل گئی وہ اپنے گھر واپس آئی اور سب ناز نخرے چھوڑ دیئے.....زندگی کی صبح و شام بدل گئی..... سارا دن قرآن مجید کی تلاوت کرتی اور ساری رات مصلے پر کھڑے ہو کر گزار دیتی..... خشیت الٰہی اور محبت الٰہی کی وجہ سے آنسوؤں کی لڑیاں اس کے رخساروں پر بہتی رہتیں.. اس عورت کا خاوند کہا کرتا تھا کہ میں نے جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑا تھا کہ اس نے میری بیوی کو رابعہ بنا دیا اور میرے کام کا نہ چھوڑا..... (ثمرن حق)

ستر پوشی کا عجیب واقعہ

حضرت سیدنا شیخ ابو عبداللہ خیاط رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آتش پرست کپڑے سلواتا اور ہر بار اجرت میں کھوٹا سکہ دے جاتا... آپ اس کو لے لیتے... ایک بار آپ رحمۃ اللہ علیہ کی غیر موجودگی میں شاگرد نے آتش پرست سے کھوٹا سکہ نہ لیا... جب حضرت سیدنا شیخ عبداللہ خیاط رحمۃ اللہ علیہ واپس تشریف لائے اور ان کو یہ معلوم ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شاگرد سے فرمایا.. تو نے کھوٹا درہم کیوں نہیں لیا؟ کئی سال سے وہ مجھے کھوٹا سکہ ہی دے جا رہا ہے... اور میں بھی چپ چاپ لے لیتا ہوں تاکہ یہ کسی دوسرے مسلمان کو نہ دے آئے... (احیاء علوم)

ایک عابد کے ہاتھ پر ایک لڑکی کی توبہ

جنید بن محمد کہتے ہیں کہ ابو شعیب براثی پہلے شخص ہیں جو براثی میں مقیم ہوئے وہ ایک کونے میں رو کر عبادت کیا کرتے... ایک دن وہاں سے بادشاہوں کے گھروں میں پرورش پانے والی ایک لڑکی گزری... اس نے ابو شعیب کو دیکھا تو ان کی حالت اسے پسند آئی .... اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ دنیا سے دور ہو کر ابو شعیب کی خدمت میں رہے گی....

اس نے اپنی تمام ملکیت کی چیزیں اتار دیں اور درویشوں کا لباس پہن کر ان کی

خدمت میں پھر حاضر ہوگئی.... ابو شعیب نے اس سے نکاح کرلیا... پھر وہ ابو شعیب کیساتھ کئی سال تک عبادت میں مصروف رہی اور پھر دونوں کا اسی حال میں انتقال ہوا.... (ماہنامہ "محاسن اسلام" فروری 2009ء)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عجیب واقعہ

حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار سے گزرے.... ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا.. انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا.... راستہ سے ہٹ جاؤ.... جب اگلا سال آیا تو آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی مجھ سے کہا اے سلمہ! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے.... میں نے کہا جی ہاں....

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیئے اور کہا: انہیں اپنے سفر حج میں کام میں لے آنا... اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا.... میں نے کہا اے امیر المؤمنین! مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا... فرمایا لیکن میں تو اسے نہیں بھولا... یعنی میں نے مارا تو یا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا... (حیاۃ الصحابہ)

خدمت خلق کا عجیب واقعہ

یحییٰ بن عبداللہ اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے اندھیرے میں نکلے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو دیکھ لیا.... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک گھر میں داخل ہوئے پھر دوسرے میں..... جب صبح ہوئی تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گھر میں گئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھیا بیٹھی ہے.... انہوں نے اس سے کہا.... وہ آدمی جو تمہارے پاس آتا ہے اس کا کیا کام ہے؟ اس نے جواب دیا وہ تو اتنے عرصے سے میرے پاس آرہا ہے..... وہ میرے ہاں میرا کام کرنے آتا ہے.... اور گندگی و تکلیف دہ چیزوں کو مجھ سے نکال باہر کرتا ہے..... حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے طلحہ! تجھے تیری ماں روئے کیا تو عمر کی لغزشیں ڈھونڈتا ہے؟ (۱۴۳ روشن ستارے)

ایک عابد کی توبہ

علی بن حسین کہتے ہیں کہ ہمارا ایک پڑوسی بہت زیادہ عابد تھا... ایک مرتبہ اس کے گھر والوں اور پڑوسیوں نے متفق ہو کر اسے کہا کہ "شادی کر لے" تو اس نے ایک باندی خرید لی یہ باندی گانا گایا کرتی تھی اور عابد کو یہ بات معلوم نہ تھی... ایک دن یہ اپنی محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا کہ باندی نے گانا بلند آواز میں گانا شروع کیا اس کی عقل غائب ہو گئی.... پھر رفتہ رفتہ یہ اس کی طرف مائل ہو گیا اور عبادت چھوڑ کر لذتوں میں مشغول ہو گیا یہ بات اسکے بھائی کو پتہ چلی تو اس نے اپنے بھائی کو خط لکھا....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یہ خط ایک شفیق اور نصیحت کرنے والے دوست طبیب کی طرف سے اس شخص کی طرف ہے جس سے ذکر کی حلاوت اور قرآن کی تلاوت کی لذت سلب ہو گئی خشوع اور اللہ کا خوف ختم ہو گیا ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو نے ایک باندی خریدی ہے اور اس کے بدلے اپنا "آخرت کا حصہ" بیچ دیا ہے... تو نے بہت کو تھوڑے کے بدلے اور قرآن کو گانے والی کے بدلے بیچ دیا.... میں تجھے ایسی چیز سے ڈراتا ہوں جو لذات کو توڑنے والی.... شہوات کو ختم کرنے والی ہے جب وہ آئے گی تو تیری زبان بند... ارکان ٹوٹ جائیں گے کفن قریب ہو جائے گا اور گھر والے اور پڑوسی تجھ سے وحشت کھائیں گے... میں تجھے اس آواز سے ڈراتا ہوں کہ جب بادشاہ جبار جل جلالہ کی ہیبت سے لوگ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے میرے بھائی میں تجھے اللہ کے غصہ سے ڈراتا ہوں....

پھر اس نے یہ خط لپیٹ کر اس کے پاس بھیج دیا.... بھائی کو یہ خط اس کی مجلس سرور میں ملا... یہ پڑھتے ہی وہ سب کچھ بھول گیا پھر فوراً اسی مجلس سے اٹھا شراب وغیرہ کے برتن توڑ دیئے اور باندی کو چھوڑ دیا پھر قسم کھائی آئندہ نہ کھانا کھائے گا اور نہ تیکیے ٹیک لگائے گا....

نصیحت کرنے والے بھائی نے اسے موت کے تین دن بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیرے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے اس باندی کے بدلے ایک باندی دی ہے جو مجھے طہور پلاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ پی لے اس کے بدلے جو تو

نے چھوڑی تھی کہ والدین اور جوڑ میں سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لے...

(کتاب خواتین کا ماہنامہ محاسن اسلام فروری ۲۰۰۹ء)

حضرت عثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ کا کمال حلم

ایک شخص نے مشہور صوفی عثمان حیری محدث کی دعوت کی... جب آپ اس کے مکان پر پہنچے تو اس نے کہا کہ... حضرت! آپ کی دعوت نہیں ہے... آپ واپس چلے جائیے... چنانچہ آپ لوٹ گئے... اور جب مکان پر پہنچے تو یہی شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ حضرت معاف کیجئے... مجھ سے غلطی ہوگئی... آپ کی دعوت ہے... چلئے...

چنانچہ حضرت موصوف پھر اس کے ساتھ اس کے گھر پر تشریف لائے لیکن یہاں آ کر اس نے پھر کہا کہ... حضرت! آپ کی دعوت نہیں ہے... آپ واپس چلے جائیے... اسی طرح چار مرتبہ اس شخص نے بلایا... پھر واپس کر دیا اور ہر مرتبہ آپ آتے جاتے رہے... مگر آپ کی پیشانی پر ذرا بل نہ آیا... آخری مرتبہ یہ شخص گڑگڑا کر معافی طلب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ... واللہ! میں آپ کے حلم و اخلاق کا امتحان لے رہا تھا مگر خدا گواہ ہے... کہ میں نے آپ کو حلم و اخلاق اور تواضع و انکسار کا دریا پایا...

جب بہت زیادہ اس نے آپ کی تعریف کی... تو آپ نے فرمایا کہ... میرے اس حلم و اخلاق کی تم کیا اتنی تعریف کرتے ہو؟... یہ حلم و اخلاق تو کتے میں بھی پایا جاتا ہے کہ جب اس کو بلایا جائے تو آ جاتا ہے... اور جب بھگایا جائے بھاگ جاتا ہے... (مستطرف)

بیماری میں عجیب راحت

حضرت عمران بن الحصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں... ایک ناسور پھوڑے کے اندر تیس سال مبتلا رہے ہیں جو پیٹ پہ تھا اور چت لیٹے رہتے تھے... کروٹ نہیں لے سکتے تھے... یعنی تیس برس تک چت لیٹے کھانا بھی... پینا بھی... عبادت کرنا بھی... قضائے حاجت کرنا بھی... آپ اندازہ کیجئے تیس برس ایک انسان ایک پہلو پہ پڑا رہے... اس پہ کتنی عظیم تکلیف ہوگی؟ کتنی بڑی بیماری ہے؟ یہ تو یہ مرض کی کیفیت تھی... لیکن

چہرہ اتنا ہشاش بشاش کہ کسی تندرست کو وہ چہرہ میسر نہیں... لوگوں کو حیرت ہوتی کہ بیماری اتنی شدید کہ برس گزر گئے کروٹ نہیں بدل سکتے اور چہرہ دیکھو تو ایسا کھلا ہوا کہ تندرستوں کو بھی میسر نہیں... لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا بات ہے کہ بیماری تو اتنی شدید اور آپ کے چہرے پر اتنی بشاشت اور تازگی کہ کسی تندرست کو بھی نصیب نہیں؟ فرمایا:

جب بیماری میرے اوپر آئی میں نے صبر کیا... میں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے عطیہ ہے... اس نے میرے لئے یہی مصلحت سمجھی... میں بھی اس پر راضی ہوں... اس صبر کا اللہ نے مجھے یہ پھل دیا کہ میں اپنے بستر پر روزانہ ملائکہ علیہم السلام سے مصافحہ کرتا ہوں... مجھے عالم غیب کی زیارت نصیب ہوتی ہے... غیب میرے اوپر کھلا ہوا ہے...

تو جس بیمار کے اوپر عالم غیب کا انکشاف ہو جائے... ملائکہ کی آمد و رفت محسوس ہونے لگے اسے مصیبت ہے کہ وہ تندرستی چاہے؟ اس کے لئے تو بیماری ہزار درجے کی نعمت ہے... حاصل یہ کہ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے تندرست کو تندرستی میں تسلی دی... بیمار کو کہا کہ تیری بیماری اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے تو اگر اس میں صبر اور احتساب کرے اور اس حالت پر صابر و راضی رہے گا تیرے لئے بہت سی درجات ہیں... (خطبات حکیم الاسلام ج ۳ ص ۱۵۲)

امیر مصر کا خواب

ابو العباس بکری ناقل ہیں... کہ محمد بن جریر طبری اور محمد بن خزیمہ اور محمد بن نصر اور محمد بن ہارون رویانی... یہ چاروں محمد نام کے محدثین اپنی طالب علمی کے زمانے میں مصر کے اندر مجتمع ہوئے اور چاروں مفلسی اور فاقہ کشی سے مجبور اور لاچار ہو گئے... ایک دن ان چاروں نے یہ طے کیا کہ قرعہ ڈالو... جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ خدا سے دعا مانگے چنانچہ جیسے ہی انہوں نے دعا کی... ایک غلام موم بتی لیے ہوئے دروازے پر کھڑا نظر آیا... اس نے کہا محمد بن نصر کون ہیں؟ لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا تو اس نے ان کو پچاس دینار کی تھیلی دی... پھر باقی تینوں کو بھی ان کا نام پوچھ پوچھ کر پچاس پچاس دینار کی تھیلی دی اور کہا کہ امیر مصر سو رہا تھا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ چار محمد نام کے طالب علم بھوکے ہیں... تو

اس نے آپ لوگوں کے خرچ کے واسطے یہ تھیلیاں بھیجی ہیں... میں آپ لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ جب یہ رقم خرچ ہو جائے تو آپ لوگ ضرور ضرور مجھے مطلع فرمائیں... (تذکرۃ الخلیل)

جگر مراد آبادی کی توبہ کا واقعہ

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ اپنے مواعظ میں فرماتے ہیں:

بڑے مشہور شاعر تھے اور بے حد شراب پیتے تھے... اتنی شراب پیتے تھے کہ لوگ مشاعرہ میں سے اٹھا کر لے جاتے تھے بلکہ خود فرماتے ہیں....

پینے کو تو بے حساب پی لی ... اب ہے روز حساب کا دھڑکا

بڑی عجیب بات ہے کہ توبہ کرنے سے پہلے ہی اپنے دیوان میں اس شعر کا اضافہ کیا....

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا ... سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

جب ان پر اللہ کا خوف طاری ہوا تو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے مشورہ کیا کہ میں کیسے توبہ کروں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی خدمت میں چلو... چنانچہ حاضر ہوئے اور توبہ کی اور حضرت سے چار دعاؤں کی درخواست کی....

۱... میں شراب چھوڑ دوں.... ۲... داڑھی رکھ لوں.... ۳... حج کر آؤں...

۴... اللہ میری مغفرت فرمادیں....

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان کیلئے دعا فرمائی... اللہ تعالیٰ نے تین دعائیں تو دنیا میں قبول فرمائیں اور چوتھی کے بارے میں خود جگر کہتے تھے کہ اللہ نے وہ بھی قبول فرمائی ہوگی.... چنانچہ داڑھی رکھ لی... اللہ نے حج بھی نصیب فرمادیا اور شراب بھی چھوڑ دی...

جب شراب چھوڑی تو بیمار ہو گئے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ پیتے رہیں ورنہ آپ مرجائیں گے... انہوں نے پوچھا کہ اگر پیتا رہوں تو کتنے سال زندہ رہوں گا.... ڈاکٹروں نے کہا دو چار سال تک زندہ رہ سکتے ہو تو فرمایا کہ اللہ کے غضب کے ساتھ دو چار سال تک زندہ رہنے سے بہتر ہے کہ ابھی اللہ کی رحمت کے سائے میں مرجاؤں۔

لیکن اللہ نے پھر صحت بھی دی اور کئی سال تک زندہ رہے۔ ایک بار میرٹھ میں تانگے میں

بیٹھے ہوئے تھے اور تانگے والا یہ شعر پڑھ رہا تھا.....

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا
سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

اور اس کو خبر بھی نہیں تھی کہ یہ داڑھی والا ٹوپی والا اور سنت لباس میں ملبوس جگر صاحب ہیں ... شعر سن کر جگر صاحب رونے لگے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے توبہ سے پہلے یہ شعر کہلوایا..... (ماہنامہ "محاسن اسلام" مارچ 2004ء)

فتح خیبر کا واقعہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا میں یہ جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح دیں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ان سے محبت کرتے ہیں..... لوگوں نے وہ رات اسی کشمکش میں گزاری کہ جھنڈا کسے دیا جائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا علی کہاں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی آنکھ میں شکایت ہے... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں بلواؤ..... انہیں لایا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی آنکھوں میں اپنا لعاب لگایا اور دعا فرمائی تو ٹھیک ہو گئیں حتیٰ کہ ان میں درد تک نہیں..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جھنڈا دیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان سے لڑتا رہوں حتیٰ کہ وہ ہم جیسے ہو جائیں؟ فرمایا تم آہستگی سے چلتے رہو حتیٰ کہ ان کے مقابلہ میں پہنچو تو انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں ان پر اللہ تعالیٰ کے حقوق لازم ہیں ان کی خبر دو..... پس اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ ایک آدمی کو ہدایت دے دی تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے.....

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جھنڈا دے کر خیبر کے قلعوں کی طرف قتال کے لئے بھیجا آپ لوٹ آئے اور فتح نہ ہوئی حالانکہ آپ نے بہت کوشش کی پھر اس سے اگلے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا انہوں نے لڑائی کی اور لوٹ آئے مگر فتح

نہ ہوئی حالانکہ آپ نے پوری کوشش کی.... تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کل میں ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح دیں گے وہ بھاگنے والا نہیں ہے... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا تو ان کی آنکھ میں تکلیف تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب ڈالا پھر فرمایا یہ جھنڈا لیکر جاؤ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فتح دیں گے.....

آپ جھنڈا لیکر روانہ ہوئے اللہ کی قسم آپ دوڑ رہے تھے اور میں آپ کے پیچھے آپ کے قدموں کے نشانوں پر جا رہا تھا... حتیٰ کہ آپ نے جھنڈے کو قلعہ کے نیچے ایک چٹان میں گاڑا تو ایک یہودی نے قلعہ کے اوپر سے آپ کی طرف جھانکا اور کہا تم کون ہو؟ فرمایا علی بن ابی طالب ہوں.... یہودی نے کہا تم غالب ہو گئے قسم ہے اس کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا یا جو اس نے کہا پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ لوٹے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں فتح دے دی..... (۳۰۳ روشن ستارے)

صحابی کی قبر سے تلاوت کی آواز

حضرت ابوطلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں.... کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لیے "غابہ" جا رہا تھا تو راستہ میں رات ہوگئی... اس لیے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ جب کچھ رات گزر گئی تو میں نے ان کی قبر میں سے تلاوت کی اتنی بہترین آواز سنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قرأت میں نے کبھی بھی نہیں سنی تھی...

جب میں مدینہ منورہ واپس لوٹ کر آیا اور میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ...

کیا اے ابوطلحہ!... تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے... اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرما دیا ہے... جب رات ہوتی ہے... تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر ان کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں... پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس لائی جاتی ہیں... (حجۃ اللہ علی العالمین)

مسواک کی بے حرمتی کا عبرتناک واقعہ

علامہ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے.. کہ ایک شخص ابو سلامہ نامی جو بصری مقام کا باشندہ اور نہایت بے باک اور بے غیرت تھا اس کے سامنے مسواک کے فضائل ومناقب اور محاسن کا ذکر آیا تو اس نے ازراہ غیظ وغضب قسم کھا کر کہا کہ میں مسواک کو اپنی سرین میں استعمال کروں گا.... چنانچہ اس نے اپنی سرین میں مسواک گھسا کر اپنی قسم کو پورا کر کے دکھایا.... اور اس طرح مسواک کے ساتھ سخت بے حرمتی اور بے ادبی کا معاملہ کیا جس کی پاداش میں قدرتی طور پر ٹھیک نو مہینہ بعد اس کے پیٹ میں تکلیف شروع ہوئی.... اور پھر ایک (بدشکل) جانور جنگلی چوہے جیسا اس کے پیٹ سے پیدا ہوا جس کے ایک بالشت چار انگل کی دم.... چار پیر.... مچھلی جیسا سر اور چار دانت باہر کی جانب نکلے ہوئے تھے.... پیدا ہوتے ہی یہ جانور تین بار چلایا جس پر اس کی بچی آگے بڑھی اور سر کچل کر اس نے جانور کو ہلاک کر دیا اور تیسرے دن یہ شخص بھی مر گیا.... (فضائل مسواک صفحہ ۵۰)

اذان کی بے حرمتی کرنے کی سزا

اسلام آباد کے زلزلہ زدہ مارگلہ ٹاور کے ملبے میں سے ایک شخص کا کٹا ہوا سر ملا.... وہ مڑ نہ مل سکا.... بعض افراد نے سر کو پہچان کر بتایا کہ یہ بدنصیب شخص جب اذان شروع ہوتی تو گانوں کی آواز مزید اونچی کر لیتا تھا.... اس خوفناک زلزلے نے پاکستان کے مشرقی حصے میں یعنی پنجاب کے بعض مقامات کے علاوہ کشمیر اور صوبہ سرحد میں بے حد تباہی مچائی.... لاکھوں افراد مر گئے اور زخمیوں کا تو کوئی شمار ہی نہیں....

عبدالحفیظ جونپوری کی توبہ کا واقعہ

یہ بھی مشہور شاعر تھے اور بہت شراب پیتے تھے.... جب توبہ کی توفیق ہوئی تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو گئے اور بیعت بھی اس طرح ہوئے کہ پیچھے چند دن خانقاہ میں قیام کیا.... تھوڑی تھوڑی سی داڑھی آ گئی تھی جس دن بیعت ہونا تھا اس دن داڑھی کو صاف کر کے خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ

نے فرمایا کہ جب توبہ ہی کرنی تھی تو پھر داڑھی کے نور کو کیوں صاف کیا؟ تو عرض کیا...
حضرت! آپ حکیم الامت ہیں میں مریض الامت ہوں اور مریض کو اپنا پورا مرض حکیم کے
سامنے پیش کرنا چاہیے تاکہ وہ صحیح نسخہ تجویز کرے... اب وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی داڑھی نہیں
منڈاؤں گا... پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ ایک سال بعد جو خورجہ تشریف لے گئے تو انکی داڑھی
خوب بڑھ چکی تھی تو حضرت نے فرمایا یہ بڑے میاں کون ہیں؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ وہی
عبدالحفیظ جونپوری ہیں جو تھانہ بھون بیعت کیلئے گئے تھے....

موت سے تین دن پہلے ان پر یہ خوف الٰہی طاری ہوا کہ تڑپ کر ایک دیوار سے
دوسری دیوار کی طرف جاتے تھے اور خود ہی سوال کرجاتے: یہی وہ اپنے دیوان میں یہ اشعار بڑھا گئے

میری نفس کی سیہ کاری تو دیکھو	اور انکی شان ستاری تو دیکھو
گزرتا جا رہا ہوں جیتے جی زمیں میں	گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
ہوا بیعت حفیظ اشرف علی سے	بایں غفلت یہ ہوشیاری تو دیکھو

(ماہنامہ "محاسن اسلام" مارچ 2009ء)

جب تھیلی گم کر دی گئی

صبح صبح کشتی میں شور اٹھا کہ میں لٹ گیا... میں تباہ ہو گیا... لوگوں نے کہا... خیر تو
ہے؟... کیا بات ہوئی کچھ بتاؤ تو سہی؟... مگر وہ آدمی بس چلائے جا رہا تھا... بس ایک ہی
رٹ لگی تھی کہ میں لٹ گیا... کشتی کے سبھی مسافر ایک جگہ جمع ہو گئے... ایک دوسرے
سے پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے؟... کسی کو کچھ معلوم ہوتا تو بتاتا کہ کیا بات ہے؟...

کشتی بہت بڑی تھی... اتنے مردوں عورتوں میں ایک طرف بڑے عالم و فاضل اللہ کے
بندے بھی بیٹھے تھے... شور کی آوازیں انہوں نے بھی سنیں... رونے چیخنے والے کو سمجھایا بجھایا
مگر جب بات پوچھی گئی تو اس نے کہا...

غریب مسافر ہوں... ایک تھیلی میں زندگی بھر کا سرمایہ میں نے چھپا رکھا تھا... کسی
ظالم نے وہ تھیلی چرالی... سب لوگ یہ سن کر بہت افسردہ ہوئے... پوچھنے والوں نے یہ پوچھا کہ تمہارا

مال تھا تھیلی میں؟... اس نے بتایا... ہزار اشرفیاں تھیں... ایک ہزار اشرفیاں بہت بڑی رقم ہوئی... جس نے سنا اسے افسوس ہوا...

کچھ لوگ مل کر مشورہ کرنے لگے... کشتی کے مالک کو بلایا... سارا ماجرا اسے کہہ سنایا... اس نے کہا اگر تھیلی کشتی میں ہے... تو پتہ چل جائے گا... میں سب مسافروں کی تلاشی لیتا ہوں...

آناً فاناً یہ خبر ساری کشتی میں پھیل گئی... جہاز میں مرد... بوڑھے... عورتیں اور بچے بھی تھے... کڑی نگرانی میں تمام مسافروں کی تلاشی ہوئی... مگر کسی کے پاس سے گم شدہ تھیلی نہ نکلی۔

اب لوگ اس شخص پر الٹ پڑے... طرح طرح کی باتیں ہوئیں اور ہوتے ہوتے سب کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص جھوٹا تھا... جھوٹے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے... سب اسے برا بھلا کہہ کر اپنی جگہ جا بیٹھے... جھوٹا سٹ پٹا کر اپنی جگہ آ بیٹھا... جب تک سفر جاری رہا... مسافر اسے پھٹکارتے رہے...

اصل میں ہوا یہ تھا کہ جب سفر شروع ہوا تو یہ جھوٹا پھرتا پھراتا کشتی میں گشت کرنے... اس عالم فاضل اللہ کے بندے کے پاس بھی پہنچا تھا اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے اسے معلوم ہو گیا کہ ان اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کے پاس ایک تھیلی میں ہزار اشرفیاں ہیں... اب اس فریبی کو ہر لحظہ یہ فکر کھانے لگی کہ کسی طرح ہزار اشرفیوں کی تھیلی لے اڑے...

جب کوئی اور تدبیر نہ پائی تو اس نے یہ کھیل کھیلا کہ سب شریف لوگ پریشان ہو گئے... تمام مسافروں کو تلاشی دینا پڑی... تلاشی ان عالم کی بھی ہوئی... لیکن کسی کے پاس سے وہ تھیلی نہ نکلی...

جب دریا کا سفر ختم ہوا اور کشتی کنارے لگی... تمام مسافر اتر گئے تو اس جھوٹے نے علیحدگی میں اللہ کے نیک بندے سے پوچھا... کیا آپ نے مجھ سے جھوٹ کہا تھا کہ آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں ہیں؟... انہوں نے کہا... نہیں میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا... میرے پاس واقعی ایک ہزار اشرفیاں تھیں... اس نے پوچھا... پھر وہ تھیلی کہاں گئی؟...

انہوں نے جواب دیا... جب تو نے اپنی تھیلی گم ہو جانے کا ڈھونگ رچایا تو میں سمجھ گیا کہ تو نے میری تھیلی ہتھیانے کے لیے یہ سب کھیل کھیلا ہے... تھیلی میرے پاس سے نکلتی تو

سب کو یقین ہو جاتا کہ میں چور ہوں... اس لیے میں نے چپکے سے وہ تھیلی دریا میں ڈال دی
... مجھو نے نے کہا... ہزار اشرفیاں آپ نے دریا میں ڈال دیں؟

جواب ملا... ہاں... اس نے کہا... تب تو آپ کا بڑا نقصان ہوا... جواب ملا... نیکی کا بدلہ برائی سے دینے والے ظالم دوست! میرے نزدیک اہمیت دولت کی نہیں لوگوں کے اس اعتماد کی ہے... جو حدیث نبوی کی خدمت کے لیے مجھے برقرار رکھنا ضروری ہے... اگر میں خائن مشہور ہو جاؤں تو میری بیان کردہ حدیثوں پر کون اعتماد کرے گا؟...

اب آپ یہ بھی سن لیں... یہ بزرگ کون تھے... یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تھے... جن کی بخاری شریف دنیا بھر میں مستند مانی جاتی ہے...

حقوق العباد کے اہتمام کا عجیب واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے ایک مرید تھے.... جن کو آپ نے خلافت بھی عطا فرمادی تھی اور ان کو بیعت اور تلقین کرنے کی اجازت دے دی تھی.... ایک مرتبہ وہ سفر کر کے حضرت والا کی خدمت میں تشریف لائے.... ان کے ساتھ ان کا بچہ بھی تھا.... انہوں نے آکر سلام کیا اور ملاقات کی.... اور بچے کو بھی ملوایا کہ حضرت یہ میرا بچہ ہے.... اس کے لئے دعا فرما دیجئے.... حضرت والا نے بچے کے لئے دعا فرمائی.... اور پھر ویسے ہی پوچھ لیا کہ اس بچے کی عمر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت اس کی عمر ۱۳ سال ہے.... حضرت نے پوچھا کہ آپ نے ریل گاڑی کا سفر کیا ہے تو اس بچے کا آدھا ٹکٹ لیا تھا یا پورا ٹکٹ لیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت آدھا ٹکٹ لیا تھا.... حضرت نے فرمایا کہ آپ نے آدھا ٹکٹ کیسے لیا جب کہ بارہ سال سے زائد عمر کے بچے کا تو پورا ٹکٹ لگتا ہے.... انہوں نے عرض کیا کہ قانون تو یہی ہے کہ بارہ سال کے بعد ٹکٹ پورا لینا چاہئے.... اور یہ بچہ اگرچہ ۱۳ سال کا ہے لیکن دیکھنے میں ۱۲ سال کا لگتا ہے.... اس وجہ سے میں نے آدھا ٹکٹ لے لیا....
حضرت نے فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون.... معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تصوف اور طریقت کی ہوا بھی نہیں لگی.... آپ کو ابھی تک اس بات کا احساس اور ادراک نہیں کہ بچے کو جو سفر آپ

نے کرایا... یہ حرام کرایہ... جب قانون یہ ہے کہ ۱۲ سال سے زائد عمر کے بچے کا ٹکٹ پورا لگتا ہے اور آپ نے آدھا ٹکٹ لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ریلوے کے آدھے ٹکٹ کے پیسے غصب کر لئے اور آپ نے چوری کر لی... اور جو شخص چوری اور غصب کرے ایسا شخص تصوف اور طریقت میں کوئی مقام نہیں رکھ سکتا... لہٰذا آج سے آپ کی خلافت اور اجازت بیعت واپس لی جاتی ہے... چنانچہ اس بات پر ان کی خلافت سلب فرمالی...

حالانکہ اپنے اوراد و وظائف میں... عبادات اور نوافل میں... تہجد اور اشراق میں... ان میں سے ہر چیز میں بالکل اپنے طریقت پر عمل تھے... لیکن یہ غلطی کی کہ بچے کا ٹکٹ پورا نہیں لیا... صرف اس غلطی کی بنا پر خلافت سلب فرمالی... (اصلاحی مواعظ)

کفن چور کی سچی توبہ

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ ایک بار بلخ شہر میں وعظ فرما رہے تھے... آپ نے اثنائے وعظ میں فرمایا کہ الٰہی! جو اس مجلس میں سب سے زیادہ گنہگار ہے... اس پر اپنا رحم فرما... اور اس کو بخش دے... ایک کفن چور بھی اس مجلس میں موجود تھا جب رات ہوئی... تو کفن چور قبرستان میں گیا اور ایک قبر کو کھودا...

اس نے ہاتف سے ایک آواز سنی... کہ اے کفن چور! تو آج دن کو حاتم اصم کی مجلس وعظ میں بخش دیا گیا ہے... پھر آج ہی رات کو دوبارہ یہ گناہ کیوں کرنے لگے ہو؟... کفن چور نے یہ آواز سنی... تو رونے لگا... اور سچے دل سے تائب ہو گیا... (تذکرۃ الاولیاء)

ایک عظیم طالب علم

حضرت قاری محمد صدیق صاحب باندوی رحمہ اللہ سلف اشرفیہ کے اکابر بزرگوں میں سے گزرے ہیں ان کے زمانہ طالب علمی کے حالات جو انہوں نے خود تحریر فرمائے ہیں ہم سب کیلئے نصیحت آموز ہیں

حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ پوری زمانہ طالب علمی میں ۲۴ گھنٹے میں دو گھنٹہ

سے زائد نہیں ہوتا تھا.... سر میں شدید درد ہو جاتا تھا اب بھی کبھی ہو جاتا ہے لیکن پہلے کی طرح نہیں ہوتا.... سخت درد کی حالت میں سارا کام کرتا تھا ایک عادت سی بن گئی تھی....

فرمایا کہ پاکستان کے میرے ایک ساتھی تھے ہم دونوں ایک کمرے میں رہا کرتے تھے اور وہ بڑے صوفی تھے.... ایک کمرہ میں رہنے کے باوجود بات چیت بالکل نہ ہوتی تھی اور کسی کو کسی سے کچھ مطلب نہ تھا.... کسی کے پاس اتنا موقع ہی نہ تھا کہ ہر ایک اپنے اپنے کام میں لگا ہوا تھا.... اگر کبھی اتفاق سے کوئی بات ہو گئی تو ہو گئی....

فرمایا کہ میرے استاذ مجھ پر بڑے شفیق اور مہربان تھے.... میری پوری نگرانی رکھتے تھے کہ میں کہاں جارہا ہوں.... راستہ میں کہاں ٹھہرتا ہوں کس سے بات کرتا ہوں اگر ذرا شبہ ہوتا تو فوراً تحقیق فرماتے ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں بیٹھے لکھ رہا تھا.... میرے ایک ساتھی نے ساتھ چلنے اور ٹہلنے پر اصرار کیا میں انکار کرتا رہا لیکن ان کے شدید اصرار کی بناء پر چلا گیا.... دوسرے وقت میرے استاذ نے مجھے بلایا اور فرمایا صدیق اس وقت کہاں جارہے تھے.... میں بہت نادم ہوا اور صاف صاف عرض کر دیا کہ حضرت وہی پہلا دن اور وہی آخری دن ہے میں خود نہیں جارہا تھا.... فلاں کے اصرار کی بناء پر چلا گیا.... آئندہ ایسی غلطی کبھی نہیں کروں گا.... فرمایا تم صدیق ہو اس لیے سچی سچی بات تم نے کہہ دی.... حضرت نے فرمایا اس کے بعد سے پھر کبھی میں ٹہلنے نہیں گیا کام ہی اس قدر رہتا تھا کہ اسی سے چھٹی نہ ملتی تھی.... (حیات صدیق)

حضرت قاری صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ "حضرت مولانا حافظ و قاری عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ سے بہت اسباق تھے.... حضرت نے جب ان سے سبعہ پڑھنے کی درخواست کی تو فرمایا وقت تو نہیں لیکن تمہارے لیے کوئی صورت نکالوں گا.... دوسرے طلبہ کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ اجازت ہو تو ہم بھی شریک ہو جائیں.... اس طرح ایک بڑی جماعت تیار ہو گئی.... حضرت بعد ظہر ہدایہ پڑھاتے تھے طلباء اپنی اپنی مسجدوں سے نماز پڑھ کر آتے تھے.... فرمایا جو سبعہ پڑھنے والے ہیں میری مسجد میں نماز پڑھ لیا کریں اور نماز کے بعد فوراً قرأت سبعہ کا

سبق ہوگا یہ وقت بڑی مشکل سے نکل سکا تھا.... جب تک ہدایہ کے طلبہ فارغ ہوں اس وقت تک ہم لوگوں کا سبق ہوتا تھا... کچھ دن کے بعد فرمایا کہ سبق کم ہوتا ہے اس لیے بعد عشاء بھی پڑھ لیا کرو... تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ فرمایا اتنی مقدار میں تو ایک سال میں پورے قرآن شریف کا ترجمہ ختم نہ ہو سکے گا... اس لیے تم سب لوگ میرے ہی مکان میں سو جایا کرو اور بعد تہجد سبق پڑھ لیا کرو.... حضرت نے ایک مکان علیحدہ مہمانوں کے لیے تیار کر دیا تھا ہم سب طلبہ اور حضرت مولانا رات میں اسی مکان میں سوتے تھے.... گھڑی میں الارم لگا دیا جاتا تھا.... حضرت مولانا بڑی پابندی کے ساتھ بعد تہجد فجر تک سبق پڑھایا کرتے تھے یہ ساری محنت طلبہ کے ساتھ شفقت ہی کی بناء پر تھی....'' (ماہنامہ ''محاسن اسلام'' اپریل 2009ء)

نصرت خداوندی

ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے اسماعیل ابی صاحب سے نقل کیا ہے... کہ وہ ایک رات بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے... انہوں نے بیان کیا کہ میں کچھ دنوں پہلے بہت تنگ دست تھا اور اسی پریشانی کی حالت میں رات کو اپنے کام میں مشغول تھا کہ ایک بڑا چوہا نکلا اور اس نے گھر میں دوڑنا شروع کر دیا پھر دوسرا نکل آیا۔ دونوں نے کھیلنا شروع کر دیا...

میرے سامنے ایک طشت تھا میں نے ان میں سے ایک پر اسے الٹ دیا تو دوسرا چوہا آیا اور طشت کے گرد پھرنے لگا... میں خاموش (دیکھ رہا) تھا... پھر وہ اپنے بل میں گھسا اور منہ میں ایک کھرا دینار لے کر نکلا اور اس کو میرے سامنے ڈال دیا... میں لکھنے میں مشغول رہا ...وہ ایک گھڑی تک بیٹھا انتظار کرتا رہا پھر واپس گیا اور دوسرا دینار لے کر آیا اور پھر کچھ دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ چار یا پانچ دینار لے آیا... پھر اس مرتبہ ہر بار سے زیادہ دیر تک بیٹھا رہا... پھر واپس گیا اور ایک چمڑے کی خالی تھیلی کھینچ کر لایا اور اس کو ان دیناروں کے اوپر رکھ دیا... میں سمجھ گیا کہ اب اس کے پاس کچھ باقی نہیں رہا تو میں نے طشت اٹھا دیا... دونوں چوہے بھاگ کر فوراً بل میں گھس گئے اور میں نے دینار لے لیے...

بے دین کو دیندار بنانے کا ایک عجیب فاروقی نسخہ

ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی سند سے نقل کیا ہے کہ اہل شام میں سے ایک بڑا بارعب قوی آدمی تھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا... کچھ عرصہ تک وہ نہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا... لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین اس کا حال نہ پوچھئے وہ تو شراب میں مست رہنے لگا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا یہ خط لکھو: "منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں سلام علیک اس کے بعد میں تمہارے لئے اس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں.... گناہوں کو معاف کرنے والا... توبہ قبول کرنے والا... سخت عذاب والا.... بڑی قدرت والا ہے... اس کے سوا کوئی معبود نہیں... اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے...."

پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ سب مل کر اس کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے... فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس قاصد کے ہاتھ یہ خط بھیجا تھا اس کو ہدایت کر دی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے جب تک وہ نشہ سے ہوش میں نہ آئے اور کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے....

جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خط پہنچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے.... پھر رونے لگا اور شراب نوشی سے باز آ گیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا....

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو.... اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے لئے دعا کرو کہ وہ توبہ کر لے.... اور تم اس کے مقابلے پر شیطان کے مددگار نہ بنو یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر دین سے دور کر دو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی.... (معارف القرآن جلد ۷ صفحہ ۵۸۵)

کسب معاش کا عجیب واقعہ

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ عمامہ اوڑھے ہمارے پاس تشریف لائے اور بتلایا کہ ایک دفعہ مدینہ منورہ میں مجھے بہت شدید بھوک لگی تو میں دیہات میں کسی کام کی تلاش میں نکلا..... میں نے ایک عورت دیکھی جس نے مٹی کے ڈھیلے جمع کیے ہوئے تھے جنہیں وہ بھگونا چاہتی تھی میں اس کے پاس گیا اور ایک چھوارے کے بدلے ایک ڈول پانی ڈالنے کا معاملہ طے کیا..... پھر میں نے سترہ ڈول کھینچے یہاں تک کہ میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے پھر میں پانی پر گیا ہاتھ دھوئے اور عورت کے پاس آکر کہا اتنے کافی ہیں (اور (راوی حدیث) اسمٰعیل نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اکٹھے کر لئے) تو اس نے مجھے سولہ چھوارے گن کر دیے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو واقعہ بتلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میرے ساتھ چھوارے کھائے.....

حماد بن زید اپنی حدیث میں یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تو میں نے سولہ یا سترہ ڈول کھینچے... پھر اپنے ہاتھ دھوئے اور چھوارے لیکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اچھا کہا اور میرے لئے دعا فرمائی۔ ...

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں میں ایک احاطہ یا باغ کی طرف گیا تو مجھے اس کے مالک نے کہا ایک ڈول اور ایک چھوارہ کے تو میں نے ایک ایک ڈول ایک ایک چھوارہ کے بدلے ڈالا تو میری ہتھیلیاں بھر گئیں پھر میں نے پانی پیا..... پھر میں چھواروں سے بھرا ہوا چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا تو بعض آپ نے کھائے اور بعض میں نے..... (۳۱۴ روشن ستارے)

مرزائیت سے توبہ

مولانا لال حسین اختر پہلے پکے قادیانی تھے... بعد میں مسلمان ہو گئے... ایک بار ان سے کسی نے پوچھا... "آپ مرزائیت سے کیسے تائب ہوئے؟" انہوں نے جواب دیا...

ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ ایک جگہ لوگ قطار میں کھڑے ہو رہے ہیں... میں

نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟... مجھے بتایا گیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے بندوبست ہو رہا ہے... یہ سن کر میں بھی قطار میں لگ گیا... لوگ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے... اور ہر آدمی کے سر کے اوپر ایک بلب روشن تھا... میں نے اپنا سر اوپر کر کے دیکھا تو میرے سر کے اوپر بلب تو ہے... مگر بجھا ہوا ہے... میں بہت افسردہ اور شرمندہ ہوا کہ سب کے سروں پر بلب روشن ہیں... میں ہی بدقسمت ہوں کہ میرا بلب بجھا ہوا ہے... اسی ندامت کے ساتھ میں آگے بڑھتا جا رہا تھا... آخر میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچ گیا مگر بہت شرمندہ تھا...

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اوپر دیکھو... میں نے دیکھا تو میرا بلب بھی روشن تھا... آنکھ کھلی تو یقین ہو گیا کہ اب تک میرے ایمان کا بلب بجھا ہوا تھا... اب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ التفات سے روشن ہو گیا... لہٰذا مرزائیت سے توبہ کر کے از سر نو مسلمان ہوا...

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا خوف خدا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک سے حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا حال دریافت کیا گیا تو کہنے لگیں اللہ کی قسم! وہ لوگوں سے زیادہ نماز... روزہ تو نہیں ادا کرتے تھے...

لیکن اللہ کی قسم! میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے نہیں دیکھا... وہ بستر پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو خوف خداوندی کی وجہ سے چڑیا کی طرح پھڑپھڑانے لگتے... یہاں تک کہ ہمیں یہ اندیشہ ہوتا کہ ان کا دم گھٹ جائے گا... اور لوگ صبح کو اٹھیں گے... تو خلیفہ سے محروم ہوں گے...

ایک رات عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ "سورۃ اللیل" پڑھ رہے تھے... جب اس آیت پر پہنچے... فانذرتکم نارا تلظی...

ترجمہ:... "پس میں نے تم کو ڈرا دیا بھڑکتی ہوئی آگ سے"

تو ہچکی بندھ گئی... دم گھٹ گیا... آگے نہیں پڑھ سکے... دوبارہ نئے سرے سے شروع

کی... جب اسی آیت پر پہنچے تو پھر وہی کیفیت ہوئی اور آگے نہیں بڑھ سکے... بالآخر یہ سورت چھوڑ کر دوسری سورت پڑھی... غرض یہ کہ کتنا خوف خداوندی تھا ان میں... اللہ تعالیٰ ہم میں بھی پیدا فرما دے... آمین ثم آمین...

امام طاؤس رحمہ اللہ سے حجاج بن یوسف کی ملاقات کا واقعہ

امام طاؤس بن کیسان کہتے ہیں ایک سال میں مکۃ المکرمہ میں مقیم تھا... مشہور زمانہ امیر حجاج بن یوسف حج ادا کرنے مکۃ المکرمہ آیا اور حرم شریف میں بیٹھ کر اپنے کارندے کو یہ پیغام دیکر میرے ہاں روانہ کیا کہ امیر المومنین حجاج بن یوسف آپ کو طلب کرتے ہیں.... میں نے اس کی طلبی قبول کی اور اس کے پاس آ گیا... حجاج نے میرا اکرام کیا اور اپنے قریب بٹھا لیا اور ایک شاہی تکیہ بھی پیش کیا تا کہ میں اس کا سہارا لوں پھر اس نے چند مسائل دریافت کیے جس کو جاننا چاہتا تھا....

اسی درمیان ایک حاجی لبیک اللھم لبیک کہتا ہوا قریب سے گزرا جس کی آواز میں کچھ ایسا ارتعاش و سوز تھا کہ سننے والوں کے دل کھنچے جا رہے تھے....

حجاج نے اپنے آدمی سے کہا ذرا اس حاجی کو لے آؤ؟

جب وہ آیا تو پوچھا تم کون ہو؟

حاجی نے کہا.... میں ایک مسلمان ہوں....

حجاج نے کہا میرا یہ مطلب نہیں میں جانتا ہوں کہ تم مسلمان ہو لیکن یہ بتاؤ تم کس ملک کے ہو؟

حاجی نے کہا... ملک یمن کا باشندہ ہوں....

حجاج نے جب یہ سنا تو پوچھا تمہارے ملک کے حاکم کا کیا حال ہے؟

(ملک یمن کا یہ حاکم حجاج بن یوسف کا چھوٹا بھائی محمد بن یوسف تھا جس کو حجاج نے حاکم یمن بنایا تھا)

حاجی نے کہا... وہ تر و تازہ... فربہ... جسم... خوش لباس نوجوان آدمی ہے...

حجاج نے کہا... میرا سوال اس کی صحت کے بارے میں نہیں ہے میں اس کے عادات و اطوار معلوم کرنا چاہتا ہوں؟

حاجی نے کہا... وہ نہایت ظلم وزیادتی کرنے والا... بندۂ نفس... اپنے خالق کا ناشکرا فسق وفجور کا شیدا انسان ہے... اس کو اپنی رعایا سے کیا تعلق اپنا عیش ولطف ہی مقصود ہے....

حجاج اپنے ہم نشینوں اور حاجیوں کے ہجوم میں حرم شریف کے اندر اپنے بھائی کا یہ مکروہ تذکرہ سن کر سخت نادم ہوا اور اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا....

پھر سنبھل کر کہا اے شخص تیری یہ جرأت کیونکر ہوئی کہ تو میری موجودگی میں علی الاعلان اس کی برائی بیان کرے.... جب کہ تجھ کو معلوم ہے کہ وہ میرا عزیز بھائی... پسندیدہ شخصیت وباعزت حاکم بھی ہے؟

حاجی نے برجستہ جواب دیا... وہ آپ کے یہاں اتنا باعزت نہیں جیسا کہ میں اپنے اس رب کے سامنے باعزت ہوں.... جبکہ میں اس کے باعزت گھر کا طواف کر رہا ہوں اور اس کی ندا پر لبیک اللھم لبیک کہہ رہا ہوں اور فریضۂ حج ادا کر رہا ہوں....

یہ تلخ وتند کلام سن کر حجاج خاموش ہو گیا اور وہ حاجی ہجوم میں داخل ہو گیا....

امام طاؤس بن کیسان کہتے ہیں کہ اس کی یہ حوصلہ مندی اور بے خوفی دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ یہ کوئی غیر معمولی انسان ہے اس کا تعارف لینا چاہئے تیزی سے میں اس کے پیچھے گیا.... دیکھا کہ وہ غلاف کعبہ تھامے اپنا چہرہ اس کو لگائے یہ کلمات کہہ رہا ہے....

اللھم بک اعوذ وبجاہک الوذ ....

ترجمہ:... اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی جناب میں حفاظت بھی....

اس طرح وہ کچھ دعائیں پڑھ کر حاجیوں کے ہجوم میں نظروں سے غائب ہو گیا.... مجھ کو اس کا شدید احساس ہوا کہ اس سے ملاقات نہ ہو سکی اور امید بھی نہ رہی کہ پھر ملاقات ہوگی.... عجیب بات ہے کہ وہ عرفہ کی رات ہجوم میں پھر نظر آیا.... میں اس کے قریب پہنچ گیا وہ دعا میں مشغول تھا.... اس کے یہ کلمات میں نے سنے...

اللہ! اگر آپ میرے حج اور میرے عمرے اور میری بیت اللہ حاضری کو قبول نہ فرمائیں تو میری زحمت ومشقت کے اجر سے مجھ کو محروم نہ فرما...."

یہ کہہ کر وہ شخص پھر ہجوم میں غائب ہو گیا اور میں ہاتھ ملتا رہ گیا.... (تذکرۃ التابعین)

ختم نبوت کے لئے بیٹے کی قربانی

"آپ کا بیٹا بس آج شام تک کا مہمان ہے.... اس کا کوئی علاج نہیں"....

ڈاکٹر کے یہ الفاظ سن کر مولانا رو پڑے.... اپنے بیٹے کو گھر لے آئے۔ گھر میں کھڑے اپنے بیٹے کی تیمارداری کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی.... مولانا دروازے پر گئے.... باہر ایک بوڑھے شخص کو کھڑے پایا.... حضرتؒ نے سلام و دعا کے بعد پوچھا: بابا جی! خیریت سے آئے ہو؟ وہ کہنے لگا خیریت سے کہاں آیا ہوں.... ہمارے علاقے میں ایک قادیانی مبلغ آیا ہوا ہے وہ لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے.... پوری امت گمراہ ہو رہی ہے اور آپ گھر میں کھڑے ہیں....

مولانا نے جیسے ہی یہ بات سنی آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے.... بیوی سے فرمایا نیک بی بی! میرا بیگ کہاں ہے؟ بیوی نے بیگ اٹھا کر دیا اور آپؒ بیگ ہاتھ میں پکڑے گھر سے روانہ ہونے لگے.... بیوی نے دامن پکڑ لیا اور کہنے لگی.... مولانا! آخری لمحات میں اپنے نوجوان بیٹے کو اس حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟ مولانا نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں اور رو کر روانہ ہونے لگے تو جاں بلب بیٹے نے کہا ابا جان! میں آج کا مہمان ہوں چند لمحے تو انتظار کر لیجئے میری روح نکل رہی ہے مجھے اس حال میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟

مولانا نے اپنے نوجوان بیٹے کو بوسہ دینے لگے اور فرمایا.... اے بیٹے! بات یہ ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی خاطر جا رہا ہوں کل قیامت کے دن حوض کوثر پر ہماری تمہاری ملاقات ہو جائے گی.... یہ فرمایا اور گھر سے روانہ ہو گئے.... اڈے پر پہنچے ابھی بس میں بیٹھے ہی تھے کہ چند لوگ دوڑتے آئے اور کہنے لگے کہ مولانا! آپ کا بیٹا فوت ہو چکا ہے.... اس کا جنازہ پڑھاتے جائیے.... مولانا نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں اور رو کر فرمانے لگے .... جنازہ پڑھانا فرض کفایہ ہے اور امت محمدیہ کو گمراہی سے بچانا فرض عین ہے.... فرض عین چھوڑ کر فرض کفایہ کی طرف نہیں جا سکتا.... پھر وہاں سے روانہ ہو گئے اس علاقے میں پہنچے اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا کی وہ قادیانی مبلغ بھاگ گیا.... مولانا تین دن کے بعد گھر واپس پہنچے.... بیوی قدموں میں گر گئی اور رو کر کہنے لگی.... مولانا! جب آپ

جارہے تھے تو بیٹا آپ کی راہ تکتا رہا اور کہتا رہا جب ابا جان واپس آ جائیں تو انہیں میرا سلام عرض کر دینا... مولانا نے جب یہ سنا تو فوراً اپنے بیٹے کی قبر پر گئے اور دعا مانگنے لگے اے اللہ! ختم نبوت کے وسیلے سے میرے بیٹے کی قبر کو جنت کا باغ بنا دے... مولانا دعا مانگ کر گھر واپس آئے تو رات بیٹے کو خواب میں دیکھا... بیٹے نے اپنے ابا سے ملاقات کی اور کہا کہ رب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم! ختم نبوت کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے میری قبر کو جنت کا باغ بنا دیا ہے... ختم نبوت کے اس مجاہد کو دنیا مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کے نام سے جانتی ہے... (تحریک ختم نبوت کے روح پرور واقعات)

یہود کے سوالات کا جواب دینے کا عجیب واقعہ

نعمان بن سعد کہتے ہیں میں کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر دارالامارت میں بیٹھا تھا کہ نوف بن عبداللہ آیا اور کہا اے امیر المومنین دروازے پر یہود کے چالیس آدمی کھڑے ہیں... حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا انہیں میرے پاس لے آؤ... جب وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے آئے تو کہا اے علی! ہمیں اپنے رب کی صفت بیان کرو جو کہ آسمان میں ہے وہ کیسے ہے اور کیسے تھا اور کب تھا؟ اور وہ کس شی پر ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے یہود کا گروہ! مجھ سے سنو اور میرے علاوہ کسی اور سے سوال کرنے کی پرواہ نہ کرو... بے شک میرا رب اول ہے اس کی کسی سے ابتدا نہیں ہوئی اور نہ وہ کسی سے ملا ہوا ہے اور نہ وہ کسی کے گمان میں آیا اور نہ وہ کوئی جسم ہے کہ اس کی تحقیق کی جائے اور نہ وہ چھپایا ہوا ہے کہ اس کا احاطہ کر لیا جائے اور وہ نہ ہونے کے بعد نہیں ہوا کہ اسے حادث کہا جائے بلکہ وہ اس سے دور ہے کہ چیزوں کی کیفیت سے اس کی کیفیت کا اندازہ لگایا جائے کہ وہ کیسا تھا؟ بلکہ وہ ہمیشہ رہا اور زمانوں کے اختلاف سے اور ایک حالت سے دوسری حالت بدل جانے سے ختم نہیں ہوگا اور جب ہم سے اور فصیح زبانوں سے اس کی صفت کیسے بیان کی جا سکتی ہے جو کہ چیزوں میں نہیں تھا کہ کہا جائے کہ وہ جدا ہے اور نہ کسی سے جدا کر کہا جائے وہ ہونے والا ہے... بلکہ وہ بغیر کیفیت ہے... اور وہ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور تشبیہ دینے میں ہر بعید سے زیادہ بعید ہے... اس پر بندوں میں سے

کوئی ایک لمحہ مخفی نہیں ہو سکتا اور نہ تیز لفظ چھپ سکتا ہے اور نہ ریت کا ذرہ اور نہ کوئی قدم مخفی اندھیری رات میں اور نہ رات کے شروع میں چھپ سکتا ہے..... اس کو روشن چاند نہیں چھپا سکتا اور روشنی والے سورج کا پھیلاؤ اپنی تیز کرنوں کی روشنی سے اسے چھپا سکتا ہے..... نہ آنے والی رات کا آنا چھپا سکتا ہے نہ جانے والے دن کا جانا وہی اپنی کائنات میں سے جس کا ارادہ کرتا ہے اس کا احاطہ کر لیتا ہے پس وہی ہر جگہ اور ہر وقت جاننے والا ہے اور ہر انتہا اور مدت کو جاننے والا ہے..... حد تو مخلوق کے لئے متعین ہے..... اور انتہا غیر اللہ کی طرف منسوب ہے..... اس نے چیزوں کو کسی پہلے اصول سے نہیں بنایا اور پہلے پیدا شدہ اشیاء سے بنایا بلکہ اسی پیدا کیا جو کیا پس اس نے اپنی مخلوق کو قائم کر دیا اور صورت دی جو دی اور اس کی صورت کو عمدہ بنایا وہ اپنی بلندی میں منفرد ہے کوئی چیز اس کے لئے رکاوٹ نہیں ہے اور نہ ہی اپنی مخلوق کی اطاعت سے اس کا کوئی نفع ہے..... پکارنے والوں کیلئے اس کی قبولیت تیز تر ہے..... اور آسمانوں و زمین میں فرشتے اسی کے فرمانبردار ہیں..... مٹی ہو جانے والے مردوں سے متعلق اس کا علم ایسے ہے جیسے زندوں سے متعلق اور بلند آسمانوں کے متعلق اس کا علم ایسے ہے جیسے نچلی زمین کے متعلق اس کا علم ہے..... اور اس کا علم ہر شئی سے متعلق ہے..... آوازیں اسے پریشان نہیں کرتیں اور مختلف زبانیں اسے مشغول نہیں کرتیں وہ مختلف آوازوں کو بغیر اعضاء کے سننے والا ہے..... وہ مدبر ہے..... بصیر ہے..... تمام امور کا جاننے والا ہے..... زندہ ہے..... سب کو قائم رکھنے والا ہے..... وہ پاکیزہ ہے اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بغیر اعضاء و جوارح کے اور بغیر ہونٹوں اور بغیر حلق وغیرہ کے کلام کیا..... وہ صفات کی کیفیت متعین کرنے سے پاک اور بلند ہے..... جو یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارا معبود محدود ہے وہ اپنے خالق و معبود سے جاہل ہے اور جو کہے کہ جگہیں اسے محیط ہیں اسے حیرت و التباس تک گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہر مکان کو محیط ہے..... اے رحمٰن کے وصف میں قرآن اور دلیل کے خلاف تکلف کرنے والے اگر تو سچا ہے تو ذرا لگے جبریل..... میکائیل..... اور اسرافیل کی تعریف کر کے دکھا..... بالکل نہیں کر سکتا؟ کیا تو اپنے جیسی مخلوق کی صفت کرنے سے تو عاجز ہے اور تو اس کائنات و عناصر کے رب کی صفت کا ادراک کرنا چاہتے ہو پس تم اس کا ادراک کیسے کر سکتے ہو جس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند؟ اسی کا ہے جو کچھ زمینوں میں ہے اور جو کچھ

آسمانوں میں ہے اور جو ان کے درمیان ہے اور وہی عرش عظیم کا رب ہے.....

یہ حدیث نعمان کے طریق سے غریب ہے اور اسی طرح اسحٰق نے بھی آپ سے مرسلاً روایت کی ہے.....(۲۱۳ روشن ستارے)

اللہ تعالیٰ کا کمال شفقت

ایک بزرگ نے دعا کی.... اے اللہ!.... اس وقت جو آدمی سب سے زیادہ گنہگار ہے.... میں اس بندے کو دیکھنا چاہتا ہوں.... خدائے رب العزت نے انہیں فرمایا کہ فلاں جگہ پر ایک آدمی رہتا ہے.... وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک نوجوان اپنی نوجوانی کے کاموں میں مست بیٹھا ہے.... نہ سورج نکلنے کی پرواہ ہے.... نہ ڈوبنے کی فکر.... ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا.... گناہوں پر گناہ کر رہا ہے.... اسے دیکھ کر واپس تشریف لے گئے.... چند دنوں بعد پھر یہ شوق ہوا کہ سب سے عبادت گزار بندے کو دیکھنا چاہیے.... چنانچہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ.... "اے اللہ!.... میں تیرے سب سے عبادت گزار بندے کو دیکھنا چاہتا ہوں...." اللہ نے دعا قبول فرمائی اور نشاندہی فرما دی کہ فلاں جگہ پر ہے.... وہاں گئے تو دیکھتے ہیں.... کہ بعینہٖ وہی آدمی وہاں بیٹھا ہے.... بڑے حیران ہوئے عرض کیا.... اے اللہ! یہ کیا معاملہ ہے.... سب سے گنہگار بھی یہی اور نیکوکار بھی یہی....

ارشاد فرمایا: ابھی چند دن پہلے اس کا بیوی سے جھگڑا ہوا بیوی نے اسے گناہوں کے طعنے دیئے.... لعنت ملامت کی.... تو اس نے جواب میں کہا کہ مانتا ہوں میرے گناہ بہت زیادہ ہیں.... میں شرمندہ ہوں مگر یاد رکھنا! میرے پروردگار کی رحمت اس سے زیادہ ہے.... ہمیں اس کا حسن ظن بہت پسند آیا تو اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا....

ایک بڑھیا کا عجیب واقعہ

دولت عباسیہ کا وہ تاجدار، ہارون الرشید جس نے نوشیرواں کے عدل اور حاتم کی سخاوت کو دنیا کے دل سے فراموش کر دیا.... سلطنت بغداد پر جلوہ افروز ہے شہزادہ عباس مامون الرشید کا بڑا لڑکا عین العمل کے قریب شکار میں مصروف ہے غروب ہونے والے آفتاب کی

فضائیں آب و جلے کے قدموں میں لوٹ رہی ہیں... طائران خوش الحان کے نغمے میں منہمک جو کنار دریا پر دوداع روز روشن کا مرثیہ پڑھ رہے تھے ایک حسین عورت پانی کا گھڑا بھر رہی تھی عباس اس کو دیکھ کر آگے بڑھا اور پوچھا:

"تو کون ہے اور کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے کیا ایسے غیر آباد مقامات پر بھی جہاں پہاڑ اور جنگلوں کے سوا کچھ نہیں ہے حسن جنم لے سکتا ہے"

شہزادہ اپنا فقرہ ختم کر کے دیکھتا ہے تو مغرور حسینہ کے چہرہ پر بل آ چکا تھا اس کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا اس نے شہزادے کا سوال حقارت سے ٹھکرا دیا اور آگے بڑھ گئی...

باپ کی عظیم الشان حکومت کا جن عباس کے سر پر سوار تھا حکم دیا اس مغرور عورت کا حسب و نسب معلوم کرو اور میری طرف سے نکاح کا پیغام دے دو...

نوکر چاکر اس عورت کے پیچھے روانہ ہوئے شہزادہ نے اپنا شکار ملتوی کیا اور خیمہ میں آ کر خاموش بیٹھ گیا... آدھی رات تک اسی الجھن میں گرفتار رہا کبھی خیمہ سے باہر آتا تھا کبھی اندر اتنے میں ایک خادم نے آ کر عرض کیا...

عورت خاندان برامکہ کی لڑکی مغیرہ بنت اندوار ہے دو بچوں کی ماں اور حسین ابن موسیٰ کی بیوہ ہے... اس کے ورثاء میں سے اب کوئی زندہ نہیں صرف دو معصوم بچے ہیں... نکاح کا پیغام اس کے واسطے قیامت سے کم نہ تھا آپے سے باہر ہو گئی اور یہ الفاظ کہے... "ہارون ہماری جانیں تباہ کر چکا اب اس کا سپوت ہماری عزت کے در پے ہے لیکن عباس یاد رکھے کہ اس کی شہزادگی کو اس ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی کی دہلیز پر دونوں ہاتھوں سے مسل دوں گی..."

رات کا پردہ دنیا کے چہرے سے اٹھا ادھر صبح صادق آل برامکہ کی بربادی کا نوحہ کرتی ہوئی نمودار ہوئی... ادھر طائفہ اجل کے مختصر سے مکان میں مغیرہ نے نماز فجر سے فراغت پا کر چھوٹے بچے کو کلیجہ سے لگا کر پیار کیا اور کچھ کہنا چاہتی تھی کہ شہزادہ عباس کا پیغام ایک قاصد کے ذریعے اس کے کان میں پہنچا...

"شہزادہ عباس کا غصہ تیری جان اور مال خاک میں ملا دے گا یہ مکان ضبط کیا جاتا ہے اور تجھ کو دو گھنٹے کی اجازت ہے... یہ مکان خالی کر دے..."

مغیرہ یہ پیغام سن کر دروازے پر آئی اور قاصد سے کہا.... عباس اس وقت کو بھول جائے جب میرے دادا جعفر کا سر اس کے دادا ہارون کے سامنے رکھا گیا اور اس بے گناہ قتل نے آل برامکہ کو دو وقت کی روٹی کا محتاج کر دیا لیکن برائی یہاں مظالم عباسیہ کو جس تحمل سے برداشت کرتی آئی ہیں تاریخ اس کو فراموش نہیں کر سکتی....'' اتنا کہہ کر مغیرہ ایک سفید چادر سر پر ڈال کر دونوں بچوں کو ساتھ لے کر باہر نکل گئی....

دوسری صدی ہجری ختم کے قریب ہے مامون الرشید کا دربار گرم ہے مامون کے پہلو میں عباس تخت نشین ہے.... امراء وزراء خاموش بیٹھے ہیں کہ مظلوم مغیرہ جس کا چہرہ چودھویں رات کو شرماتا تھا لیکن اب ضعیفی کے آثار نمودار ہو رہے تھے.... دربار شاہی میں حاضر ہوئی اور کہا:'' ایک بیوہ کا مکان صرف اس لئے کہ وہ اپنی عصمت کی محافظ تھی سلطنت عباسیہ کو مبارک ہو لیکن مامون الرشید! ایک دن اس بادشاہ کو بھی منہ دکھانا ہے جس کی سلطنت کبھی فنا نہ ہوگی.... ایک ظالم کی تیرے پاس فریاد لائی ہوں.... انصاف کر اور داد دے....''

تمام درباری عورت کا منہ تکنے لگے مگر کسی کی اتنی ہمت نہ تھی کہ بادشاہ کی موجودگی میں اس سے بات کر سکتا....

مامون الرشید نے عورت سے کہا اس ظالم کا نام بتا کہ وہ کون ہے؟

عورت ہنس دی اور ہنس کر کہا.... '' شہزادہ عباس جو تخت شاہی پر آپ کے برابر بیٹھا ہے....''

آج مسلمان دنیا بھر کے عیوب کا مخزن ہو جائیں مگر یہ مردہ قوم کبھی زندہ بھی تھی مامون کا چہرہ اتنا سنتے ہی غصہ سے سرخ ہو گیا اس نے چوبدار کو حکم دیا کہ عباس کو اس عورت کے برابر کھڑا کر دے تاکہ مدعی اور مدعا علیہ میں کوئی امتیاز نہ رہے....

شہزادہ عباس خاموش تھا اور ہر سوال کے جواب میں رک رک کر ایک آدھ بات کہہ دیتا تھا.... مغیرہ دھڑلے سے اپنی داستان مصیبت بیان کر رہی تھی.... اس کے چہرے سے عصمت کا خون ٹپک رہا تھا یہاں تک کہ اس کی زبان سے یہ لفظ نکلے۔

'' عباس! یہ سچ ہے کہ تو مامون الرشید کا لڑکا اور سلطنت کا مالک ہے لیکن یہ ہاتھ منتظر تھے اس وقت کے کہ اگر تو اپنی دامن میں آگے بڑھ کر قریب پہنچتا تو تیری گردن خاک میں

ملا دیتے.... آل برامکہ کی دولت عباسیوں نے پامال کردی مگر ہماری عصمت وہ دولت ہے کہ ہم عباسی سلطنت کو اس پر سے قربان کردیں..."

وزرائے سلطنت مغیرہ کی جرأت پر متعجب ہوئے اور کہا یہ تو بادشاہی آداب شاہی کے خلاف بے ادب سے گفتگو کرو.... مامون نے کہا اس کو مت روکو یہ حق رکھتی ہے کہ جو کچھ اس کے منہ میں آئے کہے یہ صرف اس کی صداقت ہے جس نے اس کی زبان کو تیز اور اس کے حوصلہ کو بلند کردیا اور عباس کی کمزوری ہے جس نے اس کو گونگا بنادیا....

اسی وقت پانچ تھیلیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی اپنے ہاتھ سے لے کر مامون الرشید نے مغیرہ کے قدموں میں ڈال دیں اور نہ صرف اس کا مکان واپس کیا بلکہ ایک جلیل الشان محل قصر عباس میں مغیرہ کو عطا فرما کر درخواست کی کہ وہ شہزادے کا قصور معاف کردے۔ (تاریخ عرب و نوادرات)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گستاخ کا منہ بند کیا

بدر، احد اور خندق وغیرہ کی کئی جنگوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۶ ہجری ۶۲۸ عیسوی میں جب عمرہ کی نیت سے نکلے.... مکہ کے باہر حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا....

آپؐ لوگوں کو امن کا پیغام دینا چاہتے تھے اس لئے آپؐ نے یہ کوشش کی کہ قریش مکہ سے کوئی صلح کا معاہدہ ہو جائے اور جنگ و جدل کا ماحول ختم ہو جس سے لوگوں کو سکون سے اسلام کو سمجھنے کا موقع ملے.... آپ نے بدیل سے قریش کے پاس صلح کی دعوت بھیجی....

قریش نے بھی اپنی طرف سے اس طرح کا جواب دیا اور ایک سردار عروہ بن مسعود ثقفی کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا ارادہ معلوم کرے اور صلح کی بات پر گفتگو کرے.... عروہ بن مسعود جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو بڑے رعب سے بات چیت کی اور مسلمانوں کو قریش کی طاقت سے مرعوب کرنے کی کوشش کرنے لگا.... اس نے کہا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے یہ چند بے سروسامان لوگ جمع کر لئے ہیں.... انہیں لے کر مکہ اس لئے آئے ہو کہ اپنا مطلب بنالیں لیکن یہ سمجھ لو کہ قریش مکہ سے نکل آئے ہیں.... بہترین سواریاں ساتھ ہیں اور چیتوں کی کھالیں پہنے ہوئے ہیں....

سب نے قسم کھا کر آپس میں عہد کیا ہے کہ تمہیں کسی طرح مکہ میں نہ گھسنے دینگے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے یہ سب ساتھی جو اس وقت تمہارے گرد جمع ہیں تمہیں چھوڑ کر ہوا ہو جائیں گے.... حالانکہ یہ بڑا نازک موقع تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے صلح چاہتے تھے اس لئے مصلحتاً سب کو چپ رہنا چاہئے تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیق ایسی لایعنی باتیں برداشت نہ کر سکے.... انہوں نے عروہ کو جواب دیا ''اے بیہودہ لات کی شرمگاہ کو چومنے والے کیا رسول اللہؐ کے اصحاب آپ کو چھوڑ کر چلے جائینگے؟'' حضرت ابوبکر صدیق کے اس سخت جواب نے اس گستاخ کا منہ بند کر دیا.... (سیرۃ صحابہ جلد ۲ ص ۱۷۹)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی مابین محبت کا عجیب واقعہ

حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ضرار بن ضمرۃ الکنانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے فرمایا میرے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعریف بیان کرو.... اس نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ مجھے معاف رکھیں گے حضرت امیر معاویہ نے فرمایا.... میں تجھے معاف رکھوں گا.... اس نے کہا تب تو تعریف ضروری ہے.... پس بے شک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت اعلیٰ درجہ کی صلاحیتوں والے تھے.... مضبوط اعصاب والے تھے.... بات دوٹوک کرتے تھے.... اور فیصلہ عدل کا کرتے تھے.... آپ کے جوانب واطراف سے علم وحکمت پھوٹتے تھے.... آپ دنیا اور اس کی فریب بازیوں سے دور رہتے تھے.... رات سے اور اس کی تاریکی سے مانوس تھے.... اللہ کی قسم آپ بہت زیادہ عبرت پذیر اور طویل فکر والے تھے.... اپنی ہتھیلی کو پلٹتے اور اپنے آپ سے مخاطب ہوتے.... آپ کو وہ لباس پسند ہوتا تھا جو ہلکا ہو.... اور وہ کھانا پسند تھا جو بالکل سادہ ہوتا.... اللہ کی قسم وہ ہم میں کے کسی ایک فرد کی طرح تھے.... جب ہم آپ کے پاس جاتے تو ہمیں اپنے قریب کرتے.... اور جب ہم آپ سے مانگتے تو ہمیں عطا فرماتے.... اور ہمارے ساتھ ان کے اس قرب کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے کوئی ان سے بات نہ کر سکتا تھا.... اگر آپ مسکراتے تو موتیوں کی لڑی بکھیرتے.... دینداروں کا احترام کرتے.... مسکینوں سے محبت کرتے تھے طاقتور اپنے

باطل میں آپ سے کوئی امید نہیں رکھتا تھا اور کمزور آپ کے عدل سے مایوس نہیں ہوتا تھا....
میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے آپ کو بعض دفعہ کھڑے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ رات
کی تاریکی چھا گئی اور ستارے ڈوب گئے آپ اپنے محراب میں جھک کر اپنی داڑھی پکڑ
کھڑے ہیں.... آپ تندرست کی طرح کروٹیں بدلتے اور غمگین کی طرح روتے.... یعنی
گویا کہ میں ابھی سن رہا ہوں کہ آپ کہہ رہے ہیں.... اے ہمارے رب.... اے ہمارے
رب.. اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کر رہے ہیں.... پھر دنیا سے کہہ رہے ہیں تو نے
مجھے دھوکہ میں ڈالا.... اور مجھ پر جھانکی.... دور ہو.... دور ہو.... کسی اور کو دھوکہ دے
میں نے تجھے تین طلاق دی ہے.... تیری عمر بہت تھوڑی ہے.... اور تیری مجلس حقیر
ہے.... اور تیرا نقصان بہت تھوڑا ہے.... ہائے ہائے سامان سفر کی قلت پر اور سفر کی دوری
پر.... اور راستہ کی وحشت پر.... بس پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کے آنسو تیزی
سے ان کی داڑھی پر بہہ پڑے جنہیں وہ روک نہ سکے.... اور انہیں اپنی آستین سے صاف
کرنے لگے.... اور رونے کی وجہ سے لوگوں کے گلے گھٹنے لگے.... پھر فرمایا اے ضرار اس
پر تیرا احساس کیسا ہے؟ اس نے کہا میرا احساس اس عورت کا سا ہے جس کا اکلوتا بیٹا اس کی
اپنی گود میں ذبح کیا گیا ہو.... اس کے آنسو نہیں تھمتے اور نہ اس کا غم تھمتا ہے.... پھر ضرار
کھڑا ہوا اور چلا گیا.... (۲۱۳ روشن ستارے)

شیطان کا طریقہ واردات

ایک بزرگ نے شیطان سے کہا کہ میاں تم بڑے فساد کراتے ہو... کشت و خون
کرا دیتے ہو... گھر کے گھر برباد کرا دیتے ہو... شیطان نے کہا کہ... مجھے مفت میں بدنام
کر رکھا ہے... میں تو کچھ نہیں کرتا چلو... میں تمہیں ثبوت دکھلاؤں... حلوائی کی دکان پر پہنچے
... شیطان نے ایک انگلی بھر شیرہ دیوار پر لگا دیا شیرہ پر مکھیاں آ بیٹھیں... ان مکھیوں پر چھپکلی
جھپٹی... اتفاق سے دکان پر بلی آ گئی وہ چھپکلی پر دوڑی... ایک خریدار کے ساتھ کتا بھی تھا وہ
بلی پر جھپٹا... حلوائی نے غصہ میں آ کر ایک پتھر اس کتے کو دے مارا... اس کتے کے مالک کو
جوش آ گیا اس نے حلوائی کے ایک تلوار ماری... بازار والوں نے جمع ہو کر اس کے مالک کو قتل

کر دیا... فوج کو خبر ہوگئی اس نے بازار والوں کا قتل عام شروع کر دیا... شیطان نے نہاد یکھا ... انصاف سے کہئے میرا کیا قصور ہے؟... میں نے تو ایک انگلی بھر شیرہ دیوار پر لگایا تھا اور شیرہ لگانا کوئی جرم نہیں اور اصل میں تو ایک انگلی شیرہ ہی تھا جس کا طول یہاں تک کھینچا...

حضرت حافظ غلام حبیب رحمہ اللہ

ایک مرتبہ اجتماع کے موقع پر جبکہ آپ دھوپ میں کرسی پر تشریف فرما تھے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کرنے لگا... حضرت نے فوراً پاؤں کو جھٹک کر اوپر اٹھایا اور فرمایا اللہ کا بندہ! تو یہ کیا کر رہا ہے لوگ اوپر سے ملتے ہیں اور تو نیچے سے مل رہا ہے... پھر وہ آدمی حضرت سے مصافحہ کرنے لگا...

ماشاء اللہ یہ حضرت کی سادگی تھی... ہم حضرت سے مصافحہ کرتے اگر پورے ہاتھ سے مصافحہ نہ کرتے تو حضرت فوراً ہاتھ پکڑ کر مکمل مصافحہ فرماتے آپ کے ہاں تکلفات بالکل نہ تھے...

خانیوال اجتماع کے موقع پر حضرت وضو فرما رہے تھے وضو کے بعد اٹھے تو ایک شخص آیا اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگا... حضرت نے فرمایا ہاں اگر کوئی سنت کے مطابق عمل کرتا ہے تو ہمارا دل خوش ہوتا ہے دل سے دعائیں نکلتی ہیں اور اگر کوئی خلاف سنت کام کرتا ہے تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں...

حضرت رحمہ اللہ سے جن حضرات کا تعلق ہو جاتا وہ عام آدمی ہوتا یا خاص... حضرت اپنی اولاد سے زیادہ ان کا خیال رکھتے اور بغیر تکلفات کے ہر شخص کو اپنے پاس بٹھاتے... دعا فرماتے اور نصیحت فرماتے... (ماہنامہ "محاسن اسلام" نومبر 2008ء)

غیرت مند ملکہ کی ہلاکو خان سے ملاقات

جب ہلاکو خان بغداد میں داخل ہوا اور خلیفہ مستعصم باللہ قتل ہوا... خلیفہ تلاوت میں مصروف تھا... اس کے پاس اس کی نوجوان بیٹی بھی بیٹھی ہوئی تھی... ایک تیر آیا اور بچی کو لگا وہ بیچاری فوت ہوگئی... اس کا خون زمین پر اس انداز سے گرا کہ اس سے ایک تحریر نمودار ہوگئی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت نازل فرماتے ہیں تو لوگوں کی عقل ختم ہو جاتی ہے

اور بے گناہ لوگ مارے جاتے ہیں... ہلاکو خان کے پاس ملکہ کو لایا گیا ملکہ نے راستے میں فوج کی نگرانی میں لونڈی کے کان میں کوئی بات کہہ دی... ملکہ مطمئن تھی... جب اندر آئی تو ہلاکو خان سے کہا کہ سامنے خلیفہ کی تلوار ہے... اس میں ایک خصوصیت ہے کہ جب تک خلیفہ اس سے وار نہ کرے یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے... اگر آپ کو یقین نہ ہو تو اس کا تجربہ بھی آپ کے سامنے کیے دیتی ہوں۔ ہلاکو خان تعجب کر رہا تھا اور اپنے شوق کا اظہار کیا ملکہ نے اس لونڈی کو اشارہ کیا اور اس نے ایک بھرپور وار ملکہ پر کر دیا جس سے اس مقدس خاتون کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اس طرح اپنی جان دے کر اپنی عصمت بچائی... ہلاکو خان کو اس ناکامی پر بڑا غصہ آیا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا... جان دے دی... ملکہ کا فریب بادشاہ کا ہاتھ اپنے جسم کو بھی نہ لگنے دیا... بادشاہ اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا... (طبقات الشافعیہ للسبکی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر صحابی کا انتقال

غزوۂ احد میں زیاد ابن سکن کو یہ شرف حاصل ہوا کہ جب زخم کھا کر گرے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو میرے قریب لاؤ لوگوں نے ان کو آپ کے قریب کر دیا انہوں نے اپنے رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھ دیے اور اسی حالت میں جان اللہ کے حوالے کی... (سیرت مصطفیٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

یا ارحم الراحمین

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ سفر کے لیے طائف میں ایک خچر کرایہ پر لیا... خچر والا منافق تھا وہ آپ کو سوار کر کے لے چلا اور ایک ویران و سنسان جگہ پر لے جا کر آپ کو خچر سے اتار دیا اور ایک خنجر لے کر آپ کی طرف قتل کے ارادے سے بڑھا...

آپ نے یہ دیکھا کہ وہاں ہر طرف لاشوں کے ڈھانچے بکھرے پڑے ہوئے ہیں...

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ... اے شخص!... تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے... تو ٹھہر مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں... اس بدنصیب نے کہا کہ اچھا تو نماز پڑھ لے تجھ سے پہلے بھی بہت سے مقتولوں نے نمازیں پڑھی تھیں...

حکمران کی نمازوں نے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیا..

حضرت زین بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ... جب میں نماز سے فارغ ہوا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لیے میرے قریب آ گیا تو میں نے دعا مانگی اور یا ارحم الراحمین کہا... غیب سے آواز آئی کہ اے شخص!... تو اس کو قتل مت کر... یہ آواز سن کر وہ ڈاکو ڈر گیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا جب کوئی نظر نہیں آیا تو وہ پھر سے میرے قتل کے لیے آگے بڑھا... تو میں نے پھر بلند آواز سے یا ارحم الراحمین کہا... اور غیبی آواز آئی...

پھر تیسری مرتبہ جب میں نے یا ارحم الراحمین کہا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے... اور اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے... اور نیزہ کی نوک پر آگ کا ایک شعلہ ہے... اس شخص نے آتے ہی ڈاکو کے سینے میں اس زور سے نیزہ مارا کہ نیزہ اس کے سینے کو چھیدتا ہوا اس کی پشت کے پار نکل گیا اور ڈاکو زمین پر گر کر مر گیا... پھر وہ سوار مجھ سے کہنے لگا کہ جب تم نے پہلی مرتبہ ارحم الراحمین کہا تو میں ساتویں آسمان پر تھا... اور جب دوسری مرتبہ تم نے یا ارحم الراحمین کہا تو میں آسمان دنیا پر تھا... اور جب تیسری مرتبہ تم نے یا ارحم الراحمین کہا تو میں تمہارے پاس امداد و نصرت کے لیے حاضر ہو گیا... (استیعاب ج ا)

خداوند قدوس کے اسماء حسنیٰ سے بڑی بڑی بلائیں ٹل جاتی ہیں... اور ایسی ایسی امداد اور آسمانی نصرتوں کا ظہور ہوتا ہے... جس کو خداوند کریم کے فضل عظیم کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا... لیکن افسوس کہ آج مسلمان مادی وسائل کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں...

اس طرف اٹھتے نہیں ہاتھ جہاں سب کچھ ہے
پاؤں چلتے ہیں ادھر کو کہ جہاں کچھ بھی نہیں

ادائیگی قرض کا عجیب واقعہ

اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ابواسامہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کیا حضرت ہشام بن عروہ نے آپ کے سامنے اپنے والد صاحب کے حوالے سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت زبیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قرض کے بارے میں بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اے بیٹے! اگر تم کسی چیز میں عاجز ہو جاؤ تو میرے مولا سے مدد مانگنا..... حضرت عبداللہ کہتے ہیں اللہ کی قسم میں نہیں سمجھا کہ آپ کی مراد کیا ہے؟ حتیٰ کہ میں نے کہا اے ابا جان آپ کا مولا کون ہے؟ فرمایا: اللہ! حضرت عبداللہ کہتے ہیں میں جب بھی مشکل میں پڑا تو میں نے کہا اے زبیر کے مولا اس کا قرض ادا کر تو اللہ تعالیٰ نے اس کا قرض ادا کر دیا..... پھر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حال میں شہید کر دیئے گئے..... کہ آپ نے کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا اگر غابہ کی کچھ زمینیں اور مکانات اور آپ پر جو قرض تھا وہ اس طرح کہ کوئی آدمی آپ کے پاس مال امانت رکھنے کیلئے لاتا تو آپ فرماتے امانت نہیں قرض ہے..... کیونکہ مجھے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے..... آپ پر جو قرضہ تھا میں نے اس کا حساب لگایا تو وہ بیس لاکھ درہم تھا..... اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار سال تک حج کے دنوں میں اعلان کرتے رہے کہ اگر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کسی کا قرض ہو تو وہ ہمارے پاس آئے ہم ادا کریں گے..... جب چار سال گذر گئے تو باقی ترکہ ورثاء میں تقسیم کیا گیا..... حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار بیویاں چھوڑیں اور ہر ایک بیوی کا حصہ بارہ لاکھ درہم بنا.....

حضرت ابو اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں ہشام نے ہم سے یہ بیان کیا تھا.....

(۳۶۳ روشن ستارے)

چار چیزوں اور ان کے خریدار

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ابلیس سے ہوئی... وہ چار گدھوں کو ہانک رہا تھا... ان گدھوں پر سامان لدا ہوا تھا... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان گدھوں کو ہانکنے اور سامان کے بارے میں پوچھا تو ابلیس نے کہا... تجارت کا سامان لدا ہوا ہے... اور خریدنے والوں کو تلاش کر رہا ہوں... عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا پہلے گدھے پر کیا سامان ہے؟

ابلیس نے کہا... ظلم... پوچھا... کون خریدے گا؟... کہنے لگا... بادشاہ... دوسرے گدھے کے بارے میں پوچھا... اس پر کیا لاد رکھا ہے؟... ابلیس نے کہا... حسد... پوچھا

... اسے کون خریدے گا؟... کہنے لگا... علماء... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا... تیسرے گدھے پر کیا لاد رکھا ہے؟... ابلیس نے کہا... خیانت... پوچھا... اسے کون خریدے گا؟... کہنے لگا... تاجر... پھر چوتھے کے بارے میں پوچھا... اس پر کیا لادا ہوا ہے؟... ابلیس نے کہا... مکروفریب... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا... اسے کون خریدے گا؟... کہنے لگا... عورتیں... (المستطرف)

دو قوموں کی صنعتکاری کا عجیب واقعہ

مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے کہ ایک دفعہ رومیوں اور چینیوں کے درمیان جھگڑا ہوا..... رومیوں نے کہا کہ ہم اچھے صناع اور کاریگر ہیں..... چینیوں نے کہا ہم ہیں..... بادشاہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا..... بادشاہ نے کہا: تم دونوں اپنی صفائی دکھلاؤ! اس وقت دونوں صناعیوں کا موازنہ کر کے فیصلہ کیا جائے گا.....

اور اس کی صورت یہ تجویز کی گئی کہ بادشاہ نے ایک مکان تجویز اور اس کے درمیان پردے کی ایک دیوار کھڑی کر دی..... چینیوں سے کہا کہ نصف مکان میں تم اپنی کاریگری دکھلاؤ اور رومیوں سے کہا کہ دوسرے نصف میں تم اپنی صناعی کا نمونہ پیش کرو! چینیوں نے تو دیوار پر پلاستر کر کے قسم قسم کے بیل بوٹے اور پھول پتے رنگ برنگ کے بنائے.....اور اپنے حصے کے کمرے کو مختلف نقش ونگار اور رنگارنگ بیل بوٹوں سے گل وگلزار بنا دیا..... ادھر رومیوں نے دیوار پر پلاستر کر کے ایک بھی پھول پتہ نہیں بنایا..... اور نہ ہی کوئی ایک بھی رنگ لگایا بلکہ دیوار کے پلاستر کو صیقل کرنا شروع کر دیا..... اور اتنا شفاف اور چمکدار کر دیا کہ اس میں آئینے کی طرح صورت نظر آنے لگی.....

جب دونوں نے اپنی اپنی کاریگری اور صناعی ختم کر لی تو بادشاہ کو اطلاع دی..... بادشاہ آیا اور حکم دیا کہ درمیان سے دیوار نکال دی جائے..... جونہی دیوار بیچ میں سے ہٹی چینیوں کی وہ تمام نقاشی اور گلکاری رومیوں کی دیوار میں نظر آنے لگی..... اور وہ تمام بیل بوٹے رومیوں کی دیوار میں منعکس ہو گئے جسے رومیوں نے صیقل کر کے آئینہ بنا دیا تھا..... بادشاہ سخت حیران ہوا کہ کس کے حق میں فیصلہ دے..... کیونکہ ایک ہی قسم کے نقش ونگار دونوں طرف نظر آ رہے

تھے ... آخر کار اس نے رومیوں کے حق میں فیصلہ دیا کہ ان کی صفائی اعلیٰ ہے .... کیونکہ انہوں نے اپنی صفائی بھی دکھلائی اور ساتھ ہی چینیوں کی کاریگری بھی چھین لی ....

مولانا رومی نے اس قصے کو نقل کر کے آخر میں بطور نصیحت کے فرمایا ہے: اے عزیز! تو اپنے دل پر رومیوں کی صفائی جاری کر .... یعنی اپنے قلب کو ریاضت و مجاہدہ سے مانجھ کر اتنا صاف کر لے کہ تجھے گھر بیٹھے ہی دنیا کے سارے نقش و نگار اپنے دل میں نظر آنے لگیں ....

یعنی تو اپنے دل سے ہر قسم کا مادی میل کچیل نکال پھینک .... اور اسے علم الٰہی کی روشنی سے منور کر دے .... تجھے دنیا و آخرت کے حقائق و معارف گھر بیٹھے ہی نظر آنے لگیں گے .... ایسے قلب صافی پر بے استاد و کتاب براہ راست علوم خداوندی کا فیضان ہوتا ہے .... اور وہ دشمن سے روشن تر ہو جاتا ہے .... (مثنوی شریف)

رومی سفیر کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جواب

قیصر روم کی فوج جب مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بیسان میں پڑی ہوئی تھی تو مسلمانوں سے اتنی خائف تھی کہ کسی قیمت پر ان سے جنگ کرنا نہیں چاہتی تھی .... اس کا سپہ سالار باہان کسی بھی طرح جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا .... اس لئے اپنے ایک بہت ذمہ دار کمانڈر کو اسلامی فوج کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح سے گفتگو کرنے کے لئے اسلامی فوجی پڑاؤ میں قحل بھیجا .... رومی سفیر کا مقصد مسلمانوں کو مال و دولت کا لالچ دے کر اپنے وطن واپس کرنا تھا .... اس نے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح سے یہ پیشکش کی کہ ''اگر مسلمان ان پر حملہ نہ کریں اور واپس چلے جائیں تو قیصر روم کی طرف سے فی سپاہی دو دو دینار دیئے جائیں گے ایک ہزار دینار سپہ سالار کو ملیں گے اور دو ہزار دینار آپ کے خلیفہ کو مدینہ بھیج دیئے جائیں گے .... اگر آپ اس کے لئے تیار نہیں ہیں تو جنگ میں آپ کے لوگ مارے جائیں گے اور اتنی بڑی مالی رعایت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے'' .... حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے بڑی سنجیدگی سے رومی کمانڈر کی بات سنی پھر انتہائی متانت سے جواب دیا ''آپ لوگ شاید ہم کو اتنا ذلیل اور کم ہمت سمجھتے ہیں کہ ہم دولت کی خاطر آپ کے ملک میں آئے ہیں .... میں آپ کو صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہمارا یہاں آنے کا مقصد ملک و مال نہیں ہے نہ ہمیں ملک سے رغبت ہے نہ

دین کا لالچ... آپ دو دینار کی بات کرتے ہیں آپ کے دو ہزار دینار بھی ہمارے سپاہی کی نظر میں دھیلوں کے برابر ہیں... ہم تو صرف کلمۃ الحق کا اعلان کرنے نکلے ہیں... توحید کا پیغام لے کر آپ کے ملک میں آئے ہیں یا تو آپ ایمان قبول کر کے ہمارے بھائی بن جائیں یا ہماری اطاعت قبول کر کے ہمیں جزیہ دیں نہیں تو جس خون خرابے سے تم ہمیں ڈراتے ہو اس سے ڈرنے والے ہم نہیں ہیں... یہ ہماری تلوار میدان جنگ یہ فیصلہ کر دے گی کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر اور اللہ بتا دے گا کہ کون ذلیل اور رسوا ہونے والا ہے تم یا ہم" (مجاہدین جلد اول)

حق گوئی کا عجیب واقعہ

رباح بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی سب سے بڑی مسجد کے احاطہ میں بیٹھے تھے اور آپ کے دائیں بائیں اہل کوفہ تھے۔ سامنے سے ایک صاحب آئے جنہیں سعید بن زید کہا جاتا تھا... حضرت مغیرہ نے انہیں چارپائی پر بٹھایا پھر کوفہ والوں میں سے ایک آدمی آیا اور حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑے ہو کر برا بھلا کہنے لگا... حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے مغیرہ! یہ کس کو برا بھلا کہہ رہا ہے کہا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو آپ نے تین دفعہ فرمایا اے مغیرہ بن شعبہ کیا میں نہیں سن رہا کہ تمہارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا کہا جا رہا ہے اور تم اسے روکتے ہو نہ منع کرتے ہو اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی گواہی دیتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے محفوظ کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹی روایت نہیں کروں گا جب میں (روز قیامت) ان سے ملوں گا تو اس کے بارے میں مجھ سے پرسش فرمائیں گے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابوبکرؓ جنت میں ہے... عمرؓ جنت میں ہے... عثمانؓ جنت میں ہے... علیؓ جنت میں ہے۔ طلحہؓ جنت میں ہے... زبیرؓ جنت میں ہے... سعدؓ بن مالک جنت میں ہے اور نواں مومن جنت میں ہے... اگر تم اس نویں کا نام بھی پوچھنا چاہو تو بتا دوں گا... اہل مسجد میں ہلچل مچ گئی اور لوگ آپ کو قسمیں دے کر پوچھنے لگے...

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بتاؤ وہ تو اس کون ہے؟ فرمایا تم نے مجھے اللہ کی قسم دی ہے اور اللہ تعالیٰ عظیم ہے..... میں تو اس سے مومن تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دسویں تھے.....

پھر آپ نے اس کے بعد قسم کھا کر فرمایا ایک غزوہ جس میں کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوا اور اس کا چہرہ غبار آلود ہوا تمہارے عمل سے افضل ہے خواہ اس کو حضرت نوح علیہ السلام جتنی عمر ملے..... (صحابہ روشن ستارے)

اخلاص کی طاقت

حجۃ الاسلام ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے... کہ ایک عابد کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ ایک درخت کی عبادت کرتے ہیں... چنانچہ وہ اس درخت کو کاٹنے کے لیے نکلا... ابلیس اس سے کہنے لگا... ابلیس... اگر تو اس درخت کو کاٹ ڈالے گا... تو وہ لوگ کسی اور درخت کی عبادت کرنے لگیں گے... تم جا کر اپنی عبادت میں لگے رہو... عابد... میں تو اس درخت کو ضرور کاٹوں گا... یہ سنتے ہی شیطان اس سے جھگڑنے لگا... دونوں میں لڑائی ہونے لگی چنانچہ عابد نے شیطان کو پچھاڑ دیا... اب شیطان کہنے لگا... شیطان... تم فقیر آدمی ہو... جاؤ اپنی عبادت میں مشغول ہو جاؤ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہر رات تیرے تکیے کے نیچے سے تجھے دو اشرفیاں ملا کریں گی... اور اگر خدا کو اس درخت کا کاٹنا منظور ہوتا تو ضرور کسی رسول کو بھیجا جاتا جو اسے کاٹ دیتا... اور پھر جب تو خود اس درخت کی عبادت نہیں کرتا تو پھر تجھے کیا پرواہ ہے... عابد... ٹھیک ہے... میں واپس چلا جاتا ہوں... جب صبح ہوئی تو اس کو دو اشرفیاں ملیں... دوسرے دن بھی ملیں لیکن تیسرے دن نہ ملیں... اب ایک مرتبہ پھر عابد اس درخت کو کاٹنے نکلا... شیطان... کیوں درخت کاٹتے ہو؟ چنانچہ پھر لڑائی شروع... لیکن اب کی بار شیطان غالب آ گیا اور بیچارہ عابد مغلوب ہو گیا تو عابد نے شیطان سے کہا... عابد... کیا وجہ ہے؟ پہلے تو میں تجھ پر غالب رہا تھا اور آج تو غالب آ گیا... شیطان... اس لیے کہ پہلے تو تیرا غصہ خدا کے لیے تھا اور اب دو اشرفیوں کے لیے... (زہد مجالس)

مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ آ گئے.... وہیں ان کی وفات بھی ہوئی.... انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبی خاندان کو بیت اللہ کی کنجیاں سپرد کی ہیں.... مکہ میں چاہے ہمارے خاندان (خدانخواستہ) اجڑ جائیں مگر شیبی کا خاندان قیامت تک کے لئے باقی رہے گا....

یہ ان کا ایمان تھا.... مولانا کو عجیب ترکیب سوجھی....

واقعی ان بزرگوں کو وہ دینی جذبے کہاں ذہن پہنچا....

مولانا نے ایک حمائل شریف اور ایک تلوار.... یہ دونوں لیں اور امام مہدی کے نام ایک خط لکھا کہ: "فقیر رفیع الدین دیوبندی مکہ معظمہ میں حاضر ہے اور آپ جہاد کی ترتیب کر رہے ہیں.... مجاہدین آپ کے ساتھ ہیں جن کو وہ اجر ملے گا جو غزوہ بدر کے مجاہدین کو ملا تو رفیع الدین کی طرف سے یہ حمائل تو آپ کی ذات کے لئے ہدیہ ہے اور یہ تلوار کسی مجاہد کو دے دیجئے کہ وہ میری طرف سے جنگ میں شریک ہو جائے اور مجھے اجر مل جائے جو غزوہ بدر کے مجاہدین کو ملا"

یہ خط لکھ کر تلوار اور حمائل شیبی کے سپرد کی جو ان کے زمانہ میں شیبی تھا اور کہا کہ مہدی کے ظہور تک یہ امانت ہے تم جب انتقال کرو تو جو تمہارا قائم مقام ہو اسے وصیت کر دینا اور پھر وہ بعد میں کہ جب اس کا انتقال ہو تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرے کہ "رفیع الدین" کی یہ تلوار اور حمائل شریف خاندان میں چلتی رہے یہاں تک کہ امام مہدی کا ظہور ہو جائے تو جو اس زمانے میں شیبی ہو وہ میری طرف سے امام مہدی کو یہ دونوں ہدیے پیش کر دے.... (خطبات حکیم الاسلام)

بچوں کو باوضو دودھ پلانے کی برکات

حضرت حافظ ذوالفقار احمد ظلہ نے لکھا ہے

"حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ نے بنگال کا سفر کیا.... آپ کے سفر میں کئی لوگ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے.... کئی لوگوں نے توبہ پر بیعت کی جب آپ واپس گھر تشریف لائے تو چہرے پر خوشی کے آثار تھے.... ماں نے پوچھا معین الدین! بہت

خوش نظر آتے ہو؟ کہنے لگے کہ اماں! اس نے کہ سات لاکھ ہندوؤں نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور ستر لاکھ مسلمانوں نے میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کی... اس لئے آج میرا دل بہت خوش ہے... ماں نے کہا بیٹا یہ تیرا کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے... فرمایا کہ ماں جان کیسے تو کہنے لگیں؟ ماں نے جواب دیا کہ بیٹا جب تم پیدا ہوئے تو میں نے کبھی بھی زندگی میں تمہیں بے وضو دودھ نہیں پلایا... آج اسی کی برکت ہے کہ تمہارے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ نے لاکھوں لوگوں کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی...

ایک مرتبہ اخبار میں سمر قند کی ایک عورت کا انٹرویو شائع ہوا کہ اس کے دو بیٹے تھے... دونوں اپنے اپنے وقت میں فوج کے جرنیل بنے... اس عورت سے کسی نے انٹرویو لیا کہ تو خوش نصیب ماں ہے کہ جس کے دونوں بیٹے ایسے شیر کہ اپنے اپنے وقت میں جرنیل بنے تیری کون سی خاص بات ہے؟ تو نے ان کی تربیت کیسے کی؟ اس نے کہا تھا کہ میں سادہ سی مسلمان عورت ہوں مگر کسی بزرگ سے میں نے سنا تھا کہ جو عورت باوضو اپنے بچے کو دودھ پلائے گی اللہ تعالیٰ بچے کو بخت لگائیں گے میں نے دونوں بچوں کو الحمدللہ باوضو دودھ پلایا ہے... ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس عمل کے صدقے مجھے دنیا میں عزت و وقار عطا فرمایا... چنانچہ جو عورتیں ایسی نیکی کا اہتمام کرتی ہیں اللہ ان کے بچوں کو نیک بخت بنا دیتا ہے... انہیں زندگی میں خوشیاں دیکھنے کی توفیق نصیب فرما دیتا ہے... جو عورتیں اللہ رب العزت کی نافرمانی کرتی ہیں اللہ تعالیٰ انہیں آنکھوں سے دکھاتا ہے کہ دیکھ میں نے تمہیں اولاد جس کی ضد اور دعا کرتے ہوئے بھی رہی تو اسے نافرمان بنادیا... (ماہنامہ محاسن اسلام نومبر 2008ء)

سید اصغر حسین رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

مولانا محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے دارالعلوم دیوبند میں ایک استاد تھے... حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت میاں صاحب کے نام سے مشہور تھے... بڑے عجیب و غریب بزرگ تھے... ان کی باتیں سن کر صحابہ کرام کے زمانے کی یاد تازہ ہو جاتی ہے... حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ ایک مرتبہ میں ان کی خدمت میں گیا... تو انہوں نے فرمایا کہ کھانے کا وقت ہے.... آؤ کھانا کھالو میں ان کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گیا... جب کھانے سے فارغ ہوئے تو میں نے دسترخوان کو لپیٹنا شروع کیا... تاکہ میں جا کر دسترخوان جھاڑ دوں... تو حضرت میاں صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: کیا کر رہے ہو؟

میں نے کہا کہ حضرت دسترخوان جھاڑنے جا رہا ہوں... حضرت میاں صاحب نے پوچھا کہ دسترخوان جھاڑنا آتا ہے؟

میں نے کہا کہ حضرت.... دسترخوان جھاڑنا کونسا فن یا علم ہے.... جس کے لئے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہو.... باہر جا کر جھاڑ دوں گا... حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ اسی لئے تو میں نے تم سے پوچھا تھا کہ دسترخوان جھاڑنا آتا ہے یا نہیں؟

معلوم ہوا کہ تمہیں دسترخوان جھاڑنا نہیں آتا... میں نے کہا پھر آپ سکھا دیں.... فرمایا کہ ہاں دسترخوان جھاڑنا بھی ایک فن ہے....

پھر آپ نے اس دسترخوان کو دوبارہ کھولا اور اس دسترخوان پر جو بوٹیاں یا ان کے ذرات تھے... ان کو ایک طرف کیا... اور ہڈیوں کو جن پر کچھ گوشت وغیرہ لگا ہوا تھا... ان کو ایک طرف کیا... اور روٹی کے ٹکڑوں کو ایک طرف کیا... اور روٹی کے جو چھوٹے چھوٹے ذرات تھے... ان کو ایک طرف جمع کیا... پھر مجھ سے فرمایا کہ دیکھو... یہ چار چیزیں ہیں اور میرے یہاں ان چاروں چیزوں کی علیحدہ علیحدہ جگہ مقرر ہے.... یہ جو بوٹیاں ہیں ان کی فلاں جگہ ہے... بلی کو معلوم ہے کہ کھانے کے بعد اس جگہ بوٹیاں رکھی جاتی ہیں.... وہ آ کر ان کو کھا لیتی ہے.... اور ان ہڈیوں کے لئے فلاں جگہ مقرر ہے.... محلے کے کتوں کو وہ جگہ معلوم ہے.... وہ آ کر ان کو کھا لیتے ہیں.... اور یہ جو روٹیوں کے ٹکڑے ہیں ان کو میں اس دیوار پر رکھتا ہوں.... یہاں پرندے.... چیلیں... کوے آتے ہیں.... اور وہ ان کو اٹھا کر کھا لیتے ہیں... اور یہ جو روٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں... تو میرے گھر میں چیونٹیوں کا بل ہے.... ان کو اس بل کے پاس رکھ دیتا ہوں.... وہ چیونٹیاں اس کو کھا لیتی ہیں.... پھر

فرمایا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا رزق ہے... اس کا کوئی حصہ ضائع نہیں جانا چاہئے... حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس دن ہمیں معلوم ہوا کہ دستر خوان جھاڑنا بھی ایک فن ہے اور اس کو بھی سیکھنے کی ضرورت ہے.... (اصلاحی خطبات ج ۵)

عظیم الشان محل کا انجام

اندلس کے مسلم حکمرانوں میں سلطان عبدالرحمٰن بن ثالث مشہور ہے... وہ ۳۰۰ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور ۳۵۰ھ میں ۷۲ سال کی عمر میں وفات پا گئے... اس کی ایک چہیتی باندی تھی... اس کا نام "الزہرا" تھا... سلطان نے اپنی اس باندی کے نام پر قرطبہ کے کنارے ایک محل تعمیر کیا... اس کا نام "الزہرا" رکھا... چار میل لمبا اور تین میل چوڑا یہ محل اتنا بڑا تھا کہ لوگ اس کو قصر الزہراء کے بجائے مدینۃ الزہرا کہنے لگے... اس محل کی تعمیر ۳۲۵ھ میں شروع ہوئی اور پچیس سال میں ۳۵۰ھ میں مکمل ہوئی... اس محل کے بنانے پر دس ہزار معمار... چار ہزار اونٹ اور خچر روزانہ کام کرتے تھے...

سنگ مرمر اور آرائش و زیبائش کے دوسرے بہت سے قیمتی ساز و سامان فرانس... ترکی... یونان... شام اور افریقہ کے ملکوں کے بادشاہوں نے بطور تحفہ دیئے تھے... اس کی چھتوں میں سونے چاندی کا کام اس کثرت سے کیا گیا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیا جاتی تھیں... اس محل کے انتظام اور نگرانی کے لیے ۱۳ ہزار ۷۵۰ ملازم مقرر تھے... اس کے علاوہ ۱۳ ہزار ۳۸۲ غلام تھے... حرم سرا (زنانہ حصے) کے اندر چھ ہزار عورتیں خدمت گزاری کے لیے حاضر رہا کرتی تھیں... سارا قصر باغات اور فواروں سے گلزار رہا کرتا تھا... یورپ اور دیگر ممالک سے سیاح بکثرت اس محل کو دیکھنے کے لیے آتے... مگر اس عظیم الشان محل کا انجام کیا ہوا؟... ۲۵ سال میں ایک کھرب روپیہ سے بھی زیادہ میں بننے والا محل صرف ایک صدی کے اندر اندر ختم ہو گیا... اندلس کے مسلم حکمرانوں کے باہمی اختلافات اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے قرطبہ کا الزہرا کھنڈر بنا دیا گیا...

عیسائیوں نے ایک طویل عرصے کی سازشوں اور کوششوں سے آخر کار ان بکھرے

ہوئے مسلمانوں پر قابو پالیا اور ان کو شکست دے کر ان کا نام و نشان تک مٹا دیا... اس کے بعد اس پر زمانے کی گرد پڑتی رہی... موجودہ زمانے میں اس محل کی جگہ ٹوٹی پھوٹی دیواریں اور بغیر کواڑوں کی چوکھٹیں مسلمانوں کی نااتفاقی اور بربادی کا رونا رو رہی ہیں...

حضرت ربعی رضی اللہ عنہ رستم کے دربار میں

جنگ قادسیہ کے موقع پر ایرانیوں کے بادشاہ یزدگرد کے پاس سے جب اسلامی سفارت ناکام لوٹ آئی تو ایرانی سپہ سالار رستم کو بہت فکر ہوئی وہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے ایک بار پھر سفارت کی درخواست کی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اس مرتبہ حضرت ربعیؓ بن عامر کو سفارت کی خدمت پر مامور کیا...

ربعیؓ بن عامر جب رستم کے دربار میں پہنچے تو ان کی فقیرانہ بے نیازی کی شان یہ تھی کہ عرق گیری زرہ بنائی ہوئی تھی... موٹا ساجبہ پہنے تھے... تلوار گلے میں حمائل تھی جس کے نیام پر پھٹے پرانے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے... ایرانیوں نے انہیں مرعوب کرنے کے لئے بڑی شان و شوکت سے دربار آراستہ کیا تھا... راستہ میں بیش قیمت قالین بچھائے گئے تھے... لیکن حضرت ربعیؓ نے ان چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں کی وہ تو اپنا گھوڑا اسی طرح دوڑاتے ہوئے قالینوں کو گھوڑے کی ٹاپوں سے روندتے ہوئے سیدھے رستم کے تخت کے پاس جا کر رکے...

چوب داروں نے ان سے تلوار اتار کر دینے کو کہا تو انہوں نے کہا "مسلمان اپنی تلوار کسی کو نہیں دیتا ہے میں تم لوگوں میں تنہا موجود ہوں پھر تمہیں کیا خطرہ ہے؟" کسی نے ان کی تلوار کے بوسیدہ اور چیتھڑے لپٹے ہوئے نیام پر طنز کر دیا انہوں کہا "ہاں! اس نیام کی یہ حالت ہے اب ذرا تلوار بھی دیکھ لو"... یہ کہہ کر تلوار نیام سے کھینچ لی... تلوار کی چمک دیکھ کر ایرانیوں کی آنکھوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی... انہوں نے کہا "ذرا ڈھالیں لاؤ میں اس کی دھار کا بھی تجربہ کرا دوں"... لوگوں نے ڈھالیں پیش کیں... حضرت ربعیؓ نے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے... تلوار کے یہ کمال دیکھ کر ایرانی حیران و ششدر رہ گئے... رستم نے پوچھا "آخر تم لوگ اس ملک میں کیوں آئے ہو"... حضرت ربعیؓ نے کہا "اس لئے کہ مخلوق کے

بجائے خالق کی عبادت ہونے لگے“..... (مہاجرین ۔ جدہوئی)

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کی ایک جماعت روانہ کی اور اس پر حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنایا جو کہ حضرت عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نانا ہیں..... چنانچہ وہ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان ہدہ پہنچے تو ہذیل کے ایک قبیلہ کو ان کا خیال آیا جسے بنی لحیان کہا جاتا ہے..... انہوں نے ان کے پیچھے تقریباً سو تیر اندازوں کا لشکر بھیجا..... لشکر ان کے آثار کے پیچھے چلا حتیٰ کہ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں نے انہوں نے ٹھہر کر کھجوریں کھائی تھیں..... انہوں نے کہا یہ گٹھلیاں یثرب کی ہیں..... چنانچہ ان کے آثار کے پیچھے لگے رہے..... جب حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو ان کا احساس ہوا تو انہوں نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لی..... ان لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور ان سے کہا اترو اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو ہم تمہیں پختہ وعدہ دیتے ہیں کہ تم میں سے کسی ایک کو بھی قتل نہیں کریں گے..... ان کے امیر حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تو اللہ کی قسم کسی کافر کی پناہ میں ہرگز نہیں اتروں گا..... اے اللہ اپنے نبی کو ہماری خبر پہنچا دے..... اتنے میں انہوں نے تیر مارا اور ان سات میں سے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا اور تین آدمی ان کے وعدہ وعہد پر نیچے اتر آئے ان میں حضرت خبیب بن عدی..... زید بن دثنہ اور ایک اور صاحب تھے جب انہوں نے ان پر قابو پا لیا تو انہی کی کمانوں کی تانتیں کھول کر ان سے انہیں باندھ دیا تو تیسرے صحابی نے کہا یہ سب سے پہلی بدعہدی ہے اللہ کی قسم میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا مجھے اس عمل سے دلیل مل گئی ہے کہ ہمیں قتل کریں گے..... انہوں نے اسے بہت کھینچا اور بڑی کوشش کی مگر اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار ہی کیا تو اسے قتل کر دیا اور حضرت خبیب

اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر چل پڑے حتیٰ کہ انہیں غزوہ بدر کے بعد مکہ میں بیچ دیا..... بنو حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف نے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید ا کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی بدر کے دن حارث بن عامر کو قتل کیا تھا تو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس قید رہے حتیٰ کہ انہوں نے آپ کے قتل کرنے پر اتفاق کر لیا..... حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی ایک خاتون سے استرا مانگا جس سے بال کاٹے جاتے ہیں اس نے دے دیا اتنے میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے ایک چھوٹے بچہ کو اپنی طرف بلایا تو وہ آ گیا..... وہ عورت کہتی ہیں میں اس سے غافل تھی بس میں نے دیکھا کہ بچہ خبیب کی ران پر بیٹھا ہے اور استرا اس کے ہاتھ میں ہے..... میں گھبرائی خبیب نے میری گھبراہٹ پہچان لی تو کہا کیا تو ڈر رہی ہے کہ میں اسے قتل کر دوں گا..... میں ایسا کرنے والا نہیں ہوں..... وہ خاتون کہتی ہیں اللہ کی قسم میں خبیب سے بہتر قیدی کوئی نہیں دیکھا..... اللہ کی قسم میں نے ایک دن خبیب کو دیکھا کہ انگور کا گچھا ہاتھ میں لے کر کھا رہا ہے حالانکہ وہ لوہے میں باندھے ہوئے تھے اور مکہ میں اس کا موسم بھی نہیں تھا..... وہ خاتون کہا کرتی تھیں یہ وہ کھانا تھا جو اللہ تعالیٰ نے خبیب کو دیا تھا..... جب وہ لوگ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حرم سے لے کر نکلے تاکہ حرم سے باہر جا کر قتل کریں تو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا مجھے مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں..... انہوں نے چھوڑ دیا پھر آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم یہ گمان کرو گے کہ میں ڈر گیا ہوں تو میں زیادہ نماز پڑھتا..... اے اللہ ان کو چن چن کر مار اور انہیں الگ الگ کر کے ہلاک کر اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ پھر اشعار پڑھے.....

۱..... پس مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے جبکہ میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مجھے کس پہلو پر موت آ رہی ہے.....

۲..... اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی مرضی ہے اگر چاہے تو مجھے برکت دے یا میرے اعضا کو ٹکڑے ٹکڑے کرا دے.....

پھر ابو سروعہ عقبہ بن الحارث اٹھا اور آپ کو قتل کر دیا.....

اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے ہر مظلوم مقتول مسلمان کے لئے نماز پڑھنے کا طریقہ جاری کیا..... (۳۱۳ روشن ستارے)

بے ادبی کا عبرت آموز انجام

اس سال ماہ اگست میں ترکی میں آنے والے زلزلے کے حوالے سے بعض ترکی اخبارات میں شائع ہونے والے واقعات انتہائی عبرتناک ہیں..

تفصیلات کے مطابق ترکی بحریہ کے کسی اڈے میں جو ساحل سمندر سے بالکل متصل تھا رقص و سرور کی ایک مجلس منعقد ہوئی... جس کے شرکاء تین ہزار کے لگ بھگ تھے... وہاں ناچنے اور گانے والیوں کی ایک بہت بڑی تعداد نے شرکت کی اور شراب و کباب کی خوب محفل جمی... اس محفل کے لیے اسرائیل سے خصوصی طور پر یہودی ناچنے اور گانے والی لڑکیاں درآمد کی گئیں جو انتہائی بے حیا تھیں... محفل میں ۳۰ سے زائد ترکی جنرل شریک تھے...

بتایا جاتا ہے کہ اس وقت جب کہ انتہائی بے حیائی اور فحش مناظر پر مبنی مجلس جاری تھی کہ ایک ترکی جنرل نے ایک کیپٹن کے ذریعے قرآن کریم کا ایک نسخہ منگوایا اور اس سے پڑھنے کو کہا... جب اس نے پڑھا تو اس سے اس کی تفسیر پوچھی تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا... اس کے بعد مذکورہ جنرل نے قرآن کریم کے اس نسخے کو لے کر پھاڑ کر ناچتے ہوئے... یہودی اور ترکی لڑکیوں کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا... ساتھ یہ بھی کہا کہ... اس قرآن کو نازل کرنے والا کہاں ہے؟ حالانکہ اس میں یہ بھی ہے کہ... ہم نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں... اس قرآن کو اتارنے والا کہاں ہے؟... جو اس کی حفاظت اور اس کا دفاع کرے؟...

اس دوران اس قرآن کریم کو لانے والے کیپٹن پر انتہائی خوف طاری ہو گیا... اچانک وہ تیزی سے بحری اڈے سے باہر آ گیا... شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ یہ شخص اس بحری اڈے پر آنے والے عذاب کے ابتدائی لمحات کا چشم دید گواہ بن سکے... اس کے بعد

انتہائی عبرت آموز واقعات اور مناظر پیش آئے... بتایا جاتا ہے... کہ اچانک ایک خوفناک روشنی نظر آئی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے اس پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا... اس کے بعد سمندر پھٹ پڑا اور اس میں سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے... ساتھ ہی گولوں کے پھٹنے کی آوازیں بھی آنے لگیں... اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پورے بحری اڈے کو اٹھا کر سمندر کے بیچ سے اٹھنے والی خوفناک لہروں کے درمیان پھینک دیا... اس کے بعد دوسرے علاقوں کو بھی زلزلے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا...

عجیب بات یہ ہے کہ مذکورہ پروگرام میں شریک ترکی... امریکی اور اسرائیلی فوجیوں کی لاشوں کا کچھ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گئیں... تمام تر وسائل رکھنے کے باوجود اب تک وہ لاشیں سمندر سے باہر نہ آ سکیں... قرآن کریم کی بے حرمتی کر کے ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی غیرت کو للکارا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً انتقام لیا... ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا...

(ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ

حضرت سید واثق حالی رحمہ اللہ کی اولاد میں سے ایک صاحب کے گھر جانے کا موقع ملا... ان کے بچے گھر کے گراؤنڈ میں فٹ بال کھیل رہے تھے... نئی آبادی تھی... مسجد قریب نہیں تھی... اس لئے گھر میں ہی جماعت سے نماز ادا کرنی پڑتی تھی... جب ہم نے مغرب کی نماز کیلئے اذان دی اور صفیں بنانی شروع کیں تو ہم نے دیکھا کہ جو بچے فٹ بال کھیل رہے تھے... چھوٹے بڑے سارے ہی آئے اور آ کر صف باندھ کر کھڑے ہو گئے... میں نے صاحب خانہ سے پوچھا کہ ان بچوں نے وضو نہیں کرنا؟ انہوں نے کہا کہ وضو کیا ہوا ہے... اس عاجز نے سمجھا کہ شاید انہوں نے سوچا ہوگا کہ مہمان آیا ہوا ہے نماز تو پڑھنی ہی ہے اس لئے ہم پہلے سے وضو کر کے کھیلتے ہیں۔ لیکن نماز پڑھنے کے بعد صاحب خانہ نے بتایا کہ ہمارے خاندان میں اور یہ سلسلہ تب سے چلتا آ رہا ہے کہ کوئی بچہ بھی جب چار پانچ سال کی عمر سے بڑا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو بھی جاگتے ہوئے ہوش کی حالت میں بے وضو نہیں دیکھیں گے... آج کے دور میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ جن کو باوضو زندگی گزارنے کی تڑپ

اور تمنا ہوتی ہے" کی تعیشون تموتون" فرمایا تم جس حال میں زندگی گزاروگے تمہیں اسی حال میں موت آئے گی... تو باوضو زندگی گزارنے والوں کو اللہ تعالیٰ باوضو موت عطا فرمائیں گے ...(خطبات فقیر)(ماہنامہ "محاسن اسلام" نومبر ۲۰۰۸ء)

اللہ موجود ہے

ایک فرانسیسی صحافی جو خدا کی ذات کا انکار کرتا تھا۔ افغانستان میں تقریباً چھ ماہ مختلف محاذوں اور مورچوں پر مجاہدین کے حالات و واقعات کو بخود دیکھا۔ مشاہدے کیے۔ اپنے ملک واپس جا کر اس نے۔ "رایت اللہ فی افغانستان" نام کی ایک کتاب لکھی۔ جس میں وہ لکھتا ہے کہ ...

میں نے مسلمانوں کے اللہ کو افغانستان میں دیکھ لیا کہ واقعی اللہ موجود ہے ...

۳۵ مجاہدین کلاشنکوفیں لے کر گئے اور دشمن کے ایک سو پچاس آدمیوں کو گرفتار کر کے لے آئے... پچاس مجاہدین گئے اور دشمن کے اڑھائی سو ٹینک تباہ کر دیئے... کبھی آسمان سے گھوڑوں کو دیکھتے ہیں... کبھی دشمن کہتے ہیں کہ تمہارے گھوڑے جب زمین پر اترے ان سو مجاہدین نے کوئی چیز ہماری طرف پھینکی ہم اندھے ہو گئے... کبھی کسی شہید کو دیکھا کہ اس کے خون سے خوشبو آ رہی ہے... کبھی کوئی مجاہد زخمی ہو گیا... دونوں ٹانگیں کٹ گئیں مگر آخری وقت میں بھی وصیت کرتا ہے... کہ میرے ساتھیو! کبھی جہاد نہ چھوڑنا کہ جو چیز میں مرتے وقت دیکھ رہا ہوں تمہیں بھی نصیب ہو جائے...

غریب پروری کا عجیب واقعہ

ملتان تشریف آوری کے دوران ایک جلسے کے اختتام کے بعد جب علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ واپس ہونے لگے تو اچانک سامنے ایک شخص عبدالستار نامی آ گیا اور اس نے آپ کو دیرینہ وعدہ یاد دلایا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب ملتان آؤں گا تو تمہارے پاس ضرور چائے نوش کروں گا آپ کے چند ہمراہیوں نے انہیں یہ دعوت ٹالنے کے لئے کہا کیونکہ وہ بیچارہ ایک مسکین سا آدمی تھا جسے کوئی خاطر میں نہ لا رہا تھا... حضرت نے فرمایا کہ میں نے وعدہ کیا تھا۔ اس لئے میں اس کی دل شکنی کرنا نہیں چاہتا... وہاں سے وہ اس کے ساتھ موٹر میں روانہ

ہو پڑے میں ساتھ تھا... اس غریب... مسکین سے جو کچھ ہو سکا اسے آپ نے بڑی محبت سے قبول فرمایا اور واپسی پر مجھ سے فرمانے لگے کہ ہمارے جانے سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا مگر اس کا جو دل خوش ہوا ہے اس کا یہ لوگ اندازہ نہیں لگا سکتے یہ ان کے علم و فضل کی ایک معمولی سی جھلک تھی جو اتنا بھی برداشت نہ کر سکے کہ جسے محض غربت و مسکینی اور پھٹے پرانے کپڑوں کی وجہ سے بنظر حقارت دیکھا جا رہا ہے اس کی دل شکنی کی جائے...

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا عجیب واقعہ

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے قبل از اسلام اور قبل از ظہور نبوت شام کی طرف تجارت کے لئے سفر فرمایا... شام کے قریب ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر آپ نے بحیرا راہب سے معلوم کی اس راہب نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا خواب سچا کرے گا آپ کی قوم سے ایک نبی مبعوث ہوگا آپ ان کی حیات میں ان کے وزیر ہوں گے اور بعد وفات ان کے خلیفہ ہوں گے... پس اس خواب کو صدیق نے چھپایا کسی سے ظاہر نہیں کیا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور اعلان نبوت سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو دعویٰ فرمایا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے شام میں دیکھا تھا پس غلبہ خوشی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا... (خصائص کبریٰ)

تین باتوں کی وصیت

ایک دفعہ کا ذکر ہے... کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے سفر کی تیاری کی اور روانگی کے وقت آپ سے وصیت طلب کی... آپ نے مرید اسے فرمایا کہ دوران سفر تین باتوں کی طرف دھیان رکھنا...

۱... اول یہ کہ اگر تجھ کو کسی بداخلاق سے واسطہ پڑے تو اس کی بدخلقی کو اپنی خوش خلقی سے تبدیل کر دینا...

۲... دوم یہ کہ اگر کوئی تجھ پر احسان کرے تو اول خدا کا شکر ادا کرنا اور پھر محسن کا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے دل کو تجھ پر مہربان کیا ہے...

۳... سوم یہ کہ اگر تجھے کوئی مصیبت پیش آ جائے تو... فوراً اپنی عاجزی کا اقرار کرنا اور فریاد کرنا کہ... میں اس مصیبت کو برداشت نہیں کر سکتا...

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حصول علم کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں میں قریب البلوغ تھا اور مکہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا.... میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق تشریف لائے اور فرمایا اے لڑکے! تیرے پاس دودھ ہے جو تو ہمیں پلا دے.... میں نے کہا میرے پاس تو یہ امانت ہیں میں تمہیں دودھ نہیں پلا سکتا..... آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی نوعمر بکری ہے جس پر ابھی نر کا اثر نہ گیا ہو..... میں نے ایسی بکری آپ کو لا دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تھن پکڑ کر دعا مانگی تو اس کا تھن بھر گیا..... پھر دودھ دوھ کر آپ نے اور حضرت ابوبکر نے پیا... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھن سے فرمایا سکڑ جا تو وہ سکڑ گیا... میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور عرض کیا مجھے بھی یہ پاکیزہ کلمات سکھا دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو سیکھے ہوئے لڑکے ہو.... اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سورتیں یاد کیں جن میں میرا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا.....

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے لوگوں پر اور ان کے میری قرآت کو چھوڑ کر زید کی قرآت اختیار کرنے پر تعجب ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سورتیں سیکھی ہیں اور زید بن ثابت اس وقت چھوٹا لڑکا تھا جو مدینہ میں آیا جایا کرتا تھا... (۱۲۳ روشن ستارے)

حکیم سقراط کا سبق آموز واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ سقراط

ایک بہت بڑا حکیم تھا اور گویا ایک درجہ میں طب کا موجد سمجھا جاتا ہے اور رات دن پہاڑ دن میں جڑی بوٹیوں کا امتحان کرتا تھا سارا دن گھومتے گھامتے ایک دن ایک دکان پر بیٹھا .... دن بھر کا تھکا ہوا تھا اس کے آنکھ لگ گئی پیر تو زمین پر رکھے ہوئے ہیں اور دکان کے تختہ پر بیٹھا ہے اور نیند آ گئی بادشاہ وقت کی سواری نکل رہی تھی نقیب و چوبدار ہٹو بچو کہتے جا رہے ہیں اور اس بیچارے کو کچھ خبر نہیں یہاں تک کہ بادشاہ کی سواری قریب آ گئی تو بادشاہ کو ناگوار گزرا کہ پبلک کا ایک آدمی اور پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے .... نہ بادشاہ کی تعظیم ہے نہ عظمت ہے بڑا بے ادب گستاخ ہے بادشاہ کو اتنا جذبہ آیا کہ سواری سے اتر کر اس کو ایک ٹھوکر ماری .... اب سقراط کی آنکھ کھلی اور آنکھیں کھول کے دیکھنے لگا بادشاہ نے کہا کہ جانتا بھی ہے تو کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا جی ہاں میں یہی جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کون ہیں اور اب تک اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شاید آپ جنگل کے کوئی درندے معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ آپ نے ٹھوکر ماری ہے اور وہی ٹھوکر مار کر چلتے ہیں .... بادشاہ کو اور زیادہ ناگوار گزرا اس نے کہا کہ تو جانتا نہیں کہ میں بادشاہ وقت ہوں .... میرے ہاتھ میں اتنے خزانے ہیں .... اتنی فوجیں ہیں اتنے سپاہ ہیں اتنے قلعے ہیں اتنے شہر ہیں .... سقراط نے بڑی متانت سے کہا کہ بندۂ خدا تو نے اپنی بڑائی کے لئے فوجوں کو .... ہتھیاروں کو .... خزانوں کو .... روپے پیسے کو پیش کیا لیکن ان میں سے ایک چیز بھی تیرے اندر کی تو نہیں ہے .... سب باہر ہی باہر کی چیزیں ہیں تیرے اندر کیا کمال ہے جس کی وجہ سے تو دعویٰ کرے کہ تو باکمال ہے .... اس کا مطلب یہ ہے کہ روپے پیسے نے تجھے چھوڑ دیا بس تو ذلیل ہو گیا اب تیری عزت ختم ہو گئی تاج و تخت اتفاق سے پاس نہ ہو تو بس تو ذلیل ہو گیا .... فوجیں اگر کہیں رہ جائیں اور تو شکار میں آگے بڑھ جائے تو ذلیل ہو جائے اس لئے کہ فوج تو ہے ہی نہیں یہ کیا عزت ہوئی کہ اندر کچھ نہیں اور بیرونی چیزوں پہ مدار کار رکھے ہوئے ہے .... تیرے اندر کی کیا چیز ہے نہ فوجیں تیرے اندر کی ہیں نہ تاج و تخت تیرے اندر کا ہے تو اگر اپنا کمال بتلاتا ہے اور بڑائی جتلاتا ہے تو اندر کا کمال پیش کر اگر تیرے اندر واقعی کوئی کمال ہے .... اب وہ بیچارہ بادشاہ بھی حیران ہوا کہ واقعی بات سچی ہے جواب دے نہ سکا حکیم سقراط نے کہا کہ

اگر تجھے کمال دکھلانا ہے تو ایک لنگی باندھ اور کپڑے اتار اور میں بھی لنگی باندھتا ہوں اور کپڑے اتار کر اس دریا میں کودتے ہیں اور وہاں اپنے اپنے کمالات دکھلائیں گے۔۔۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ تو باکمال ہے یا میں باکمال ہوں تو گویا سقراط نے جتلایا کہ حقیقت میں کمال جس پر آدمی فخر کرے وہ اندرونی کمال ہے اندر تو کمال نہ ہوا اور باہر کی چیزوں پر فخر کرے جو کہ ہمیشہ جدا ہونے والی چیزیں ہیں وہ جدا ہو گئیں تو بے کمال ہو گیا۔۔۔ ذلیل ہو گیا یہ کیا کمال ہے؟ (ماہنامہ "محاسن اسلام" جنوری 2008ء)

ظلم کا عبرتناک انجام

ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا تھا: "جو شخص مجھے دیکھے۔۔۔ کسی پر ظلم نہ کرے۔۔۔" ایک شخص نے اس کی پکار سن کر پوچھا "اے شخص! تیری کیا کہانی ہے۔۔۔" اس نے اپنی یہ کہانی سنائی۔۔۔

"میں ایک سپاہی تھا۔۔۔ ایک دن ساحل پر آیا۔۔۔ میں نے ایک شکاری کو دیکھا۔۔۔ اس نے ایک مچھلی پکڑی۔۔۔ میں نے اس سے کہا "یہ مچھلی مجھے دے دو"۔۔۔ اس نے انکار کیا۔۔۔ میں نے کہا "یہ میرے ہاتھ فروخت کر دو۔۔۔" اس نے اس سے بھی انکار کیا۔۔۔ تب نے اس کے سر پر ایک کوڑا مارا اور مچھلی اس سے چھین لی۔۔۔ مچھلی کو ہاتھ میں لٹکائے گھر کی طرف چل پڑا۔۔۔ اچانک مچھلی نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا اور چبا ڈالا۔۔۔ انگوٹھا چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن انگوٹھا اس وقت نکلا جب اس میں سوراخ ہو چکے تھے۔۔۔ میں نے ایک طبیب کو دکھایا۔۔۔ اس نے بتایا یہ مرض آکلہ ہے۔۔۔ انگوٹھا کٹانا پڑے گا۔۔۔ ورنہ یہ مرض سارے جسم میں پھیل جائے گا۔۔۔ اور تو ہلاک ہو جائے گا۔۔۔ میں نے انگوٹھا کٹوا دیا۔۔۔ لیکن مرض ہاتھ میں آ گیا پھر میں نے ہاتھ کٹوا دیا۔۔۔ مرض پھر آگے بڑھا تو میں چیخ پڑا۔۔۔ وحشت کے انداز میں بھاگ نکلا۔۔۔ جنگل میں ایک درخت کے نیچے مجھے نیند آ گئی۔۔۔ کسی نے خواب میں کہا "کب تک اپنے اعضاء ایک ایک کر کے کٹوائے گا۔۔۔ جس کا حق چھینا ہے۔۔۔ لوٹا دے۔۔۔"

اس وقت مجھے وہ مچھلی یاد آئی۔۔۔ میں فوراً ساحل پر پہنچا۔۔۔ شکاری وہاں موجود تھا۔۔۔ اسے اپنا حال بتایا۔۔۔ اس سے معافی مانگی۔۔۔ میرا حال دیکھ کر اس نے کہا۔۔۔ "میں نے تجھے

معروف کیا... "اس کے یہ کہتے ہی میرے ہاتھ کے کیڑے گرنے لگے... میں نے اس سے
پوچھا: "آپ نے بددعا کی تھی... تو بتا دیں..." اس نے بتایا... میں نے کہا تھا...

"اے اللہ!... تو نے ہی اسے اور مجھے پیدا کیا ہے... اسے مجھ سے قوی بنایا ہے...
اور مجھے کمزور... اس نے مجھ پر ظلم کیا... نہ تو نے مجھے اس سے بچایا نہ اتنی طاقت دی کہ میں
اس کے ظلم سے محفوظ رہتا... نہ اپنے آپ کو اس سے بچا لیتا... میں تجھ سے تیری اسی قدرت کے
وسیلے سے سوال کرتا ہوں جس سے تو نے اسے قوی کیا اور مجھے کمزور بنایا... اس شخص کو مخلوق
کے لیے عبرت بنا دے..." یہ بددعا سنانے کے بعد اس نے کہا:

"لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں... تیرے ساتھ زیادتی ہوئی... ایک مچھلی کی خاطر
مجھے ایسی بددعا نہیں کرنا چاہیے تھی... لہٰذا اب تو میری طرف سے یہ قبول کر لے اور اسے
اپنے کام میں لا..." یہ کہہ کر اس نے مجھے تین ہزار درہم دیئے... لہٰذا میں پکارتا رہتا ہوں
... جو مجھے دیکھے... وہ کسی پر ظلم نہ کرے...

اسلامی دیانت کا عجیب واقعہ

کاندھلہ میں ایک مرتبہ ایک زمین کا ٹکڑا تھا اس پر جھگڑا چل پڑا... مسلمان کہتے تھے
کہ یہ ہمارا ہے... ہندو کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے... چنانچہ یہ مقدمہ بن گیا... انگریز کی
عدالت میں پہنچا... جب مقدمہ آگے بڑھا تو مسلمان نے اعلان کر دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا
اگر مجھے ملا تو میں مسجد بناؤں گا... ہندوؤں نے جب سنا تو انہوں نے ضد میں کہہ دیا کہ یہ ٹکڑا
اگر ہمیں ملا تو ہم اس پر مندر بنائیں گے... اب بات دو انسانوں کی انفرادی تھی... لیکن اس
میں رنگ اجتماعی بن گیا... حتیٰ کہ ادھر مسلمان جمع ہو گئے اور ادھر ہندو اکٹھے ہو گئے اور مقدمہ
ایک خاص نوعیت کا بن گیا... اب سارے شہر میں قتل و غارت ہو سکتی تھی... خون خرابہ ہو سکتا
تھا... تو لوگ بھی بڑے حیران تھے کہ نتیجہ کیا نکلے گا؟

انگریز جج تھا وہ بھی پریشان تھا کہ اس میں کوئی صلح صفائی کا پہلو نکالے ایسا نہ ہو کہ یہ
آگ اگر جل گئی تو اس کا بجھانا مشکل ہو جائے... جج نے مقدمہ سننے کے بجائے ایک تجویز

پیش کی کیا کوئی ایسی صورت ہے کہ آپ لوگ آپس میں بات چیت کے ذریعے مسئلہ کا حل نکالیں تو ہندوؤں نے ایک تجویز پیش کی کہ ہم آپ کو ایک مسلمان کا نام بتائیں گے ... آپ اگلی پیشی پر ان کو بلا لیجئے اور ان سے پوچھ لیجئے ... اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین ہے تو ان کو دے دیجئے اور اگر وہ کہیں کہ یہ مسلمانوں کی زمین نہیں ... ہندوؤں کی ہے تو ہمیں دے دیجئے ... جب جج نے دونوں فریقین سے پوچھا تو دونوں فریق اس پر راضی ہو گئے ... مسلمانوں کے دل میں یہ تھی کہ مسلمان ہوگا جو بھی ہوگا تو وہ مسجد بنانے کیلئے بات کرے گا ... چنانچہ انگریز نے فیصلہ دے دیا اور مہینہ یا چند دنوں کی تاریخ دے دی کہ بھئی اس دن آنا اور میں اس بندے کو بھی بلوا لوں گا ... اب جب مسلمان باہر نکلے تو بڑی خوشیاں منا رہے تھے ... سب کہہ رہے تھے ... نعرے لگا رہے تھے ... ہندوؤں نے پوچھا اپنے لوگوں سے کہ تم نے کیا کہا انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک مسلمان عالم کو حکم بنایا ہے کہ وہ اگلی پیشی پر جو کہے گا اسی پر فیصلہ ہوگا ... اب ہندوؤں کے دل مرجھا گئے اور مسلمان خوشیوں سے پھولے نہیں سماتے تھے ... لیکن انتظار میں تھے کہ اگلی پیشی میں کیا ہوتا ہے ... چنانچہ ہندوؤں نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمہ اللہ کا نام بتایا کہ جو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے تھے اور اللہ نے ان کو سچی زندگی عطا فرمائی تھی ... مسلمانوں نے دیکھا کہ مفتی صاحب تشریف لائے ہیں تو وہ سوچنے لگے کہ مفتی صاحب تو مسجد کی ضرور بات کریں گے ... چنانچہ جب انگریز نے پوچھا کہ بتائیے مفتی صاحب یہ زمین کا ٹکڑا کس کی ملکیت ہے؟

ان کو چونکہ حقیقت حال کا پتہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ زمین کا ٹکڑا تو ہندوؤں کا ہے ... اب جب انہوں نے یہ کہا کہ یہ ہندو کا ہے تو انگریز نے اگلی بات پوچھی کہ کیا اب ہندو لوگ اس کے اوپر مندر تعمیر کر سکتے ہیں؟

مفتی صاحب نے فرمایا جب ملکیت ان کی ہے تو وہ جو چاہے کریں گھر بنائیں یا مندر بنائیں ... یہ ان کا اختیار ہے ... چنانچہ فیصلہ دے دیا گیا کہ یہ زمین ہندوؤں کی ہے ... مگر انگریز نے فیصلے میں ایک عجیب بات لکھی ... فیصلہ کرنے کے بعد لکھا کہ "آج اس مقدمے میں

مسلمان ہو گئے مگر اسلام جیت گیا" جب انگریز نے یہ بات کہی تو اس وقت ہندوؤں نے کہا کہ آپ نے تو فیصلے دے دیئے ہماری بات بھی سن لیجئے ہم اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے ہیں اور آج یہ اعلان کرتے ہیں کہ اب ہم اپنے ہاتھوں سے یہاں مسجد بنائیں گے... تو عقل کہہ رہی تھی کہ جھوٹ بولا کہ مسجد بچ گئی مگر حضرت مفتی صاحب نے سچ بولا اور سچ کا بول بالا ... تیرے پروردگار نے اس جگہ مسجد بنوا کر دکھلا دی... تو کئی مرتبہ نظر آتا ہے کہ جھوٹ بولنا آسان راستہ ہے.... جھوٹ بولنا آسان راستہ نہیں ہے یہ کانٹوں بھرا راستہ ہوا کرتا ہے... جھوٹے سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتے ہیں.... انسان نفرت کرتے ہیں... انسان اعتماد کھو بیٹھتا ہے... ایک جھوٹ کو بولنے کیلئے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں... لہٰذا جھوٹی زندگی گزارنے کے بجائے سچی زندگی کو آپ اختیار کیجئے اس پر پروردگار آپ کی مدد فرمائے گا....

دور فاروقی کا عجیب خطبہ

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دبدبہ و جلال کا یہ عالم تھا کہ ایران و روم کی حکومتیں ان کا نام سن کر کانپ اٹھتی تھیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو جماعت چھوڑی اس کی حق گوئی اور بیباکی کا یہ حال تھا کہ اگر ایسے صاحب جلال خلیفہ کی بھی کوئی بات حق کے خلاف سمجھتے تھے تو ان کو بھی برسر عام بلا خوف ٹوک دیتے تھے....

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کے اس جوہر کی قدر کرتے تھے.... وہ خود تو بے خوف و بیباک تھے ہی دوسرے مسلمانوں کو بھی حق گوئی سکھانے کی کوشش کرتے تھے.... جب عام مسلمانوں میں سے کوئی ان کو خلافت کے کاموں میں ٹوکتا تھا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے.... اکثر وہ لوگوں سے سوال کیا کرتے تھے کہ اگر وہ خلافت کے معاملہ میں اپنا من مانی کرنے لگیں گے تو مسلمان ان سے کس طرح سے پیش آئیں گے....

ایک مرتبہ وہ منبر پر عام لوگوں سے خطاب کر رہے تھے بیچ میں انہوں نے کسی بات پر سوال کیا "تو دو! اگر میں دنیا کی طرف جھک جاؤں تو تم کیا کرو گے؟"

ایک صحابی نے اپنی تلوار کی طرف اشارہ کر کے کہا "یہ تلوار آپ کا سر اڑا دے گی"....

حضرت عمر نے ان کو آزمانے کیلئے سخت لہجے میں کہا "کیا تم کو معلوم نہیں تم کس سے بات کر رہے ہو؟"

کہا "ہاں ہاں! میں جانتا ہوں میں امیر المومنین سے بات کر رہا ہوں اگر وہ دنیا کی طرف جھکے تو یہ تلوار ان کی گردن اڑا دے گی"....

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اللہ کا شکر ہے میری قوم میں ابھی ایسے لوگ موجود ہیں جو میرے ٹیڑھا چلنے پر مجھے سیدھا کر سکتے ہیں"....(الفاروق جلد اول)

سب سے قبیح برائی

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک عفریت جن سے فرمایا... تو تیار ہو جا کہ... یہ بتا کہ ابلیس کہاں رہتا ہے؟... اس نے عرض کیا... اے اللہ کے نبی! آپ کو اس کے متعلق کوئی حکم ملا ہے... فرمایا... حکم تو نہیں ملا لیکن وہ رہتا کہاں ہے... تو اس نے عرض کیا... اے اللہ کے نبی!... میں آپ کو اس کے پاس لے چلتا ہوں چنانچہ وہ عفریت آپ کے آگے آگے دوڑ رہا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے ساتھ تھے...

حتیٰ کہ آپ اچانک سمندر میں جا پہنچے اور ابلیس کو پانی کی سطح پر بیٹھے دیکھا... جب اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھا تو ڈر کے مارے کانپنے لگا پھر کھڑا ہوا آپ سے ملاقات کی اور کہا اے اللہ کے نبی!... آپ کو میرے متعلق کوئی حکم ملا ہے... سلیمان علیہ السلام نے اس سے فرمایا... نہیں تمہارے پاس صرف اس لیے آیا ہوں کہ تم سے یہ پوچھوں کہ تمہارا سب سے زیادہ پسندیدہ کام کون سا ہے؟... جو اللہ کے نزدیک بھی سب سے زیادہ برا ہو...؟

ابلیس نے کہا قسم خدا کی اگر آپ میرے پاس چل کر نہ آئے ہوتے تو میں کبھی بھی آپ کو اس کا نہ بتلاتا... اللہ کے نزدیک سب سے برا یہ ہے... کہ مرد مرد سے متع کا کرے اور عورت عورت سے... (طرطوسی کتاب تحریم الفواحش)

اسلام کیلئے قربانی کا عجیب واقعہ

حضرت عروۃ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرتے جبکہ ان کو تکلیف دی جا رہی ہوتی تھی اور وہ احد احد کہہ رہے ہوتے تو یہ بھی کہتے! اے بلال اللہ ایک ہے.... اللہ ایک

ہے.... پھر ورقہ بن نوفل امیہ بن خلف کی طرف متوجہ ہوتے جو کہ حضرت بلالؓ پر یہ ظلم کر رہا تھا اور فرماتے میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں اگر تم نے اسے اسی بات پر قتل کر دیا تو میں

یہاں تک کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس سے گزرے جبکہ وہ ان سے یہی سلوک کر رہے تھے تو انہوں نے امیہ سے کہا کیا تو اس مسکین کے بارے میں اللہ سے نہیں ڈرتا.... کب تک ایسا کرتے رہو گے؟ امیہ نے کہا تم نے اسے خراب کیا ہے لہٰذا تم اسے اس تکلیف سے بچا لو! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے میرے پاس حبشی غلام ہے جو اس سے زیادہ موٹا اور طاقتور ہے جو تمہارے دین پر ہے میں وہ تجھے اس کے بدلے میں دے دیتا ہوں امیہ نے کہا مجھے قبول ہے.... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے تجھے دیدیا.... اس طرح حضرت ابوبکر نے اپنا وہ غلام امیہ کو دے کر حضرت بلال کو لیا اور آزاد کر دیا پھر آپ نے مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے چھ مسلمان غلام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آزاد کئے.... حضرت بلالؓ ان سب سے اول تھے....

محمد بن اسحاق کہتے ہیں حضرت بلال بنی جمح کی کسی شاخ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ تھے اور آپ انہی کے مولدین میں سے تھے اور رباح آپ کی والدہ کا نام تھا.... آپ اسلام میں صادق اور دل کے طاہر تھے.... جب دوپہر تپتی تو امیہ آپ کو وادی بطحا میں لے جا کر لٹا دیتا اور پھر ایک بڑا پتھر آپ کے اوپر رکھوا دیتا پھر کہتا تو اسی طرح پڑا رہے گا حتیٰ کہ یا تو مر جائے گا یا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کرے گا اور لات وعزیٰ کی عبادت کرے گا.... آپؓ اسی تکلیف کی حالت میں فرماتے احد.... احد.... اللہ ایک ہے.... اللہ ایک ہے.... (۳۰۳ روشن ستارے)

قاضی شریح رحمہ اللہ کے نکاح کا عجیب واقعہ

حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ کون تھے؟ آپ ایک مشہور تابعی اور تاریخ اسلام کے مایہ ناز قاضی یعنی چیف جسٹس تھے.... انکے علمی مقام کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی قاضی تھے....

قاضی شریح رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ نکاح کے بعد جب میری شادی ہوئی تو بنی تمیم کی عورتیں میری اہلیہ کو بڑی سادگی کے ساتھ میرے گھر پہنچا گئیں میں اس کے پاس گیا تو مجھے خیال آیا سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب پہلی دفعہ بیوی کے پاس جائے تو دو رکعت نفل پڑھے اور اللہ سے نئی بیوی کی خیر کی دعا کرے اس کے شر سے پناہ مانگے چنانچہ میں وضو کرنے لگا دیکھا تو وہ بھی وضو کر رہی ہے پھر میں نے نماز پڑھی تو اس نے بھی نماز پڑھی جب میں نماز پڑھ چکا تو میں اس کے قریب گیا میں نے اس کی پیشانی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے کہا ابو امیہ ٹھہرو! پھر وہ کہنے لگی: "میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتی ہوں اور اسی سے مدد کی خواستگار ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیجتی ہوں اس کے بعد بات یہ ہے کہ میں اجنبی عورت ہوں مجھے آپ کے اخلاق و عادات کا کوئی علم نہیں ہے لہٰذا آپ اپنی پسند مجھے بتادیں تاکہ میں اس پر عمل کروں اور ناپسند بھی بتلا دیں تاکہ میں اس سے پرہیز رکھوں.... یقیناً آپ کیلئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے اور میرے لئے بھی اپنے قبیلہ میں نکاح کے مواقع موجود تھے لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو ہو کر ہی رہتا ہے بہرحال اب آپ میرے مالک ہو گئے ہیں لہٰذا اب میرے ساتھ وہی معاملہ کریں جس کا آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا تو اچھے طریقے سے مجھے اپنے پاس رکھیں یا حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دیں بس میں اپنی یہ بات کہہ کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کیلئے اللہ عظیم سے بخشش کی دعا کرتی ہوں"....

پھر میں نے اس سے کہا: میں بھی اللہ ہی کی حمد بیان کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اولاد پر درود بھیجتا ہوں اور اس کے بعد یہ کہ آپ نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر آپ اس پر قائم رہیں تو یہ میرے لئے بڑی خوشدلی ہوگی اور اگر آپ نے اس کو چھوڑ دیا تو آپ کا یہی کام آپ کے خلاف دلیل ہوگا بہرحال میں فلاں فلاں چیز کو پسند کرتا ہوں اور فلاں کو ناپسند کرتا ہوں پس آپ میری طرف سے کوئی بھلائی دیکھیں تو اسے پھیلا دیں.... اور اگر کوئی برائی دیکھیں تو اس کی پردہ پوشی کرتا پھرو...

پوچھنے لگی میرے گھر والوں کی ملاقات کے بارے میں آپ کی پسند کیا ہوگی؟ میں نے کہا: بس میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے سسرال والے مجھے کوفت میں نہ ڈال دیں پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے کون سے ہمسائے ایسے ہیں جن کا آپ گھر آنا پسند کرتے ہیں تا کہ میں ان کو آنے دوں اور کون سے ایسے ہیں جن کا آنا آپ کو پسند نہیں تا کہ میں بھی ان کو ناپسند ہی رکھوں میں نے کہا: فلاں قبیلہ والے صالح ہیں اور فلاں اچھے نہیں....

پس شعبی! وہ رات میں نے اس کے ساتھ گزاری گویا وہ رات میری زندگی کی خوشگوار ترین رات تھی اور پھر ایک سال گزر گیا میں نے اپنی پسند کے خلاف اس کا کوئی عمل نہیں دیکھا جب سال گزرنے والا تھا ایک دن میں عدالت سے اٹھ کر گھر آیا کہ اس کے پاس ایک بڑھیا بیٹھی ہے جو اس کو کچھ سمجھا رہی ہے میں نے پوچھا یہ کون ہے تو اس نے بتایا یہ آپ کی ساس ہے میں نے اس کا خیر مقدم کیا جب میں بیٹھا تو بڑھیا نے مجھے سلام کیا اور میں نے وعلیکم السلام کہا پھر اس نے مجھ سے پوچھا: آپ نے اپنی بیوی کو کیسا پایا؟ میں نے کہا بہت ہی اچھی بیوی ہے اور بہت ہی خیر خواہ رفیقہ ہے آپ نے اس کی بہترین تربیت کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے.... اس کے بعد اس نے مجھے نصیحتیں کیں پھر پوچھا آپ کیا پسند کرتے ہیں کہ آپ کے سسرال کب ملنے آیا کریں میں نے کہا جیسے وہ چاہیں ٹھیک ہے.... پھر وہ ہر سال کے اختتام پر آتی تھی اور مجھے نصیحتیں کرتی تھی.... اے شعبی! وہ بیوی میرے ساتھ بیس سال رہی میں نے کبھی اس میں کوئی قابل اعتراض چیز نہیں دیکھی....

فائدہ: یہ واقعہ ہمارے لئے اپنے اندر کئی سارے سبق لئے ہوئے ہے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلام کے دور اول میں نکاح کس طرح سادگی اور آسانی سے ہوتے تھے اور آج ہمارے معاشرے میں نکاح کتنی پیچیدگیوں سے ہوتے ہیں اور نہ معلوم پھر کیا کیا پریشانیاں اور کوفتیں پیش آتی ہیں....

دوسری بات یہ کہ نکاح کے بعد طلاق اگرچہ اچھا عمل نہیں ہے مگر میاں بیوی میں مناسبت نہ ہو اور گزارہ ہوتا نظر نہ آتا ہو تو پھر اس میں کوئی عیب یا عار نہیں ہے نہ مرد کیلئے نہ عورت کیلئے ہاں یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق عمل کرے.... کہ رکھے تو اچھے طریقے سے

رکھے اور طلاق دے تو بھی اچھے طریقے سے... ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ فضا ہے کہ اگر خدا نخواستہ میاں بیوی میں نہیں بنتی تو تب بھی ایک دوسرے کو گھسیٹیں گے اور مرد حضرات تو بعض دفعہ بہت زیادتی کرتے ہیں نہ اچھی طرح سے رکھتے ہیں نہ طلاق دیتے ہیں یہ بہت بڑا ظلم ہے ...تیسری بات یہ کہ بیٹی کی شادی کرنے کے بعد ہمارے ہاں بچی کے والدین کا رویہ نامناسب ہوتا ہے خواہ مخواہ بیٹی اور داماد کے معاملات میں مداخلت کی جاتی ہے اور چھوٹی چھوٹی بات پر بیٹی کو گھر بٹھا دیتے ہیں جس کی وجہ سے بہت زیادہ نقصان ہوتے ہیں کئی سارے واقعات پیش آ چکے ہیں کہ قتل و خونریزی ہوئی اور اس طرح دو خاندان بربادی کے گڑھے میں جا گرے ...اس رویہ اور طریقہ کار کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے یہ جاہلانہ اور ہندوانہ ذہنیت ہے مسلمان گھرانوں میں ان چیزوں کی قطعاً گنجائش نہیں ہے ۔ بیٹی اور داماد کے ساتھ خیر خواہانہ اور صلح جوئی کا رویہ رکھیں اور پھر اس کے فائدے دیکھیں... (ماہنامہ "محاسن اسلام" فروری 2011ء)

معاملات کی درستگی کا عجیب واقعہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ میں ایک دفعہ اعظم گڑھ گیا اور اس ضلع میں چھوٹا سا گاؤں تھا اسٹیشن سے چار میل دور... وہاں کے لوگوں نے مجھے بلایا تو وہاں سے جب فارغ ہوا اور ریل رات کو گیارہ بجے جاتی تھی..... سردی کا زمانہ تھا تو لوگوں نے کہا کہ سردی کا زمانہ ہے..... اندھیری رات ہوگی..... بارشیں ہو رہی ہیں..... اس لئے رات کو جانے میں تکلیف ہوگی..... اس لئے مناسب ہے کہ عصر کے وقت اسٹیشن پہنچا دیا جائے رات کو ٹرین آئے گی تو سوار ہو جائیں گے..... حضرت کو سوار کر کے اسٹیشن لائے جو بہت چھوٹا سا تھا نہ ویٹنگ روم نہ مسافر خانہ... ایک ہی کمرہ تھا دفتر کا اور اسی سے ملا ہوا بائیں کونا م تھا... بوریاں وغیرہ رکھی تھیں.... اسٹیشن ماسٹر ہندو تھا مگر بھلا آدمی..... اس نے دو چار بوریاں ہٹائیں اور مصلے کی جگہ بنائی اور کچھ آرام کی جگہ ہوگئی..... حضرت سے کہا کہ آرام سے بیٹھیں... فرماتے تھے جب مغرب کا وقت ہوا تو میں نے نماز پڑھی اس کے بعد سنتیں اور اس کے بعد نفلوں کی نیت باندھی تو وہ اسٹیشن ماسٹر ایک لیمپ لے کر آیا تا کہ روشنی ہو جائے ... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: "معاً مجھے یہ خطرہ ہوا

کہ یہاں عوام کے لئے گورنمنٹ نے کوئی لیمپ رکھا نہیں ہے یہ محض میری وجہ سے لایا ہوگا۔ تو مجھ کو یہ تو سب معلوم ہے میرے لئے حق نہیں کہ اسے استعمال کروں... بعد میں ایک بے چینی شروع ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مجھے مشتبہ چیزوں سے بچایا ہے... یہ مشتبہ چیز آ رہی ہے جس کا مجھے حق نہیں اس لئے تو ہی بچانے والا ہے....."

حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ بمشکل میں نے دو رکعتیں ختم کیں اور اس نے یہ لیمپ رکھا نہیں بلکہ لئے کھڑا رہا جب میں نے سلام پھیرا تو اس نے آگے بڑھ کر کہا کہ "میں یہ لیمپ لے کر آیا ہوں اور یہ اسٹیشن کا نہیں میرا ذاتی ہے اس لئے لایا کہ آپ کو تکلیف نہ ہو....."

حضرت حکیم الامت فرماتے تھے کہ میں نے دلی دعائیں کیں اس کے حق میں کہ اتنی رعایت ہے اس نے اس نے خود محسوس کیا کہ مجھے حق نہیں چنانچہ اپنے گھر سے لایا...

ف:.... جب طبیعت میں سلامتی ہو تو کافر بھی ہو قدرت رہنمائی کرتی ہے.... بشرطیکہ مذہب کا کوئی جذبہ موجود ہو اخلاقی قدریں اس کے اندر ہوں.... متقی جب تقویٰ تک پہنچ جائے تو حق تعالیٰ ایسے راستے پیدا فرما دیتے ہیں کہ مشتبہات سے بھی بچا لے مگر یہ جب ہی ہوتا ہے کہ تقویٰ ظاہری کی عادت ڈالے جو تقویٰ ظاہر کا ہے وہ تو یہ ہے کہ برا عمل نہ کرے ناجائز نہ کرے.... ہر کام جائز عمل کی حد میں اور ایک ہے باطنی تقویٰ وہ زیادہ دقیق ہوتا ہے ہر ایک کی رسائی نہیں ہوتی جب تک کہ اعلیٰ درجہ کا متقی نہ ہو..... (مجلس ۸.. ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ)

مومن اور کافر کا معاملہ

شیخ علامہ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ... چوتھے آسمان پر دو فرشتے باہم ملے... ایک نے دوسرے سے کہا کہ کہاں جا رہے ہو؟... اس نے جواب دیا کہ ایک عجیب کام ہے... اور وہ یہ ہے... کہ فلاں شہر میں ایک یہودی شخص ہے... جس کے مرنے کا وقت قریب آ گیا ہے... اور اس نے مچھلی کھانے کی خواہش کی ہے... لیکن دریا میں مچھلی نہیں ہے... مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ دریا کی طرف مچھلیاں ہانک دوں تاکہ لوگ ان میں سے ایک مچھلی یہودی کے لئے شکار کر لیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس یہودی نے

کوئی بھی نیکی ایسی نہیں کی ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے بدلہ دنیا ہی میں اس کو نہ دے دیا ہو...
اب صرف ایک نیکی باقی رہ گئی ہے... اس لیے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے... کہ اس کی خواہش کی
چیز اس تک پہنچا دے تاکہ وہ دنیا سے ایسے حال میں نکلے کہ اس کے لیے کوئی نیکی نہ ہو...

اس کے بعد دوسرے فرشتے نے کہا کہ... میرے رب نے مجھے بھی ایک عجیب کام کے
لیے بھیجا ہے... اور وہ یہ ہے... کہ فلاں شہر میں ایک ایسا مرد صالح ہے کہ اس نے جو برائی کی
اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں اس کا بدلہ اس کا پورا کر دیا اور اب اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا
ہے... اور اس نے روغن زیتون کھانے کی خواہش کی ہے... اور اس کے ذمہ صرف ایک گناہ
ہے... اور مجھے میرے پروردگار نے حکم دیا ہے... کہ میں روغن زیتون کو گرا دوں یہاں تک
اس کے گر جانے سے جو اس کو رنج و غم ہوگا اللہ تعالیٰ اس سے اس کے اس گناہ کو بھی مٹا دے گا
... حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسے حال میں ملے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہو...

محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان...

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ...

کے یہی معنی ہیں... یعنی جب کافر ذرہ بھر اور چیونٹی برابر نیکی کرتا ہے... تو اس کا
ثواب دنیا ہی میں دیکھ لیتا ہے... اور مومن جب ذرہ برابر برائی کرتا ہے... تو آخرت سے
پہلے دنیا ہی میں اس کی جزا دیکھ لیتا ہے... (حوالہ حیاۃ المسلم)

محبت رسول کا مظہر

کوئی مسلمان کسی حال میں بھی اہانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گوارا نہیں کر سکتا... اگر وہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں (معوذ اللہ) گستاخی کی بات سن کر مصلحت برتتا ہے یا
خاموشی اختیار کرتا ہے تو گویا اس کے ایمان کی بہت بڑی کمی ہے... یہودیوں اور عیسائیوں کا یہ
طریقہ رہا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اکثر بیہودہ باتوں پر اتر آتے ہیں...

جس زمانہ میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے... وہاں کے
عیسائیوں سے یہ معاہدہ تھا کہ ان کے جان و مال اور عزت کی حفاظت مسلمانوں پر لازم ہو
گی... حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص ذمی عیسائیوں کا بہت خیال رکھتے تھے... ان کی

مُعاہدوں کی شنوائی خود کرتے تھے اور ان کو ستانے والوں کو سخت سزائیں دیتے تھے....

ایک مرتبہ کچھ گفتگو کے دوران ایک عیسائی سردار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی.... حضرت عرفہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے.... انہیں گالی سن کر بہت طیش آیا انہوں نے اس عیسائی مردود کے منہ پر تاڑ سے ایک طمانچہ رسید کر دیا....

اس عیسائی نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے شکایت کی.... انہوں نے حضرت عرفہؓ کو فوراً طلب کر لیا ان سے معاملہ کی باز پرس کی.... انہوں نے عیسائی کی گستاخی کا پورا واقعہ بیان کیا... حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا ''کیا تم کو یہ نہیں معلوم کہ ہمارا ذمیوں سے معاہدہ ہو چکا ہے ان کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے''.... حضرت عرفہؓ یہ سن کر غصہ سے سرخ ہو گئے اور کہا ''معاذ اللہ ہم نے ان سے اپنے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے کا معاہدہ نہیں کیا ہے ان کو یہ اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ گالیاں دیتے پھریں''.... حضرت عمروؓ بن عاص نے یہ سن کر کہا ''بیشک عرفہ تم ٹھیک کہتے ہو''.... (اسد الغابہ تذکرہ عرفہؓ)

سفر ہجرت کا واقعہ

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر رہے تھے اور وہ نماز کے آگے پیچھے گھومے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی اے صہیب حالانکہ وہاں صہیب تو نہیں تھا جب آپ نے روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو یا تین مرتبہ میری طرف بھیجا.... انہوں نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا اور میں نے ان کی نماز توڑ دینا مناسب نہ سمجھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے ٹھیک کیا ہے اور آپ دونوں حضرات اسی رات روانہ ہو گئے جب صبح ہوئی تو میں نکل گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ ام رومان کے پاس گیا تو اس نے کہا میں تمہیں یہاں نہ دیکھوں جبکہ تیرے دونوں بھائی جا چکے ہیں اور تمہارے لئے انہوں نے کچھ سامان سفر بھی رکھا ہے..... حضرت صہیب کہتے ہیں میں یہاں

سے چل کر اپنی بیوی کے پاس پہنچا.... میں نے اپنی تلوار ترکش اور کمان اٹھائی اور روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا.... میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا پایا پس جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دیکھا تو مجھے اس آیت کی بشارت دینے کے لئے کھڑے ہوئے جو میرے بارے میں نازل ہوئی تھی اور میرا ہاتھ پکڑ لیا تو میں نے انہیں کچھ ملامت کی تو انہوں نے معذرت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو یحییٰ کی تجارت نفع والی ہو گئی ....(۳۰۰ روشن ستارے)

..........شہ وصال صنم

اس واقعہ کے راوی امام قرطبی ہیں.... وہ فرماتے ہیں کہ... مصر کی کسی مسجد میں ایک آدمی ایک لمبی مدت سے مؤذن کی حیثیت سے خدمت سرانجام دے رہا تھا.. لوگ اس کے تقویٰ اور طہارت کی مثالیں دیتے تھے.... اس کے چہرے سے اطاعت و بندگی کی نورانیت ٹپکتی تھی.... مسجد کے ایک کونے میں اونچا سا مینار تھا... وہ پانچ وقت اس مینار پر چڑھتا اور بلند آواز سے اذان کہتا... اس کی خوبصورت اور بلند آواز چہار سو پھیل جاتی تھی...

ایک دن اذان دینے کے لیے مینار پر چڑھا تو اچانک اس نے نیچے دیکھا... ایک عیسائی کا گھرانہ اس مسجد کا ہمسایہ تھا.. مینار سے صحن صاف نظر آتا تھا... اس نے صحن میں دیکھا... نہایت خوبصورت لڑکی بیٹھی تھی.... وہ پہلی نظر میں ہی اس لڑکی کے حسن کا اسیر ہو گیا.... وہ اذان چھوڑ کر نیچے اترا اور سیدھا اس عیسائی کے دروازے پر چلا گیا... لڑکی نے اس سے پوچھا... تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟... مؤذن نے کہا کہ بس میں نے تمہاری شکل دیکھی تو دل پر قابو نہیں رہا... میں تمہیں ہر حال میں اپنانا چاہتا ہوں... لڑکی نے کہا کہ میں تمہاری محبت کا جواب اثبات میں دیتی ہوں مگر یہاں ایک بڑی رکاوٹ... مؤذن بولا ... بتاؤ میں ہر رکاوٹ دور کرنے کے لیے تیار ہوں... میرا باپ تم سے میری شادی کرنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہوگا... اس لیے کہ تم مسلمان ہو اور میں عیسائی... لڑکی کہنے لگی...

مؤذن... تو پھر اس کا کیا حل ہے؟ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا... لڑکی... اس

کا حل ایک ہی کہ تم اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرلو... موذن... مجھے کوئی اعتراض نہیں ... میں تمہارے لیے ہر مذہب اختیار کر سکتا ہوں... لڑکی... اگر ایسی صورت ہے... تو میں تم سے شادی کرلوں گی... اور پھر وہ بدبخت مرتد ہوگیا... اس نے عیسائیت قبول کرلی... اس کی شادی کی تقریب منعقد ہوگئی... وہ بڑا خوش تھا کہ اس کی مراد مل گئی... اب اس کو اپنی محبوب سے علیحدگی میں ملنا تھا... ادھر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بھی آ چکا تھا... وہ بدبخت کسی کام سے چھت پر چڑھا... اس کا پاؤں پھسلا اور وہ چھت سے گر کر واصل جہنم ہوگیا... اس کو کہتے ہیں... سوء خاتمہ کہ اس بدبخت کو محبوب بھی نہ ملی اور آخرت بھی برباد ہوگئی... اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے... (حوالہ ذم الھویٰ و کتاب التذکرہ)

ایک برگزیدہ خاتون

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار حج کرنے گیا اور مکہ مکرمہ میں قیام کیا... میری عادت تھی کہ رات کو اندھیرے میں طواف کرتا تھا ایک مرتبہ میں نے ایک نوعمر لڑکی کو طواف کرتے دیکھا وہ یہ اشعار پڑھ رہی تھی (میں نے اپنے عشق کو اتنا چھپایا مگر اب وہ چھپی نہیں رہتا... اب معلوم نہیں کس نے میرے پاس ڈیرہ ڈال دیا ہے... جب معشوق کے عشق کا مجھ پر غلبہ ہوتا ہے تو اس کے ذکر سے میرا دل پھڑکنے لگتا ہے اگر میں محبوب سے قربت چاہتی ہوں یعنی اللہ سے تو وہ قرب نصیب فرماتا ہے حتیٰ کہ میں خوب لذت پاتی ہوں حضرت جنید فرماتے ہیں میں نے لڑکی سے کہا کہ تو اللہ سے نہیں ڈرتی ہے اس بابرکت جگہ پر ایسے شعر پڑھتی ہے... وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی... جنید! اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو تو مجھے نہ دیکھتا... میں میٹھی نیند چھوڑ کر ساری رات پھر رہی ہوں... تو دیکھ رہا ہے کہ اللہ کے خوف ہی نے وطن چھڑایا وطن سے دھکیلا اور بھگایا ہے اس کا عشق میرے ساتھ لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے میں بھاگی پھر رہی ہوں اور اس کی محبت نے حیران و پریشان کر رکھا ہے اس کے بعد اس نے پوچھا جنید! تم اللہ کا طواف کرتے ہو یا بیت اللہ کا کرتے ہو؟ کہا کہ بیت اللہ کا کرتا ہوں اور اس نے آسمان کی طرف اپنا منہ کیا اور کہنے لگی... سبحان اللہ آپ کی بھی کیا

حیثیت ہے جو مخلوق خود پتھر جیسی ہو وہ پتھروں کا طواف کرتی ہے اس کے بعد اس نے تین شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ لوگ پتھروں کا طواف کر کے آپ کا قرب ڈھونڈتے ہیں ان لوگوں کے دل خود پتھر سے زیادہ سخت ہیں اور حیران و پریشان پھر رہے ہیں اور اپنے خیال میں تقرب کے محل میں اترے ہوئے ہیں.... اگر یہ لوگ اپنے عشق میں سچے ہوتے تو ان کی اپنی صفات تو غائب ہو جاتیں اور اللہ کی محبت کی صفت ان میں پیدا ہو جاتیں.... حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں اس کی گفتگو سن کر غش کھا کر گر گیا جب مجھے ہوش آیا وہ لڑکی جا چکی تھی....

اللہ اللہ ہم سوچتے ہیں یہ کیسی مقبول ترین ہستیاں تھیں.... دنیا کی کوئی دلفریبی ان کو اپنا نہ بنا سکی.... کس طرح عشق الٰہی میں اپنے کو جذب کر لیا تھا.... خواتین میں رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کو ولی اللہ کا درجہ ملا ہے.... ہم بھی مسلمان ہیں خدا اور رسول کے نام لیوا ہیں.... پھر کیا وجہ ہے؟ ہمارے دل خوف خدا سے خالی ہیں.... ہمارے چہروں پر غم کی کدورت چھائی ہوئی ہے.... خوشی مسرت و شادمانی ہمارے پاس نہیں ہے.... عورت اگر اپنے کو باند کرتی تو بڑے بڑے درجات حاصل کر سکتی تھی کیونکہ ہم کو کتنا بڑا یہ فخر حاصل ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے اسلام لانے والی عورت کی ذات ہے.... ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام قبول کرتے ہی اپنا مال و دولت، عیش راحت و آرام غرض سب کچھ اسلام پر قربان کر دیا.... ہم خود کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اسلامیت نظر نہیں آتی.... شرم سے گردن جھک جاتی ہے.... خدایا! ہماری حالت پر رحم فرما.... رب العلمین اپنی محبت کی ایک کرن ہی ہمارے دلوں کو عطا فرما دے تاکہ اس راہ پر گامزن ہوں جو تجھے مرغوب ہے.... اس راستے سے نفرت پیدا فرما دے.... جسے تو ناپسند کرتا ہے.... آمین

.... آمین ثم آمین (ماہنامہ "محاسن اسلام" فروری 2008ء)

خاوند کی تابعداری کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ عشاء کے بعد دودھ استعمال فرماتے تھے چنانچہ جوں ہی آپ تشریف لاتے اہلیہ محترمہ دودھ کا پیالہ لے کر

حاضر ہوتیں مگر آپ ذوق عبادت میں نوافل کی نیت باندھ لیتے اور رات بھر اسی طرح عبادت میں گزار دیتے اہلیہ محترمہ کا بیان ہے.....

"کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت نے نوافل میں پوری شب گزار دی..... اور میں بھی پوری شب پیالہ لئے کھڑی کی کھڑی رہ گئی....."

اللہ اللہ بیوی ہو تو ایسی..... آج اس کا تصور کرنا بھی مشکل ہے ہمارے اسلاف نے جہاں اوروں پر اثر ڈالا..... وہاں سب سے زیادہ اپنی "بیوی" ہی پر اثر ڈالا..... خود حضرت نانوتویؒ ہی کی اہلیہ محترمہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ:

"اذان کی "حی علی الصلوٰۃ" پر کام کو چھوڑ کر..... اس طرح اٹھ جاتی تھیں کہ گویا اس کام سے کبھی کوئی واسطہ ہی نہ تھا..... بالکل ہر چیز سے بے گانہ بن جاتیں....."

ف: کاش مسلمانوں کی تمام عورتوں میں دین کا یہی شغف پیدا ہو جاتا پھر مسلمانوں کے اعمال و اخلاق میں دیکھتے ہی دیکھتے ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا اور پوری مسلمانی دنیا سنور جاتی..... (ماہنامہ دارالعلوم جن اپریل ۱۹۵۵ء)

ایک عجیب واقعہ

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اور میرے دو ساتھی آئے..... قریب تھا کہ بھوک کی وجہ سے ہمارے کان اور آنکھیں ضائع ہو جاتیں تو ہم اپنے آپ کو صحابہ پر پیش کرنے لگے ہمیں کسی نے قبول نہ کیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے سامان کے پاس لے گئے حالت یہ تھی کہ آپ کے گھر والوں کے پاس تین بکریاں تھیں جن کے دودھ پر ان کا گزارہ تھا..... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان دودھ تقسیم فرما دیتے تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ رکھتے تھے آپ تشریف لاتے تو ایسا سلام کرتے جسے جاگنے والے سن لیتے اور سونے والے بیدار نہ ہوتے..... شیطان نے مجھے کہا اگر تو یہ گھونٹ بھی پی لے تو کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس جائیں گے تو وہ آپ کو کھلا پلا دیں گے یہ خیال مجھے آتا رہا حتیٰ کہ میں نے آپ کا حصہ پی لیا..... جب پی لیا تو ندامت ہوئی اور کہا میں

نے کیا کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے اور اپنا حصہ دودھ نہیں پائیں گے تو مجھے بددعا دیں گے اور میں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔... میرے دونوں ساتھی اپنا اپنا حصہ پی کر سو گئے مگر مجھے نیند نہ آئی... میرے اوپر میرا ایک کمبل تھا کہ اگر میں اسے سر پر ڈالتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں چھپاتا تو سر ننگا ہو جاتا.... چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول تشریف لائے ...اور جو اللہ نے چاہا آپ نے نوافل پڑھے پھر اپنے دودھ کی طرف دیکھا تو نہ پایا اور اپنا دست مبارک اٹھایا میں نے عرض کیا آپ ابھی مجھ پر بددعا کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ اے اللہ جس نے مجھے کھلایا تو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تو اسے پلا.... میں نے کپڑے کا کنارہ پکڑ کر عمامہ بنایا اور بکریوں کی طرف جا کر انہیں ٹٹولنے لگا کہ کون سی موٹی ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کروں ان سب میں دودھ اکٹھا ہو چکا تھا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کا برتن لیا جس میں وہ دودھ نکالا کرتے تھے.... میں نے اس میں دودھ نکالا حتیٰ کہ جھاگ اس سے اوپر اٹھ آئی.... پھر میں وہ دودھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا تو آپ نے نوش فرمایا پھر آپ نے مجھے تھما دیا تو میں نے پیا.... پھر میں نے آپ کو پیش کیا تو آپ نے نوش فرمایا پھر آپ نے مجھے تھمایا تو میں نے پیا پھر میں ہنسنے لگا حتیٰ کہ زمین پر گر گیا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقداد! اپنے کپڑے سنوارو" پھر میں نے جو کیا تھا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نہیں تھی مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت.... اگر تم اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی جگا لیتے تو انہیں بھی پلا ہوتا.... میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا جب میں نے آپ کو پلا دیا اور آپ کا بچا ہوا خود پی لیا تو مجھے اب کسی کی پرواہ نہیں کہ کون رہ گیا!؟ (۲۱۲ روشن ستارے)

تین اہم نصیحتیں

حضرت بلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں... میں نے دیکھا ظہر کی اذان کا وقت

ہونے والا ہے... میں نے شیخ سے کہا: کچھ نصیحت فرما دیجئے؟... تین نصیحتیں فرمائیں...

۱- لا یغرنک یا هلال کثرة ثناء الناس علیک ... فان الناس لا یعمون منک الا ظاهرک...

"اے ہلال! تمہیں لوگوں کی تعریف اپنے بارے میں دھوکہ نہ دے کہ لوگ تمہاری خوب تعریف کریں اور تم اپنے آپ کو ہی کچھ سمجھنے لگ جاؤ... اس لیے کہ لوگ تو صرف تمہارے ظاہر کو ہی جانتے ہیں..."

۲- واعلم انک صائر الی عملک...

"یہ بات یاد رکھنا کہ جیسے تمہارے اعمال ہوں گے... ویسے ہی تمہارا انجام ہوگا..."

۳- وان کل عمل لا یبتغی به وجه الله یضمحل...

"(اور ہر کام اللہ کو راضی کرنے کے لیے کیا کرو اس سے) کہ ہر وہ کام جو اللہ کی رضا کے لیے نہ کیا جائے وہ بے کار ہو جاتا ہے..."

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے استغناء کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن کے مولوی نواب فیض الدین صاحب ایڈووکیٹ کی لڑکی کی شادی میں تشریف لے گئے..... چونکہ نواب صاحب اور ان کے خاندان کو علمائے دیوبند کے ساتھ قدیم رابطہ اور قلبی علاقہ تھا..... اس لئے شاہ صاحب حیدر آباد دکن تشریف لے گئے..... دوران قیام میں بعض لوگوں نے چاہا کہ حضرت شاہ صاحب اور نظام حیدر آباد دکن کی ملاقات ہو جائے..... حضرت علامہ انور شاہ صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی فرمایا......

"مجھ کو ملنے میں عذر نہیں لیکن اس سفر میں میں نہیں ملوں گا کیونکہ اس سفر کا مقصد نواب صاحب کی بچی کی تقریب میں شرکت تھا اور بس نہ میں اس مقصد کو خالص ہی رکھنا چاہتا ہوں...

چنانچہ ہر چند لوگوں نے کوشش کی اور اور نظام حیدر آباد دکن کا بھی ایما تھا..... مگر حضرت شاہ صاحب کسی طرح رضامند نہیں ہوئے.. (حیات انور صفحہ ۷۰)

حقوق العباد کی اہمیت کا واقعہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک مرتبہ تھانہ بھون سے کہیں باہر جا رہے تھے ایک طالب علم اپنا ٹکٹ نہیں خرید سکا..... حضرت تھانویؒ کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ گارڈ کو کہہ کر ٹکٹ بنوالو..... وہ طالب علم گارڈ کے پاس گیا تو گارڈ نے یہ کہا کہ تم طالب علم ہو تم سفر کرلو میں تمہیں نہیں پوچھوں گا..... اس پر حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہ تو اس کے قبضہ میں نہیں..... اس کے معاف کرنے سے تو معاف نہیں ہو سکتا اس لئے ٹکٹ دے دو.....

چنانچہ گارڈ نے اس کو ٹکٹ بنا دیا..... حضرت تھانویؒ نے اتنے پیسے کا ٹکٹ زائد لے کر ضائع کر دیا جتنا سفر وہ کرایا تھا..... اس واقعہ کو چند حضرات دیکھ رہے تھے..... انہوں نے اپنے دل کی بات کہی کہ..... جب اس طالب علم نے آ کر پہلے یہ کہا کہ گارڈ نے مجھے کرایہ معاف کر دیا ہے تو ہم دل میں بہت خوش ہوئے کہ اس نے غریب پروری کی ہے ایک غریب کی رعایت کی ہے لیکن جب آپ نے فرمایا کہ یہ مالک نہیں ہے..... اس کو اجازت نہیں ہے تو دوسرے کے مال میں رعایت کر سکے ..... تو ہمیں اپنے دل کا روگ معلوم ہوا کہ ہماری نیت خراب تھی۔ (ماہنامہ صادق شوال ۱۴۰۲ھ)

بیت المال امیر المومنین کی جاگیر نہیں

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے خوشخط ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط لکھنے پر مامور کیا تھا..... پھر خلیفہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی انہیں اس کام پر مامور کیا..... حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو بیت المال کا حساب کتاب لکھنے کا کام بھی سپرد کر دیا..... جب حضرت عثمان غنی خلیفہ ہوئے تو بیت المال کے خزانچی حضرت عبداللہؓ بن ارقم ہی ہو گئے.....

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بڑی سخی طبیعت پائی تھی وہ بڑی بڑی رقمیں لوگوں کو انعام و عطیہ میں دیدیتے تھے..... یہ خرچ تو وہ اپنے ذاتی مال سے کرتے تھے لیکن کبھی کبھی بیت المال سے مستعار لے لیتے تھے..... ایک مرتبہ انہوں نے اپنے ایک عزیز کو بہت بڑی رقم بطور عطیہ دینا منظور کی..... حضرت عبداللہؓ بن ارقم خلیفہ عمر فاروقؓ کے دور کو دیکھ چکے تھے کہ وہ بیت

المال کے برتن میں پانی پینا بھی پسند نہیں کرتے تھے.... ان کے خرچ کرنے کے طریقے جانتے تھے.... چنانچہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے حکم کے مطابق یہ رقم نہیں دی.... حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہؓ بن ارقم کو تحریر لکھ دیا: "عبداللہ! تم ہمارے خزانچی ہو جیسے ہم حکم دیں تم کو اسی طرح پورا کرنا چاہئے بیت المال کی رقم کس مصرف پر خرچ ہو یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے تمہارا نہیں.... اب تم فوراً میرے حکم کے مطابق یہ رقم ادا کر دو".... حضرت عبداللہؓ بن ارقم نے جواب میں کہا "یا امیر المومنین! معاف فرمائیں میں آپ کا ذاتی خزانچی نہیں ہوں.... آپ کا خزانچی تو آپ کا غلام ہو سکتا ہے میں تو مسلمانوں کا خزانچی ہوں اور اس طرح کے اخراجات میں اپنے ہاتھ سے کرنا مسلمانوں کے ساتھ خیانت سمجھتا ہوں".... یہ کہہ کر وہ بیت المال کی چابی منبر نبوی پر رکھ کر اپنے گھر چلے گئے.... (الفتنۃ الکبریٰ۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین)

قیمتی اقوال

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے.... کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے؟ فرمایا:....

المعرفة رأس مالي	(اصل سرمایہ) تو	معرفت ہے....
والعقل أصل ديني	میرے دین کی جڑ	عقل ہے....
والحب أساسي	میری بنیاد	محبت ہے....
والشوق مركبي	میری سواری	شوق ہے....
وذكر الله أنيسي	میرا انیس	ذکر الٰہی ہے....
والثقة كنزي	میرا خزانہ	اعتماد برضا ہے....
والحزن رفيقي	میرا ساتھی	غم دل ہے....
والعلم سلاحي	میرا ہتھیار	علم ہے....
والصبر ردائي	میرا لباس	صبر ہے....
والرضاء غنيمتي	میرا مال غنیمت	رضائے الٰہی ہے....

والعجز فخری — میرا فخر — عجز بدرگاہ ربانی ہے...

والزھد حرفتی — میرا پیشہ — زہد ہے...

والیقین قوتی — میری خوراک — یقین ہے...

والصدق شفیعی — میرا شفیع — صدق ہے...

والطاعۃ قوحبی — میرا آمدوخت — طاعت الٰہی ہے...

والجھاد خلقی — میرا خلق — جہاد ہے...

وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ — میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے...

عالمگیر رحمہ اللہ کی عالمگیر حکمت

عالمگیر رحمہ اللہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ عالم گیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں علماء اس قدر کس مپرسی میں مبتلا ہو گئے کہ انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں تھا عالم گیر رحمہ اللہ چونکہ خود عالم تھے اہل علم کی عظمت کو جانتے تھے انہوں نے کوئی بیان وغیرہ اخبارات میں شائع نہیں کرایا کہ علماء کی قدر کرنی چاہیے....

بلکہ یہ تدبیر اختیار کی کہ جب نماز کا وقت آ گیا تو عالم گیر رحمہ اللہ نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آج فلاں والی ملک جو دکن کے نواب ہیں وہ ہمیں وضو کرائیں چنانچہ جو دکن کے والی تھے انہوں نے سات سلام کئے کہ بڑی عزت افزائی ہوئی کہ بادشاہ سلامت نے مجھے حکم دیا کہ میں وضو کراؤں.... وہ سمجھے کہ اب کوئی جاگیر ملے گی بادشاہ بہت راضی ہے.... نواب صاحب فوراً پانی کا لوٹا بھر لائے اور آ کر وضو کرانا شروع کر دیا....

عالمگیر رحمہ اللہ نے پوچھا کہ وضو میں فرض کتنے ہیں؟ انہوں نے ساری عمر بھی وضو کیا ہوتا تو انہیں خبر ہوتی...اب وہ حیران! کیا جواب دیں.... پوچھا واجبات کتنے ہیں؟ کچھ پتہ نہیں.... پوچھا سنتیں کتنی ہیں؟ جواب ندارد....

عالمگیر رحمہ اللہ نے کہا بڑے افسوس کی بات ہے کہ لاکھوں کی رعیت کے اوپر تم حاکم ہو...لاکھوں کی گردنوں پر حکومت کرتے ہو اور مسلم تمہارا نام ہے.... تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ وضو

میں فرض... واجب.... سنتیں کتنی ہیں.... مجھے امید ہے کہ میں آئندہ ایسی صورت نہ دیکھوں....

دوسرے کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ان سے کہا: آپ ہمارے ساتھ افطار کریں اس نے کہا جہاں پناہ یہ تو عزت افزائی ہے.... ورنہ فقیر کی ایسی کہاں قسمت کہ بادشاہ سلامت یاد کریں.... جب افطار کا وقت ہوا تو عالمگیر رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ مفسدات صوم جن سے روزہ فاسد ہوتا ہے کتنے ہیں؟

انہوں نے کبھی اتفاق سے روزہ ہی نہیں رکھا تھا.... انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ روزے کے مفسدات کیا ہیں.... اب دوسرے صاحب چپ ہیں.... کیا جواب دیں!!

عالمگیر رحمہ اللہ نے کہا بڑی شرم کی بات ہے کہ تم مسلمانوں کے امیر والی ملک اور نواب کہلاتے ہو.... ہزاروں آدمی تمہارے حکم پر چلتے ہیں.... تم مسلمان.... ریاست کے والی ہو اور تمہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ روزہ فاسد کن کن چیزوں سے ہوتا ہے؟!

اسی طرح کسی سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا تو زکوٰۃ کا مسئلہ نہ آیا.... کسی سے حج وغیرہ کا غرض سارے فیل ہوئے اور عالمگیر رحمہ اللہ نے سب کو یہ کہا کہ آئندہ میں ایسا نہ دیکھوں....

بس جب یہاں سے امراء واپس ہوئے اب انہیں مسائل معلوم کرنے کی ضرورت پڑی تو علماء کی تلاش شروع ہوئی اب علماء نے ناز شروع کئے کسی نے کہا ہم پانچ سو روپے تنخواہ لیں گے انہوں نے کہا حضور! ہم ایک ہزار روپیہ تنخواہ دیں گے اس لئے کہ جاگیریں جانے کا اندیشہ تھا پھر بھی علماء نہ ملے تمام ملک کے اندر اہل علم حضرات کی تلاش شروع ہوئی جتنے علماء طلباء تھے سب ٹھکانے لگ گئے بڑی بڑی تنخواہیں جاری ہوگئیں اور ساتھ ہی یہ کہ جتنے امراء تھے انہیں مسائل معلوم ہوگئے اور دین پر انہوں نے عمل شروع کردیا.... (از اصول معاشی)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے اسلام تک پہنچنے کا واقعہ

ابوالطفیل عامر بن واثلہ نے بیان کیا مجھ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں جی والوں میں سے تھا اور میرے قصبہ والے چتکبرے گھوڑے کی عبادت کرتے تھے.... اور میں سمجھتا تھا کہ یہ کسی حقیقت پر نہیں.... مجھے بتایا گیا جس دین کا

تو طلب کا رخ مغرب کی سمت میں ہے تو میں نکل پڑا حتیٰ کہ میں موصل کی سرزمین کے قریب
پہنچ گیا میں نے وہاں کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو مجھے ایک
عبادت خانہ میں رہنے والے ایک آدمی کا بتایا گیا..... میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا
میں مشرق کا آدمی ہوں اور خیر کی طلب میں آیا ہوں..... اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں
آپ کے ساتھ رہ کر آپ کی خدمت کروں اور اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو عطا فرمایا ہے آپ
مجھے سکھا دیں؟ اس نے کہا درست ہے..... پھر اس نے میرے لئے بھی..... وہی روزینہ
جاری کرا دیا جیسا اس کے لئے جاری تھا..... اسی طرح جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا میں اس
کے ساتھ رہا پھر اس کی موت آ پڑی..... جب اس کا انتقال ہونے لگا تو میں اس کے
سرہانے بیٹھ کر رونے لگا..... اس نے کہا کس وجہ سے روتے ہو؟ میں نے کہا میں نے خیر کی
تلاش میں اپنا وطن چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی صحبت عطا کی اور آپ نے مجھے اچھے
طریقے سے رکھا اور جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا تھا آپ نے وہ مجھے سکھایا اور اب آپ
پر موت طاری ہو رہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا تم فلاں
فلاں مقام پر میرے بھائی کے پاس چلے جاؤ اور اسے میرا سلام کہہ کر اسے بتانا کہ میں نے
تمہیں اس کی طرف آنے کی وصیت کی تھی اور اسی کی صحبت میں رہنا بے شک وہ حق پر
ہے..... پس جب وہ فوت ہو گیا تو میں چل پڑا حتیٰ کہ وہاں پہنچ گیا جہاں کا اس نے مجھے بتایا
تھا..... میں نے کہا آپ کا فلاں بھائی آپ کو سلام کہتا تھا..... اس نے کہا اور اس پر بھی سلام
ہو..... اس کا کیا ہوا؟ میں نے کہا وہ فوت ہو گیا ہے اور میں نے پورا قصہ سنا کر اسے بتایا
کہ اس نے مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا تھا چنانچہ اس نے مجھے قبول کر لیا اور اچھے
طریقے سے رکھا اور مجھ پر اسی طرح کا (سامان ضرورت) جاری کرا دیا جیسا دوسروں کے
لئے مقرر تھا..... جب اسے موت آنے لگی تو میں اس کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگا تو اس نے
پوچھا تجھے کیا چیز رلاتی ہے؟ میں نے جواب دیا..... میں اپنے ملک سے آیا اور اللہ تعالیٰ نے
مجھے فلاں کی صحبت عطا کر دی اور اس نے مجھے اچھے طریقے سے رکھا اور جو اللہ تعالیٰ نے اسے
علم عطا کیا تھا اس نے مجھے سکھایا..... پھر جب اس کی موت آنے لگی تو اس نے مجھے آپ کی

طرف آنے کی وصیت کی ... چنانچہ آپ نے مجھے اچھے طریقے سے رکھا اور اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو عطا کیا ہے وہ مجھے سکھایا اور اب آپ کی موت آنے لگی ہے تو میں نہیں جانتا کہ میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا تم روم میں داخل ہونے کے راستے کے مقام پر میرے بھائی کے پاس چلے جانا اس کے پاس جا کر اسے میرا سلام کہنا اور بتانا کہ میں نے تمہیں اس کی صحبت میں رہنے کا حکم دیا ہے..... پھر تم اسی کی صحبت میں رہنا کیونکہ وہ حق پر ہے.....

جب وہ فوت ہو گیا تو میں چل پڑا حتیٰ کہ جو آدمی اس نے بتایا تھا وہاں پہنچ گیا اور اس سے کہا آپ کا فلاں بھائی آپ کو سلام کہتا تھا اس نے کہا وعلیہ السلام..... اس کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا وہ فوت ہو گیا ہے اور اسے اپنا سارا قصہ سنایا اور بتایا کہ اس نے مجھے آپ کی صحبت میں رہنے کا حکم کیا ہے..... تو اس نے مجھے قبول کر لیا اور مجھے اچھے طریقے سے رکھا اور جو علم اللہ تعالیٰ نے اسے دیا تھا مجھے سکھایا.....

جب اس کو موت آنے لگی تو میں اس کے سرہانے بیٹھ کر رونے لگا..... اس نے پوچھا کس وجہ سے روتے ہو؟ میں نے اسے اپنا قصہ سنایا پھر کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی صحبت عطا کی اور اب آپ کو موت آ رہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا کہیں نہ جانا کیونکہ اب حالت یہ ہے کہ میں کسی آدمی کو نہیں جانتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر باقی ہو لیکن یہ تہامہ کی سرزمین میں ایک نبی کے آنے کے حالات ہیں..... لہٰذا تم میرے حجرہ میں رہنا اور جو بھی تاجر تیرے پاس سے گزرے اس سے پوچھتا اور روم میں جانے کے لئے اہل حجاز کے تاجروں کا راستہ وہی تھا..... لہٰذا اہل حجاز میں سے جو تیرے پاس آئے اس سے پوچھنا کیا تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ پس جب وہ تجھے بتائیں کہ ان میں وہ شخصیت آ چکی ہے تو اس کے پاس چلا جانا وہ وہی ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی تھی اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی اور وہ ہدیہ سے کھائے گا..... صدقہ نہیں کھائے گا.....

چنانچہ اس کا انتقال ہو گیا اور میں اسی جگہ پر رہا جو بھی میرے پاس سے گزرتا میں اس سے پوچھتا کہ تم کون سے علاقہ سے آئے ہو..... یہاں تک کہ مکہ والوں میں سے کچھ

لوگ میرے پاس سے گزرے تو میں نے ان سے پوچھا کون سے ملک سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا نجد سے.... میں نے پوچھا تم میں کوئی ایسا آدمی سامنے آیا ہے جو کہتا ہو کہ میں نبی ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں.... میں نے کہا کیا تمہیں یہ منظور ہے میں تم میں سے کسی کا اس شرط پر غلام بن جاؤں کہ وہ مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لے اور مجھے بچے کھچے ٹکڑے کھلاتا رہے اور اس طرح مکہ پہنچا دے.... جب وہ مجھے مکہ لے جائے تو اس کی مرضی ہے چاہے تو مجھے بیچ دے اور چاہے تو اپنے پاس رکھے.... ان میں سے ایک نے کہا میں تیار ہوں تو میں اس کا غلام ہو گیا وہ مجھے اپنے ساتھ اٹھانے لگا اور ٹکڑے کھلانے لگا حتیٰ کہ میں مکہ آ گیا.... جب میں مکہ آ گیا تو اس نے مجھے دوسرے حبشیوں کے ساتھ اپنے باغ میں ٹھہرا دیا پھر میں ایک دفعہ نکلا اور مکہ میں گھوما تو میرے ملک والوں کی ایک عورت ملی تو میں نے اس سے پوچھا اور گفتگو کی.... معلوم ہوا کہ اس کے غلام اور گھر والے سب مسلمان ہو چکے ہیں اور میں نے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کیا تو اس نے بتایا کہ جب مکہ کی چڑیاں چہکتی ہیں تو آپ اپنے اصحاب کے ساتھ حطیم میں بیٹھتے ہیں حتیٰ کہ جب فجر روشن ہو جاتی ہے تو متفرق ہو جاتے ہیں.... تو میں اس رات آتا جاتا رہا اس وجہ سے کہ میرے ساتھی کہیں مجھے غائب نہ سمجھیں.... انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہے؟ میں نے کہا میرے پیٹ میں تکلیف ہے پس جب وہ گھڑی آئی جس کا اس نے مجھے بتایا تھا کہ اس میں آپ تشریف فرما ہوتے ہیں تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ حطیم میں اپنی چادر کمر و گھٹنوں کے گرد باندھ کر بیٹھے تھے اور آپ کے اصحاب سامنے بیٹھے تھے.... میں آپ کے پیچھے سے گیا تو آپ نے میرا مقصد جان لیا اور اپنی چادر چھوڑ دی اور وہ گر پڑی تو میں نے آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھ لی.... میں نے دل میں کہا اللہ اکبر یہ ایک نشانی ہو گئی.....

پھر جب اگلی رات آئی تو میں نے اسی طرح کیا جب گزشتہ رات کیا تھا تاکہ میرے ساتھی مجھے نہ ڈھونڈیں.... میں نے کچھ کھجوریں جمع کیں اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا وقت ہوا میں نے کھجوریں آپ کے سامنے رکھ دیں.... آپ نے دریافت فرمایا

کیا ہے میں نے کہا صدقہ ہے..... آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کھاؤ! اور اپنا ہاتھ نہ بڑھایا..... میں نے دل میں کہا اللہ اکبر یہ دونشانیاں پوری ہوگئیں جب اگلی رات آئی تو میں کچھ کھجوریں جمع کیں پھر آپ جس وقت تشریف رکھتے تھے اس میں آیا اور کھجوریں آپ کے سامنے رکھ دیں..... آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہدیہ ہے تو آپ نے بھی تناول فرمائیں اور اصحاب نے بھی..... میں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ماجرا دریافت فرمایا تو میں نے آپ کو بتا دیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "جاؤ اور اپنے آپ کو خرید لے"..... میں اپنے مالک کے پاس گیا اور کہا تم مجھے بیچ دو..... اس نے کہا درست ہے میں تجھے تیرا نفس اس کے عوض بیچتا ہوں کہ تو مجھے کھجور کے سو درخت کاشت کر دے جب وہ پھل اٹھائیں اور ان کا پھل واضح ہو جائے تو گٹھلی کے برابر سونا لا دے..... میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو بتایا..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے جو مانگا ہے وہ دینے کا وعدہ کرلو اور میرے پاس اس کنوئیں کے پانی کا ایک ڈول لاؤ جس سے اس باغ کو پانی دیا جاتا ہے..... پھر میں مالک کے پاس گیا اور اس سے اپنا آپ خرید لیا اور جو اس نے مانگا تھا اس کی شرط منظور کرلیا اور اس کنوئیں کے پانی کا ایک ڈول لایا جس سے باغ کو سیراب کیا جاتا تھا..... وہ پانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں میرے لئے دعا فرمائی..... اور میں نے جا کر اس پانی سے درختوں کو لگایا..... اللہ کی قسم ان سے ایک درخت بھی ضائع نہیں ہوا..... پھر جب کھجوروں کا پھل واضح ہو گیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں خبر دی کہ کھجوروں کا پھل واضح ہو چکا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے گٹھلی کی مقدار سونا منگایا اور مجھے عطا فرمایا..... میں اس سونے کو اپنے مالک کے پاس لے گیا اور اسے ترازو کے ایک پلہ میں رکھا اور اس نے اپنی گٹھلی دوسرے پلہ میں رکھی..... اللہ کی قسم وہ پلہ زمین سے نہ اٹھا..... پھر (بچا ہوا کو) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا تو

فرمایا اگر تم اس سے اتنے اتنے وزن کی شرط کر لیتے تو بھی پلڑا اس پر بھاری ہو جاتا..... پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا اور آپ کے ساتھ رہنے لگا.....

ابوالطفیل البکری کہتے ہیں حضرت سلمان الخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتلایا کہ وہ اصفہان کے شہر جی کے رہنے والے تھے..... میں سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو میں ایک آدمی کے پاس گیا جو لوگوں سے بات نہیں کرتا تھا..... بات کرنے سے تنگ ہوتا تھا..... میں نے اس سے پوچھا کون سا دین افضل ہے؟ اس نے کہا تم یہ بات کیوں پوچھتے ہو..... کیا تو اپنے والد کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرنا چاہتا ہے؟ میں نے کہا نہیں لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے اور افضل دین کون سا ہے؟ اس نے کہا میں اس کے جواب کے لئے موصل کے راہب کے علاوہ کسی کو مناسب نہیں جانتا..... تو میں اس راہب کی طرف نکل پڑا..... وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہ دنیا سے کنارہ کش ہو چکا ہے دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے..... میں بھی اسی کی طرح عبادت کرنے لگا اور اس کے ہاں تین سال رہا پھر اس کا انتقال ہونے لگا تو میں نے پوچھا مجھے تم کس کے ہاں جانے کی وصیت کرتے ہو؟ کہا میں اہل مشرق میں سے کسی کو اس راہ پر نہیں پاتا جس پر میں ہوں لہٰذا تم اس جزیرہ سے آگے ایک راہب ہے تم اس کے پاس جانا اور اسے میرا سلام کہنا پس میں اس کے پاس گیا اور اسے اس کے سلام پہنچائے اور بتایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے..... اس کے ہاں بھی میں تین سال رہا پھر وہ فوت ہونے لگا تو میں نے پوچھا..... آپ مجھے کس کے پاس جا رہنے کا حکم فرماتے ہیں؟ کہا میں زمین والوں میں سے کسی کو اس راہ پر نہیں پاتا جس پر میں ہوں سوائے عموریہ کے ایک راہب کے جب بہت بوڑھا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ تو اس کے پاس پہنچ پائے گا یا نہیں؟ پس میں اس کے پاس گیا..... میں اس کے ہاں ٹھہرا وہ تو بڑا خوشحال آدمی تھا..... جب اس کی وفات کا وقت آیا..... میں نے اس سے پوچھا آپ مجھے کہاں جانے کی وصیت کریں گے؟ اس نے کہا میں زمین والوں میں سے کسی کو اس دین پر نہیں پاتا جس پر میں ہوں لیکن تو ایسا زمانہ پائے گا جس

میں ایک آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام والے گھر سے نکلے گا اور میں نہیں سمجھتا کہ تو اس کا
زمانہ پائے گا..... لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ میں اسے پاؤں گا..... لہٰذا اگر تو اس کے ساتھ
ہونے پر قادر ہو سکے تو کر لینا کیونکہ سچا دین اسی کا ہوگا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اس کی قوم کہے
گی یہ جادوگر و مجنون اور کاہن ہے اور وہ ہدیہ کے مال سے کھائے گا صدقہ سے نہیں کھائے
گا اور اس کے کندھے کی نرم ہڈی کے پاس نبوت کی مہر ہوگی..... پس میں ان حالات میں تھا
کہ مدینہ سے ایک قافلہ آیا..... میں نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم مدینہ والوں میں
سے ہیں اور ہم تجارت پیشہ لوگ ہیں ہمارا گزر بسر تجارت سے ہوتا ہے لیکن حضرت ابراہیم
علیہ السلام والے گھر سے ایک آدمی نمودار ہوا اور وہ اپنی قوم سے لڑائی کرتا ہوا ہمارے پاس آیا
ہے ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ آدمی ہماری تجارت میں رکاوٹ نہ بن جائے لیکن اس نے مدینہ کو
منزل بنایا ہے..... میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا لوگ
کہتے ہیں یہ جادوگر ہے..... مجنون ہے اور کاہن ہے..... میں نے کہا یہ تو پکی نشانی ہے تم مجھے
اپنے امیر سے ملواؤ..... تو میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا مجھے مدینہ تک لے چلو..... اس
نے کہا تو مجھے کیا دے گا؟ میں نے کہا میں آپ کو دینے کے لئے کوئی چیز نہیں رکھتا سوائے اس
کے کہ میں آپ کا غلام ہوں..... اس پر وہ مجھے سوار کر کے ساتھ لے گیا..... جب مدینہ آ گیا تو
اس نے مجھے کھجوروں کے باغ میں رکھ لیا اور میں اس کے باغ کو پانی دیتا تھا جیسے اونٹ پانی
کھینچتا ہے حتیٰ کہ اس وجہ سے میری پیٹھ اور سینہ زخمی ہو گئے اور مجھے کوئی آدمی نہیں ملتا تھا جو
میری بات سمجھے..... حتیٰ کہ ایک فارسی بڑھیا پانی پینے آئی..... اس سے میں نے بات کی تو وہ
میری بات سمجھ گئی تب میں نے اس سے کہا وہ آدمی کہاں ہے جو (نیا دین لیکر) آیا ہے؟ مجھے
اس کا پتہ بتا..... اس نے کہا وہ صبح سویرے تیرے پاس سے گزرے گا جبکہ وہ دن کے شروع
میں صبح کی نماز پڑھتا ہے..... پس میں گیا اور کھجوریں جمع کیں جب صبح ہوئی تو میں گیا اور
کھجوریں انہیں پیش کیں..... انہوں نے پوچھا کیا یہ صدقہ ہے یا ہدیہ ہے؟ میں نے اشارہ
کیا کہ صدقہ ہے تو فرمایا ان کے پاس لے جاؤ..... آپ کے اصحاب آپ کے پاس بیٹھے

تھے... انہوں نے کھائیں آپ نے نہ کھائیں.... میں نے کہا یہ نشانی پوری ہو گئی... جب اگلا دن تھا تو میں کھجوریں لے گیا... پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ ہدیہ ہے تو آپ نے تناول فرمائیں اور اپنے اصحاب کو بتایا انہوں نے بھی کھائیں پھر آپ نے مجھے مہر نبوت دیکھنے کی کوشش کرتے دیکھا تو سمجھ گئے اور اپنی چادر مبارک ہٹا دی.... میں مہر نبوت کو چومنے اور چمٹنے لگا تو فرمایا تجھے کیا... آپ نے پوچھا تو میں نے اپنا واقعہ سنا دیا... پھر فرمایا تم نے ان سے شرط کی تھی کہ تم ان کے غلام ہو.... اب اپنے آپ کو ان سے خرید لو... تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین سو کھجور کے درختوں کے لگانے اور چالیس اوقیہ سونے کے بدلے خرید لیا کہ اس کے بعد وہ آزاد ہو گا.... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پودے لگاؤ تو حضرت سلمان نے لگا دیے پھر جا کر کنوئیں میں ڈول ڈالو جب وہ بھر جائے تو کھینچ لو.... پس جب ڈول بھرتا تو خود بخود اوپر اٹھ آتا پھر پودوں کی جڑوں میں ڈالی.... حضرت سلمان نے ایسا ہی کیا تو بہت جلدی پودے لگ گئے سب نے کہا سبحان اللہ ہم نے اس جیسا غلام نہیں دیکھا....
بے شک اس غلام کی عجیب شان ہے اور لوگ اس پر جمع ہو گئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کو سونے کی ایک ٹکڑی دی تو اس میں سے چالیس اوقیہ سونا تھا....

ابو الصعدی کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ مجھے دس سے زیادہ مالکوں نے خریدا و بیچا... (۱۳۔ روشن ستارے)

درد دل کی دولت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں پر فضیلت نماز... روزہ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ درد دل کی وجہ سے تھی... اس لیے یہ ضروری ہے.... کہ اللہ کی محبت کا درد مانگتے رہیں... دنیا کی ہر چیز بن مانگے مل سکتی ہے... ہر تمنا بن کہے پوری ہو سکتی ہے... مگر درد دل بن مانگے نہیں ملتا... یہ مانگنے سے بلکہ بار بار مانگنے سے ملتا ہے... جتنی طلب زیادہ ہوتی ہے... اور تڑپ میں شدت پیدا ہوتی ہے... اتنا جلدی فائدہ حاصل ہوتا ہے...

اگر کسی کو درد دل نصیب ہو جائے... تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے... انسان کی عبادت میں اور اس کے اعمال میں اس وقت تک جان پیدا نہیں ہوتی... جب تک دل میں اللہ کی محبت کا درد نہ ہو... دل میں اللہ کی محبت ہو تو نیکی کام کرنے کو خود بخود دل چاہتا ہے... عبادت بوجھ نہیں محسوس ہوتی بلکہ اپنے محبوب سے ملانے کا ایک بہانہ بن جاتی ہے... درد کا حصول بھی انسان کی پیدائش کے مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد ہے... جس کے لیے ہم سب نے جدوجہد کرنی ہے...

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

دریائے نیل کے نام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیم عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا... ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارہویں تاریخ کو ایک کنواری لڑکی کو چنتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو.... اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے بہت قیمتی زیور پہنا کر... بناؤ سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا پانی چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا نہیں... سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے تم ایسا نہیں کر سکتے.... وہ باز رہے....

دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا... مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے لوگ تنگ آ کر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں... یہاں کی بود و باش ترک کر دیں... اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ

نے جو کیا تھا کیا... اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر دریائے نیل میں ڈال دو... حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ: خط ہے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف... بعد حمد و صلوٰۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے بہہ رہا ہے تو خیر نہ بہہ... اور اگر اللہ تعالیٰ واحد و قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے... یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریائے نیل میں ڈال دیا... ابھی ایک رات بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرائی کا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے... گرانی ارزانی سے بدل گئی... خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا... اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کو ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۱۳)

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان بن عبدالملک بڑا خوبصورت تھا... وہ ایک وقت میں چار نکاح کرتا تھا... چار دن کے بعد چاروں کو طلاق دے کر چار اور کرتا تھا پھر ان کو طلاق دے کر چار اور کرتا تھا... باندیاں الگ تھیں... لیکن ۳۵ سال کی عمر میں مر گیا... چالیس سال بھی پورے نہیں کیے دنیا میں... کتنی عیاشی کی انہوں نے... اس کے مقابل عمر بن عبدالعزیز ۳۱ سال ان کے بھی پورے نہیں ہوئے... لیکن اس نے اللہ کو راضی کرنا شروع کر دیا... اب دیکھئے کہ جب سلیمان کو قبر میں رکھنے لگے تو اس کا جسم ہلنے لگا... تو اس کے بیٹے ایوب نے کہا... میرا باپ زندہ ہے... حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا... عجل اللّٰہ بالعقوبۃ... بیٹا! تیرا باپ زندہ نہیں ہے... عذاب جلدی شروع ہو گیا ہے... جلدی دفن کرو۔

بے مثال سخاوت

نام بھی مظفر تھا اور رہتے بھی مظفر نگر میں تھے... پورا نام تھا "نواب مظفر علی خان"

مظفر نگر آج کل تو ہندوستان میں ایک ضلع ہے.... ان بھلے وقتوں میں نواب صاحب کی جاگیر تھی.... نواب صاحب کو تعمیرات کا شوق تھا.... اسی شوق بے تابی کیلئے اپنے ایک وسیع وعریض باغ کے بیچوں بیچ ایک بنگلہ بنوایا.... خرچ بھی خوب کیا اور نگرانی بھی خود کی.... بن کر تیار ہوا تو دیکھنے والوں نے کہا: "کہنے کو تو بنگلہ ہے مگر حقیقت میں محل ہے".... واقعتاً بھی ایسے ہی لوگ دیکھتے اور دانتوں تلے انگلیاں دبا لیتے....

نواب صاحب کا ارادہ تھا کہ اس کا افتتاح بڑی شان و شوکت سے کریں گے.... اسی ارادے کے پیش نظر صفائیاں دھلائیاں وغیرہ ہو رہی تھیں.... ریشمی پردے اور فرش فروش بچھائے جا رہے تھے.... آرائش و زیبائش کا کام آخری مراحل میں تھا کہ انہی دنوں مظفر نگر کے رہائشی ایک غریب آدمی کی بیٹی کی شادی طے پا گئی.... لڑکے والوں نے کہا: ہم بارات میں سو آدمی لائیں گے.... لڑکی والوں کو پریشانی تھی کہ بارات ٹھہرائیں گے کہاں؟ اس زمانے میں میرج ہال تو تھے نہیں.... غریب باپ اسی سوچ اور فکر میں غلطاں تھا کہ ایک خیر خواہ ہمسائے نے کہا "بارات ٹھہرانے کی جگہ تو میں بتا دیتا ہوں تمہیں اگر...."

غریب باپ نے حیران اور سوالیہ نگاہوں سے اپنے خیر خواہ کو دیکھا اور پوچھا: "لیکن اگر کیا؟"

"اگر تمہاری قسمت اچھی ہوا اور نواب مظفر خان مان جائیں".... "کیا مطلب؟"

مطلب یہ کہ نواب صاحب نے جو نیا بنگلہ بنایا ہے وہ بالکل خالی ہے.. انہوں نے ابھی اس میں رہائش تو اختیار نہیں کی.... ایک دو دن تمہاری بیٹی کی بارات ٹھہر جائے تو کوئی مسئلہ نہیں.. صفائیاں وغیرہ تو ویسے بھی ابھی ہو رہی ہیں.. نواب صاحب رحم دل اور غریب پرور آدمی تھے.... لڑکی کا باپ نواب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی لجاجت سے اپنی حاجت پیش کر دی....

"بنگلہ میں دے دوں گا مگر ایک شرط ہے".... نواب صاحب نے منہ پکا کر کے کہا.... "سرکار! میں غریب مسکین آپ کی شرط کیا پوری کر سکتا ہوں؟ ویسے جو حکم دیں گے پورا کروں گا".... کریم بخش عرف کریمو نے ہاتھ جوڑ کے کہا.... نواب صاحب مسکرائے اور فرمایا: "جتنے دن بارات ٹھہرے گی اس کا تین وقت کا کھانا بھی میری طرف سے ہوگا".... کریم بخش کی

آنکھوں میں احسان مندی سے آنسو آ گئے۔ بابا نے پگڑی کے پلو سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: نواب صاحب! آپ نے مجھے خرید لیا ہے... میری زندگی بھی نادوں تو آپ کے احسان کا بدلہ نہیں ہو سکتا"... نواب صاحب نے کہا "میاں کریمو! اب میرے بنگلے کا افتتاح تمہاری بیٹی کی بارات سے ہی ہو گا... یہ لو چابیاں اور جہاں مزید صفائی کی ضرورت ہو خود ہی کرلیو!"...

بارات دو دن بنگلے میں ٹھہری اور ترو مرے... پلاؤ اور قورمہ کی دیگیں پک پک کر آتی رہیں... رخصتی کے وقت عورتوں بچوں سمیت ہر باراتی کو ایک ایک جوڑا بھی نواب صاحب کی طرف سے دیا گیا... بارات رخصت ہوئی تو کریم بخش احسان کے بوجھ تلے دب... شکریے کے احساس میں ڈبڈبائی آنکھوں سے نواب صاحب کی خدمت میں چابیاں واپس کرنے گیا تو نواب صاحب نے چابیوں کا گچھا لوٹاتے ہوئے کہا: "میاں! یہ بنگلہ تو باغ سمیت ہم نے تمہاری بیٹی کو دے دیا بلکہ اسی وقت دے دیا تھا جب تم بارات کے ٹھہرانے کی اجازت لینے آئے تھے... اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سخاوت کی دولت سے نوازیں آمین (ضرب مومن)

بسم اللہ کی برکت وتاثیر

ایک عورت کا شوہر منافق تھا اور اس عورت کی یہ عادت تھی کہ ہر چیز پر خواہ وہ قول ہو یا فعل ہو... بسم اللہ کہتی تھی... اس کے شوہر کو اس کی یہ حرکت ناگوار تھی... اس نے سوچا کہ کبھی اسے شرمندہ کروں گا... چنانچہ اس نے اپنی بیوی کو ایک تھیلی دی اور اس سے کہا کہ اس کو محفوظ رکھنا... اس عورت نے اس کو ایک جگہ رکھ کر چھپا دیا... شوہر نے عورت کو غافل پا کر وہ تھیلی اور جو کچھ اس میں تھا... لے لیا اور اس کو کنویں میں پھینک دیا جو اس کے گھر میں تھا... اس کے بعد اس سے وہ تھیلی طلب کی جب وہ عورت اس تھیلی کی جگہ آئی اور بسم اللہ پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ... فوراً نیچے جاؤ اور اس تھیلی کو اسی جگہ پر رکھ دو... اس عورت نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا جہاں اس کو رکھے تھے چنانچہ جس طرح اس نے تھیلی کو رکھا تھا اسی طرح اس کو اٹھایا اور شوہر کے حوالے کر دی... یہ دیکھ کر اس کا شوہر بہت متعجب ہوا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور اس کی طرف رجوع کیا... (حوالہ نوادر قلیوبی)

:۳۷

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا یادگار ماحول

یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے افریقہ میں زکوٰۃ کی تحصیل پر مقرر کیا.... میں نے زکوٰۃ وصول کی.... جب میں نے اس کے مستحق تلاش کئے جن کو وہ رقم دی جائے تو مجھے ایک بھی محتاج نہیں ملا.... اور ایک شخص بھی ایسا دستیاب نہیں ہوا جس کو زکوٰۃ دی جا سکے.... عمر بن عبدالعزیز نے سب کو غنی بنا دیا.... بالآخر میں نے کچھ غلام خرید کر آزاد کئے اور ان کے حقوق کا مالک مسلمانوں کو بنا دیا....

ایک دوسرے قریشی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کی مختصر مدت خلافت میں یہ حال ہو گیا تھا کہ لوگ بڑی بڑی رقمیں زکوٰۃ کی لے کر آتے تھے کہ جس کو مناسب سمجھا جائے دے دیا جائے لیکن مجبوراً واپس کرنی پڑتی تھی کہ کوئی لینے والا نہیں ملتا.... عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں سب مسلمان غنی ہو گئے.... اور زکوٰۃ کا کوئی مستحق نہیں رہا....

ان ظاہری برکات کے علاوہ جو صحیح اسلامی حکومت کا فطری نتیجہ ہے.. بڑا انقلاب یہ ہوا کہ لوگوں کے رجحانات بدلنے لگے.... اور قوم کے مزاج و مذاق میں تبدیلی ہونے لگی.... ان کے معاصر کہتے ہیں کہ ہم جب ولید کے زمانہ میں جمع ہوتے تھے.... تو عمارتوں اور طرز تعمیر کی بات چیت کرتے تھے.... اس لئے کہ ولید کا یہی اصل ذوق تھا.... اور اس کا تمام اہل مملکت پر اثر پڑ رہا تھا.... سلیمان کھانوں اور عورتوں کا بڑا شائق تھا.... اس کے زمانہ میں مجلسوں کا موضوع سخن یہی تھی.... لیکن عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں نوافل و طاعات.... ذکر و تذکرہ.... گفتگو اور مجلسوں کا موضوع بن گیا.... جہاں چار آدمی جمع ہوتے.... تو ایک دوسرے سے پوچھتے کہ رات کو تمہارا کیا پڑھنے کا معمول ہے؟ تم نے کتنا قرآن یاد کیا ہے؟ تم قرآن کب ختم کرو گے؟ اور کب ختم کیا تھا؟ مہینے میں کتنے روزے رکھتے ہو؟؟ (تاریخ دعوت و عزیمت ۱/۵۰)

قوت حافظہ کا عجیب نسخہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ کا نام نمایاں

ہے... حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا تھا... اللہ تعالیٰ نے انہیں کمال کا حافظہ عطا فرمایا تھا... علی بن خشرم کا بیان ہے کہ... میں نے حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں دیکھی... کیونکہ ان کا حافظہ اس قدر تھا کہ انہیں کتاب کی حاجت نہیں تھی... چنانچہ ایک بار میں نے ان سے قوت حافظہ کی دوا دریافت کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا... میری نظر میں گناہوں کے ترک کرنے سے زیادہ کوئی دوائی نہیں ہے... اسی طرح حضرت امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو قوت حافظہ کا نسخہ بتایا ہے... امام شافعی اپنی زبانی سناتے ہیں کہ...

''میں نے حضرت وکیع رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حافظہ کمزور ہونے کی شکایت کی تو انہوں نے گناہ چھوڑنے کی ہدایت کی... کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا نور ہے... اور نور گنہگار کے حصہ میں نہیں آتا...''

عبادت کی برکت

ایک شخص نے ایک غلام خریدا... غلام نے مالک سے کہا کہ اے آقا میں آپ سے تین شرطیں چاہتا ہوں... پہلی شرط یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آ جائے تو مجھے نماز سے نہ روکیں... دوسری شرط یہ ہے کہ آپ مجھ سے صرف دن کو خدمت لیں اور تیسری شرط یہ ہے کہ میرے واسطے ایک کوٹھڑی مقرر کر دیجئے کہ میرے علاوہ دوسرا اس میں نہ داخل ہو سکے... آقا نے یہ سب شرطیں منظور کر لیں... پس غلام نے مکان کی کوٹھڑیوں کا چکر لگایا اور ایک ویران کوٹھڑی کو پسند کیا... آقا نے کہا کہ تم نے یہ ویران کوٹھڑی کیوں پسند کی ہے؟ اس نے کہا کہ اے میرے سردار کیا آپ کو یہ نہیں معلوم کہ ویران مقام اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد ہو جاتا ہے... چنانچہ وہ غلام رات کو اس کوٹھڑی میں رہنے لگا... اتفاقاً اس کے آقا نے ایک رات شراب اور ناچ رنگ وغیرہ کی ایک مجلس منعقد کی... پس جب آدھی رات ہوئی اور اس کے دوست منتشر ہو گئے تو مالک اٹھا اور گھر کا چکر لگایا... جب غلام کے حجرے کی چھت پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس میں نور کی ایک قندیل ہے جو اوپر سے نیچے کو لٹکی ہوئی ہے اور وہ غلام سجدے میں ہے اپنے پروردگار

سے دعا کر رہا ہے.... اور کہہ رہا ہے کہ اے میرے معبود تو نے دن میں مالک کی خدمت میرے ذمہ واجب کردی ہے اگر میرے ذمہ یہ خدمت نہ ہوتی تو رات دن صرف تیری ہی خدمت میں مشغول رہتا.... اے میرے رب تو مجھے معذور رکھ .... لیکن طلوع صبح تک اس منظر کا نظارہ کرتا رہا اس کے بعد وہ قندیل آسمان پر چلی گئی اور چھت بند ہوگئی مالک نے اپنی بیوی سے یہ واقعہ بیان کیا جب دوسری رات آئی تو مالک اور اس کی بیوی حجرے کی چھت پر پہنچے.... دیکھا کہ قندیل لگی ہوئی ہے اور غلام سجدہ اور مناجات میں مشغول ہے.... اگلے دن میاں بیوی نے غلام کو بلایا اور اس سے کہا کہ تو اللہ کے واسطے آزاد ہے تاکہ تو اس ذات پاک کی عبادت کے واسطے فارغ ہو جائے جس سے تو معذرت کرتا تھا اور ان دونوں نے غلام کو اس کی ان کرامات سے باخبر کیا جو انہوں نے گذشتہ رات میں دیکھی تھیں.... غلام نے یہ سن کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ اے میرے معبود میں نے تجھ سے دعا کی تھی کہ میرا راز کسی پر نہ کھولے اور میرا حال ظاہر نہ کیجئے اب جبکہ تو نے اس کو فاش کر دیا ہے تو میری روح قبض کر کے اپنے پاس بلا لے چنانچہ وہ مردہ ہو کر گر پڑا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے .... ([illegible])

تقویٰ کا عجیب واقعہ

حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پر ایک زہریلا قسم کا پھوڑا ہو گیا تھا جس نے رفتہ رفتہ ساری پنڈلی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا.... جب وہ زخم اوپر بڑھنے لگا تو اس وقت مخلصین کے اصرار پر آپ ٹانگ کٹوانے پر راضی ہو گئے....

جب ٹانگ کاٹی گئی تو ڈاکٹروں کو خطرہ تھا کہ شاید آپ جانبر نہ ہو سکیں گے....

کرنل امیر الدین صاحب گھبرائے ہوئے تھے اور ٹانگ کاٹ رہے تھے اور ڈاکٹر یوسف قدیر صاحب ٹانکے لگا رہے تھے اور کرنل ڈاکٹر ضیاء اللہ صاحب نبض پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے.... دونوں سمجھ رہے تھے کہ مفتی صاحب بھی پریشان ہوں گے مگر آپ بالکل مطمئن تھے فرمایا کہ میرے لئے تو آج عید ہے"

ٹانگ کاٹنے کے بعد حسب دستور ڈاکٹروں نے اسکی دوا وغیرہ چاہی تو کہ شدید تکلیف کا

احساس نہ ہو یا ہو تو کم ہو..... مگر حضرت مفتی صاحب نے کوئی ایسی دوا لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا: "مجھے میرے حال پر چھوڑ کر آپ اپنا کام شروع کریں"

ستر برس کی عمر! ڈاکٹر صاحبان بڑے پریشان تھے طوعاً وکرہاً ایک ٹیکہ لگا کر ران کاٹنی شروع کر دی اس میں تقریباً ایک گھنٹہ لگا..... آپریشن کے وقت جس ڈاکٹر نے آپ کے نبض پر ہاتھ رکھا ہوا تھا ان کا بیان ہے کہ: "حیرت ہے کہ آپریشن کے شروع سے اختتام تک نبض کی رفتار میں سر مو فرق نہیں آیا اس آپریشن کے بعد جو درد ہوتا ہے اس کی شدت کا اور کوئی فرد مقابلہ نہیں کر سکتا مگر حضرت جس بشاشت کے ساتھ آپریشن روم میں داخل ہوئے تھے اسی کے ساتھ واپس ہوئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں"

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کو تشریف لائے تو آپ نے اس استقامت کا (جو کہ ٹانگ کٹنے کے وقت تھی) راز پوچھا آپ نے فرمایا: "میں اس وقت اس تکلیف کے اجر جزیل کو خوشی میں جو متشکل ہو کر سامنے آ گیا تھا ایسا محو ہوا کہ مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہو رہا ہے....."

ف: یہ عین الیقین کا مقام تھا کہ تکلیف تک کا احساس نہ ہوا.. (تذکرہ حسن ص ۵۰)

حیرت انگیز ایثار

ابو محمد الازدی نے ایثار و قربانی کا ایک حیرت انگیز واقعہ بیان کیا ہے.... وہ کہتے ہیں:

ایک مرتبہ "مرو کی مسجد" میں آگ لگ گئی... مسلمانوں کو شبہ ہوا کہ یہ حرکت عیسائیوں کی ہے... غصے میں آ کر انہوں نے عیسائیوں کے کلیساؤں اور عبادت گاہوں میں آگ لگا دی اور انہیں جلا ڈالا... وقت کے بادشاہ کو یہ حرکت ناگوار گزری... اس نے ان لوگوں کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا... جنہوں نے عیسائیوں کی عبادت گاہوں میں آگ لگائی اور انہیں جلایا تھا... مسلمانوں کی ایک جماعت اس سلسلے میں گرفتار ہوئی اور سلطان کے سامنے پیش کی گئی... کہ وہ ان کے لیے سزا تجویز کرے... سلطان نے چند پرچیوں پر یہ الفاظ لکھے...

۱- کوڑے کی سزا ۲- ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا ۳- قتل کی سزا

اور یہ پرچیاں گرفتار شدگان پر پھینک دی گئیں... جس کے حصہ میں جو پرچی آئی اس کے لیے وہی سزا نافذ کرنے کا حکم ہوا... جو اس میں لکھی تھی... قتل کی پرچی ایک شخص پر پڑی... اس نے کہا: "خدا کی قسم میں قتل ہونے سے نہیں ڈرتا... لیکن رہ رہ کے مجھے اپنی ماں کا خیال آتا ہے... میرے بعد اس کا کوئی سہارا نہیں رہ جائے گا... نہ کوئی بہن ہے... نہ بھائی... نہ کوئی اور عزیز..."

پاس ہی ایک اور نوجوان موجود تھا... اس پر جو پرچی پڑی تھی... اس میں کوڑے کی سزا لکھی ہوئی تھی... اس نے کہا...

"میری ماں کا انتقال ہو چکا ہے... تم ایسا کرو... اپنی پرچی مجھے دے دو اور میری پرچی تم لے لو... میں قتل ہو جاؤں گا... تم کوڑے کی سزا بھگت لینا..."

اس نوجوان نے اپنے دوست کی پیشکش قبول کر لی... چنانچہ دونوں نے اپنی پرچیاں بدل لیں... وہ جوان قتل کر دیا گیا... اور یہ کوڑے کی سزا بھگت کر... اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا...

حضرت موسیٰ بن نصیرؒ اور خلیفہ سلیمان

حضرت موسیٰ بن نصیر رحمۃ اللہ علیہ بنو امیہ کے دور میں بڑے فاتح ہوئے ہیں ۸۹ھ / ۷۰۸ء میں وہ افریقہ اور مغرب (مراکش) کے والی بنائے گئے... انہوں نے اپنے لڑکوں عبداللہ اور عبدالعزیزؒ کی سرکردگی میں افریقہ... مغرب اوسط اور مغرب اقصیٰ کے بہت بڑے علاقہ کو فتح کیا... پھر انہوں نے اندلس کی فتح کو مکمل کیا... ان کے حوصلہ کا اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یورپ کے ایک بڑے علاقہ کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا ان کا پروگرام تھا کہ اندلس (اسپین) کے بعد فرانس سوئزرلینڈ... اٹلی اور روم وغیرہ کو فتح کرکے قسطنطنیہ ہوتے ہوئے اسلامی دارالخلافت دمشق تک خشکی کا راستہ تیار کیا جائے... اس منصوبہ پر عمل درآمد کے لئے انہوں نے پورے اسپین اور جنوبی فرانس کو فتح کر لیا تھا... لیکن بدقسمتی سے ۹۶ھ/۷۱۵ء میں سلیمان بن عبدالملک نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اسلام کے نامور جرنیلوں محمدؒ بن قاسم... موسیٰ بن نصیر اور قتیبہ بن مسلم وغیرہ کو قتل کرکے اسلامی فتوحات کو روک دیا...

۹۵ھ ۷۱۴ء میں یورپ کی بڑی فتوحات کے بعد یہ بھاری مال غنیمت لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے... اس مال غنیمت میں تیس ہزار غلام اور لونڈیاں اور سونے چاندی کا بڑا انبار تھا... صرف ۲۰ تاج سونے اور عمدہ جواہرات سے جڑے ہوئے تھے ایک ہزار تلواریں سونے اور جواہرات سے جڑی ہوئی تھیں اسی طرح یاقوت موتی سونے کے ڈلے اور چاندی کی بے شمار اشیاء تھیں...

یہ اطلاع پا کر ولی عہد سلیمان بن عبدالملک نے پیغام بھیجا کہ موسیٰ اپنے سفر کی رفتار سست کر دے تاکہ اس کے دمشق پہنچنے سے پہلے ولید کا انتقال ہو جائے... (کیونکہ وہ بستر مرگ پر تھا) اور یہ مال غنیمت سلیمان کو ملے... حضرت موسیٰ نے فرمایا: "میں اپنے محسن کی نافرمانی نہیں کر سکتا"... اور وہ مقررہ وقت پر دمشق پہنچ گئے... (تاریخ اندلس جلد اول)

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی سرعت رفتار

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرئیل علیہ السلام! کبھی تمہیں آسمان سے مشقت کے ساتھ بڑی جلدی اور فوراً بھی زمین پر اترنا پڑا ہے... جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ مجھے فی الفور بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر اترنا پڑا ہے... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... وہ چار مرتبہ کس موقع پر؟

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا ایک تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو میں اس وقت عرش الٰہی کے نیچے تھا... مجھے حکم ہوا کہ جبرئیل! خلیل کے آگ میں پہنچنے سے پہلے پہلے فوراً میرے خلیل کے پاس پہنچو... چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ فوراً خلیل کے پاس پہنچا... دوسری بار جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن اطہر پر چھری رکھ دی گئی تو مجھے حکم ہوا کہ چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچوں اور چھری کو الٹا دوں... چنانچہ میں چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچ گیا اور چھری کو چلنے نہ دیا... تیسری مرتبہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے زمین پر پہنچوں اور کنوئیں سے

ایک پتھر نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو اس پتھر پر پاؤں رکھا دوں... چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا... اور چوتھی مرتبہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ کافروں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دندان مبارک شہید کیا تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ میں فوراً زمین پر پہنچوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کا خون زمین پر نہ گرنے دوں اور زمین پر گرنے سے پہلے ہی میں وہ خون مبارک اپنے ہاتھوں میں لے لوں...

یا رسول اللہ! خدا نے مجھے فرمایا تھا... جبرئیل! اگر میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ خون زمین پر گر گیا تو قیامت تک زمین میں سے نہ کوئی سبزی اُگے گی... اور نہ کوئی درخت... چنانچہ میں بڑی تیزی کے ساتھ زمین پر پہنچا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو اپنے ہاتھ پر لے لیا... (روح البیان)

عبادت کی برکت سے چور اللہ والا بن گیا

ایک چور شاہی محل میں چوری کرنے کی نیت سے داخل ہوا... دیکھا کہ بادشاہ اپنی بیوی سے سرگوشی کر رہا ہے اور اپنی بیٹی کے رشتہ کے بارہ میں مشورہ ہو رہا ہے بادشاہ نے کہا میں تو شہزادی کا رشتہ اسی شخص سے کروں گا جو نہایت متقی اور عبادت گزار ہو... چور یہ سن کر لوٹ آیا اور کسی جگہ بیٹھ کر خوب عبادت کرنے لگا... حتیٰ کہ کچھ عرصہ کے بعد اس کی خوب شہرت ہونے لگی... یہ بات بادشاہ تک بھی پہنچی کہ شہر میں فلاں جگہ ایک عابد اور پارسا شخص ہے... اس نے وزیر کو رشتہ کا پیغام دیکر بھیجا... جب وزیر نے پیغام پہنچایا تو اس نے کہا میں نے یہ عبادت اسی رشتے کیلئے شروع کی تھی لیکن اب مجھے اللہ کی محبت کا مزہ مل چکا ہے لہٰذا مجھے اس رشتے کی ضرورت نہیں... (ماہنامہ "محاسن اسلام" جون 2008ء)

جب اللہ کی مدد آئی

ایک قاری صاحب تبلیغی جماعت کے ساتھ مظفر آباد گئے ہوئے تھے... وہ فرماتے ہیں کہ ہم صبح قرآن پاک کی تلاوت کر کے سونے لگے تھے... میرے تمام ساتھی سو گئے تھے... میں نے بستر کھولا ہی تھا کہ مسجد کے باہر سے ایک بہت اونچی غیر انسانی آواز آئی...

"مسجد والو باہر نکل آؤ!..." میں حیران رہ گیا۔ لیکن میں نے توجہ نہ دی اور پھر سونے لگا کہ آواز دوبارہ آئی... مسجد والو! باہر نکل آؤ... میں نے اپنے ساتھیوں کو جگایا اور اس کے متعلق بتایا... ہم جلدی سے باہر نکل آئے... میں اور میرے تمام ساتھی باہر نکلے ہی تھے... کہ دھڑام کی آواز آئی اور مسجد گر گئی...

ہمارے امیر صاحب اور ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں بچا لیا' جب باہر دیکھا تو کوئی انسان نہیں تھا جس نے آواز دی ہو کہ باہر نکل آؤ... ہم یہ دیکھ کر بہت ڈر گئے تھے کہ کلار میں بہت جلدی جلدی زمین بوس ہو رہی تھیں... ہم آگے بھاگتے گئے... لوگ بھی دیوانہ وار بھاگ رہے تھے... کچھ عقل کے اندھے لوگ کہہ رہے تھے... (نعوذ باللہ)... تم اس خدا کی بات کرتے ہو جس نے ہمارا یہ حشر کر دیا... ہم آگے گئے تو زمین پھٹ گئی... ہم پریشان ہو گئے... امیر صاحب نے کہا کہ جس خدا نے تمہیں یہاں تک بچایا ہے... وہ اب بھی بچا لے گا... ہم نے آنکھیں بند کر کے چھلانگیں لگا دیں اور تمام ساتھی خیر کے ساتھ وہاں سے نکل گئے...

خلیفہ ہشام سے ایک نوجوان کی جرح

اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں ایک مرتبہ عرب کے ایک علاقہ میں سخت قحط پڑا قحط کا یہ سلسلہ کئی سال تک جاری رہا... ہزاروں لاکھوں لوگ بھوک سے مرنے لگے... خلافت کی طرف سے قحط زدہ لوگوں کو کوئی امداد نہیں ملی... اس لئے اس علاقہ کے لوگوں نے اپنا ایک وفد خلیفہ ہشام سے امداد کی درخواست کرنے کے لئے دمشق بھیجا... اس وفد میں ایک نوجوان درواس بن حبیب بھی تھا یہ بڑا دبلا پتلا نوجوان تھا....

وفد دمشق پہنچا اور ہشام کے سامنے پیش ہوا تو کسی کی جرأت خلیفہ سے بات کرنے کی نہیں ہوئی....

درواس بن حبیب بھیڑ کو چیرتا ہوا خلیفہ ہشام کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور بادشاہ سے بات کرنے کی اجازت طلب کی.... اس کی شخصیت میں بہت جاذبیت تھی جو دیکھتا تو متاثر

ہوتا تھا اس لئے بادشاہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوا.....

درواس نے کہنا شروع کیا: امیر المومنین! ہم لوگ تین سال سے شدید قحط کی مصیبت میں گرفتار ہیں..... اللہ کا عذاب ہم پر قحط کی صورت میں ٹوٹ پڑا ہے..... حالت یہ ہے کہ پہلے سال ہمارے جسموں کی چربی گلی..... دوسرے سال گوشت پگھلا اور اب جبکہ یہ تیسرا سال چل رہا ہے ہماری ہڈیوں کی باری آ چکی ہے.....

ہم لوگ یہاں اس لئے آئے ہیں کہ ہم نے سنا ہے آپ کے خزانے میں بہت مال و دولت جمع ہے اس دولت کی صرف تین ہی صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہو..... دوسرے یہ کہ عوام کی ملکیت ہو اور تیسرے یہ کہ آپ کی ذاتی ملکیت ہو..... اگر یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے تو جناب کا اس کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر رکھنا سمجھ میں نہیں آتا..... اگر یہ عام لوگوں کی ملکیت ہے تو اس کے خرچ کئے جانے کے لئے سب سے پہلے وہی حقدار ہیں..... اور یہ دولت اگر سب آپ کی ذاتی ملکیت ہے تو ایسے نازک وقت میں جب لوگ قحط اور فاقوں سے مر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور حکم کے مطابق اس کو خیرات و زکوٰۃ کے طور پر خرچ کرنے کا اس سے اچھا وقت نہیں ملے گا..... اس کے باعث حضور والا کو اجر عظیم اور ثواب دارین حاصل ہوگا..... اور آپ کے دل میں خیر و برکت ہوگی".....

درواس بن حبیب کے یہ فقرے ایسے چست اور دل نشین تھے کہ ہشام بن عبدالملک دنگ رہ گیا نوجوان کی اس بیباکانہ اور جرات مندانہ باتوں پر یہ بھی اندیشہ تھا کہ امیر المومنین کا عتاب نازل ہو جائے اور اس کا سرتن سے جدا کر دیا جائے لیکن وہ اس بات سے ڈرا نہیں..... اس لئے کہ

بندۂ مومن کا دل بیم و ریا سے پاک ہے   قوت فرماں روا کے سامنے بے باک ہے

(اقبال)

ہشام بن عبدالملک حالانکہ بڑا عظمت و جلال والا خلیفہ تھا مگر اس نوجوان کی پکڑ ایسی تھی کہ وہ اس سے بچ کر نہیں نکل سکتا تھا..... نوجوان کی بات نے اس کے دل پر گہرا اثر کیا.....

خلیفہ نے مسکراتے ہوئے کہا "اس نوجوان نے تینوں میں سے کوئی راستہ فرار کا نہیں

چھوڑا.... خازن اس وقت کو دس ہزار دینار قحط زدہ علاقہ میں تقسیم کرنے کے لئے دے دیں اور ایک ہزار دینار تھا اس نوجوان کو دیے جائیں...'' (شمول موتی)

محاسبہ نفس

حضرت سیدنا مالک بن ضیغم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں... کہ ایک دن حضرت رباح قیسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز عصر کے بعد ہمارے گھر تشریف لائے... اور میرے والد صاحب کے بارے میں پوچھا... ہم نے کہا: وہ تو سو رہے ہیں... فرمایا: بھلا یہ بھی کوئی سونے کا وقت ہے... پھر آپ واپس چلے گئے... ہم نے ایک آدمی ان کے پیچھے بھیجا... تاکہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لیے والد گرامی کو جگا دیں... لیکن اس آدمی نے واپس آکر بتایا: میں نے دیکھا... حضرت رباح قیسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ سے یہ کہتے ہوئے جا رہے تھے... اے فضول باتیں کرنے والے! تو نے یہ کیوں کہا... کہ بھلا یہ بھی کوئی سونے کا وقت ہے... کیا یہ کہنا ضروری تھا؟ اے نفس! تو نے فضول کلمہ زبان سے ادا کیا... اب اس کی سزا بھی سن! میں پورا سال تکیہ پر سر نہ رکھوں گا... یعنی آرام نہ کروں گا...

راوی کہتے ہیں... اس وقت آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے... فضول بات زبان سے نکل جانے پر آپ بے حد نادم تھے...

دیکھا آپ نے ہمارے اسلاف بظاہر معمولی نظر آنے والی باتوں کو بھی بہت زیادہ محسوس کرتے... اپنے نفس کا سخت محاسبہ کرتے... اور مباح باتوں سے بھی دور رہنے کی کوشش فرماتے تھے... کہ اگر آج مباح... بے ضرورت باتوں سے اسے نہ روکا... تو کل یہ ناجائز باتوں میں بھی پڑ جائے گا... (حوالہ احیاء العلوم)

عامر بن سعید رضی اللہ عنہ کی امیری کا واقعہ

خالد بن معدان کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص میں ہمارا والی حضرت عامر بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا.....

جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمص تشریف لائے تو پوچھا

اے حمص والو! تم نے اپنے عامل کو کیسا پایا؟

انہوں نے آپؓ سے شکایت کی اور حمص کو چھوٹا کوفہ کہا جاتا تھا کیونکہ یہ اپنے عاملوں کی شکایتیں کیا کرتے تھے.....

حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا شکایت ہے؟

انہوں نے کہا ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں.... ایک یہ کہ ہمارے پاس دن چڑھے تشریف لاتے ہیں..... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بڑا سمجھا.....

فرمایا اور کیا ہے؟ انہوں نے کہا رات کو کسی کی بات نہیں سنتے.....

آپؓ نے فرمایا بڑی بات ہے..... پھر فرمایا اور کیا ہے؟

انہوں نے کہا مہینہ میں ان کا ایک دن ایسا ہے جس میں وہ ہم میں تشریف نہیں لاتے

آپؓ نے فرمایا یہ بھی بڑی بات ہے.....

پھر فرمایا اور کیا ہے؟ انہوں نے کہا ایک دن آپ پر گویا موت طاری ہو جاتی ہے.....

آپؓ نے حضرت عمرؓ نے سعید اور لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا

''اے اللہ! آج اس میں میری رائے کو غلط نہ کرنا''

فرمایا تمہیں ان سے کیا شکایت ہے؟

لوگوں نے کہا یہ ہمارے پاس نہیں آتے یہاں تک کہ دن بلند ہو جاتا ہے.....

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں اس کا ذکر کرنا ناپسند کرتا ہوں..... (بات یہ ہے کہ) میرے گھر والوں کے لئے کوئی خادم نہیں ہے لہٰذا میں خود آٹا گوندھتا ہوں پھر میں انتظار میں بیٹھ جاتا ہوں تا کہ آٹا خمیر ہو جائے پھر اپنی روٹی پکاتا ہوں پھر وضو کرتا ہوں اور ان کے پاس آتا ہوں.....

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے پوچھا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟

لوگوں نے کہا رات کو کسی کو جواب نہیں دیتے.....

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؓ سے فرمایا تم کیا کہتے ہو؟

فرمایا اگرچہ میں اس کے تذکرہ کو نامناسب سمجھتا ہوں بات یہ ہے کہ میں نے دن ان

کے لئے وقف کر رکھا ہے اور رات کو اللہ تعالیٰ کے لئے.....

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے فرمایا اور کیا شکایت ہے؟

لوگوں نے کہا انہوں نے مہینے میں ایک دن مقرر کر رکھا ہے جس میں باہر تشریف نہیں لاتے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ کیا کہتے ہیں؟

فرمایا نہ تو میرے پاس خادم ہے جو میرے کپڑے دھوئے اور نہ دوسرے کپڑے ہیں جو میں پہن لوں..... اس لئے میں (کپڑے دھو کر گھر میں) بیٹھا رہتا ہوں حتیٰ کہ جب وہ خشک ہو جاتے ہیں تو انہیں مل کر صحیح کرتا ہوں پھر دن کے پچھلے حصہ میں ان کے پاس آتا ہوں.....

حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟

لوگوں نے کہا ایک دن ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے.....

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

میں مکہ میں حضرت خبیب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے وقت موجود تھا.....

قریشیوں نے ان کے گوشت کو چیر دیا پھر انہیں کھجور کے تنے پر لٹکایا اور کہا

کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں؟

انہوں نے کہا۔ "اللہ کی قسم میں اپنے اور اپنے اہل و اولاد کے بدلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا چبھنا بھی پسند نہیں کرتا".....

پھر انہوں نے آواز لگائی یا محمد! اللہ جب میں اس دن کو اور اس حال میں ان کی مدد نہ کرنے کو یاد کرتا ہوں حالانکہ میں اس وقت مشرک تھا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا تھا تو میں گمان کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کی وجہ سے مجھے کبھی نہیں بخشے گا.....

تو اس وجہ سے مجھ پر شدید غم طاری ہوتا ہے.....

یہ جوابات سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میری فراست کو غلط نہیں کیا" بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف ہزار دینار بھیجے اور فرمایا اپنے کاموں میں ان سے مدد لو

حضرت سعید کی اہلیہ نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں آپ کی خدمت سے بے پرواہ کر دیا

آپ نے فرمایا کیا تمہیں اس سے بہتر کی رغبت ہے؟ کہ ہم یہ دینار اسے دیدیں جو ہمارے پاس آئے اور ہم سے زیادہ ان کا محتاج ہو.....

انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے تو آپ نے اپنے گھر والوں میں سے ایک معتمد کو بلایا اور دیناروں کی تھیلیاں بنائیں پھر فرمایا.....

یہ فلاں قبیلہ کی بیوہ کے پاس لے جاؤ اور یہ فلاں کے یتیم کے پاس اور فلاں کے مسکین کے پاس اور فلاں قبیلہ کے مریض کے پاس لے جاؤ... حتیٰ کہ ان میں سے ایک دینار رہ گیا تو بیوی سے فرمایا یہ تم خرچ کرلو..... پھر آپ اپنے کام میں مصروف ہو گئے.....

اہلیہ نے کہا کیا ہم اپنے لئے خادم نہ خریدیں؟ اس مال کا کیا ہوا

فرمایا جس ضرورت کی حالت میں تم ہو عنقریب اس سے زیادہ حاجتمندی کی حالت پیش آنے والی ہے"..... (۲۱۲ روشن ستارے)

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اور اتباع سنت

ایک مرتبہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے وعظ فرمایا بہت بڑا مجمع تھا.... درمیان میں ایک شخص اٹھا اور کہا کہ حضرت مجھے کچھ عرض کرنا ہے مولانا اپنی خداداد فراست سے سمجھ گئے کہ کیا کہنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا کہ ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں ایک ضرورت پیش آگئی ہے لوگوں نے سمجھا کہ استنجا وغیرہ کی ضرورت پیش آئی ہوگی....

حضرت گھر میں گئے حضرت کی بڑی بہن بیوہ تھیں پچانوے برس کی عمر میں نہ نکاح کے قابل نہ کچھ مگر اعتراض کرنے والے کو اس کی کیا ضرورت ہے وہ تو یہ کہتا ہے کہ...." آپ دنیا کو (نکاح بیوگان کی) نصیحت کرتے ہیں مگر آپ کی بہن تو بیٹھی ہے"

گھر میں گئے تو بڑی بہن کے پیروں پر ہاتھ رکھا.... انہوں نے گھبرا کر کہا بھائی تم تو عالم ہو یہ کیا کررہے ہو فرمایا...." بہرحال میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں... آج ایک سنت رسول زندہ ہوتی ہے اگر آپ ہمت کریں تو آپ پر موقوف ہے....

فرمایا کہ "میں نکاح اور سنت رسول کا زندہ کرنا میری وجہ سے؟"

حضرت نے فرمایا کہ:..."آپ نکاح کر لیجئے"

فرمایا کہ:...بھائی تم میری حالت دیکھ رہے ہو کہ...منہ میں دانت نہیں ہے...کمر جھک گئی ہے ۹۵ برس میری عمر ہے مولانا نے فرمایا یہ سب میں جانتا ہوں اعتراض کرنے والے اس چیز کو نہیں دیکھتے...

ہمشیرہ نے یہ سن کر فرمایا کہ:...اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے زندہ ہو سکے تو میں جان قربان کرنے کو بھی تیار ہوں اسی وقت جو چودہ پندرہ آدمی خاندان کے موجود تھے ان کے سامنے نکاح پڑھایا گیا گواہ بنا دیئے گئے اس میں کچھ دیر لگ گئی پھر حضرت تھانوی باہر آئے اور مجمع میں دوبارہ تقریر شروع کی پھر وہی سائل کھڑا ہوا کہ کچھ عرض کرنا ہے فرمایا کہیے اس نے کہا کہ:...

آپ دنیا کو نصیحت کر رہے ہیں اور آپ کی بہن بیوہ بیٹھی ہے تو ہم پر کیا اثر ہوگا؟

فرمایا:...کون کہتا ہے؟ ان کے نکاح کے تو شاید گواہ بھی یہاں موجود ہوں گے...

دو تین آدمی درمیان میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ حضرت کی ہمشیرہ کا ہمارے سامنے نکاح ہوا ہے۔ (ماہنامہ "محاسن اسلام" جون 2008ء)

خلیفہ رسول کی احتیاط

خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے...

ایک بار آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حلوا پکا کر پیش کیا...ارشاد فرمایا کہاں سے آیا؟...عرض کی...آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمدنی میں سے روزانہ تھوڑے تھوڑے پیسے بچا کر کچھ رقم جمع کی تھی اسی سے حلوا تیار کیا ہے...فرمایا...اچھا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں جو خرچ ملتا ہے...اس سے کم میں بھی گزارا ہو سکتا ہے...چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آئندہ کے لیے بیت المال سے ملنے والے وظیفے میں اتنی رقم کم کروا دی!

باکمال فضیلت

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں دو شخص بہت

عبادت گزار تھے... یہاں تک کہ وہ پانی پر چلا کرتے تھے... ایک مرتبہ وہ پانی پر چل رہے تھے... کہ ان کی ہوا میں چلنے والے شخص سے ملاقات ہوگئی... جنہوں نے اس سے پوچھا تم کس عمل سے اس مرتبہ کو پہنچے؟...

فرمایا دنیا میں معمولی سا عمل کر کے (یعنی) میں نے اپنے نفس کو شہوات سے روکا اپنی زبان کو فضول باتوں سے روکا اور جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے دعوت دی اس کی طرف رغبت اور شوق کیا... خاموشی کو لازم کرلیا۔ پس اب اگر میں اللہ کے سامنے (کسی کام کے کرانے کی) قسم کھا بیٹھوں وہ مجھے (جھوٹا ہونے دیں) یعنی میری قسم کو پورا کردیں اور اگر سوال کروں تو وہ عطا کردے...

حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کی نظر کیمیا کا اثر

حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں

جب سید احمد شہید رحمہ اللہ ہفتے میں ایک دن جنگل میں سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے... تو بڑے بڑے لوگ یہ حسرت کرتے تھے... کہ ہمیں بھی سید صاحب کے ساتھ جانے کا موقع مل جائے... حضرت میاں جی فرماتے ہیں... ایک روز موقع مل گیا اور میں سید صاحبؒ کے ساتھ چل پڑا... سید صاحب گھوڑے پر تشریف فرما تھے... خانم بازار دہلی سے گزرے... وہاں سے آگے ایک گلی سے گزرے... اس گلی میں ایک رنڈی کا مکان تھا... وہ نہایت حسین اور پڑھی لکھی تھی... اور اس گلی میں سے معمولی آدمی کا گزرنا ناممکن تھا... گلی میں اس کا بڑا بنگلہ تھا... بڑے بڑے شہزادے اور امیرزادے اس کے بنگلے پر جاتے تھے... جب سید احمد شہیدؒ اس کے بنگلے سے گزرے... تو وہ حسن اتفاق سے اپنے دروازے پر کھڑی تھی... زرق برق لباس میں ملبوس تھی... سید صاحب نے اس کی طرف نظر اٹھائی... پھر کیا تھا... وہ چیخ پڑی اور سید صاحب کے گھوڑے کے پیچھے دوڑ پڑی... اور پیچھے سے آواز بھی لگا رہی تھی... اے شاہسوار! خدا کے واسطے ذرا گھوڑا روک لے... آپ نے گھوڑا روک لیا اور وہ بے تحاشہ گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کو لپٹ گئی... اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی... سید صاحب بار بار فرماتے تھے... کہ بی بی کچھ تو کہو... بات تو بتاؤ

تو کون ہے اور کیوں روتی ہے؟ گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دے اور اپنا مطلب بتا...... وہ برابر روتی رہی اور گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے تھی...... جب اسے رونے سے افاقہ ہوا تو اس نے کہا...... کہ جی میں تو بہ کرنا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں چاہتی...... سید صاحب نے فرمایا اس وقت تمہارے مکان میں بندے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں...... سید صاحب نے فرمایا توبہ کے بعد نکاح کرے گی؟ اس نے اقرار کرلیا اور کہا کہ جو آپ فرمائیں گے وہ کروں گی...... اس وقت اس رنڈی کے گھر میں کل دس آدمی تھے...... فرمایا سب کو بلاؤ...... بلو تو آ گئے...... جس شان سے (رونے کے ساتھ) وہ رنڈی آئی تھی اس شان سے یہ لوگ بھی آ گئے...... اور رو رو کر سب توبہ تائب ہو گئے...... سید صاحب نے فرمایا آپ سارے اکبری مسجد میں چلیں...... میں آ رہا ہوں...... تھوڑی دیر کے بعد سید صاحب پہنچ گئے...... اور نو بندوں میں سے ایک کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی...... نکاح بھی ہو گیا...... سید صاحب نے مسکرا کر پوچھا...... بی بی اب کہاں جاؤ گی؟ بڑا پیارا جواب دیا۔ کہا کہ خاوند کے ساتھ ان کے گھر میں جاؤں گی...... کسی نے کہا اپنے بنگلے پر نہیں جائے گی؟ کہا اس بنگلے پر لعنت بھیجتی ہوں...... گناہ کے کاروبار نے اس کو بنایا تھا...... اب اس سے نفرت ہو رہی ہے...... یہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ بالاکوٹ کے جہاد میں بھی گئی تھی...... اکبری مسجد میں جو نو بندے سید صاحب سے بیعت ہوئے تھے...... وہ سارے شہید ہو گئے...... اور وہ خود مجاہدین کے گھوڑوں کی خدمت کرتی تھی...... ان کے لئے چارہ وغیرہ بناتی...... حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے...... ایک مجاہد نے ازراہ تعجب پوچھا...... کہ بی بی اس وقت آپ خوش تھی کہ جب تمہاری خدمت کیلئے شہزادے موجود ہوتے تھے...... یا اب اس حالت میں خوش ہو...... کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتی ہیں؟ وہ مسکرائی اور فرمایا سامنے جو پہاڑی کھڑی ہے...... خدا کی قسم...... اب میرے پاس ایمان و یقین الحمدللہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر سامنے پہاڑی پر اپنا ایمان و یقین رکھ دوں...... تو ان شاء اللہ یہ پہاڑی بھی بیٹھ جائے گی...... اور میرے ایمان و یقین کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی۔ فرمایا الحمدللہ اب سکون ہی سکون ہے پہلے تو میں مصیبت میں پھنسی ہوئی تھی...... (ارواح ثلاثہ)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی ضیافت کا واقعہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مظفر نگر میں ایک تھانیدار معتقد تھا..... ایک دن اس نے حضرت مولانا نانوتویؒ کی دعوت کی مولانا نے دیکھا تھا کہ تھانیداری کمائی مشتبہ اور مشکوک ہے اسی وجہ سے اس کی دعوت کو نامنظور فرمادیا..... تھانیدار نے دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ معلوم کی تو حضرت نے فرمایا میں معذور ہوں..... اس نے کہا کہ اگر آپ بیمار ہوں تو علاج کرادوں..... حضرت نے فرمایا نہیں کوئی اور عذر ہے..... اس نے کہا اگر جانے میں تکلیف ہو تو سواری کا انتظام کردوں..... حضرت نے فرمایا یہ مجبوری نہیں بلکہ دوسرا عذر ہے..... اس نے پھر درخواست کی کہ کھانا آپ کے یہاں بھیج دوں..... آپ نے انکار فرمایا اس نے عرض کیا میں خود حاضر ہوکر کھانا پیش کروں گا..... حضرتؒ نے صاف انکار فرمادیا..... وہ تھانیدار ایک دم غصہ ہوگیا اور کہا کہ آپ نہ بزرگ ہیں اور نہ ٹھیک کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے دعوت قبول کرو اور آپ قبول نہیں کرتے..... اس پر مولانا نانوتویؒ نے فرمایا کہ جو عیوب تو نے بیان کئے ہیں ان سے زیادہ عیوب کا مرتکب اور مستحق ہوں..... اس وقت تھانیدار کو ہوش آیا اور سوچا تو معلوم ہوا کہ حضرت میری دعوت میرے مال کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے رد فرما رہے ہیں..... اس نے اسی دن سے تھانیداری چھوڑ دی..... کچھ دنوں بعد پھر دعوت کی اور عرض کیا کہ:

"حضرت! اب میری اپنی جائیداد کی حلال کمائی ہے آپ کی دعوت کرتا ہوں"

مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے دعوت منظور فرمالی اور اس سے فرمایا کہ: ..."ملازمت بھی کرو لیکن دیانتداری سے کام لو کیونکہ تھانیداری کرنا دیانت داری کے ساتھ تمام نیکیوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ منصب کے درجہ میں تھانیدار ہوتا ہے"

ف:..... پس معلوم ہوا کہ امر بالمعروف کیلئے حکمت عملی اور نرمی کا ہونا ضروری ہے.....

(ملفوظات تبلیغ ص ۱۹..۲۰)

نیت پر انعام

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب بندہ اچھے عمل کرتا ہے... تو فرشتے انہیں مہر شدہ صحیفوں میں لے کر جاتے ہیں... تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں... پھینک دو... کیونکہ ان میں درج اعمال کے وقت اس بندے نے میری رضا کی نیت نہیں کی تھی... پھر حکم ہوتا ہے... اس شخص کے لیے فلاں فلاں اعمال لکھ دو... فرشتے عرض کرتے ہیں... یا اللہ! اس نے تو یہ کام کیے ہی نہیں... اللہ (عزوجل) کا ارشاد فرماتے ہیں... اس نے ان کاموں کی نیت تو کی تھی... (عمدۃ اللمعات)

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں... کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے گئے... تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... کچھ لوگ ایسے ہیں... جو مدینہ طیبہ میں ہیں... مگر ہمارے تمام کاموں کے ثواب میں شریک ہیں... صحابہ کرام نے پوچھا... یا رسول اللہ! وہ کیسے؟ جبکہ وہ ہمارے ساتھ آئے ہی نہیں... فرمایا... انہیں عذر نے روک رکھا ہے... (سنن کبریٰ للبیہقی)

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زوجہ محترمہ بنت رسول حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمارداری کی وجہ سے غزوہ تبوک میں شرکت نہ کر سکے... لیکن اچھی نیت کے باعث نہ صرف انہیں اجر وثواب ملا... بلکہ مال غنیمت سے حصہ بھی ملا۔ (نزہۃ القاری)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اور اتباع سنت

حضرت مدنی رحمہ اللہ آخر میں کافی عرصہ شدید علیل رہے اس دوران مرض گھٹتا بڑھتا رہا... ایک مرتبہ مرض بڑھا وہ بھی اس قدر کہ شب وروز یکساں نہایت اضطراب کے عالم میں گذرنے لگے اگرچہ آپ کی لغت میں آرام ایک بے معنی لفظ سے زیادہ اہمیت نہ رکھتا تھا لیکن اب آپ مجبور تھے کہ تمام مشاغل سے کنارہ کشی اختیار فرمائیں اور بستر سے جدا نہ ہوں مگر یہ مجبوری خارجی مشاغل تک محدود تھی لیکن تسبیح وتہلیل... ذکر عبادت کا سلسلہ اب بھی جاری تھا بلکہ اس میں اضافہ ہو گیا تھا... سنن ومستحبات تک کی پابندی بدستور تھی کمزوری کا یہ

حال تھا کہ بغیر سہارا بیٹھ نہ سکتے تھے مگر افطار کے وقت تکیہ سے علیحدہ ہو جانا ضروری تھا... سب کا اصرار ہوتا کہ تکیہ کی ٹیک لگا کر کھانا کھالیں مگر صاف فرما دیتے...." نہیں بھائی! یہ سنت کے خلاف ہے.... (ماہنامہ "محاسن اسلام" جون 2008ء)

ایک عجیب خواب اوراس کی تعبیر

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خواب میں دیکھا کہ آپ کی دونوں چشمان مبارک کے درمیان قل ھو اللہ احد لکھی ہوئی ہے... آپ کے اہل بیت یہ خواب سن کر بہت خوش ہوئے... لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ... واقعی اگر یہ خواب دیکھا ہے... تو حضرت امام کی عمر کے چند ہی روز رہ گئے ہیں... چنانچہ یہ تعبیر صحیح واقع ہوئی اور تھوڑے دنوں کے بعد آپ کو دشمنوں نے زہر دے کر شہید کر دیا...

کسی قدیم عبادت گاہ کو تباہ کرنا جائز نہیں

سلطان سکندر لودھی (متوفی ۹۲۳ھ ۱۵۱۶ء) کے سامنے یہ مسئلہ آیا کہ دہلی کے بہت سے ہندو کرکشیتر کے کنڈ میں اشنان کیا کرتے تھے.... بڑی تعداد میں آتے تھے کہ ایک مذہبی میلہ لگتا تھا... سکندر لودھی سے لوگوں نے اس بات کی شکایت کی کہ کسی اسلامی سلطنت میں ایسی رسمیں نہیں ہونی چاہئیں... سکندر لودھی نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن پہلے اس نے علماء کا مشورہ طلب کیا... مشاورت میں ملک العلماء مولانا عبداللہ اجودھنی بھی شریک ہوئے.... تمام علماء نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جو ان کی رائے ہے وہی حرف آخر ہے ہم سب کا وہی فیصلہ ہے... سکندر لودھی چاہتا تھا کہ مولانا عبداللہ اس میلے کو روکنے کا فیصلہ دیں گے....

مولانا عبداللہ نے پوچھا "کرکشیتر کیا چیز ہے؟

بتلایا کہ "یہ ایک بڑا حوض ہے جہاں ہندو دور و قریب سے آ کر غسل کرتے ہیں"....

مولانا نے پوچھا "یہ رسم کب سے جاری ہے؟" لوگوں نے بتایا "یہ قدیم زمانے سے

جاری ہے"..... مولانا عبداللہ نے فتویٰ دیا کہ "کسی قدیم عبادت گاہ کو چاہے وہ کسی بھی مذہب کی ہو اسلام کی رو سے تباہ کرنا جائز نہیں ہے"....

سکندر لودھی نے جب اپنی مرضی کے خلاف فیصلہ سنا تو خنجر پر ہاتھ رکھ کر بولا:

تمہارا یہ فتویٰ ہندوؤں کی طرف داری کا ہے..... میں پہلے تمہیں قتل کروں گا پھر کرشیتر کو تباہ کروں گا"..... مولانا عبداللہ نے بڑی دلیری اور جرأت سے جواب دیا: "اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی نہیں مرتا میں جب کسی ظالم کے پاس جاتا ہوں تو پہلے ہی اپنی موت کے لئے تیار ہو کر جاتا ہوں.... آپ نے مجھ سے شرعی مسئلہ معلوم کیا وہ میں نے بیان کر دیا اگر آپ کو شریعت کی پرواہ نہیں ہے تو پھر پوچھنے ہی کی کیا ضرورت تھی" یہ سخت جواب سن کر سکندر چپ ہو گیا.... کچھ دیر کے بعد اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور مجلس برخاست ہوئی تو مولانا سے کہا "میاں عبداللہ آپ مجھ سے ملتے رہا کریں...... (واقعات حقائق ص ۱۹)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

ڈاکٹر نور احمد نور لکھتے ہیں کہ.... میں سعودی عرب میں بریدہ کے مقام پر اپنا مطب چلاتا تھا.. یہ ۱۹۶۸ء کی بات ہے.... جمعہ کے دن زیارت کے لیے مدینہ منورہ گیا.. وہاں ایک ڈاکٹر دوست کے ہاں قیام کیا.. اتفاق کی بات کہ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت اس روز خراب تھی اور مریض ان کا انتظار کر رہے تھے.... انہوں نے مجھ سے مریضوں کو دیکھنے کی درخواست کی... میں مریضوں کو دیکھتا رہا.... ایک بدو نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کے ساتھ احد پہاڑ تک چلوں.. وہاں ایک مریض کو دیکھنا ہے... میں اس کے ساتھ احد پہنچا... شہداء احد کے قبرستان کے قریب ہی ایک خیمے میں وہ مریض موجود تھا... میں نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیا... اس کے بعد وہ بدو مجھے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر لے گیا...

اس نے بتایا کہ آج سے تقریباً پچاس سال پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر نیچے وادی میں تھی... ایک مرتبہ زبردست بارش ہوئی... اس سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر زیر آب آ گئی... حجاز کے حکمران شریف مکہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

خواب میں زیارت ہوئی... حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا:
بارش کا پانی تنگ کر رہا ہے... اس کا بندوبست کرو... شریف مکہ نے علماء کرام کو بلا کر ان سے مشورہ کیا... مشورے کے بعد قبر کو کھودا گیا... پانی واقعی نعش تک پہنچا ہوا تھا... چنانچہ نعش کو اونچی جگہ منتقل کرنے کا پروگرام بنا... بوڑھے بدو نے بتایا قبر کھودنے والوں میں وہ بھی شامل تھا... کھدائی کے دوران کدال کی معمولی سی ضرب غلطی سے نعش کے ٹخنے پر جا لگی... سب لوگ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہاں سے خون جاری ہو گیا تھا... چنانچہ اس جگہ پر پٹی باندھی گئی...
حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کو کھولا گیا تو دیکھا جسم کے نچلے حصے پر کفن موجود تھا... زخم سے تازہ خون رس رہا تھا... آپ کی آنکھ نکلی ہوئی تھی... کان اور ناک کٹے ہوئے تھے... اور پیٹ چاک تھا... وہاں موجود سب لوگوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی اور اسی حالت میں انہیں اونچی جگہ پر دوبارہ دفن کیا گیا... آج جو لوگ مرنے کے بعد کی زندگی کا انکار کرتے ہیں... یہ زندہ جاوید واقعہ ان کو غلط ثابت کرنے کے لیے کافی ہے... اگر مرنے کے بعد کوئی زندگی نہ ہوتی تو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمین میں اس طرح محفوظ نہ ہوتے... آپ کو شہید ہوئے تو چودہ سو سال بیت چکے ہیں... اللہ اکبر...

تدریس اور ثواب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت مولانا محمد سہول عثمانی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ: "حضرت! ہم دینی علوم پڑھاتے ہیں اور ان پر تنخواہ بھی لیتے ہیں تو کیا ایسی تدریس پر کچھ ثواب بھی ملے گا"؟ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے فرمایا: "مولوی صاحب! ثواب کی بات کرتے ہو... اس تدریس میں جو کچھ کوتاہیاں ہم سے ہوتی ہیں اگر ان پر مواخذہ نہ ہو تو اسی کو غنیمت سمجھو"....
حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت رحمہ اللہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ تنخواہ لینے کے بعد ثواب کی کوئی امید نہیں کیونکہ اگر نیت بخیر ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں بھی ثواب کی امید ہے...

لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ تنخواہ کا حق پورا پورا ادا کیا ہو اور اگر مقررہ وقت سے کم پڑھایا... غیر حاضریاں کیں اور پڑھانے کیلئے جس محنت اور مطالعے کی ضرورت ہے اس وقت میں کوتاہی کی تو تنخواہ کا حلال ہونا بھی مشکوک ہے... حضرت شیخ الہندؒ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے... (اصلاحی مجالس مفتی اعظم حصہ اول)

اسی سال عبادت کرنے والے کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

تم سے پہلے کے لوگوں میں ایک آدمی تھا جس نے اسی (۸۰) سال اللہ کی عبادت کی پھر اس نے ایک غلطی کی جس سے وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا تو جنگل بیابان میں گیا اور کہا: "اے وہ جنگل جس کے ٹیلے بہت ہیں جھاڑیاں بہت ہیں جانور بہت ہیں کھائیاں بہت ہیں کیا تجھ میں کوئی ایسی جگہ ہے جو مجھے میرے رب عزوجل سے چھپالے"

تو جنگل نے اللہ کے حکم سے اسے جواب دیا: "اے فلاں اللہ کی قسم مجھ میں کوئی پودا اور درخت نہیں ہے مگر اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے پس میں تجھے اللہ تعالیٰ سے کیسے چھپالوں؟"

پھر وہ آدمی سمندر کے پاس گیا اور کہا: "اے سمندر! جس کا پانی گہرا ہے جس کی مچھلیاں بہت ہیں کیا تجھ میں کوئی جگہ ہے جو مجھے میرے رب عزوجل سے چھپالے....."

تو سمندر نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے جواب دیا اور کہا:

"اے فلاں! اللہ کی قسم مجھ میں کوئی کنکری نہیں اور جانور ہے مگر اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے تو میں تجھے اللہ تعالیٰ سے کیسے چھپالوں؟"

پھر وہ آدمی پہاڑوں کے پاس گیا اور کہا: "اے پہاڑو جو آسمان میں بلند ہیں جن کی غاریں بہت ہیں کیا تم میں کوئی جگہ ہے جو مجھے میرے رب عزوجل سے چھپالے؟"

تو پہاڑوں نے اسے جواب دیا: "اللہ کی قسم ہم میں کوئی کنکری اور کوئی غار نہیں مگر اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے تو میں تمہیں کہاں چھپاؤں؟"

تب وہ آدمی وہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا اور توبہ چاہنے لگا یہاں تک کہ اسے

موت آنے لگی تو وہ رو دیا اور عرض کی:

"اے رب! میری روح کو دوسری روحوں میں قبض کرے اور میرے جسم کو دوسرے جسموں میں اور مجھے قیامت کے دن نہ اٹھانا...." (۳۰۲ روشن ستارے)

شیر شاہ سوری اور ایک طالب علم

شیر شاہ سوری (متوفی ۱۵۴۵ء/۹۵۲ھ) ایک مرتبہ پنجاب گیا... اس نے کچھ دن وہاں قیام کیا... اس بات کا جائزہ لیا کہ پنجاب کے لوگوں کی معاشی حالت کیسی ہے... پھر اس نے اعلان کرایا کہ جو لوگ معاشی طور پر کمزور ہیں ان کو سرکاری امداد دی جائے گی بہت سے لوگوں نے جمع ہو کر امداد حاصل کی....

ایک دن فجر کی نماز کے بعد شیر شاہ دربار میں بیٹھا تو میر سردار ایک نوجوان کو لے کر پہنچے... شیر شاہ نے قاضی سردار سے پوچھا "آپ کا یہ قرابت دار کیا کرتا ہے؟" قاضی صاحب نے بتایا "یہ طالب علم ہے" شیر شاہ نے طالب علم سے مخاطب ہو کر پوچھا "برخوردار تم کیا پڑھتے ہو؟" طالب علم نے جواب دیا "میں کافیہ پڑھتا ہوں...."

شیر شاہ کو کافیہ خوش قسمتی کے ساتھ یاد تھی... اس نے طالب علم سے پوچھا "تم کافیہ پڑھتے ہو تو بتاؤ عمر متصرف ہے یا غیر متصرف"... طالب نے بتایا "غیر متصرف" شیر شاہ نے کہا "اس کی دلیل پیش کرو" طالب علم نے بڑی ہوشمندی سے بہت سے دلائل پیش کیے۔ اس کی معلومات سے شیر شاہ بہت خوش ہوا... اس نے حکم دیا "اس کو پانچ سو بیگھہ زمین اور پانچ سو روپیہ انعام دیا جائے"... طالب علم نے عرض کیا "حضور والا! آپ نے میرے کافیہ پڑھنے پر اکتفا کیا ہے میں تو کافیہ سے بھی اچھی چیز کلام ربانی قرآن مجید کا حافظ بھی ہوں"۔ شیر شاہ نے یہ سن کر حکم دیا "اس کو پانچ سو بیگھہ زمین اور پانچ سو روپیہ اور دیئے جائیں"... جب اس کی زمین کی سند اور نقدی دی گئی تو شیر شاہ نے کہا "دیکھو ہم نے تمہاری قابلیت کے مطابق زمین و نقدی دلوائی ہے"... طالب علم نے عرض کیا "کہ اے حضور والا! اپنی قابلیت کے مطابق تو پا لیا لیکن بادشاہ کے کرم کے مطابق نہیں پا سکا" یہ بات سن کر شیر شاہ مسکرایا اور پانچ سو بیگھہ زمین اور پانچ سو

دو پیالہ دودھ دینے کا حکم دیا... اس طرح اس نوجوان نے اپنی بیاری کی وجہ سے ڈیڑھ ہزار بچھڑے کا نقصان اور ڈیڑھ ہزار روپیہ کا انعام حاصل کیا... (تاریخ بغدادی ص ۱۳۲)

ایک غلام کی سخاوت

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چراگاہ سے گزر ہوا... میں نے دیکھا کہ ایک حبشی غلام بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے... ایک کتا آیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا... حبشی غلام نے ایک روٹی نکال کر اسے دے دی پھر دوسری اور اس کے بعد تیسری بھی اس کے سامنے ڈال دی...

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ اے غلام تجھے روز کتنی روٹیاں ملتی ہیں؟... اس نے جواب دیا کہ وہی جو آپ نے دیکھیں... اس پر میں نے پوچھا کہ پھر تو نے اٹھا کر ساری کیوں اس کتے کو دے دیں؟... غلام نے جواب دیا کہ یہ کتوں کی جگہ نہیں ہے... یہ کتا کہیں دور سے امید لے کر آیا ہے... اس لیے میں نے یہ گوارا نہیں کیا کہ اس کی محنت ضائع کی جائے...

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ بات مجھے اتنی پیاری لگی کہ میں نے اس غلام سمیت اس چراگاہ اور بکریوں کو ان کے مالک سے خرید لیا... غلام آزاد کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ یہ سب بکریاں اور چراگاہ تیری ملک ہیں... میں نے یہ سب کچھ تمہیں بخش دیا... غلام نے مجھے دعا دی... بکریاں اور چراگاہ سب کچھ صدقہ کر دیا... اور وہاں سے چلا گیا...

ہر مصیبت سے بڑھ کر مصیبت

حدیث شریف کے مطابق "دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے" ایک مومن کی زندگی طرح طرح کی دنیوی رنج و پیچ کا شکار رہتی ہے جس سے ایک مومن بظاہر تکلیف میں دکھائی دیتا ہے لیکن حق تعالیٰ سے مضبوط تعلق کی بدولت اسے قلبی سکون کی دولت بھی میسر رہتی ہے... ہر وقت اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا جائے ہاں اگر کوئی پریشانی آجائے تو صبر اور دعا کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور یہ سوچے کہ اس

سے بڑھ کر بھی کوئی مصیبت و پریشانی آ سکتی تھی.... دنیا میں کیسے کیسے مصائب آ سکتے ہیں اس بارہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کا بیان فرمودہ نصیحت آموز واقعہ لکھا جاتا ہے....

ایک شخص کے دو جوڑواں بچے پیدا ہوئے اور ان کی کمر اوپر سے نیچے تک جڑی بالکل چسپاں تھی.... ڈاکٹروں کو جمع کیا گیا کہ یہ دو بچے ہیں اور جڑے ہوئے ہیں.... ان کو آپریشن کر کے الگ کر دو.... ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر آپریشن کیا گیا تو دونوں مر جائیں گے.... اس لئے کہ جو شہ رگ ہیں وہ دونوں کی جڑی ہوئی ہیں دونوں کی پرورش کی گئی اب ماں بے چاری ایک کو دودھ پلاتی تو دوسرا الٹا پڑا ہوا اور جب دوسرے کو پلاتی ہے تو پہلا الٹا پڑا ہوا ہے....

غرض وہ اسی طرح سے دونوں کو پالتی رہی یہاں تک کہ بچے پانچ چھ برس کے ہو گئے ان کی تعلیم کا بندوبست کیا گیا.... خدا کی قدرت کہ ایک کے دل میں دینی علم حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا اور دوسرے کے دل میں علوم معاش حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا.... دونوں کے لئے استاد متعین کئے گئے ایک اچھا عالم بن گیا اور ایک بڑا گریجویٹ بن گیا.... دونوں بھائی آپس میں باتیں کیا کرتے.... جو بھائی دنیاوی مزاج کا تھا وہ کہتا کہ ہم سے زیادہ کوئی مصیبت میں نہیں ہے کیونکہ یہ ہر وقت کی مصیبت ہے میرا جی کھیلنے کو جی چاہتا ہے اور تیرا دل نہیں چاہتا.... مگر مجبوراً تجھ کو جانا پڑتا ہے....

اور اگر میں استنجا کیلئے جانا چاہتا ہوں اور تیرا جی نہیں چاہتا تو تجھ کو بھی جانا پڑتا ہے تو کوئی اپنے دل کی بات نہیں کر سکتا ہے لہٰذا ہم سے زیادہ کوئی مصیبت میں نہیں ہے....

یہ سن کر دیندار عالم بھائی کہتا کہ بھائی! صبر کرو اس سے بڑھ کر بھی تو مصیبت آنی ممکن ہے اس نے کہا کہ اس سے بڑھ کر مصیبت ہو ہی نہیں سکتی وہ نصیحت کرتا کہ یہ مت کہو اللہ کے یہاں مصیبتوں کے خزانے بھی بہت ہیں خدا کی قدرت کہ دیندار بھائی کا انتقال ہو گیا.... تو پھر ڈاکٹروں کو جمع کیا گیا کہ اس لاش کو کاٹو.... تو انہوں نے کہا کہ اگر لاش کاٹی گئی تو یہ زندہ بھی مر جائیگا....

اب لاش دنیا دار بھائی کے کمر پر ہے سوتا ہے تو مردہ کمر کے اوپر ہے کھانا کھاتا ہے تو مردہ کمر پر.... استنجا کو جاتا ہے تو مردہ کمر پر.... اس وقت چھوٹے بھائی نے کہا کہ میرا عالم

بھائی صحیح بچا تھا تو وہ مصیبت ماں کو وجہ بہتر تھی جب کہ بھائی زندہ تھا تو اس نے توبہ کی اور صبر کیا اور کہا کہ اے اللہ بس کرو اگر اس سے بڑی مصیبت آگئی تو کیا ہوگا.... معلوم ہوا کہ ہر مصیبت سے بڑھ کر مصیبت ہے.... (ماہنامہ "محاسن اسلام" جمادی الاول 2006ء)

حکمت بھری تبلیغ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی خدمت میں ایک گنوار شخص آیا اور کہا کہ مولوی جی مجھے مرید کرلو حضرت نے فرمایا اچھا بھائی آؤ مرید کرتے ہوئے جو جو باتیں کہلواتے ہیں مثلاً نماز پڑھو.... روزہ رکھو سب کچھ کہلوایا جب مولانا یہ باتیں پوری فرما چکے تو اس نے کہا کہ....

"مولوی جی! تم نے افیون سے تو توبہ کرائی نہیں"

حضرت نے فرمایا کہ: "بھائی! مجھے کیا خبر کہ تو افیون بھی کھاتا ہے"

حضرت گنگوہیؒ چونکہ طبیب تھے اور جانتے تھے کہ ایک دم افیون کا چھوڑنا مشکل ہے اور طالب کی حالت کی رعایت ضروری ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ کتنی افیون کھایا کرتے ہو میرے ہاتھ پر رکھ دو اس نے گولی بنا کر حضرت کے ہاتھ پر رکھ دی.... حضرت نے اس میں سے کچھ کم کر کے باقی اس کو دے دی اور فرمایا کہ اتنی کھایا کرو.... بعد میں پھر مشورہ کر لینا.... وہ شخص کچھ دیر خاموش بیٹھ کر کہنے لگا:....

"اجی مولوی جی! جب توبہ ہی کر لی تو پھر اتنی اور اتنی کیا"

یہ کہہ کر افیون کی ڈبیا نکال کر دیوار پر ماری اور یہ کہا کہ: "اری افیون! جا میں نے تجھے چھوڑ دیا"

بس یہ کہہ کر چلا گیا نہ ذکر پوچھا نہ شغل افیون کے چھوڑنے سے دست آنے لگے اس نے کہلا کر بھیجا کہ: "مولوی جی! دعا کرو چاہے کہ میں اچھا ہو جاؤں مگر افیون نہ کھاؤں گا"

غرض بری حالت تک نوبت پہنچی مرتے مرتے بچا مگر اچھا ہو گیا تندرست ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت نے پوچھا کون؟ اس نے بتایا میں افیون والا ہوں اور سارا قصہ بیان کیا اس کے بعد وہ روپے پیش کئے مولانا نے کسی قدر عذر کے بعد دل جوئی کی غرض سے قبول فرما لئے.... اس نے کہا:....

"ابھی مولوی جی یہ تم نے پوچھا ہی نہیں کہ یہ کیسے روپے ہیں"

مولانا نے فرمایا کہ بھوئی! اب بتلادے کیسے روپے ہیں اس نے کہا کہ یہ روپے افیون کے ہیں حضرت نے پوچھا کہ افیون کے کیسے ہیں اس نے بتایا کہ .....

"میں دو روپے مہینے کی افیون کھایا کرتا تھا جب میں نے افیون سے توبہ کی تو نفس بڑا خوش ہوا کہ اب دو روپے ماہوار بچیں گے.....

میں نے کہا یہ تو دین میں دنیا مل گئی بس میں نے نفس سے کہا کہ یہ یاد رکھ کر یہ روپیہ تیرے پاس نہ چھوڑوں گا..... یہ مت سمجھ کہ تجھے دوں گا بلکہ اسی وقت نیت کر لی کہ جتنے روپے کی افیون کھایا کرتا تھا وہ پیر کو دیا کروں گا بس یہ دو روپیہ ماہوار آپ کے پاس آیا کریں گے"

ف: یہ گنوار کی حکایت ہے جس کو لکھت پڑھت کچھ نہ آتا تھا مگر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی صحبت کی برکت سے دین کی سمجھ ایسی تھی کہ دین میں دنیا کی آمیزش کو تو را سمجھ گیا..... یہ وہ بات ہے کہ اچھے اچھوں کی بھی سمجھ میں نہیں آتی..... (دستہ خیر البرالی علوم ج ۱ ص ۳۰)

سلسلہ خیر و شر

حضرت عبداللہ بن المغفل کا بیان ہے..... کہ ایک آدمی کی ایک عورت سے ملاقات ہوئی جو زمانہ جاہلیت میں طائفہ تھی اس نے اس سے کھیلنا شروع کر دیا حتیٰ کہ اپنا ہاتھ اس عورت کی طرف بڑھایا اس عورت نے کہا رک جاؤ..... اللہ تعالیٰ نے شرک کو ختم کر دیا ہے..... اور اسلام لایا ہے..... اس آدمی نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور چلا گیا لیکن جاتے ہوئے پیچھے متوجہ تھا اور اس عورت کو دیکھ رہا تھا..... حتیٰ کہ اس کا چہرہ دیوار سے ٹکرا گیا پھر وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس حالت میں آیا کہ اس کے چہرہ پر خون بہہ رہا تھا تو اس نے ساری بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ بندہ ہے ..... کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے.....

پھر ارشاد فرمایا..... "جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے..... تو اس کے گناہوں کی سزا اسے دنیا میں دے دیتا ہے..... اور جب اللہ کسی بندہ سے خیر نہ فرمانے کا ارادہ

کرے تو اس کے گناہ کی سزا اس سے روک لیتا ہے... حتیٰ کہ قیامت کے دن اس کے گناہ کی سزا پوری پوری دے دی جائے گی... گویا کہ وہ شترہ عائر (پہاڑ) جتنا ہے...''

دو شریکوں کا عجیب قصہ

دو شخص آپس میں شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہو گئیں ایک چونکہ پیشے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا... اس لئے اس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے... آپ اپنا حق لے کر الگ ہو جائیے... آپ کام کاج سے ناواقف ہیں... چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ کر لئے اور جدا ہو گئے...

پھر پیشے سے واقف کار نے بادشاہ کے مر جانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا... اور اپنے ساتھی کو بلا کر اسے دکھایا اور کہا: بتلاؤ! میں نے کیسی چیز خریدی؟ اس کے ساتھی نے بڑی تعریف کی... اور یہاں سے باہر چلا... اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا: خدایا! اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصر دنیوی خرید لیا ہے... اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں... میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار دینار خرچ کرتا ہوں... چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار راہ خدا میں خرچ کر دیئے...

پھر اس دنیادار شخص نے ایک زمانے کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے اپنا نکاح کیا... دعوت میں اس پرانے شریک کو بھی بلایا... اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے... اسکے ساتھی نے اس کی بھی تعریف کی... باہر آ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنے کی نیت سے ایک ہزار دینار نکالے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بار الٰہی! میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کر کے یہاں کی ایک عورت حاصل کی ہے اور میں اس رقم سے تجھ سے حور عین کا طالب ہوں... اور پھر وہ رقم راہ خدا میں صدقہ کر دی۔

پھر کچھ مدت کے بعد اس دنیادار نے اس کو بلا کر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خرید لئے ہیں دیکھ لو کیسے ہیں؟ اس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آ کر اپنی عادت کے مطابق جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ خدایا! میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں

کے خرید سکتے ہیں میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں اور یہ دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں.... چنانچہ اس رقم کو مستحقوں میں تقسیم کر دیا...

پھر جب فرشتہ ان دونوں کو فوت کر کے لے گیا... اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں پہنچا دیا گیا... جہاں پر ایک حسین عورت بھی اسے ملی... اور اسے دو باغ بھی دیئے گئے اور وہ وہ نعمتیں ملیں جنہیں بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ تو اسے اس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آ گیا... فرشتے نے بتلایا کہ وہ تو جہنم میں ہے... تم اگر چاہو تو جھانک کر اسے دیکھ سکتے ہو.... اس نے جب اسے جہنم کے اندر جلتا دیکھا تو اس سے کہا کہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا.... اور یہ تو رب تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا! (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۳۶۸، ۳۶۹)

درود شریف کی برکت

ایک عالم دوسرے عالم سے ملنے کے لیے گئے.... وہاں ایک مٹی کا کورا پیالہ رکھا ہوا تھا... مہمان عالم نے کنوئیں سے پانی نکالا اور اس میں پانی ڈال کر پیا تو پانی کڑوا لگا... انہوں نے میزبان عالم سے کہا: کیا آپ کے کنوئیں کا پانی کڑوا ہے....؟ جواب میں انہوں نے حیران ہو کر کہا: نہیں تو.... پھر انہوں نے خود بھی پانی چکھا... انہیں بھی پانی کڑوا لگا... اس پر وہ بولے ظہر کی نماز کے بعد دیکھیں گے.... کہ پانی کڑوا کیوں ہے.... کلمہ شریف کا ورد کریں.... سب کلمہ پڑھنے لگے.... اس کے بعد میزبان عالم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے.... دعا کے بعد وہ برتن اٹھا کر پانی پیا تو پانی میٹھا تھا... مہمان عالم نے بھی پانی چکھا تو انہیں بھی پانی میٹھا لگا... بہت حیران ہوئے... تب میزبان عالم نے فرمایا: اس برتن کی مٹی اس قبر کی ہے... جس پر عذاب ہو رہا تھا الحمد للہ کلمے کی برکت سے وہ عذاب ختم ہو گیا ہے....

ایک عجیب واقعہ

حضرت مولانا تقی عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا: میں لندن سے کراچی واپس آ رہا تھا اور لندن کا جو ہیتھرو ایئرپورٹ ہے وہاں ایئرپورٹ پر بہت بڑا بازار ہے مختلف اسٹال وغیرہ لگے رہتے ہیں' اس میں دنیا کی مشہور کتاب "انسائیکلو پیڈیا

آف برٹانیکا" کا اسٹال لگا ہوا تھا، میں وہاں کتابیں دیکھنے لگا تو مجھے ایک کتاب نظر آئی جس کی بہت عرصے سے میں تلاش میں تھا، اس کا نام "گریٹ بکس" ہے انگریزی میں چھپن (۵۶) جلدوں میں ہے اس کتاب میں "ارسطو" سے لے کر "برٹرینڈرسل" تک جو ابھی قریب میں فلسفی گزرا ہے یعنی تمام فلسفیوں اور تمام بڑے بڑے مفکرین کی اہم ترین کتابیں جمع کر دیں اور سب کے انگریزی ترجمے اس کتاب میں موجود ہیں۔ میں وہ کتاب اسٹال پر دیکھنے لگا اسٹال پر جو آدمی (Shop Keeper) یعنی دکان دار کھڑا تھا: کہنے لگا کہ کیا آپ یہ کتاب لینا چاہتے ہیں اور کیا آپ کے پاس "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" پہلے سے موجود ہے؟ میں نے کہا جی ہاں لینا چاہتا ہوں اور پہلے سے موجود بھی ہے۔ اگر آپ کے پاس پہلے سے "انسائیکلوپیڈیا" موجود ہے تو آپ کو ہم یہ پچاس فیصد رعایت میں دے دیں گے یعنی جو اصل قیمت ہے: آدھی قیمت پر دے دیں گے۔ میں نے کہا کہ میرے پاس ہے تو سہی لیکن کوئی ثبوت نہیں ہے جس سے ثابت کروں کہ میرے پاس ہے۔

دکاندار نے کہا کہ ثبوت کو چھوڑیں! بس آپ نے کہہ دیا ہے کہ "ہے" تو بس آپ پچاس فیصد کے حقدار ہیں۔ اب میں نے حساب لگایا کہ پچاس فیصد رعایت کے ساتھ کتنے پیسے بنیں گے تو پچاس فیصد رعایت کے ساتھ وہ تقریباً پاکستانی چالیس ہزار روپے بن رہے تھے۔ مجھے اپنے دارالعلوم کے لئے خریدنی تھی، دارالعلوم ہی کے لئے "برٹانیکا" پہلے بھی موجود تھی۔ میں نے کہا کہ بھئی تو اب چار ہا ہوں یہ کتاب میرے پاس کیسے آئے گی؟ دکاندار نے کہا کہ آپ فارم بھر دیجئے ہم یہ کتاب آپ کو جہاز سے بھیج دیں گے۔ جب میں نے وہ فارم بھر دیا تو دکاندار کہنے لگا کہ آپ اپنا کریڈٹ کارڈ کا نمبر دے کر دستخط کر دیجئے۔

(تو میں ذرا ٹھٹکا کہ دستخط کروں یا نہ کروں: اس لئے کہ دستخط کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ادائیگی ہو گئی وہ چاہے تو اسی وقت جا کر فوراً پیسے نکلوا سکتا ہے مگر مجھے غیرت آئی کہ اس نے میری زبان پر اعتبار کیا اور میں یہ کیوں کہ نہیں میں نہیں کرتا، لہٰذا میں نے دستخط کر دیئے میرے دل میں ایک خیال آیا اور میں نے کہا کہ دیکھو یہاں آپ مجھے پچاس فیصد رعایت

پڑے رہتے ہیں لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ میں نے یہاں سے کتابیں بہت رعایت سے خریدیں اور پاکستان جاکر مجھے اس سے بھی سستی مل گئیں لوگ پتہ نہیں کس کس طرح منگوا لیتے ہیں اور سستی بیچ دیتے ہیں تو مجھے اس بات کا احتمال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں مجھے اس سے سستی مل جائے۔

دکاندار نے کہا کہ اچھا کوئی بات نہیں آپ جاکے پاکستان میں معلوم کرلیجئے اگر آپ کو سستی مل رہی ہوں گی تو ہمارا آرڈر کینسل کروا دیجئے گا اور اگر نہ ملے تو ہم آپ کو بھیج دیں گے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کیسے بتاؤں گا؟ تو دکاندار کہنے لگا کہ آپ کو تحقیق کرنے میں کتنے دن لگیں گے؟ کیا آپ چار پانچ دن یعنی بدھ کے دن تک پتہ لگا سکیں گے؟ میں نے کہا ہاں ان شاء اللہ۔

دکاندار نے کہا کہ میں بدھ کے دن بارہ بجے آپ کو فون کرکے پوچھوں گا کہ آپ کو سستی مل گئی کہ نہیں اگر مل گئی ہو تو میں آرڈر کینسل کردوں گا اور اگر نہیں ملی ہوگی تو پھر روانہ کردوں گا۔ تو اس نے حجت ہی نہیں چھوڑی، لہٰذا میں نے کہا کہ اچھا بھائی ٹھیک ہے اور میں نے دستخط کر دیئے اور فارم ان کو دے دیا لیکن سارے راستے میرے دستخط کرکے آگیا ہوں وہ اب چاہے تو اسی وقت جاکر بلا تاخیر چالیس ہزار روپے بینک سے وصول کرلے یعنی دل میں وسوسہ لگا رہا کہ میں اس میں تاخیر ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے لہٰذا یہاں کراچی پہنچ کر میں نے دو کام کئے:

ایک کام یہ کیا کہ امریکن ایکسپریس میں جو کریڈٹ کارڈ کی کمپنی تھی اس کو خط لکھا کہ میں اس طرح دستخط کرکے آیا ہوں لیکن اس کی ممانعت (ادائیگی) اس وقت تک نہ کریں جب تک کہ میں دوبارہ آپ سے نہ کہوں۔ اور دوسرا کام یہ کیا کہ ایک آدمی کو بھیجا کہ یہ کتاب دیکھ کر آؤ اگر مل جائے تو لے آؤ، میں پہلے یہاں تلاش کر رہا تھا لیکن مجھے ملی نہیں تھی، پتا ہوا کہ اس نے جاکر تلاش کی تو صدر کی ایک دکان میں یہ کتاب مل گئی اور سستی مل گئی یعنی وہاں چالیس ہزار میں پڑ رہی تھی یہاں تیس ہزار میں مل گئی جبکہ وہ پچاس فیصد رعایت کرنے کے بعد تھی، اب میرا دل اور پریشان ہوا، اللہ کا کرنا کہ یہاں سستی مل رہی ہے اور اس نے کہا تھا کہ بدھ کے دن میں فون کروں گا خدا جانے فون کرے نہ کرے، لہٰذا میں نے احتیاطاً خط بھی لکھ دیا۔

بھائی یہاں مل گئی ہے ٹھیک بدھ کا دن تھا اور بارہ بجے دوپہر کا وقت تھا اس کا فون آیا۔

دکاندار نے فون پر کہا کہ بتائیے آپ نے کتاب دیکھ لی معلومات کر لیں؟ میں نے کہا جی ہاں کر لی ہیں اور مجھے یہاں سستی مل گئی ہے تو وہ کہنے لگا کہ آپ کو سستی مل گئی میں آپ کا آرڈر کینسل کر دوں؟ میں نے کہا جی ہاں اس پر دکاندار نے کہا کہ میں آرڈر کینسل کر رہا ہوں اور آپ نے جو فارم پر کیا تھا اس کو پھاڑ رہا ہوں اچھا ہوا کہ آپ کو سستی مل گئی ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں۔

چار پانچ دن بعد اس کا خط آیا کہ ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ وہ کتاب آپ کو کم قیمت پر مل گئی لیکن افسوس ضرور ہے کہ ہمیں آپ کی خدمت کا موقع نہیں مل سکا لیکن وہ کتاب آپ کو مل گئی آپ کا مقصد حاصل ہو گیا آپ کو مبارکباد دیتے ہیں اور اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ ہمارے ساتھ رابطہ قائم رکھیں گے۔

ایک پیسے کا اس دکاندار کو فائدہ نہیں ہوا لیکن لندن سے کراچی اپنے خرچے پر کیا پھر خط بھی بھیج رہا ہے۔

ہم ان کو گالیاں دے دیتے ہیں لیکن وہ اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے جو ہم چھوڑ چکے ہیں بہرحال کفر کی وجہ سے ان سے نفرت ہونی بھی چاہئے لیکن انہوں نے بعض وہ اعمال اپنا لئے ہیں جو درحقیقت ہمارے اپنے اسلامی تعلیمات کے اعمال تھے اس کے نتیجے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو فروغ دیا۔ (جدید مسائل کا حل)

راز کی حفاظت کا عجیب واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حفصہؓ بنت عمر خنیس بن حذافہ سہمی سے بیوہ ہو گئیں.... حضرت خنیس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ میں سے تھے جو بدر میں شریک ہوئے اور آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی تو میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ بنت عمر کا نکاح آپ سے کر دوں؟ انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا.... میں نے چند راتیں گزاریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کے نکاح کا پیغام بھیج دیا تو میں نے آپؐ سے اس کا نکاح کر دیا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مجھ

سے ملے اور فرمایا شاید تمہیں ناراضگی ہوئی کہ تم نے مجھے حفصہ کے نکاح کی پیشکش کی اور میں نے کوئی جواب نہ دیا.... میں نے کہا ہاں فرمایا جب تم نے مجھے پیشکش کی تو مجھے جواب دینے سے اور کسی بات سے نہیں روکا مگر یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ حفصہ کا تذکرہ فرما رہے تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کرنا چاہتا تھا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارادہ ترک فرماتے تو میں اس سے نکاح کر لیتا.... (۲۱۲ روشن ستارے)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان مسلمانوں کا لشکر مختلف ممالک میں فتوحات اسلامی کے ڈنکے بجا رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت کے پرچم لہرا رہا تھا... اسی سلسلہ میں شہر حیرہ کے باقی رہ جانے والے کافروں کی شرارت و عہد شکنی کی خبر پا کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیرہ کا رخ کیا... بہادران اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی اہل حیرہ اپنے قلعوں میں گھس کر قلعہ میں بند ہو گئے...

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب قلعوں کو چاروں طرف سے محصور کر لیا اور کئی ایک شب و روز تک قلعوں کو گھیرے رکھا اور لڑائی اس لیے نہ چھیڑی کہ شاید یہ لوگ راہ راست پر آ جائیں... لیکن جب ان کی طرف سے کوئی ایسی تحریک نہ دیکھی... تو حضرت خالد نے حملہ کر کے شہر کی آبادی اور اس کے اندر کے دیروں اور کنیسوں پر قبضہ کر لیا... قبضہ کر لینے کے بعد عمرو بن عبدالمسیح جو کہ نہایت بوڑھا پیر فانی تھا... اپنے قلعہ سے نکل آیا... مسلمانوں نے اسے حضرت خالد کے سامنے پیش کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن المسیح کی طرف توجہ فرمائی... اور دریافت کیا... تمہاری عمر کتنی ہے؟... عمرو نے کہا: سینکڑوں برس... بوڑھے کے ہمراہی خادم کے پاس ایک زہر کی پڑیا نکلی... اس پر حضرت خالد نے پوچھا اسے ساتھ کیوں لائے ہو؟... اس نے کہا... اس خیال سے کہ اگر تم نے میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا... تو میں اسے کھا کر مر جاؤں اور اپنی قوم کی ذلت و تباہی نہ دیکھوں...

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پڑیہ سے زہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا

اور اس سے کہا! بے موت کوئی نہیں مرتا... اگر موت کا وقت نہ آیا ہو تو زہر بھی اپنا کچھ اثر نہیں کر سکتا... یہ کہہ کر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے...

بسم اللہ خیر الاسماء رب الارض والسماء الذی لا یضر مع اسمہ داء والرحمٰن الرحیم...

یہ کلمات ادا کر کے وہ زہر پھانک لیا... اس بوڑھے کافر نے یہ اعتقاد اور خدا پر اعتماد کا منظر دیکھا... تو ششدر رہ گیا... اور وہاں تمام لوگ بھی حیران رہ گئے جو قلعوں سے نکل آئے تھے... اور عمرو بن المسیح کی زبان سے تو یہ کلمہ بے اختیار نکل گیا کہ... جب تک تمہاری شان کا ایک شخص بھی تم میں موجود ہے... تم اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے... (تاریخ اسلام)

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا حکمت بھرا جواب

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے دیانند سرسوتی نے ایک دفعہ سوال کیا کہ:

''مسلمان کہتے ہیں کہ لوح محفوظ میں اول خلقت سے قیامت تک تمام واقعات لکھے ہوئے ہیں اور وہ واقعات لا تعداد و لا تحصیٰ ہیں تو وہ کتاب بہت ہی بڑی ہوگی پھر وہ رکھی کہاں جاتی ہوگی'' حضرت مولانا نے اس کا جلدی جواب نہیں دیا بلکہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے کہ لالہ جی آپ کی کتنی عمر ہے اس نے کہا ستر برس کی مثلاً پوچھا کہ کہاں کہاں تعلیم حاصل کی ہے کیا کیا پڑھا ہے اور آپ کو اپنے بچپن کے واقعات بھی یاد ہیں اس نے بیان کیا کہ میں نے پہلے وہاں تعلیم حاصل کی پھر وہاں اور میں نے اتنی کتابیں دیکھیں اور اتنی کتابیں پڑھیں اور میں نے اتنے سال سیاحت کی مولانا نے پوچھا کہ یہ سب واقعات آپ کو یاد ہیں کہا ہاں اور بچپن کے واقعات بھی بہت یاد ہیں اور جوانی کے اور سیر و سیاحت و تعلیم وغیرہ کے واقعات تو گویا اس وقت میرے سامنے ہیں غرض اس نے اپنے حافظہ کی بہت تعریف کی مولانا نے پوچھا کہ یہ سب واقعات آپ کو محفوظ ہیں اس نے بڑے دعوے سے کہا جی ہاں بجنسہ سب محفوظ ہیں۔ تب مولانا نے فرمایا کہ لالہ جی! اس ذرا سے دماغ میں جو ایک بالشت سے بھی کم ہے ستر برس کے واقعات اور کتابوں کے مضامین اور لوگوں کی باتیں

تقریریں اور امتحانات کس طرح سما گئے اس پر وہ خاموش ہوا مولانا نے فرمایا کہ لوح محفوظ کی نظیر تو خود آپ کے اندر موجود ہے" آپ کا دماغ " پھر حیرت ہے کہ آپ لوح محفوظ پر یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ کہاں رکھی جاتی ہوگی آپ کے کبھی اپنے دماغ پر شبہ نہ ہوا کہ اس ذرا سے دماغ میں اس قدر بے شمار واقعات ومضامین کس طرح محفوظ رہتے ہیں پھر بعض انسانوں کی عمریں ہزار ہزار سال کی ہوئی ہیں اور ان کے حافظے ہم سے زیادہ قوی تھے ان کے دماغ میں ہزار سال کے واقعات اور ہزاروں آدمیوں کی صورتیں کیونکر محفوظ رہتی تھیں تو یہ کیا ضرور ہے کہ جس چیز میں لاکھوں لاکھ برس کے واقعات لکھے جائیں وہ طولاً وعرضاً بھی اتنی بڑی ہو کہ آسمانوں میں نہ سما سکے خدا تعالیٰ کو قدرت ہے کہ تھوڑے سے جسم میں جتنے چاہے واقعات محفوظ کر دیں چنانچہ ایک نظیر اس کی انسان میں موجود ہے اب تو دیا تند..... مولانا کا منہ تکنے لگا.....(وعظ نور النور ۳۳)

غرضیکہ انسانی دماغ مظہر لوح بھی ہے.....

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ میں نوک جھونک

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبیلہ بنو کلاب میں صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا... انہوں نے وہاں جا کر صدقات وصول کر کے ان میں ہی تقسیم کر دیئے.... اور اپنے لئے کوئی چیز نہ چھوڑی... اور اپنا جو ٹاٹ لے کر گئے تھے اسے ہی اپنی گردن میں ڈالے ہوئے واپس آئے تو ان کی بیوی نے ان سے پوچھا کہ صدقات وصول کرنے والے اپنے گھر والوں کے لئے جو ہدیہ لایا کرتے ہیں وہ کہاں ہیں؟

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میرے ساتھ نگہداشت کرنے والا ایک نگران تھا... اس لئے ہدیے نہیں لا سکا... ان کی بیوی نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تو آپ امین تھے... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے ساتھ دیکھ بھال کرنے والا ایک نگران بھیج دیا... وہ آپ کو امین نہیں سمجھتے..... ان کی بیوی نے اپنے

خاندان کی عورتوں میں اس کا بڑا شور مچایا... اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایت کی... جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پوچھا: کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی نگران بھیجا تھا؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: مجھے اپنی بیوی سے معذرت کرنے کے لئے اور کوئی بہانہ نہ ملا...... یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور انہیں کوئی چیز دی... اور فرمایا: یہ دے کر اسے راضی کرلو... ابن جریر کہتے ہیں کہ نگران سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد اللہ تعالیٰ تھا... (حیاۃ الصحابہ: ۲/۳۴۲)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی پڑوسی پر شفقت

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محلہ میں ایک موچی رہتا تھا... جو نہایت رنگین طبع اور خوش مزاج تھا... اس کا معمول تھا... کہ دن بھر محنت مزدوری کرتا... شام کو بازار جا کر گوشت اور شراب مول لاتا... کچھ رات گئے دوست واحباب جمع ہوتے... خود سیخ پر کباب لگاتا... خود کھاتا... یاروں کو کھلاتا... خوب شراب کا دور چلتا اور مزے میں آ کر شعر گاتا...

اضاعونی و ای فتی اضاعوا لیوم کریھۃ وسداد ثغر...

"یعنی لوگوں نے مجھ کو ہاتھ سے کھو دیا... اور کیسے بڑے شخص کو کھویا... جو لڑائی اور رخنہ بندی کے دن کام آتا..."

امام صاحب ذکر و شغل کی وجہ سے رات کو بہت کم سوتے تھے... رات کو اس کی نغمہ سنجیاں سنتے اور کچھ تعرض نہ کرتے... ایک رات ایسا ہوا کہ شہر کا کوتوال ادھر آ نکلا اور اس کو گرفتار کر کے لے گیا... اور قید خانہ میں بھیج دیا... صبح کو امام صاحب نے دوستوں سے تذکرہ کیا کہ گزشتہ رات ہمارے ہمسایہ کی آواز نہیں آئی... نہ معلوم کیا وجہ ہوئی... لوگوں نے رات کا تمام ماجرا بیان کر دیا... کہ وہ غریب تو قید خانہ میں ہے...

آپ نے اسی وقت سواری طلب کی... اور دربار کے کپڑے پہن کر دارالامارۃ کی طرف روانہ ہو گئے... کوفہ کے گورنر کو لوگوں نے اطلاع دی کہ امام ابوحنیفہ آپ سے ملنے آئے ہیں... اس نے یہ سنتے ہی آپ کے استقبال کے لیے اپنے درباریوں کو بھیجا... جب آپ کی سواری

نزدیک آئی تو گورنر خود بھی تعظیم کے لیے اٹھا... اور نہایت ادب و احترام سے لا کر بٹھایا اور عرض کیا۔ آپ نے کیوں تکلیف فرمائی... مجھ کو بلا بھیجتے ہیں... خود حاضر ہو جاتا...

آپ نے فرمایا ہمارے محلے میں ایک موچی رہتا تھا... کوتوال نے اس کو گرفتار کر لیا ہے ... میں چاہتا ہوں کہ وہ رہا کر دیا جائے... گورنر نے اسی وقت حکم بھیجا اور وہ رہا کر دیا گیا... امام صاحب جیسے ہی گورنر سے رخصت ہو کر چلے... تو وہ موچی بھی ہمرکاب ہو گیا... امام صاحب نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا... کیوں ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا... اس نے عرض کیا... نہیں آپ نے حق ہمسائیگی خوب ادا کیا... امام صاحب کے حسن خلق و مروت کا اس کے دل پہ یہ اثر ہوا کہ اس نے پیش پرستی سے توبہ کی اور امام صاحب کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگا... رفتہ رفتہ علم و فقہ میں مہارت حاصل کی... اور فقیہ کے لقب سے ممتاز ہوا...

حضرت شیخ الہندؒ رحمہ اللہ کے اخلاص کا واقعہ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ، جو دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم ہیں، جن کے ذریعہ دارالعلوم دیوبند کا آغاز ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کو علم میں تقویٰ میں، معرفت میں بہت اونچا مقام بخشا تھا۔ جس زمانے میں آپ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث تھے، اس وقت آپ کی تنخواہ ماہانہ دس روپے تھی۔ پھر جب آپ کی عمر زیادہ ہو گئی اور تجربہ بھی زیادہ ہو گیا تو اس وقت دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا کہ حضرت والا کی تنخواہ بہت کم ہے۔ جبکہ آپ کی عمر زیادہ ہو گئی ہے۔ ضروریات بھی زیادہ ہیں، مشاغل بھی زیادہ ہیں، اس لئے تنخواہ بڑھانی چاہئے۔ چنانچہ مجلس شوریٰ نے یہ طے کیا کہ اب آپ کی تنخواہ دس روپے کے بجائے پندرہ روپے ماہانہ کر دی جائے۔ جب تنخواہ تقسیم ہوئی تو حضرت والا نے یہ دیکھا کہ اب دس کے بجائے پندرہ روپے ملے ہیں۔ حضرت والا نے پوچھا کہ یہ پندرہ روپے مجھے کیوں دیئے گئے۔ لوگوں نے بتایا کہ مجلس شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی تنخواہ دس روپے کے بجائے پندرہ روپے کر دی جائے۔ آپ نے وہ تنخواہ لینے سے انکار کر دیا، اور دارالعلوم دیوبند کے مہتمم صاحب کے نام ایک درخواست لکھی کہ حضرت! آپ نے

میری تنخواہ دس روپے کے بجائے پندرہ روپے کر دی ہے۔ حالانکہ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں، پہلے تو میں نشاط کے ساتھ دو تین گھنٹے سبق پڑھا لیتا تھا۔ اور اب تو میں کم پڑھاتا ہوں۔ وقت کم دیتا ہوں۔ لہٰذا میری تنخواہ میں اضافے کا کوئی جواز نہیں، لہٰذا جو اضافہ آپ حضرات نے کیا ہے یہ واپس لیا جائے۔ اور میری تنخواہ اسی طرح دس روپے کر دی جائے۔

لوگوں نے آ کر حضرت والا سے منت سماجت شروع کر دی کہ حضرت! آپ تو اپنے تقویٰ اور ورع کی وجہ سے اضافہ واپس کر رہے ہیں۔ لیکن دوسرے لوگوں کے لئے یہ مشکل ہو جائے گی کہ آپ کی وجہ سے ان کی ترقیاں رک جائیں گی۔ لہٰذا آپ اس کو منظور کر لیں۔ مگر انہوں نے اپنے لئے اس کو گوارا نہ کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہر وقت یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ یہ دنیا تو چند روزہ ہے۔ خدا جانے آج ختم ہو جائے۔ یا کل ختم ہو جائے۔ لیکن یہ پیسہ جو میرے پاس آ رہا ہے، کہیں یہ پیسہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو کر وہاں شرمندگی کا سبب نہ بن جائے۔

دارالعلوم دیوبند صرف تنخواہ کی طرح نہیں تھا کہ استاذ نے سبق پڑھا دیا۔ اور طالب علم نے سبق پڑھ لیا۔ بلکہ وہاں ان اداؤں سے دارالعلوم دیوبند بنا ہے، تقویٰ کے ساتھ جواب دہی کی فکر سے بنا ہے۔ اس ورع اور تقویٰ سے بنا ہے۔ لہٰذا یہ اوقات جو ہم نے بیچ دیئے ہیں۔ یہ امانت ہیں۔ اس میں خیانت نہ ہونی چاہئے۔ (جدید مسائل کا حل)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی غربت کا واقعہ

حضرت مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں بھوک کی وجہ سے اپنے جگر کو سہارا دیتا اور میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھتا اور ایک دن میں ان (صحابہ) کے اس راستہ پر بیٹھ گیا جس سے وہ نکلتے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ نکلے تو میں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں پوچھا... میں نے ان سے سوال صرف اس لئے کیا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں (اور کھانا کھلائیں) لیکن آپ گزر گئے اور مجھے ساتھ نہ لے گئے پھر حضرت عمر فاروقؓ گزرے تو میں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت کے بارے میں

سوال کیا..... میں نے ان سے صرف اس لئے سوال کیا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔ آپؓ بھی گزر گئے اور مجھے ساتھ نہ لے گئے پھر میرے پاس سے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو جو میرے دل میں تھا وہ آپ جان گئے اور میرے چہرے (کے آثار) کو پہچان لیا پھر فرمایا اے ابوہر! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا میرے ساتھ آؤ..... پھر آپ چل پڑے اور میں آپ کے پیچھے چلا..... حتی کہ آپ داخل ہوئے اور میں نے اجازت مانگی تو اجازت مرحمت فرما دی اور میں داخل ہوا آپ نے دودھ کا ایک پیالہ پایا تو دریافت فرمایا یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ آپ کے لئے فلاں نے ہدیہ کیا ہے..... پھر آپؐ نے فرمایا اے ابوہر! اہل صفہ کے پاس جا کر انہیں بلا لاؤ.....

فرماتے ہیں اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ وہ کسی کے والی تھے نہ مال کے مالک تھے..... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی چیز صدقہ کے طور پر آتی تو آپ اہل صفہ کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ بھی نہ لیتے اور جب کوئی ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا تو اصحاب صفہ کی طرف پیغام بھجواتے خود بھی اس میں سے لیتے اور انہیں بھی شریک فرماتے.....

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اصحاب صفہ میں سے تھا ایک دن میں روزہ سے گزارا اور شام ہوئی تو میرے پیٹ میں تکلیف ہوئی میں قضائے حاجت کے لئے چلا گیا واپس آیا تو کھانا کھایا جا چکا تھا..... قریش کے خوشحال لوگ اہل صفہ کے لئے کھانا بھیجا کرتے تھے..... اب میں نے سوچا کہ کس کے پاس جاؤں؟ (دل نے) کہا حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس جاؤ..... میں ان کے پاس آیا تو وہ نماز کے بعد تسبیح کر رہے تھے میں نے ان کا انتظار کیا جب آپ فارغ ہوئے تو میں قریب ہوا اور کہا مجھے پڑھا یئے حالانکہ میرا ارادہ صرف کھانے ہی کا تھا تو آپؓ نے مجھے قرآن کریم کی چند آیت پڑھائیں جب آپؓ اپنے گھر کے پاس پہنچے تو اس میں داخل ہو گئے اور مجھے دروازہ پر چھوڑ دیا..... میں ٹھہر ا رہا اور سوچا کہ کپڑے اتاریں گے پھر میرے لئے کھانے کا کہیں گے لیکن میں نے کچھ نہ

دیکھا.... جب مجھ پر انتظار لمبی ہو گئی تو کھڑا ہوا اور چل پڑا سامنے سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملے اور فرمایا اے ابوہریرہ آج تمہارے منہ کی بو شدید ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! میں آج روزہ سے تھا اور روزہ کے بعد افطار نہیں کیا اور نہ افطاری کے لئے میرے پاس کچھ ہے.... پھر آپ چل پڑے تو میں بھی آپ کے ساتھ چل پڑا حتیٰ کہ آپ اپنے گھر پہنچے تو آپ نے ایک حبشیہ باندی کو بلایا اور فرمایا وہ پلیٹ ہمارے پاس لاؤ.... باندی پلیٹ ہمارے پاس لائی تو اس میں بچا کچا کھانا لگا ہوا تھا میرا خیال ہے جو تھے جو پہلے کھایا چکا تھا اور اس کے اطراف میں کچھ باقی تھا اور وہ بہت تھوڑا سا تھا میں نے بسم اللہ پڑھی اور اسے اتار اتار کر کھانے لگا.... میں کھاتا رہا حتیٰ کہ سیر ہو گیا.... (صحابہ روشن ستارے)

دردِ سر کا عجیب نسخہ

بادشاہ روم قیصر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایک خط میں لکھا کہ میرے سر میں درد رہتا ہے... کوئی علاج بتائیں... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پاس اپنی ٹوپی بھیجی کہ اسے سر پر رکھا کرو... سر کا درد جاتا رہے گا... چنانچہ قیصر جب وہ ٹوپی سر پر رکھتا تو درد ختم ہو جاتا... اتارتا تو دوبارہ لوٹ آتا... اسے بڑا تعجب ہوا... تجسس سے ٹوپی چیری تو اس کے اندر ایک رقعہ پایا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تھا...

یہ بات روم کے بادشاہ قیصر کے دل میں گھر کر گئی... وہ کہنے لگا... دیکھا اسلام کس قدر معزز ہے... اس کی ایک آیت بھی باعث شفاء ہے... پورا دین باعث نجات کیوں کر نہ ہوگا ...اور اسلام قبول کر لیا...

حضرت زاہر رضی اللہ عنہ کی محبت رسول کا عجیب واقعہ

شمائل ترمذی میں ایک صحابی حضرت زاہر بن حرام اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ بہت خوبصورت انداز سے نقل کیا گیا ہے.... یہ دیہات کے رہنے والے تھے.... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیہاتی تحفہ لایا کرتے تھے.... سبزی ترکاری وغیرہ جو بھی دیہات

میں ان کو میسر ہوتا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ لایا کرتے تھے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تحفہ بہت خوشی کے ساتھ قبول فرمالیا کرتے تھے اور یہ صورت وشکل کے اعتبار سے قبول صورت نہیں تھے لیکن ان کی سیرت اور کمال ایمان اعلیٰ درجہ کا تھا... جب یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دیہات واپس جاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو کچھ تحفہ دیا کرتے تھے۔۔

ایک دفعہ مدینہ کے بازار میں حضرت زاہر اپنا سامان فروخت فرمارہے تھے.... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چپکے سے پیچھے کی طرف سے آکر اچانک ان کی آنکھوں کو بند کرکے دبا لیا... اب ان کو تو نظر نہیں آیا... اور معلوم بھی نہیں کہ کون ہے۔ ان کے ذہن میں یہ بات ہے کہ عام لوگوں میں سے کوئی ہے۔ حضرت زاہر نے شور مچا کر کہنے لگے کہ یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو.... پھر کن انکھیوں سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر پہچان لیا....

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو بجائے چھوڑ دو کہنے کے اپنی پیٹھ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چپکا دیا کہ محبوب حقیقی کے سینے سے میرے بدن کا لگ جانا خیر و برکت ہے... اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے اس بندے کو کون خریدے گا؟ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یارسول اللہ! اگر آپ مجھے بیچیں گے تو نہایت گھاٹا ہوگا اس لئے کہ مجھ جیسے بدصورت کو بیچنے سے کیا پیسہ مل سکے گا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپ اللہ کے یہاں کم قیمت اور سستے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے نزدیک آپ بڑے قیمتی ہیں.... (شمائل ترمذی ص ۱۶)

اس واقعہ سے ہر شخص کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا مدار ان انسانوں کے دلوں پر ہے جس نے تقویٰ کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے اس نے حب خدا اور حب رسول کا بھی اعلیٰ مقامات حاصل کرلیا... حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت کالے تھے مگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اسامہ کی محبت سب سے زیادہ تھی.... (حسن سوالی)

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ وہ جنگل میں رہتے تھے... اور انہوں نے ایک گدھا پال رکھا تھا جس پر اسباب لادتے تھے... اور ایک کتا رکھ چھوڑا تھا جو مکان کی حفاظت کرتا تھا اور ایک مرغ پال رکھا تھا جو اذان دے کر سب کو جگایا کرتا تھا... اللہ کی شان کہ ایک لومڑی آئی اور مرغ کو پکڑ کر لے گئی... ان کی بیوی رونے لگی کہ ہائے مرغ جاتا رہا... شیخ نے فرمایا... رومت اسی میں بہتری ہوگی... اس کے بعد بھیڑیا آیا اور گدھے کو مار گیا... اس وقت بیوی پھر رنجیدہ ہوئی تو وہ کہنے لگے... اسی میں خیر تھی رونے کی کوئی بات نہیں... اور پھر اچانک کتا مر گیا تو بیوی پھر غمگین ہوئی تو شیخ نے پھر یہی فرمایا کہ صبر کرو اسی میں بھلائی تھی... غرض صبح ہوئی تو غنیم کا ایک لشکر اس میدان میں لوٹنے کے لیے آ پڑا اور جتنے بھی گھروں کا ان کو پتہ چلا سب کو لوٹ لیا اور بجز ان بزرگ کے اور ان کی بیوی کے سب ہی کو گرفتار کر کے باندی غلام بنا کر لے گئے...

ان کے مکانات کا دشمن کو اس طرح پتہ چلا کہ کسی کے دروازے کا کتا آہٹ پا کر بھونکنے لگا اور کسی کا گدھا رینگ رہا تھا اور کسی کا مرغ اپنی بانگ بلند کر رہا تھا... اس وقت ان بزرگ نے اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھا! اس بادیہ نشین قوم کی بربادی کا سبب یہی جانور بن گئے... پس خدا کا کتنا فضل تھا کہ ہمارے تینوں جانور پہلے ہی مر گئے ورنہ ہمارا بھی یہی حشر ہوتا اور ہم بھی گرفتار ہوتے... (تبلیغ دین)

تواضع کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہندؒ ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے وعظ کہنے کیلئے اصرار کیا... مولانا نے عذر کیا کہ مجھے عادت نہیں ہے مگر لوگ نہ مانے تو اصرار پر وعظ کیلئے کھڑے ہو گئے اور حدیث "فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد" پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ.....

"ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے"

مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے..... انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ:.....

"یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آوے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں.....!"

حضرت شیخ الہندؒ فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا کہ:.....

"میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہوگئی..... یعنی آپ کی شہادت"

چنانچہ وعظ تو پہلے ہی مرحلہ پر ختم فرمادیا..... اس کے بعد ان عالم صاحب سے بغرض استفادہ پوچھا کہ:..... "غلطی کیا ہے؟ تاکہ آئندہ بچوں"

انہوں نے فرمایا کہ:.....

اشد کا ترجمہ اثقل (زیادہ بھاری) نہیں بلکہ اضر (زیادہ نقصان دہ) کا آتا ہے.....

مولانا شیخ الہندؒ نے فرمایا کہ:.....

"حدیث وحی میں ہے یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشد علی (کبھی مجھ پر وحی گھنٹیوں کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے) کیا یہاں بھی اضر (زیادہ نقصان دہ) کے معنی ہیں؟

اس پر وہ صاحب دم بخود رہ گئے..... (ارواح ثلاثہ ص ۲۸۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں..... آپ کی پوری زندگی مختلف قسم کے کارناموں سے بھری ہوئی ہے..... انہوں نے اسلام کے غلبہ و اقتدار کے لئے بڑے بڑے جہادی کارنامے انجام دیئے..... حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں صوبہ شام کے گورنر مقرر ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت تک اسی منصب پر فائز رہے..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام کا علم بلند کیا..... اور جو قوت دشمنان اسلام کے مقابلہ میں صرف ہوتی تھی وہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں خود مسلمانوں کے خلاف صرف ہوئی..... اسی کشمکش میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

ہوئی، اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ..... حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جانشین مقرر ہوئے..... آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ مسلمان آپس ہی میں ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں اس لئے آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے اور پوری اسلامی سلطنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر اقتدار آ گئی.....

جب ان کا وقت آخر ہوا تو کہا "مجھے بٹھا دو" لوگوں نے بٹھا دیا..... دیر تک ذکر خدا میں مصروف رہے..... پھر رونے لگے..... کہا..... "معاویہ! اب اپنے رب کو یاد کرتا ہے جب بڑھاپے نے تجھے کسی کام کا نہیں رکھا..... اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہو گئیں..... اس وقت تجھے کیوں نہ سوجھا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ اور ہری بھری تھی..... پھر چلا کر روئے اور یہ دعا کی..... "اے رب! سخت دل گنہگار بڈھے پر رحم کر! الٰہی اس کی لغزشیں معاف کر دے ..... اس کے گناہ بخش دے..... اپنے وسیع حلم کو اس شخص کے شامل حال کر لے جس نے تیرے سوا کسی سے امید نہیں کی نہ تیرے سوا کسی پر بھروسہ کیا.....

عین انتقال کے وقت دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے..... کاش! میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی..... کاش لذتیں حاصل کرنے میں اندھا نہ ہوتا..... کاش اس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہے....." (۲۱۳ روشن ستارے)

ایک سبق آموز واقعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید تھے، جن کو آپ نے خلافت بھی عطا فرما دی تھی اور ان کو بیعت اور تلقین کرنے کی اجازت دیدی تھی، ایک مرتبہ وہ سفر کر کے حضرت والا کی خدمت میں تشریف لائے، ان کے ساتھ ان کا بچہ بھی تھا، انہوں نے آکر سلام کیا اور ملاقات کی، اور بچے کو بھی ملوایا کہ حضرت یہ میرا بچہ ہے، اس کے لئے دعا فرما دیجئے۔ حضرت والا نے بچے کے لئے دعا فرمائی، اور پھر ویسے ہی پوچھ لیا کہ اس بچے کی عمر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت اس کی عمر ۱۳ سال ہے، حضرت نے پوچھا کہ آپ نے ریل گاڑی کا سفر کیا ہے تو اس بچے کا آدھا ٹکٹ لیا تھا یا پورا ٹکٹ لیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت آدھا

ٹکٹ لیا تھا۔ حضرت نے فرمایا: کیا آپ نے آدھا ٹکٹ کیسے لیا جب کہ بارہ سال سے زائد عمر کے بچے کا تو پورا ٹکٹ لگتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قانون تو یہی ہے کہ بارہ سال کے بعد ٹکٹ پورا لینا چاہئے، اور یہ بچہ اگرچہ ۱۳ سال کا ہے لیکن دیکھنے میں ۱۲ سال کا لگتا ہے، اس وجہ سے میں نے آدھا ٹکٹ لے لیا۔ حضرت نے فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تصوف اور طریقت کی ہوا بھی نہیں لگی، آپ کو ابھی تک اس بات کا احساس اور ادراک نہیں کہ بچے کو جو سفر آپ نے کرایا، یہ حرام کرلیا۔ جب قانون یہ ہے کہ ۱۲ سال سے زائد عمر کے بچے کا ٹکٹ پورا لگتا ہے اور آپ نے آدھا ٹکٹ لیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے ریلوے کے آدھے ٹکٹ کے پیسے غصب کر لئے اور آپ نے چوری کرلی۔ اور جو شخص چوری اور غصب کرے ایسا شخص تصوف اور طریقت میں کوئی مقام نہیں رکھ سکتا۔ لہٰذا آج سے آپ کی خلافت اور اجازت بیعت واپس لی جاتی ہے۔ چنانچہ اس بات پر ان کی خلافت سلب فرمالی۔ حالانکہ اپنے اوراد و وظائف میں، عبادات اور نوافل میں، تہجد اور اشراق میں، ان میں سے ہر چیز میں بالکل اپنے طریقے پر عمل تھے، لیکن یہ غلطی کی کہ بچے کا ٹکٹ پورا نہیں لیا، صرف اس غلطی کی بناء پر خلافت سلب فرمالی۔ (بدیع مسائل کامل)

خوف آخرت

ربیع بن خثیم بہت بڑے تابعی اور تاریخ اسلام کے عظیم انسانوں میں سے ہیں... مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے... ایک دن اپنے استاد کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے جارہے تھے... تب دریا خوبصورت کی بھٹیاں تھیں... ان سے آگ کے شعلے بلند ہورہے تھے... یہ دیکھ کر قرآن کریم کی ایک آیت ان کی زبان پر آگئی:

''وہ دوزخ جب ان کو دور سے دیکھے گی... تو وہ (جہنمی) اس کا جوش وخروش سنیں گے۔'' (سورۃ الفرقان آیت نمبر ۱۲)

بے ہوش ہوکر گر پڑے اور اگلی صبح تک بے ہوش رہے۔ (تعلیمات رسالۃ المسترشدین ص ۱۳)

ایک نیک سیرت بادشاہ

ہندوستان پر ایک نیک بادشاہ حکومت کرتا تھا... وہ شاہی خزانے سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتا تھا... وہ کہا کرتا تھا کہ شاہی خزانہ عوام کا پیسہ ہے... اور عوام پر ہی خرچ کیا جانا چاہیے... وہ ایک بہترین خوش نویس بھی تھا... وہ قرآن پاک کی کتابت کرتا اور اس کی آمدنی سے اپنا گزارا کرتا... اس کی ملکہ بھی نیک تھی... وہ گھر کا سارا کام خود کرتی تھی... صفائی کرتی... کھانا پکاتی... کپڑے سیتی... غرض گھر کے سارے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتی... ایک دن ملکہ کا ہاتھ روٹی پکاتے ہوئے جل گیا... جب بادشاہ گھر آیا تو ملکہ نے کہا... مجھے ایک خادمہ رکھنے کی اجازت دیں تا کہ وہ گھر کے کام کاج میں میری مدد کرے... بادشاہ نے کہا...

ملکہ تم جانتی ہو کہ میں شاہی خزانے سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتا... اس لیے کہ یہ عوام کا پیسہ ہے... اور میری آمدنی اتنی نہیں کہ میں ایک خادمہ رکھ سکوں کیونکہ میری آمدنی میرے ہاتھ کی کمائی پر ہے... قرآن پاک کی کتابت سے اتنی کم آمدنی میں ایک خادمہ رکھنے کی گنجائش کہاں ہے... میں اگرچہ بادشاہ ہوں مگر حقیقت میں ایک عام غریب آدمی ہوں... شاہی خزانے پر صرف عوام کا حق ہے... اور عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہی خرچ ہونا چاہیے... اگر آج میں اس خزانے سے کچھ لے لوں گا... تو کل خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا... ملکہ تم حلال کی کمائی پر صبر و شکر کرو... کل پیارا خدا تمہیں اور مجھے اس کا بہت اجر دے گا...

بادشاہ کی ملکہ بھی چونکہ سمجھدار اور نیک تھی اور صبر و شکر کرنے والی تھی... اس لیے پھر سلطان سے اس سلسلے میں کچھ نہ کہا اور گھر کے کام کاج خود ہی کرتی رہی... اسی لیے کہا جاتا ہے کہ خدا سے روزی رکھنا ہو تو اپنے ہاتھ سے کماؤ اور حلال رزق سے اپنے اور خاندان کی کفالت کرو اب آپ اس بادشاہ کا نام بھی جان لیں... اس کا نام سلطان ناصر الدین تھا۔

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا یادگار واقعہ

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ... اولیاء ہند میں اونچے مقام ہیں... ان کے زمانے میں ایک بڑے عالم اور فقیہ اور مفتی مولانا حکیم ضیاء الدین ؒ

بھی موجود تھے.... حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء بحیثیت "صوفی" کے مشہور تھے اور یہ بڑے عالم "مفتی اور فقیہ" کی حیثیت سے مشہور تھے.... حضرت خواجہ نظام الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ "سماع" کو جائز کہتے تھے.... بہت سے صوفیا کے یہاں سماع کا رواج تھا.... سماع کا مطلب ہے کہ موسیقی کے آلات کے بغیر حمد و نعت وغیرہ کے مضامین کے اشعار ترنم سے یا بغیر ترنم کے محض خوش آواز سے کسی کا پڑھنا اور دوسروں کا اسے خوش عقیدگی اور محبت سے سننا بعض صوفیاء اس کی اجازت دیتے تھے اور بہت سے فقہاء اور مفتی حضرات اس سماع کو بھی جائز نہیں کہتے تھے بلکہ "بدعت" قرار دیتے تھے.... چنانچہ ان کے زمانے کے مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب نے بھی "سماع" کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ "سماع" سنتے تھے....

جب مولانا حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور اطلاع کروائی کہ جا کر حکیم ضیاء الدین صاحب سے عرض کیا جائے کہ نظام الدین مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا ہے اندر سے حکیم ضیاء الدین صاحب نے جواب دیا کہ ان کو باہر روک دیں.... میں کسی بدعتی کی صورت دیکھنا نہیں چاہتا.... حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب بھجوایا کہ ان سے عرض کر دو کہ بدعتی بدعت سے توبہ کرنے کے لئے حاضر ہوا ہے اسی وقت مولانا حکیم ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پگڑی بھیجی کہ اسے بچھا کر خواجہ صاحب اس کے اوپر قدم رکھتے ہوئے آئیں اور جوتے سے قدم رکھیں ننگے پاؤں نہ آئیں خواجہ صاحب نے پگڑی کو اٹھا کر سر پر رکھا اور کہا کہ یہ میرے لئے دستار فضیلت ہے.... اس شان سے اندر تشریف لے گئے آ کر مصافحہ کیا اور بیٹھ گئے اور حکیم ضیاء الدینؒ کی طرف متوجہ رہے.... پھر خواجہ صاحب کی موجودگی میں حکیم ضیاء الدین کی وفات کا وقت آ گیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ حکیم ضیاء الدین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا کہ ترقی مدارج کے ساتھ ان کا انتقال ہوا.... (اصلاحی خطبات)

کمالِ اخلاص کا واقعہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ مرض الموت میں کچھ دنوں مدرسہ تشریف نہ لے جا سکے اور جب تنخواہ آئی تو واپس فرما دی اللہ اکبر یہ ہے وہ مقام جہاں کم سے کم آج کے دور زر پرست میں جبرئیل کے پر جلنے کا محاورہ بولا جا سکتا ہے کیا اسے انتہائی تقویٰ اور دیانت کے سوا بھی کچھ کہا جائے گا تنخواہ تو درکنار اگر مدرسے سے وہ اپنی بیماری کے دنوں میں علاج و معالجے کیلئے بھی کچھ زائد رقم لے لیتے تو انصاف و دیانت کے منافی نہ ہوتا..... آخر جس درسگاہ کی خدمت میں انہوں نے اپنی بہترین عمر صرف کر دی اور جس درسگاہ کو ان کے توسل نے شہرت و عظمت اور مال و منال سب ہی چیزوں سے بہرہ ور کیے انصافاً ان کا حق نہ ہوتا کہ عمر ضعیفی میں اپنی بعض ضروریات اس سے حاصل کریں لیکن یہی وہ مقام ہے جہاں سے تقویٰ اور اباحت کے دو جداگانہ راستے پھٹتے ہیں اور شیخ مدنی نے تقویٰ کا راستہ اختیار کیا بس تفصیل کو بھی نظر میں رکھیے کہ یہ اس تنخواہ کو نہ لینے کا ذکر ہے جو عام قانون مدرسہ کی رو سے ان کا جائز قانونی حق تھا..... یہ ایسی چیز نہیں تھی کہ حضرت کے بلند مقام و منصب کی رعایت سے انہیں دی جا رہی ہو بلکہ وہ چیز تھی جسے مدرسہ کا ہر ملازم آئینی طور پر وصول کرتا ہے اور جس کے وصول کرنے میں دین و دنیا کسی بھی لحاظ سے انگلی اٹھنے کی گنجائش نہیں لیکن شیخ نے صاف کہہ دیا..... "جب میں پڑھا نہیں رہا ہوں تو تنخواہ کیسی"

مجلس شوریٰ نے طے کیا کہ کسی نہ کسی طرح ان کا یہ جائز حق انہیں پہنچا دینا چاہیے لیکن ایک مرد عزیمت کوش کو اس کے فیصلے سے ہٹا دینا اتنا آسان نہ تھا کہ جس کا جی چاہے جا کر معاملہ نمٹا دے حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کو یہ کام سونپا گیا کہ کسی مناسب وقت میں وہ حضرت کو سمجھائیں اور ایک ذرا سے تھوڑا اکٹھی یہ رقم ان کے حوالے کر دیں حضرت مہتمم صاحب اس فکر میں رہے کہ شیخ کی صحت کچھ بہتر ہو تو اظہار مدعا کریں لیکن اللہ کو یہ منظور نہیں تھا اور گفتگو کا مناسب موقع میسر آنے سے پہلے ہی انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے یہاں بلا لیا..... بعد میں حضرت مہتمم صاحب نے شیخ کی زوجہ محترمہ کی خدمت

میں تشریف لے گئے اور فرض تعزیت ادا کرنے کے بعد کہا کہ .....

''وہ رقم آپ لے لیں کیونکہ وہ شیخ کا قطعاً قانونی اور جائز حق ہے''

اس پر جو جواب ترجہ مکرمہ نے دیا وہ بھی واقعی ان کی عظمت و خصوصیت کے عین مطابق ہے..... ایک وسیع القلب ..... فراخ حوصلہ ..... سیر چشم اور زاہد و متقی شیخ کی حرم محترم کو بے شک اتنا ہی اونچا ہونا چاہیے انہوں نے فرمایا ..... ''آپ سب کچھ ٹھیک کہتے ہیں مگر جب انہوں نے ہی زندگی میں یہ رقم نہیں لی تو ہم ان کے بعد اسے کیسے لے سکتے ہیں''

حضرت مہتمم صاحب نے بہت کچھ سمجھایا اور ظاہر ہے کہ اُن کے حسن کلام..... معقولی گفتار اور قوت استدلال کا کیا ہی کہنا تھا کیا ہے مگر رقم نہیں لی گئی اور نہ لی گئی اور ثابت کر دیا کہ ایک مخلص دریادل اور خدا پرست مرد مومن کے اہل و عیال اس کی خصوصیات کا گہرا اثر قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے ..... (ماہنامہ تجلی دیوبند ص ۴۰)

انسان اور جانور میں فرق

شہر کے ایک گنجان آباد کے ایک باغ میں درخت کی ایک ٹہنی پر چڑیا اور چڑا بیٹھے تھے ... اچانک چڑیا نے چڑے سے سوال کیا .. آج کا انسان اتنا پریشان حال کیوں ہے ...؟ چڑے نے جواب دیا .. تلاش رزق میں .. چڑیا بولی ... رزق کی تلاش میں تو ہم بھی رہتے ہیں ... مگر پریشان نہیں ہوتے ... چڑا بولا ... دراصل ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے ... اس لیے وہی ہمیں رزق بھی دے گا ... لیکن انسان اپنے آپ پر بھروسہ رکھتا ہے ... اس کے علاوہ جو ہمیں ملتا ہے ... ہم صبر شکر کر کے کھا لیتے ہیں ... جبکہ انسان زیادہ سے زیادہ کی حرص میں جلتا رہتا ہے ... اس لیے پریشان ہوتا ہے ... چڑیا فوراً بولی ... اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ... ہم انسان نہیں ہیں ...

تعلق مع اللہ ..... نسخہ سکون

برونائی کے بادشاہ کی آمدنی ہر گھنٹے میں ایک لاکھ پینتیس ہزار پونڈ ہوتی ہے ... برونائی کے سلطان نے برونائی میں دنیا کا سب سے بڑا محل تعمیر کیا ہے ... جو ستر اسو ستر

کمروں پر مشتمل ہے... اس میں پانچ سو چو نسٹھ فانوس... چار ہزار افراد کے لیے ضیافت کا ہال... دو سو ستاون بیت الخلاء... اور چوالیس سیڑھیاں ہیں... اس محل سے چند میل دور اس نے اپنی دوسری بیوی کے لیے ایک محل تعمیر کیا ہے... جس میں نہانے کے پانچ تالاب ہیں... لندن میں ہوٹل کے علاوہ ان کی اپنی پانچ بڑی رہائش گاہیں ہیں... ان میں سے ایک ستائیس ایکڑ اراضی پر ہے... سلطان کے بال بنانے کے لیے حجام لندن سے جاتا ہے...

یہ اس دنیا کے سرمایہ داروں کا حال ہے... جس میں کئی ہزار انسان روزانہ بھوک کی وجہ سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے ہیں... اس میں عبرت کی بات یہ ہے کہ حال ہی میں یہ بادشاہ ملک الموت کے خوفناک پنجوں کا شکار ہو کر منوں مٹی کی اندھیری کوٹھری میں دفن ہو چکا ہے۔ یہ کثیر مال موت کو نہ روک سکا... قبر میں روشنی نہ کروا سکا... قبر کی تنگی کو دور نہ کروا سکا... اور سب سے حیرت کی بات دنیا میں عیاشیوں کے سامان کی کثرت کے باوجود ایک دن بھی چین کی نیند نہ سو سکا...

تو معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت کا سکون صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنے میں ہے... اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو دنیا میں جنت کا مزہ مل جائے تو خالق جنت سے اپنے تعلق کو مضبوط کرلیں... اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی قبر میں جنت کا بستر لگ جائے... جنت کی کھڑکی کھل جائے... جنت کا ٹب لگ جائے اور کیڑوں اور خوفناک سانپ بچھوؤں کی خوراک بننے سے آپ بچ جائیں تو آج... ابھی اور اسی وقت سچی توبہ کر کے... جان لگا کر گناہوں کو ترک کر دیں...

حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت سلمہ بن صخرؓ ایک انصاری صحابی تھے وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ میں حد سے زیادہ جنسی قوت تھی اس لئے رمضان کا مہینہ آیا تو میں نے اپنی بیوی سے اظہار کر دیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ میں کسی رات اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جاؤں اور اسی حالت میں صبح ہو جائے... ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ میری بیوی میری خدمت کر رہی تھی کہ اس کا بعض حصہ جسم کھل گیا اور میں اس کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکا..... چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ عرض کیا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسی لائق تھا..... میں نے عرض کیا..... بے شک میں اسی لائق تھا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہی فرمایا اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا اور عرض کی میں اسی جگہ بیٹھا ہوں میرے متعلق خدا کا جو حکم ہو اسے جاری کیجئے میں اس پر صبر کروں گا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ تم کو ایک غلام آزاد کرنا چاہیے..... میں نے اپنی گردن پر ہاتھ مار کر کہا..... "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنی ذات کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں ہوں..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تو متواتر دو مہینے کے روزے رکھو ..... میں نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھ پر جو مصیبت پڑی ہے وہ روزے ہی کی وجہ سے تو پڑی ہے..... میں دو مہینے کے روزے کیسے نبھا سکوں گا..... تو فرمایا..... "ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ ..... میں نے عرض کی اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے..... میری رات فاقے سے گزری ہے میرے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا..... بنی زریق کے صاحب زکوٰۃ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو وہ اپنی زکوٰۃ تمہیں دے دیں ..... اس سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا پلا دو اور جو بچ رہے اسے اپنے اہل وعیال کے کام میں لاؤ..... میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اپنی قوم میں واپس گیا اور کہا تم نے مجھے بڑے ضیق میں ڈال دیا تھا اور میرے معاملے کے متعلق بڑی بری رائے ظاہر کی تھی..... لیکن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تو میں نے اپنے لئے بڑی کشادگی اور برکت پائی..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ میں تم سے تمہاری زکوٰۃ مانگ لوں..... اس لئے تم مجھے اپنی زکوٰۃ دے دو انہوں نے مجھے اپنی زکوٰۃ دیدی..... (ترمذی ابواب التفسیر)

جس معاشرے کا یہ حال ہو کہ اس کے ایک فرد سے اپنی بیوی کے متعلق بھی کوئی خلاف قانون فعل سرزد ہو جائے تو وہ خود اس کی سزا کے لئے اپنے کو اس طرح پیش کر دے اس معاشرے میں کوئی بد اخلاقی کیوں کر پھیل سکتی ہے.....؟ (۳۱۲ روشن ستارے)

عفت و عصمت کا عجیب واقعہ

حضرت علامہ عبداللہ بن اسعد یافعی رحمۃ اللہ نے فن تصوف میں ایک کتاب لکھی اس کا نام "الترغیب والترہیب" ہے اس میں انہوں نے ایک نوجوان کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک نوجوان سے ہمیشہ مشک... اور عنبر کی خوشبو مہکتی تھی تو اس سے کسی متعلق نے اس سے کہا کہ آپ ہمیشہ اتنی عمدہ ترین خوشبو میں معطر رہتے ہیں.... اس میں کتنے پیسے بلا وجہ خرچ کرتے رہتے ہیں؟ تو اس پر نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے زندگی میں کوئی خوشبو نہیں خریدی اور نہ ہی کوئی خوشبو لگائی... تو سائل نے کہا... تو پھر یہ خوشبو کہاں سے اور کیسے مہکتی ہے تو نوجوان نے کہا کہ یہ ایک راز ہے جو بتانے کا نہیں... سائل نے کہا کہ آپ بتلا دیجئے شاید اس سے ہم کو بھی فائدہ ہوگا....

نوجوان نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے باپ تاجر تھے... گھریلو سامان فروخت کیا کرتے تھے میں ان کے ساتھ دکان میں بیٹھا تھا... ایک بوڑھی عورت نے آ کر کچھ سامان خریدا اور والد صاحب سے کہا کہ آپ لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیجئے... تاکہ میں اس کے ساتھ سامان کی قیمت بھیج دوں... میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ گیا تو ایک نہایت خوبصورت گھر میں پہنچا... اور اس میں ایک نہایت خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر ایک نہایت خوبصورت لڑکی موجود تھی.... وہ مجھ کو دیکھتے ہی میری طرف متوجہ ہوئی... کیوں کہ میں بھی نہایت حسین تھا.... میں نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا... تو اس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تو اللہ پاک نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی... میں نے کہا کہ مجھے قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہے... اس نے فوراً اپنی باندیوں اور خادموں سے کہا کہ جلدی سے بیت الخلاء ان کے لئے صاف کر دو.... میں نے بیت الخلاء میں داخل ہو کر خود حاجت کر کے نجاست کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیا... اور اسی حالت میں باہر آیا... جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو اس نے کہا کہ اسے فوراً یہاں سے باہر نکالو یہ مجنون ہے... میرے پاس ایک درہم تھا.... میں نے اس سے ایک صابن خرید کر ایک نہر میں جا کر غسل کیا... اور کپڑے بھی دھو کر پہن لئے اور میں نے یہ راز کسی کو بتلایا نہیں.... جب میں اسی رات میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتے نے آ کر مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو جنت کی بشارت ہے... اور معصیت سے بچنے کے لئے جو

تدبیر تم نے اختیار کی تھی اس کے بدلے میں تم کو یہ خوشبو پیش کی جا رہی ہے.... چنانچہ میرے پورے بدن پر وہ خوشبو لگائی گئی جو میرے بدن اور کپڑوں سے ہر وقت مہکتی رہتی ہے۔۔ جو آج تک لوگ محسوس کرتے ہیں۔۔۔ (والحمد للہ رب العالمین) (اصول ہوتی)

درگزر کا عجیب واقعہ

ایک دفعہ ایک نادان طبیب نے غلطی سے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کو زہر دے دیا.... فوراً آپ کو قے ہو گئی اور مرض ترقی کر گیا.....

ڈاکٹری تشخیص سے پتہ چلا کہ چند منٹ قے نہ ہوتی تو جانبری محال تھی..... حضرت مولانا سے جس کو ذرا بھی تعلق تھا وہ حکیم صاحب پر آنکھیں نکالتا اور ان کی صورت سے بیزار ہو گیا مگر آپ کو حکیم صاحب کی ندامت اور اپنے خدام کی زبان سے یہ وحشت ایک مستقل تکلیف بن گئی کہ وہ بھی کتمان اور ضبط میں رہی جس کا اثر یہ تھا کہ حکیم صاحب تشریف لاتے تو آپ ان کو سب سے الگ اپنے پاس چارپائی پر بٹھاتے اور وہ اس کو مناسب مرض بتاتے تو آپ استعمال فرماتے وہ نسخہ ان سے ایسی ہی باتیں کرتے جس سے ان کو یقین ہو جاتا کہ حضرت میرے معالجے کے معتقد اور میری حذاقت و مزاج شناسی کے معترف ہیں اور مخلص خدام سے ایک مرتبہ نرم لہجہ میں اس طرح فرمایا کہ:

"حکیم صاحب تو میرے محسن ہیں..... غلطی تو ہر بشر کے ساتھ لگی ہوئی ہے مگر جو کچھ کیا وہ محبت و شفقت ہی کی نیت سے کیا ان کو کوئی ترچھی نظر سے دیکھتا ہے تو میرے دل پر برچھی لگتی ہے..... فاعل حقیقی تو اللہ تعالیٰ مولائے کریم ہے کوئی نہیں جو ہوا وہ اس کی مشیت سے ہوا پھر کسی کو کیا حق ہے کہ آلہ اور اوزار کو سرزنش کرے....." (اکابر کا تقویٰ ص ۹۳)

بڑوں کا مثالی بچپن

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ سابق شیخ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار سندھ جس زمانے میں کم عمر..... شرح جامی پڑھتے تھے..... اس زمانے میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی خانقاہ امدادیہ کے سامنے ایک نالہ بہتا ہے

اس سے آگے میدان میں ایک ٹیلہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہیں خوبصورت نورانی چہرہ ہے لوگ جوق در جوق زیارت کو آ رہے ہیں اور پوچھتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ نے سب کو یہی جواب دیا فی الجنۃ فی الجنۃ پھر آپ ٹیلے سے اتر کر خانقاہ امدادیہ کی طرف چلے اور وہاں سے حضرت حکیم الامت کے مکان پر پہنچے میں نے دوڑ کر حضرت کو اطلاع دی فوراً باہر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کے بعد معانقہ فرمایا پھر ایک خادم کو حکم دیا کہ پلنگ پر بستر بچھا دے اور تکیہ رکھ دے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمائیں.....

حکم کی تعمیل کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر آرام فرمانے لگے اس وقت مجمع نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صرف یہ عاجز (ظفر احمد عثمانی تھانوی) تنہا تھا۔

میں نے موقع تنہائی کا پا کر عرض کیا:.....

یا رسول اللہ این انا (اے اللہ کے نبی میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:.....فی الجنۃ (جنت میں ہوگا)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پڑھتے ہو؟ میں نے اپنے اسباق گنوائے.....فرمایا پڑھتے رہو اور پڑھ کر ہمارے یہاں بھی آؤ گے؟

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اشتیاق بہت ہے آپ دعا فرمائیں فرمایا ہم دعا کریں گے۔

بندہ (مولانا ظفر احمد عثمانیؒ) نے صبح کو یہ خواب حضرت حکیم الامتؒ سے عرض کیا.....

بہت خوش ہوئے اور فرمایا:.....

ان شاء اللہ اب اس بستی سے طاعون ختم ہو جائے گا (اس وقت بستی میں طاعون کا بہت زور تھا)

چنانچہ بحمد اللہ اس خواب کے بعد کسی کے مرنے کی خبر نہ آئی.....

پھر یہ بھی واقعہ ہے کہ ۱۳۲۸ھ میں دینیات اور درسیات سے فارغ ہوتے ہی اسی سال حج اور زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نصیب ہوگئی.....(انوار النظر فی آثار الظفر ص ۱۰۷)

ایک نوجوان کا مثالی جذبہ

ایک خوبصورت نوجوان... آزادی کی جنگ لڑنے والے شاہ اسماعیل شہید کے پاس آیا... حاضرین کی نظریں اس کی طرف اٹھ گئیں... انہوں نے اتنا خوب صورت نوجوان پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا... شاہ صاحب نے اس سے پوچھا: بیٹا! کیوں آئے ہو؟... نوجوان نے فوراً کہا... شاہ جی! میدان جنگ میں آپ کا ساتھ دینے کے لیے آیا ہوں... یہ سن کر شاہ صاحب کی آنکھوں میں آنسو آگئے... وہ بولے... بیٹا! تم جانتے ہو... میں سکھوں اور انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لیے ان سے لڑ رہا ہوں... میرے ساتھ چلنا کانٹوں پر چلنا ہے... آدھی رات تلواروں کی چھاؤں میں جاگنا پڑے گا... پھر کمر سیدھی کرنے کے لیے سو بھی نہیں سکو گے... پچھلے پہر رب کے حضور گڑگڑانا ہوگا...

یہ سن کر نوجوان رو پڑا... کہنے لگا... شاہ جی! یہ ساری باتیں تو مجھے میری ماں بتا چکی ہے... آپ کوئی نئی بات بتائیں... شاہ صاحب نے فرمایا... بیٹا! جہاد کے میدان میں یہ پھول جیسے... گال مرجھا جائیں گے... نوجوان یہ سن کر تڑپ اٹھا... بولا... شاہ جی! میرے گال آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم سے تو بہتر نہیں ہیں؟... میں سوچ سمجھ کر آ رہا ہوں...

حکیم الامت رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

حکیم الامت کا ایک واقعہ: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ علیہ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جا رہے تھے، جب ریل میں سوار ہونے کیلئے اسٹیشن پہنچے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ سامان اس مقررہ حد سے زیادہ ہے جو ایک مسافر کو بک کرائے بغیر اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے، چنانچہ وہ اس کھڑکی پر پہنچے جہاں سامان کا وزن کر کے زائد سامان کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے تاکہ سامان بک کرا سکیں، کھڑکی پر ریلوے کا جو اہلکار موجود تھا، وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود حضرت مولانا کو جانتا تھا، اور ان کی بڑی عزت کرتا تھا، جب حضرتؒ نے سامان بک کرنے کی فرمائش کی تو اس نے کہا کہ "مولانا! رہنے بھی دیجئے، آپ سے سامان کا کیا کرایہ وصول کیا جائے؟ آپ کو سامان بک کرانے کی ضرورت نہیں، میں

ابھی گارڈ سے کہہ دیتا ہوں وہ آپ کو زائد سامان کی وجہ سے کچھ نہیں کہے گا۔"

مولانا نے فرمایا: "یہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائیگا؟"

"غازی آباد تک" ریلوے افسر نے جواب دیا۔

"پھر غازی آباد کے بعد کیا ہوگا؟" مولانا نے پوچھا۔

"یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے بھی کہہ دیگا" اس نے کہا

مولانا نے پوچھا "وہ دوسرا گارڈ کہاں تک جائیگا؟"

افسر نے کہا "وہ کانپور تک آپ کے ساتھ جائے گا"

"پھر کانپور کے بعد کیا ہوگا؟" مولانا نے پوچھا۔

افسر نے کہا "کانپور کے بعد کیا ہوتا ہے؟ وہاں تو آپ کا سفر ختم ہو جائیگا"

حضرتؒ نے فرمایا "نہیں، میرا سفر تو بہت لمبا ہے، کانپور پر ختم نہیں ہوگا، اس لمبے سفر کی انتہا تو آخرت میں ہوگی، یہ بتایئے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اپنا سامان تم کرایہ دیئے بغیر کیوں اور کس طرح لے گئے؟ تو یہ گارڈ صاحبان میری کیا مدد کر سکیں گے؟"

پھر مولانا نے ان کو سمجھایا کہ ریلوے آپ کی یا گارڈ صاحب کی ملکیت نہیں ہے، اور جہاں تک مجھے معلوم ہے، ریلوے کے محکمے کی طرف سے آپ کو یا گارڈ صاحب کو یہ اختیار بھی نہیں دیا گیا کہ وہ جس مسافر کو چاہیں ٹکٹ کے بغیر یا اس کے سامان کو کرایہ کے بغیر ریل میں سوار کر دیا کریں، لہٰذا اگر میں آپ کی رعایت سے فائدہ اٹھا کر بغیر کرایہ کے سامان لے بھی جاؤں تو یہ میرے دین کے لحاظ سے چوری میں داخل ہوگا، اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے اس گناہ کا جواب دینا پڑیگا، اور آپ کی یہ رعایت مجھے بہت مہنگی پڑیگی، لہٰذا براہ کرم مجھ سے پورا پورا کرایہ وصول کر لیجئے۔ ریلوے کا افسر مولاناؒ کو دیکھتا رہ گیا، لیکن پھر اس نے تسلیم کیا کہ بات آپ ہی کی درست ہے۔ (جواہر پارے)

قاتل کا سراغ

شیر شاہ کی حکومت کے زمانے میں تالوہ کے پاس ایک شخص راستے میں قتل ہو گیا

...اس مقتول کی لاش ایسے دو دیہاتوں کی سرحد پر پائی گئی جن میں مدتوں سے جھگڑا چلا آ رہا تھا... قتل کا ثبوت نہ مل سکا...

جب اس حادثے کی خبر شیر شاہ کو ملی تو اس نے اپنے وزراء کو اس کی تحقیق کرنے کو کہا لیکن کہیں سے کوئی ثبوت نہ ملا... آخر بہت سوچ بچار کر کے شیر شاہ نے دو سرکاری جاسوسوں کو اس درخت کے پاس بھیجا جس کے نیچے مقتول کی لاش ملی تھی اور اس درخت کو کلہاڑی سے کاٹنے کا حکم دیا... ان آدمیوں کو ہدایت کی کہ وہ اس کا اظہار نہ کریں کہ وہ بادشاہ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں... لیکن دونوں دیہاتوں سے اگر کوئی ان کے پاس مزاحمت کرنے آئے تو جاگیردار کو خبر دیں اور انہیں پکڑ کر دربار میں لے آئیں... شیر شاہ کے آدمیوں نے حکم کے مطابق جب درخت کاٹنا شروع کیا تو دونوں دیہاتوں کے پاس سے ایک ایک آدمی نے آ کر شور مچانا شروع کر دیا کہ یہ درخت تو ہمارے ہیں... تم کون ہو جو اس کو کاٹتے ہو... شیر شاہ کے آدمیوں نے وہاں کے جاگیرداروں سے کہا... گاؤں کے یہ آدمی مشکوک ہیں... انہیں بادشاہ کے دربار میں لے چلو...

انہیں دربار میں لے جایا گیا... شیر شاہ نے ان سے پوچھا... درخت تمہارے گاؤں سے کچھ فاصلے پر تھا... لیکن جب یہ کاٹا جا رہا تھا تو انہیں خبر ہو گئی... لیکن جب چند دن پہلے اسی درخت کے نیچے ایک آدمی کا سر کاٹا جا رہا تھا... تمہیں خبر کیوں نہیں ہوئی... پھر حکم دیا... اگر تین روز میں مقتول کا قاتل حاضر کر دیا جائے گا... تو تم سب کو امان ملے گی... ورنہ گاؤں کے تمام آدمی قتل کر دیے جائیں... قاتل گاؤں میں موجود تھا... گاؤں والوں نے اسے باندھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور پھر اسے قتل کر دیا گیا... (تاریخ داؤدی... ۲۲۰)

۳۳ سالہ صحبت کی آٹھ باتیں

حاتم رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور بزرگ اور حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد ہیں... ان سے ایک مرتبہ حضرت شیخ نے دریافت کیا کہ حاتم تم کتنے دن سے میرے ساتھ ہو؟... انہوں نے عرض کیا تینتیس (۳۳) برس سے!... فرمانے لگے کہ... اتنے

دنوں میں تم نے مجھ سے کیا سیکھا؟... حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا آٹھ مسئلے سیکھے ہیں...
حضرت شیخ بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا... انا للہ وانا الیہ راجعون... اتنی طویل مدت میں صرف آٹھ مسئلے سیکھے میری تو عمر تمہارے ساتھ ضائع ہوگئی...

حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور صرف آٹھ مسئلے سیکھے ہیں... جھوٹ تو بول نہیں سکتا... حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بتاؤ وہ آٹھ مسئلے کیا ہیں؟... حاتم نے عرض کیا...

۱۔ میں نے دیکھا ساری مخلوق روٹی کی طلب میں لگ رہی ہے... اس کی وجہ سے اپنے آپ کو دوسروں کے سامنے ذلیل کرتی ہے... اور ناجائز چیزیں اختیار کرتی ہے... پھر میں نے دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے...

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا (ھود ع ۱)

"اور کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے... جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو..."

میں نے دیکھا میں بھی انہیں زمین پر چلنے والوں میں سے ایک ہوں جن کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے... پس میں نے اپنے اوقات ان چیزوں میں مشغول کر لیے جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہیں... اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھی اس سے اپنے اوقات کو فارغ کر لیا...

۲۔ میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کو کسی نہ کسی سے محبت ہے (بیوی سے... اولاد سے... مال سے... احباب سے وغیرہ وغیرہ) لیکن میں نے دیکھا کہ جب وہ قبر میں جاتا ہے... تو اس کا محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے... اس لیے میں نے نیکیوں سے محبت کر لی تا کہ جب میں قبر میں جاؤں تو میرا محبوب بھی ساتھ آ جائے اور مرنے کے بعد مجھ سے جدا نہ ہو...
حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا... بہت اچھا کیا...

۳۔ میں نے اللہ جل شانہ کا ارشاد قرآن پاک میں دیکھا:

واما من خاف مقام ربہ... الخ (والنازعات ع ۲)

"اور جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے (آخرت) میں کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو حرام خواہش سے روکا ہوگا تو جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا..."

میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق ہے... میں نے اپنے نفس کو خواہشات سے

روکا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر جم گیا...

۴- میں نے دنیا کو دیکھا کہ ہر شخص کے نزدیک جو چیز بہت قیمتی ہوتی ہے... بہت محبوب ہوتی ہے... وہ اس کو اٹھا کر بڑی احتیاط سے رکھتا... اس کی حفاظت کرتا ہے... پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا...

"جو کچھ تمہارے پاس دنیا میں ہے... وہ ختم ہو جائے گا... (خواہ وہ جاتا رہے یا تم مر جاؤ ہر حال میں وہ ختم ہوگا) اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے... وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے..." (نحل ع ۱۳)

اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی کبھی میرے پاس ایسی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی دل کو زیادہ پسند آئی میں نے اس کو اللہ کے پاس بھیج دیا... اس آیت شریفہ کی وجہ سے جو چیز بھی کبھی میرے پاس ایسی ہوئی جس کی مجھے وقعت زیادہ ہوئی دل کے نزدیک پسندیدہ ہونے میں ان سے تعلق کو دخل کون ہے... یہ تو مالک الملک کی طرف سے ہے... اس لیے اب کسی پر غصہ ہی نہیں آتا...

۵- میں نے دنیا میں دیکھا کہ تقریباً ہر شخص کی کسی نہ کسی سے لڑائی ہے... اور کسی نہ کسی سے دشمنی ہے... میں نے غور کیا تو دیکھا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا...

ان الشیطن لکم عدوا فاتخذوہ عدوا

"شیطان بے شک تمہارا دشمن ہے... پس اس کے ساتھ دشمنی ہی رکھو اس کو دوست نہ بناؤ..."

پس میں نے اپنی دشمنی کے لیے اسی کو چن لیا اور اس سے دور رہنے کی انتہائی کوشش کرتا ہوں... اس لیے کہ جب حق تعالیٰ شانہ نے اس کے دشمن ہونے کو فرمایا تو میں نے اس کے علاوہ سے اپنی دشمنی ہٹا لی...

۶- میں نے دیکھا کہ ساری مخلوق کا اعتماد اور بھروسہ کسی خاص ایسی چیز پر ہے... جو خود مخلوق ہے... کوئی اپنی جائیداد پر بھروسہ کرتا ہے... کوئی اپنی تجارت پر اعتماد کرتا ہے... کوئی اپنی دستکاری پر نگاہ جمائے ہوئے ہے... اور وہ پسند زیادہ آئی وہ میں نے اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دی تاکہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے...

۷- میں نے ساری دنیا کو دیکھا کہ کوئی شخص مال کی طرف (اپنی عزت اور بڑائی میں) لوٹتا ہے... کوئی حسب کی شرافت کی طرف... اور فخر کی چیزوں کی طرف یعنی ان چیزوں

کے ذریعے سے اپنے اندر بڑائی پیدا کرتا ہے... اور اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے... میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا... ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (حجرات ع ۲)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ شخص ہے... جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو... اس بناء پر میں نے تقویٰ اختیار کر لیا تا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریف بن جاؤں"

۸۔ میں نے لوگوں کو دیکھا اور ایک دوسرے پر طعن کرتے ہیں... عیب جوئی کرتے ہیں... برا بھلا کہتے ہیں... یہ سب حسد کی وجہ سے ہوتا ہے... کہ ایک دوسرے پر حسد آتا ہے... میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھا...

نحن قسمنا بینھم معیشتھم (زخرف ع ۳)

"دنیوی زندگی میں روزی ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے..."

اور (اسی تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت دے رکھی ہے... تا کہ... (اس کی وجہ سے) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (سب کے سب ایک ہی نمونہ کے بن جائیں تو پھر کوئی کسی کا کام کیوں کرے... کیوں نوکری کرے اور اس سے دنیا کا نظام خراب ہی ہو جائے گا)...

میں نے اس آیت شریفہ کی وجہ سے حسد کرنا چھوڑ دیا... ساری مخلوق سے بے تعلق ہو گیا اور میں نے جان لیا کہ روزی کا بانٹنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے... وہ جس کے حصے میں جتنا چاہے لگائے اس لیے لوگوں سے عداوت چھوڑ دی اور یہ سمجھ لیا کہ کسی کے پاس اپنے بدن کی صحت اور قوت پر جب چاہے جس طرح چاہے کما لوں گا... اور ساری مخلوق ایسی چیزوں پر اعتماد کیے ہوئے ہے... جو ان کی طرح خود مخلوق ہیں...

میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے...

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (طلاق ع ۱)

"جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرتا ہے... پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے"

اس لیے میں نے بس اللہ تبارک و تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کر لیا... حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حاتم تمہیں حق تعالیٰ شانہ توفیق عطا فرمائے... میں نے تورات... انجیل... زبور... اور قرآن پاک کے علوم کو دیکھا میں نے سارے خیر کے کام ان ہی آٹھ

مسائل کے اندر پڑے... پس جو بھی ان آٹھوں پر عمل کرلے اس نے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی چاروں کتابوں کے مضامین پر عمل کرلیا... (خوف خدا کل ص علماء)

حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کے قید ہونیکا واقعہ

سنہ ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جارہے تھے... کفارِ مکہ کو اس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلت سمجھے اس لئے مزاحمت کی اور حدیبیہ میں آپ کو رکنا پڑا... جاں نثار صحابہؓ ساتھ تھے جو حضور پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے... لڑنے کو تیار ہوگئے... مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کی خاطر سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہؓ کی لڑائی پر مستعدی اور بہادری کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی اس قدر رعایت فرمائی کہ اُن کی ہر شرط کو قبول فرمالیا... صحابہؓ کو اس طرح دب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سامنے کیا ہوسکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرمانبردار... اس لئے حضرت عمرؓ جیسے بہادروں کو بھی دبنا پڑا... صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں ان شرطوں میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اس کو مکہ واپس کردیں... اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہوکر چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے...

یہ صلح نامہ ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابوجندلؓ ایک صحابی تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کررہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے... اسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس اُمید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جاکر اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا... اُن کے باپ سہیل نے جو اس صلح نامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے... فتح مکہ میں مسلمان ہوئے... انہوں نے منہ پر زور کے طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار کیا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلح نامہ مرتب بھی نہیں ہوا اس لئے ابھی پابندی کس بات کی مگر انہوں نے اصرار کیا... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک

آدمی مجھے ، تنہا ہی دے دو.... مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانا.... ابوجندلؓ نے مسلمانوں کو پکار کر ▪ اذیتیں دی گئیں کہ میں مسلمان ہو کر آیا اور کتنی مصیبتیں اٹھا چکا اب واپس کیا جا رہا ہوں .... اس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گزر رہی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے واپس ہوئے.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے لئے راستہ نکالیں گے.... (حکایات صحابہ)

حقوق العباد کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ ایک مرتبہ ریل میں سوار ہونے کے لئے اسٹیشن پہنچے، لیکن دیکھا کہ جس درجے کا ٹکٹ لیا ہوا ہے، اس میں تل دھرنے کی جگہ نہیں، گاڑی روانہ ہونے والی تھی، اور اتنا وقت بھی نہ تھا کہ جا کر ٹکٹ تبدیل کروالیں، مجبوراً اوپر کے درجے کے ایک ڈبے میں سوار ہو گئے، خیال یہ تھا کہ ٹکٹ چیک کرنے والے آئیں گے تو ٹکٹ تبدیل کرالیں گے، لیکن اتفاق سے پورے راستے کوئی ٹکٹ چیک کرنے والا نہ آیا، یہاں تک کہ منزل آ گئی، منزل پر اتر کر وہ سیدھے ٹکٹ گھر پہنچے، وہاں جا کر معلومات کیں کہ دونوں درجوں کے کرائے میں کتنا فرق ہے؟ پھر اتنی ہی قیمت کا ایک ٹکٹ وہاں سے خرید لیا، اور وہیں پر پھاڑ کر پھینک دیا، ریلوے کے جس متعلقہ افسر نے ٹکٹ دیا تھا، جب اس نے دیکھا کہ انہوں نے ٹکٹ پھاڑ کر پھینک دیا ہے تو اسے سخت حیرانی ہوئی، بلکہ ہو سکتا ہے کہ والد صاحب کی دماغی حالت پر بھی شبہ ہوا ہو، اس لئے اس نے باہر آ کر ان سے پوچھنا شروع کر دیا کہ آپ نے ٹکٹ کیوں پھاڑا؟ والد صاحبؒ نے اسے پورا واقعہ بتایا اور کہا کہ اوپر کے درجے میں سفر کرنے کی وجہ سے یہ پیسے میرے ذمے رہ گئے تھے ٹکٹ خرید کر میں نے یہ پیسے ریلوے کو پہنچا دیئے، اب یہ ٹکٹ بیکار تھا، اس لئے پھاڑ دیا، وہ شخص کہنے لگا کہ ”مگر آپ تو اسٹیشن سے نکل آئے تھے، اب آپ سے کون زائد کرائے کا مطالبہ کر سکتا تھا“ والد صاحبؒ نے جواب دیا کہ ”جی ہاں! انسانوں میں تو اب کوئی مطالبہ کرنے والا نہیں تھا، لیکن جس حق دار کے حق کا مطالبہ کرنے والا کوئی نہ ہو، اس کا مطالبہ اللہ تعالیٰ ضرور کرتے ہیں۔

مجھے ایک دن ان کو منہ دکھانا ہے، اس لئے یہ کام ضروری تھا"۔

یہ واقعہ قیام پاکستان سے پہلے اس دور کے ہیں جب برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی، اور مسلمانوں کے دل میں اس حکومت کے خلاف جو نفرت تھی وہ محتاج بیان نہیں، چنانچہ ملک کو انگریزی حکومت سے آزاد کرانے کی تحریکیں شروع ہو چکی تھیں، خود حضرت مولانا تھانوی برملا اس خواہش کا اظہار فرما چکے تھے کہ مسلمانوں کی کوئی الگ حکومت ہونی چاہئے جس میں وہ غیر مسلموں کے تسلط سے آزاد ہو کر شریعت کے مطابق اپنا کاروبار زندگی چلائیں، لیکن انگریز کی حکومت سے متنفر ہونے کے باوجود اس کے قائم کئے ہوئے محکمے سے تھوڑا سا فائدہ بھی معاوضہ ادا کئے بغیر حاصل کرنا انہیں منظور نہ تھا۔ (اصلاحی خطبات)

زندگی کے نشیب و فراز

حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت شاہ صاحب بالعموم یہ فرما دیا کرتے کہ..... "کھانا میرے ساتھ کھانا"

لیکن جب حضرت کے ہندوستان سے ہجرت فرما جانے کے بعد جب قاری صاحب مکہ مکرمہ پہنچے تو حضرت نے اس مرتبہ بالکل خلاف معمول قاری صاحب سے کھانے کے لئے نہ پوچھا مگر ویسے نہایت تپاک اور محبت سے ملے..... قاری صاحب کے دل میں خیال آیا کہ آج حضرت شاہ صاحب نے کھانے کے لئے نہ فرمایا..... حالانکہ یہ ہندوستان سے چل کر ہزاروں کوس کا فاصلہ طے کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں پہنچے تھے..... تاہم خاموش رہے اور خیال کر لیا کہ کوئی خاص وجہ ہوگی.....

ہندوستان سے چلتے وقت نواب صاحب باندہ نے حضرت شاہ صاحب کی نذر کے لئے ایک ہزار روپے قاری صاحب کو دیئے تھے..... جب قاری صاحب نے وہ رقم حضرت کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اسے قبول فرمانے کے بعد قاری صاحب سے ارشاد فرمایا:.....

"قاری صاحب! آپ کھانا ہمارے ساتھ کھایا کیجئے"

اس بات پر قاری صاحب کو اور بھی تعجب ہوا کہ روپے دینے سے پہلے تو کھانے کے لئے نہ پوچھا مگر روپے دیتے ہی فوراً کھانے کیلئے ارشاد فرمادیا اس کی وجہ بعد میں معلوم ہوئی اور وہ یہ کہ...... "جب قاری صاحب حضرت کی خدمت میں پہنچے تو اس وقت کئی دن سے حضرت کے ہاں فاقہ تھا اور کھانے کے لئے گھر میں کچھ بھی نہ تھا...... اس لئے حضرت شاہ صاحب نے کلمہ تے کے سے شروع میں نہ فرمایا جب قاری صاحب نے رقم پیش کر دی اور کھانے کا انتظام ہو گیا تو اس وقت معمول کے مطابق قاری صاحب کو اپنے ساتھ کھانا کھانے کی عزت بخشی"...... (حیات ستارے ص ۲۴)

نافرمانی پر خدائی عذاب

سورہ قدر کا شان نزول بیان کرتے ہوئے بعض مفسرین کرام نے ایک نہایت ہی ایمان افروز حکایت بیان کی ہے...... اس کا مضمون کچھ اس طرح ہے کہ حضرت شمعون نے ہزار ۱۰۰۰ ماہ اس طرح عبادت کی کہ رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھتے کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کی راہ میں کفار کے ساتھ جہاد بھی کرتے...... وہ اس قدر طاقتور تھے کہ لوہے کی وزنی اور مضبوط زنجیروں کو اپنے ہاتھوں سے توڑ ڈالتے تھے...... کفار نا ہنجار نے جب دیکھا کہ حضرت شمعون پر کوئی بھی حربہ کارگر نہیں ہوتا تو باہم مشورہ کرنے کے بعد بہت سارے مال و دولت کا لالچ دے کر آپ کی زوجہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا وہ کسی رات نیند کی حالت میں پائیں تو انہیں نہایت ہی مضبوط رسیوں سے خوب اچھی طرح جکڑ کر ان کے حوالے کر دے...... چنانچہ بے وفا بیوی نے ایسا ہی کیا...... جب آپ بیدار ہوئے اور اپنے آپ کو رسیوں سے بندھا ہوا پایا تو فوراً اپنے اعضاء کو حرکت دی...... دیکھتے ہی دیکھتے رسیاں ٹوٹ گئیں اور آپ آزاد ہو گئے...... پھر اپنی بیوی سے استفسار کیا...... مجھے کس نے باندھا تھا؟...... بے وفا بیوی نے وفاداری کی نقلی اداؤں سے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ میں تو آپ کی طاقت کا اندازہ کرنے کی تھی کہ آپ ان رسیوں سے کس طرح اپنے آپ کو آزاد کرواتے ہیں......

بات رفع دفع ہو گئی...... ایک بار ناکام ہونے کے باوجود بے وفا بیوی نے ہمت نہیں ہاری اور مسلسل اس بات کی تاک میں رہی کہ کب آپ پر نیند طاری ہو اور وہ انہیں باندھ

دے... آخرکار ایک بار پھر موقع مل ہی گیا... لہٰذا جب آپ پر نیند کا غلبہ ہوا تو اس ظالمہ نے نہایت ہی چالاکی کے ساتھ آپ کو لوہے... کی زنجیروں میں اچھی طرح جکڑ دیا... جوں ہی آپ کی آنکھ کھلی... آپ نے ایک ہی جھٹکے میں زنجیروں کی ایک ایک کڑی الگ کر دی اور بآسانی آزاد ہو گئے... بیوی یہ منظر دیکھ کر شپٹا گئی مگر پھر مکاری سے کام لیتے ہوئے وہی بات دہرا دی کہ میں تو آپ کو آزما رہی تھی۔

دوران گفتگو حضرت شمعون نے اپنی بیوی کے آگے اپنا راز افشاء کر دیا کہ مجھ پر اللہ عزوجل کا بڑا کرم ہے... اس نے مجھے اپنی ولایت کا شرف عنایت فرمایا ہے... مجھ پر دنیا کی کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی... مگر ہاں... میرے سر کے بال... چالاک عورت ساری بات سمجھ گئی... آہ! اسے دنیا کی محبت نے اندھا کر دیا تھا... آخر ایک بار موقع پا کر اس نے آپ کو آپ ہی کے ان آٹھ گیسوؤں سے باندھ دیا جن کی درازی زمین تک تھی... (یہ اگلی اُمت کے بزرگ تھے... ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت گیسو زیادہ سے زیادہ شانوں تک ہے)...

آپ نے آنکھ کھلنے پر بڑا زور لگایا مگر آزاد نہ ہو سکے... دنیا کی دولت کے نشہ میں بدمست بے وفا عورت نے اپنے نیک اور پارسا شوہر کو دشمنوں کے حوالے کر دیا... کفار بداطوار نے حضرت شمعون کو ایک ستون سے باندھ دیا اور انتہائی بیدردی اور سفاکی سے ان کے ناک... کان کاٹ ڈالے اور آنکھیں نکال لیں... اپنے ولی کامل کی بے کسی پر رب العزت عزوجل کی غیرت کو جوش آیا... قہر قہار وغضب جبار نے ظالم کافروں کو زمین کے اندر دھنسا دیا اور دنیا کے لالچ میں آکر بے وفائی کرنے والی بدنصیب بیوی پر قہر خداوندی عزوجل کی بجلی گری اور وہ بھی خاکستر ہو گئی... (مکاشفۃ القلوب)

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کی بھوک

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کے علاقہ میں حضرت ابوسلمہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ایک زمین بطور جاگیر دی۔ ایک مرتبہ میں اس زمین میں تھی اور (میرے خاوند) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں گئے ہوئے تھے اور ہمارا پڑوسی ایک یہودی تھا۔ اس نے ایک بکری

ذبح کی جس کا گوشت پکایا گیا اور اس کی خوشبو مجھے آنے لگی (اس کی خوشبو سونگھنے سے) میرے دل میں (گوشت کھانے کی) ایسی زبردست خواہش پیدا ہوئی کہ اس سے پہلے ایسی خواہش کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی اور میں اپنی بیٹی خدیجہ کے ساتھ امید سے تھی۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں اس یہودی کی بیوی کے پاس آگ لینے اس خیال سے گئی کہ وہ مجھ کو کچھ گوشت کھلا دے گی حالانکہ مجھے آگ کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جب میں نے وہاں جا کر خوشبو سونگھی اور اپنی آنکھوں سے گوشت دیکھ لیا تو گوشت کی خواہش اور بڑھ گئی تو جو آگ میں اس سے لے کر اپنے گھر آئی تھی اسے بجھا دیا اور پھر دوبارہ میں اس کے گھر آگ لینے گئی اور پھر تیسری مرتبہ گئی (وہ یہودی عورت ہر مرتبہ مجھے آگ دے دیتی اور گوشت نہ دیتی) چنانچہ میں بیٹھ کر رونے لگی اور اللہ سے دعا کرنے لگی کہ اتنے میں اس کا خاوند آ گیا اور اس نے پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس کی بیوی نے کہا ہاں یہ عربی عورت آگ لینے آئی تھی۔ تو اس یہودی نے کہا جب تک تم اس گوشت میں سے کچھ اس عربی عورت کے پاس نہیں بھیجو گی اس وقت تک میں اس گوشت میں سے کچھ نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ اس نے چلو بھر گوشت کا سالن بھیجا تو اس وقت روئے زمین پر اس سے زیادہ پسندیدہ کھانا میرے لئے اور کوئی نہیں تھا۔ (اخرجہ الطبرانی کذا فی المجمع ۲/۳۰۸ وقال الہیثمی ۱۹/۲۶)

اللہ تعالیٰ کی قدرت

بس تیزی سے اپنی منزل کی طرف جا رہی تھی کہ یکایک ڈرائیور نے بریک لگائی اور کنڈیکٹر سے مخاطب ہوا... سواری چڑھا لو... کنڈیکٹر نے دروازہ کھول کر باہر دیکھا... وہاں کوئی موجود نہیں تھا... سڑک دور دور تک ویران تھی... اس نے حیرت سے ڈرائیور کی طرف دیکھا۔ پھر آواز لگائی: باہر کوئی نہیں ہے... استاد... جانے دو... اس کے جانے دو کے جواب میں لیکن جب آگے نہ بڑھی تو اس کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا... سواریاں بھی ڈرائیور کو دیکھنے لگیں... لیکن وہاں بالکل خاموشی تھی.... کنڈیکٹر جب اس کے پاس آیا تو اچھل پڑا... کیونکہ ڈرائیور کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے...

لیلۃ القدر کی فضیلت

حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب حضرت شمعون کی عبادات و جہاد، تکالیف و مصائب کا تذکرہ سنا تو انہیں حضرت شمعون رحمۃ اللہ علیہ پر بڑا رشک آیا... اور ماہ نبوت... آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں عرض کیا...

"یا رسول اللہ! ہمیں تو بہت تھوڑی عمریں ملی ہیں... اس میں بھی کچھ حصہ نیند میں گزرتا ہے... تو کچھ طلب معاش میں... کھانے پکانے میں اور دیگر امور دنیوی میں بھی کچھ وقت صرف ہو جاتا ہے... لہٰذا ہم تو حضرت شمعون رحمۃ اللہ علیہ کی طرح عبادت کر ہی نہیں سکتے؟... یوں بنی اسرائیل ہم سے عبادت میں بڑھ جائیں گے...؟ اُمت کے غم خوار آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر غمگین ہو گئے...

اسی وقت حضرت سیدنا جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر خدمت بابرکت ہوئے اور اللہ عزوجل کی جانب سے سورۃ القدر پیش کی۔ اور تسلی دے دی گئی کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ نہ ہوں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو ہم نے ہر سال میں ایک ایسی رات عنایت فرمادی کہ اگر وہ اس رات میں میری عبادت کریں گے تو حضرت شمعون کے ہزار ماہ کی عبادت سے بھی بڑھ جائیں گے۔ اور وہ رات شب قدر کی رات ہے۔ (مرد تفسیر مظہری)

پڑوسی کے شر سے بچنے کا نبوی نسخہ

حدیث میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک شخص حاضر ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا پڑوسی مجھے اتنا ستاتا ہے کہ اس نے میری زندگی تنگ کردی، میں نے خوشامدیں کرلیں سب کچھ کرلیا مگر ایسا موذی ہے کہ رات دن مجھے ایذا پہنچاتا ہے یا رسول اللہ! میں کیا کروں میں تو عاجز آگیا فرمایا "میں تدبیر بتلاتا ہوں... وہ یہ کہ سب سامان گھر سے نکال کر سڑک پر رکھ دے اور سامان کے اوپر بیٹھ جا اور جو آکے پوچھے کہ بھائی گھر کے ہوتے ہوئے سڑک پر کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ کہنا پڑوسی ستاتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ بھائی گھر چھوڑ دو... اس واسطے میں نے چھوڑ دیا چنانچہ لوگ آئے پوچھا کہ بھئی! گھر کیوں چھوڑ دیا گھر موجود ہے سامان یہاں کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ

کیا کروں... پڑوسی نے ستانے میں انتہا کردی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ابھی گھر چھوڑ دے تو جو شخص وہ کہے لعنت اس پڑوسی کے اوپر جو آ رہا ہے... اللہ کی مار ہے لعنت لعنت کرتا جب مدینہ میں صبح سے شام تک ہزاروں لعنتیں اس پر ہوئیں... لعنتوں کی تسبیح پڑھی جانے لگی...

وہ پڑوسی موذی عاجز آ گیا اس نے آ کے ہاتھ جوڑے اور کہا خدا کے واسطے گھر میں میری زندگی تو تباہ و برباد ہو گئی اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ عمر بھر اب کبھی نہیں ستاؤں گا بلکہ تیری خدمت کروں گا اب انہوں نے نخرے کرنے شروع کر دیئے کہ بتا پھر تو نہیں ستائے گا؟ اس نے کہا حلف اٹھاتا ہوں کبھی نہیں ستاؤں گا الغرض اسے گھر میں لائے سارا سامان خود رکھا اور روزانہ ایذاء پہنچانے کے بجائے خدمت شروع کر دی....

تو تدبیر کار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تدبیر عقل سے بتائی تھی وحی کے ذریعے سے نہیں تو پیغمبر عقلمند بھی اتنے ہوتے ہیں کہ انکی عقل کے سامنے دنیا کی عقل گرد ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل اللہ سے تعلق قوی ہونے کا نام ہے اللہ سے تعلق ہوگا تو دل کا راستہ سیدھا ہوگا.... عقلمندی یہی ہے کہ آخر تک کی بات آدمی کو سیدھی نظر آ جائے وہ بغیر تعلق مع اللہ کے نہیں ہوتی تعلق اللہ سے شرط ہے پھر آدمی عقلمند بنے وہ عقل نہیں چالاکی و عیاری ہوتی ہے عیاری اور چیز ہے عقلمندی اور چیز ہے چالاکی میں دھوکہ دہی ہوتی ہے دھوکہ دہی سے اپنی غرض پوری کی جاتی ہے عقل میں کسی کو دھوکہ نہیں دیا جاتا سیدھی بات تدبیر سے انجام دی جاتی ہے تو انبیاء علیہم السلام کی نسبت اللہ سے کس کا تعلق زیادہ مضبوط ہو سکتا ہے؟ تو ان سے زیادہ عقل بھی کس کی کامل ہو سکتی ہے؟ (اس حدیث کا مضمون دیکھئے تفسیر ابن کثیر، جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

اللہ تعالیٰ کی حکمت وحفاظت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہم مجلسوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا... مجھے احمق ترین شخص کے بارے میں بتاؤ؟... تو ان لوگوں نے کہا... وہ شخص جو دنیا کے بدلے میں اپنی آخرت کو بیچ ڈالے... تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا... کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ احمق شخص کے بارے میں بتاؤں؟... تو انہوں نے کہا... بالکل بتائیے... تو حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا... وہ آدمی جس نے اپنی آخرت کسی اور کی دنیا کے لیے بیچ دی...

امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قریش بن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے کہ مجھے عبداللہ بن سلام نے بیان کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

اے جبرئیل! کیا تیرا رب سوتا ہے؟... تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا... اے میرے رب! تیرا بندہ موسیٰ تجھ سے سوال کرتا ہے... کیا تو سوتا ہے؟...

اللہ تعالیٰ نے فرمایا... اے جبرئیل! موسیٰ علیہ السلام سے کہو اپنے ہاتھ میں دو بوتلیں پکڑ و اور پہاڑ کے اوپر رات کے ابتدائی حصے سے لے کر صبح تک کھڑے رہو...

حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر کھڑے ہو گئے اور دو بوتلیں پکڑ لیں...

آپ نے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا... جب رات کا آخری حصہ تھا تو آپ کو نیند آ گئی...

دونوں بوتلیں گر گئیں اور ٹوٹ گئیں... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا

اے جبرئیل! دونوں بوتلیں ٹوٹ گئیں...

اللہ تعالیٰ نے کہا... اے جبرئیل! میرے بندے سے کہو اگر میں سو جاؤں تو آسمان و زمین اپنی جگہ پر باقی نہ رہیں...

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کی بیوی ام حکیم بنت الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہا مسلمان ہو گئیں..... پھر حضرت ام حکیم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عکرمہ آپ سے ڈر کر یمن بھاگ گئے ہیں انہیں ڈر تھا کہ آپ انہیں قتل کر دیں گے ..... آپ ان کو امن دے دیں.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں امن ہے..... اپنے ساتھ اپنا رومی غلام لے کر وہ عکرمہ کی تلاش میں نکلیں..... اس غلام نے حضرت ام حکیم کو بہلانا چاہا..... وہ اسے امید دلاتی رہیں یہاں تک کہ قبیلہ عک میں پہنچ گئیں تو انہوں نے اس قبیلہ والوں سے اس غلام کے خلاف مدد طلب کی..... انہوں نے اس غلام کو رسیوں میں جکڑ دیا..... حضرت ام حکیم عکرمہ

کے پاس جب پہنچیں تو وہ تہامہ کے ایک ساحل پر پہنچ کر کشتی پر سوار ہو چکے تھے اور کشتی بان ان سے کہہ رہا تھا کہ کلمہ اخلاص پڑھ لو..... عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا میں کیا کہوں؟ اس نے کہا لا الہ الا اللہ کہو..... عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو صرف اسی کلمہ سے ہی بھاگ رہا ہوں..... اتنے میں حضرت ام حکیم وہاں پہنچ گئیں..... اور (کپڑے ہلا کر) ان کی طرف اشارہ کرنے لگیں (یا ان پر اصرار کرنے لگیں) اور وہ ان سے کہہ رہی تھیں اے میرے چچا زاد بھائی! میں تمہارے پاس ایسی ذات کے پاس سے آ رہی ہوں جو لوگوں میں سب سے زیادہ جوڑ لینے والے اور سب سے زیادہ نیکی کرنے والے اور سب سے زیادہ بہترین انسان ہیں..... اپنے آپ کو ہلاک مت کرو چنانچہ عکرمہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر رک گئے اور وہ ان کے پاس پہنچ گئیں اور ان سے کہا میں تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امن لے چکی ہوں..... انہوں نے کہا واقعی تم لے چکی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے ان سے بات کی تھی انہوں نے تمہیں امن دے دیا ہے..... چنانچہ وہ ان کے ساتھ واپس چل پڑے..... حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اپنے رومی غلام کی ساری بات بتائی..... انہوں نے (غصہ میں آ کر) اس غلام کو قتل کر دیا اور وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جب یہ مکہ کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ تمہارے پاس مومن اور مہاجر بن کر آ رہے ہیں..... آئندہ اس کے باپ کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ مرے ہوئے کو برا کہنے سے اس کے زندہ رشتہ داروں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اس مردہ تک پہنچتا نہیں..... (راستہ میں) عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے صحبت کرنی چاہی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور یہ کہا تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں..... عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ جس کام نے تم کو میری بات ماننے سے روکا ہے وہ بہت بڑا کام ہے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم عکرمہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی لپکے اور جلدی کی وجہ سے آپ کے جسم اطہر پر چادر تک نہیں تھی کیونکہ آپ ان (کے آنے) سے بہت خوش تھے..... پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

کھڑے رہے اور ان کے ساتھ ان کی بیوی نقاب پہنے ہوئے تھیں..... انھوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میری اس بیوی نے مجھے بتایا ہے کہ آپ نے مجھے امن دے دیا ہے..... آپ نے فرمایا یہ سچ کہتی ہے تمہیں امن ہے..... عکرمہ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تم نماز قائم کرو..... اور زکوٰۃ ادا کرو اور فلاں فلاں کام کرو..... آپ نے اسلام کے چند اعمال گنائے تو عکرمہ نے کہا اللہ کی قسم! آپ تو اس دعوت کے کام کو شروع کرنے سے پہلے ہی ہم میں سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ نیکوکار تھے..... پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.....

آپ ان کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے..... پھر انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے پڑھنے کے لیے کوئی بہترین چیز بتائیں.....

آپ نے فرمایا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ..... پڑھا کرو..... حضرت عکرمہ نے کہا کچھ اور بتا دیں..... آپ نے فرمایا یہ کہو میں اللہ تعالیٰ کو اور تمام حاضرین کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور مجاہد اور مہاجر ہوں..... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ دیا..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر) کہا تم مجھ سے آج جو بھی ایسی چیز مانگو گے جو میں دے سکتا ہوں وہ میں تمہیں ضرور دوں گا..... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے لیے دعا کریں کہ میں نے آپ کی جتنی دشمنی کی ہے یا آپ کے خلاف جتنے سفر کیے ہیں اور آپ کے خلاف جتنی جنگیں کی ہیں یا آپ کو آپ کے سامنے یا آپ کے پس پشت جتنی نازیبا باتیں کہیں ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو معاف کر دے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی اے اللہ انہوں نے مجھ سے جتنی دشمنی کی ہے اور آپ کے نور کو

بجھانے کے لیے جتنے سفر کیے ہیں ان سب کو معاف فرمادے اور انہوں نے میرے سامنے یا میرے پس پشت جتنی میری آبروریزی کی ہے وہ سب معاف فرمادے... حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب میں خوش ہوگیا ہوں..... اللہ کی قسم! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب تک میں اللہ کے راستہ میں اس سے دگنا (انشاء اللہ) خرچ کروں گا اور اب تک اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے جتنی جنگ کر چکا ہوں اب اللہ کے راستہ میں اس سے دگنی جنگ کروں گا..... چنانچہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ پورے زور وشور سے جہاد میں شریک ہوتے رہے..... یہاں تک کہ (اللہ کے راستہ) میں شہید ہو گئے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجدید نکاح کے بغیر ہی) پہلے نکاح کی بنیاد پر ہی حضرت ام حکیم کو ان کے نکاح میں باقی رکھا..... (۳۰۳ روشن ستارے)

دنیا اور فرشتہ موت

امام ابن ابی الدنیا نے "ذکر الموت" میں ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے "العظمۃ" میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ... آپ سے ان دونوں آدمیوں کے بارے میں پوچھا گیا جن کی موت ایک ہی لمحہ میں ہوگی... ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں... تو ملک الموت کو ان دونوں پر کیسے قدرت ہوگی؟... فرمایا ملک الموت کی قدرت اہل مشارق... اہل مغارب... ظلمات... ہوا... اور سمندروں میں موجود افراد پر ایسے ہی ہے... جیسے ایک آدمی ہو جس کے سامنے دسترخوان پڑا ہو تو وہ جہاں سے چاہے کھالے..... (حوالہ تفسیر درمنثور)

ایک نوجوان صحابی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عجیب محبت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت پر جو دعا دی ہے کہ کسی نوجوان نے حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر کہا کہ حضور! آپ سے مجھے بہت محبت ہے جو حکم دیں کروں گا فرمایا اپنی ماں کا گلا کاٹ لا امتحان تھا فوراً تلوار اٹھا کر ماں کی طرف چلے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس بلا کر کہا کہ میں رشتے کاٹنے کے واسطے نہیں آیا تیری محبت کا امتحان تھا.....

اس واقعہ کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پوچھنے آئے تعلق والوں کی پوچھ ہوا کرتی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش تھے تھوڑی دیر کے بعد بیٹھنے کے بعد فرمایا کہ یہ چل دینے والا ہے اس کے مرنے کی اطلاع مجھے کرنا یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تشریف لے جاتے ہی انہیں ہوش آیا کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پوچھنے نہیں آئے؟ کہا گیا آئے تھے کہنے لگے جب مر جاؤں خود ہی دفن کر دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ کرنا کہ میرے محلے میں یہودی بستے ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے رات یہاں تشریف لائیں تو ممکن ہے کسی یہودی سے انہیں تکلیف پہنچے میرے نام پر حبیب کو ایک ذرہ کی تکلیف برداشت نہیں ہے.....

چنانچہ انتقال ہوا۔ رشتہ داروں نے نہلا دھلا کر کفن پہنا کر دفن کر دیا اس زمانہ میں مرنے والوں کے رشتہ دار دور دور سے آنے کا انتظار کرتے ہیں اور یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انتظار نہیں (کیونکہ آپ کا حکم ہے کہ تدفین میں جلدی کرو) مرنے اور دفن میں یوں وقت نہیں لگتا تھا اور وہاں تو حکم ہے کہ میت کو جلدی سے لے کر چلو اگر اچھا آدمی ہے تو اسے تاخیر کر کے اس کی نعمتوں سے کیوں محروم کر رہے ہو؟ اور اگر برا آدمی ہے پھر اسے اپنے کندھوں پر کیوں اٹھا رکھا ہے؟ جلدی اس وجہ سے کہ کوئی کسی کا عذاب گھر ہی میں شروع نہ ہو جائے تاریخ اس کی شاہد ہے عبید اللہ بن زیاد جس کے حکم پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے وہ قتل ہوا اس کا سر رکھا ہوا تھا ایک اژدھا آیا ناک میں گھس کر منہ سے نکل آیا دو مرتبہ ایسا ہی کیا سلیمان (عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے پہلے بادشاہ) کی میت کو جب قبر میں رکھا جانے لگا میت ہل گئی لڑکے نے کہا میرا باپ زندہ ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جلدی کرو دفن میں تمہارا باپ پکڑا گیا ہے...

الغرض صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی جب معلوم ہوا قبر پر گئے دعا میں یہ بھی کہا: اے اللہ تو اس سے ایسے مل کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو..... یہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو ..... یہ محبت کا انعام ہے..... جس میں انسان کو محبوب کے علاوہ اور کچھ نہیں بھاتا محبت اگر آ گئی تو سارے عمل آ جائیں گے اس محبت کے واسطے اعمال پر محنت مانگی جاتی ہے..... (حیاۃ الصحابہ: جلد ۲ صفحہ ۳۱۳)

روزِ محشر اللہ تعالیٰ کی رحمت

امام حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے... کہ میں آیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پیچھے سے میرے عمامہ کی جانب کو پکڑ لیا... پھر فرمایا... اے زبیر! ... میں تیری طرف خاص طور پر اور لوگوں کی طرف عام طور پر اللہ کا پیغام لانے والا ہوں... کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب کیا کہتا ہے؟... میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) زیادہ بہتر جانتے ہیں... فرمایا... جب تیرا رب اپنے عرش پر متمکن ہوا تو اس نے اپنی مخلوق کو دیکھا... فرمایا... میرے بندو! تم میری مخلوق ہو اور میں تمہارا رب ہوں... تمہارے رزق میرے ہاتھ میں ہیں... میں نے تمہیں جن چیزوں کا مکلف بنایا ہے... اس میں نہ تھکتے رہو... مجھ سے اپنے رزق طلب کرو... کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا رب کیا ارشاد فرماتا ہے؟...

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مال خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا... وسعت پیدا کر... میں تم پر وسعت پیدا کر دوں گا... تنگی نہ کر ورنہ میں تجھ پر تنگی کر دوں گا... اصرار نہ کر ورنہ میں تجھ سے اصرار کروں گا... غمگین نہ ہو ورنہ میں تجھ پر غم لازم کر دوں گا... رزق کا دروازہ سات آسمانوں کے اوپر سے کھلا ہوا ہے... عرش کے ساتھ اس کا تعلق ہے... وہ دن کو بند کیا جاتا ہے... نہ رات کو... اللہ تعالیٰ اس دروازے سے ہر انسان پر رزق اس کی نیت... عطیہ... صدقہ اور نفقہ کے حساب سے نازل فرماتا ہے... جو آدمی کثرت میں اضافہ کرتا ہے... اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس میں اضافہ کر دیتا ہے... اور جو آدمی اس میں کمی کرتا ہے... اللہ تعالیٰ اس سے کمی کرتا ہے... جو روک لیتا ہے... اللہ تعالیٰ اس پر رزق کو روک لیتا ہے...

اے زبیر!... خود بھی کھا اور لوگوں کو بھی کھلا تو... مشکیزے کا منہ بند نہ کر ورنہ تجھ پر اس کا دروازہ بند کر دیا جائے گا... تو شمار نہ کر ورنہ تجھ پر بھی سختی کی جائے گی... بخل نہ کر ورنہ تجھ پر بخل کیا جائے گا... ستم رسیدہ پر تنگی نہ کر ورنہ تجھ پر تنگی کی جائے گی... اے زبیر! اللہ تعالیٰ مال خرچ کرنے کو پسند کرتا ہے... اور جو بخل کرتا ہے... وہ جنت میں داخل نہیں ہوتا... اے

زبیر! اللہ تعالیٰ سخاوت کو پسند فرماتا ہے... اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کی ہو... شجاعت کو پسند فرماتا ہے... اگرچہ اس کا اظہار بچھو یا سانپ کو مارنے کی صورت میں ہو... اے زبیر! بڑی مصیبت پر صبر اللہ تعالیٰ کو پسند ہے... اور شہوات کے غلبہ کے وقت کامل یقین اللہ تعالیٰ کو پسند ہے... شبہات کے نزول کے وقت کامل عقل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے... حرام اور خبیث چیزوں کے وقت سچا تقویٰ پسند ہے... اے زبیر! بھائیوں کی تعظیم کرو... نیک لوگوں کی تکریم کرو... پڑوسیوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو... فاجروں کے ساتھ نہ چلو... جس نے ایسا کیا وہ حساب وعذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا...

امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ... میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا... ”میں اپنی امت کے اس آخری آدمی کو جانتا ہوں جو پل صراط سے گزرے گا... وہ آدمی پل صراط پر یوں دہرا ہوا ہوگا جس طرح وہ بچہ دہرا ہو چکا ہوتا ہے... جسے اس کا والد مارتا ہے... کبھی اس کا ہاتھ پھسلے گا... تو آگ اس ہاتھ تک جا پہنچے گی ... ایک دفعہ اس کا پاؤں پھسلے گا... تو اسے آگ جا پہنچے گی... فرشتے اسے کہیں گے... بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ تجھے اس مقام سے اٹھائے اور تم سیدھا چلنے لگ گیا تو ہمیں ہر اس کام کے بارے میں بتائے گا... جو تو نے کیا ہے؟... تو وہ کہے گا... ہاں اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! میں اپنے اعمال میں سے کسی چیز کو بھی نہیں چھپاؤں گا... فرشتے اسے کہیں گے... اٹھو سیدھے چلو... وہ اٹھے گا... وہ چلے گا... یہاں تک کہ پل صراط سے گزر جائے گا... فرشتے اسے کہیں گے... اپنے اعمال کے بارے میں بتا جو تو کرتا رہا ہے... وہ اپنے دل میں کہے گا... اگر میں نے انہیں وہ اعمال بتادیئے تو یہ مجھے اس مکان کی طرف لوٹادیں گے جہاں میں پہلے تھا... تو وہ کہے گا... نہیں اس کی عزت کی قسم! میں نے کبھی بھی گناہ نہیں کیا... تو وہ فرشتے کہیں گے ... ہمارے پاس تیرے خلاف گواہ ہیں... وہ دائیں بائیں متوجہ ہوگا... کیا کوئی انسان ہے ... جو دنیا میں اسے دیکھ رہا تھا... تو وہ کوئی آدمی نہیں دیکھے گا... تو وہ کہے گا... گواہ لاؤ... اللہ تعالیٰ اس کے منہ پر مہر لگا دے گا... اس کے ہاتھ... پاؤں اور اس کی جلد اس کے اعمال کے

بارے میں آگاہ کریں گے... تو اس وقت وہ بندہ کہے گا... ہاں تیری عزت کی قسم! میں نے یہ سب اعمال کیے ہیں... اور میرے پاس بڑے بڑے خفیہ اعمال بھی ہیں... اللہ تعالیٰ فرمائے گا... جاؤ میں نے انہیں تیرے لیے معاف کر دیا ہے۔" (حوالہ ترمذی شریف)

امام ابن مردویہ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... "انسان کے منہ پر مہر لگانے کے بعد سب سے پہلے جو ہڈی گفتگو کرے گی... وہ اس کی بائیں جانب والی ران ہوگی..."

تواضع اور جذبہ خدمت

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کا واقعہ ہے کہ سردیوں کی ایک رات میں حضرت مفتی صاحبؒ بذریعہ ریل گاڑی تھانہ بھون کے اسٹیشن پر اترے... قصبہ اسٹیشن سے کافی دور تھا... درمیان میں کھیت اور غیر آباد زمینیں تھیں... بجلی بھی نہیں تھی رات کے وقت قلی یا سواری ملنا ناممکن تھا... چند مسافر ہوتے جو اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے گاڑی حسب معمول رکی اور روانہ ہو گئی... اسٹیشن پر ہو کا عالم تھا جنگل اور اندھیری رات... اسٹیشن سے قیام گاہ تک آمد و رفت عموماً پیدل ہوتی تھی... حضرت مفتی صاحبؒ تنہا تھے سامان بھی ساتھ نہ تھا... اچانک آواز آئی "قلی" "قلی" یہ آواز بار بار آ رہی تھی... اب اس میں گھبراہٹ بھی شامل ہو گئی تھی کوئی صاحب مع اہل و عیال اسی گاڑی سے اترے... قلی ہوتے تو ملتے وہاں ایسا قلی نہ تھا جو آبادی تک سامان پہنچا دے... یہ مفتی صاحبؒ کے ایک واقف کار تھے اور عقیدت مندانہ ملتے تھے... مفتی صاحبؒ سے اپنا بوجھ اٹھوانے پر ہرگز راضی نہ ہوتے یا عمر بھر ندامت کے بوجھ میں دبے رہتے...

حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے سر پر رومال لپیٹ کر اوپر سے چادر ڈالی اور مزدورانہ ہیئت میں تیزی سے پہنچ کر کہا:...

"سامان رکھواؤ کہاں جانا ہے"؟

انہوں نے مختصر پتہ بتا کر سر پر سامان لادنا شروع کر دیا... پہلا بکس ہی اتنا بھاری تھا کہ مفتی صاحبؒ نے بھی تبھی اٹھایا تھا... اس پر دوسرا بکس رکھا... تیسرا اعدد اور

مفتی صاحب ؒ کی بغل میں تھمانا چاہتے تھے..... مفتی صاحب ؒ نے دونوں ہاتھوں سے بمشکل ان بکسوں کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ.....

"حضور میں کمزور آدمی ہوں زیادہ نہیں اٹھا سکتا..... یہ (تیسرا عدد) آپ سنبھال لیں"

یہ مختصر قافلہ روانہ ہوا بوجھ سے پاؤں ڈگمگا رہے تھے مگر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اس کمزوری کو نادیج (بیڑی) نے چھپ لیا تھا جو انہوں نے راستے دکھا رہی تھی اور مفتی صاحب کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیتی تھی ان کی قیام گاہ پر سامان اتارا وہ یہ کہہ کر وہ اندر گئے کہ "ابھی آکر پیسے دیتے ہیں..." حضرت مفتی صاحب ؒ وہاں سے غائب ہو گئے.....

اگلے دن وہ صاحب خانقاہ میں حسب سابق بڑی تعظیم سے ملے..... مگر انہیں کیا معلوم وہ ایک "قلی" سے مل رہے ہیں..... (البلاغ مفتی اعظم)

صحت کا عجیب نسخہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث فقیہ اور مجاہد تھے... ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے کہا... میرے گھٹنے میں سات سال سے ایک پھوڑا نکلا ہوا ہے... خون رستا رہتا ہے... ہر طرح کا علاج کر چکا ہوں... بہت سے طبیبوں سے بھی رجوع کیا... لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا... حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا... جاؤ! کوئی ایسی جگہ تلاش کرو جہاں پانی کی قلت ہو اور لوگ پانی کے ضرورت مند ہوں... وہاں جا کر ایک کنواں کھدواؤ... مجھے امید ہے... کہ وہاں پانی کا چشمہ جاری ہوگا تو تمہارا خون رک جائے گا... اس شخص نے ان کے کہنے پر عمل کیا تو تندرست ہو گیا...

یہ واقعہ علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے... اسے نقل کرنے کے بعد علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں... اسی جیسا ایک واقعہ ہمارے شیخ ابو عبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے... ان کے چہرے پر پھنسیاں نکل آئی تھیں... بہت سے علاج کیے... مگر پھنسیاں ختم نہیں ہوئیں... تقریباً سال بھر اس تکلیف میں مبتلا رہنے کے بعد وہ جمعہ کے دن امام ابو عثمان صابونی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں پہنچے اور ان سے دعا کی درخواست کی... امام صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لیے دعا کی

... حاضرین نے آمین کہی... اگلے جمعہ ایک عورت نے امام صابونی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک پرچہ بھجوایا... اس میں لکھا تھا کہ پچھلے جمعہ کو شیخ ابو عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی دعائے صحت کے بعد میں گھر گئی وہاں جا کر بھی میں نے ان کی صحت کے لیے دعا کی...

اسی رات مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابو عبد اللہ سے کہو کہ وہ مسلمانوں کے لیے وسعت کے ساتھ پانی پہنچانے کا انتظام کریں... شیخ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر پانی کی سبیل بنا دی جس سے لوگ خوب پانی پیتے تھے... اس واقعہ کو ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا ہوگا کہ شیخ کے چہرے پر شفاء کے آثار ظاہر ہونے لگے... پھنسیاں ختم ہو گئیں اور چہرہ پہلے کی طرح صاف اور خوبصورت ہو گیا... اس کے بعد وہ کئی سال زندہ رہے... (خواہر جو پارے)

تکبر کا انجام

نوفل بن ماحق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں... کہ نجران کی مسجد میں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بڑا لمبا چوڑا... جوانی کے نشے میں چور... گٹھے ہوئے بدن والا... بانکا ترچھا اور خوب صورت تھا... میں نگاہیں جما کر اس کے جمال و کمال کو دیکھنے لگا... اس نے پوچھا: کیا دیکھ رہے ہو؟... میں نے کہا... مجھے آپ کے حسن و جمال پر تعجب ہو رہا ہے... اس نے جواب دیا: تجھے ہی کیا... اللہ کو بھی تعجب ہو رہا ہے... (نعوذ باللہ)... نوفل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں... کہ یہ کفریہ کلمہ کہتے ہی وہ سکڑنے لگا... اس کا رنگ و روپ اڑ گیا... یہاں تک کہ اس کا قد ایک بالشت رہ گیا... لوگ حیران رہ گئے... آخر اس کا ایک رشتہ دار اسے اپنی آستین میں ڈال کر لے گیا... (ماخوذ از تفسیر ابن کثیر جلد ۳)

درود شریف کی برکت

حفص بن عبد اللہ کا بیان ہے... کہ میں نے امام المحدثین ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا... کہ وہ پہلے آسمان میں فرشتوں کو نماز پڑھا رہے ہیں... میں نے دریافت کیا کہ... اے ابو زرعہ! کون سی عبادت کے صلے میں آپ کو یہ اعزاز

اکرام ملا ہے؟... تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ احادیث لکھی ہیں... اور ہر حدیث میں لفظ النبی کے بعد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے... اور تم جانتے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے... کہ جو مسلمان ایک مرتبہ مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے... تو اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے... یہ درود شریف کی برکت ہے کہ خداوند عالم نے مجھے فرشتوں کا نماز میں امام بنا دیا ہے... (شرح الصدور ص ۲۴)

قید سے رہائی کا عمل

مفسرین نے فرمایا کہ عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کو جن کا نام "سالم" تھا... مشرکوں نے گرفتار کر لیا... تو عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے... اور اپنی مفلسی و تنگدستی کی شکایت کرتے ہوئے یہ عرض کیا کہ مشرکوں نے میرے بچے کو گرفتار کر لیا ہے... جس کے صدمہ سے اس کی ماں بے حد پریشان ہے... تو اس سلسلہ میں اب مجھے کیا کرنا چاہیے...؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صبر کرو... اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرو... تو تم بھی بکثرت "ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھا کرو... اور بچے کی ماں کو بھی تاکید کر دو... کہ وہ بھی کثرت سے اس وظیفہ کا ذکر کرتی رہیں...

یہ سن کر عوف بن مالک اشجعی اپنے گھر چلے گئے... اور اپنی بیوی کو یہ وظیفہ بتا دیا... پھر دونوں میاں بیوی اس وظیفہ کو بکثرت پڑھنے لگے... اسی درمیان میں وظیفہ کا یہ اثر ہوا... کہ ایک دن مشرکین "سالم" کی طرف سے غافل ہو گئے... چنانچہ موقع پا کر حضرت سالم مشرکوں کی قید سے نکل بھاگے... اور چلتے وقت مشرکوں کی چار ہزار بکریاں اور پچاس اونٹوں کو بھی ہانک کر ساتھ لائے... اور اپنے گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا... ماں باپ نے دروازہ کھولا تو حضرت سالم موجود تھے... ماں باپ بیٹے کی ملاقات سے بے حد خوش ہوئے... اور عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹے کی سلامتی کے ساتھ قید سے رہائی کی خبر سنائی اور یہ فتویٰ دریافت کیا... کہ مشرکین کی یہ بکریاں

اور اونٹ ہمارے لیے حلال ہیں یا نہیں؟...

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دے دی... کہ وہ اونٹوں اور بکریوں کو جس طرح چاہیں استعمال کریں... اور اس کے بعد مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی کہ:

ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ ان اللّٰہ بالغ امرہ قد جعل اللّٰہ لکل شئی قدرا۔

"اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا... اور اسے وہاں سے روزی دے گا... جہاں اس کا گمان نہ ہو... اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے... بیشک اللہ اپنا کام پورا کرنے والا ہے... بیشک اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ رکھا ہے..." (الطلاق:۳)

حدیث شریف میں آیا ہے... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے... کہ ایک میں آیت جانتا ہوں... کہ اگر لوگ اس آیت کو لے لیں تو یہ آیت لوگوں کو کافی ہو جائے گی... اور وہ آیت یہ ہے... "ومن یتق اللّٰہ سے آخر آیت تک" (معارف تفسیر قرطبی وسادی ج ص ۱۸۲)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کی بہادری

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے دن میں یہ رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

نَحْنُ حُمَاۃُ غَالِبٍ وَمَالِکٍ   نَذُبُّ عَنْ رَسُوْلِنَا الْمُبَارِکٖ

ترجمہ: "ہم قبیلہ غالب اور قبیلہ مالک کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ہم اپنے مبارک رسول کی طرف سے دفاع کر رہے ہیں"۔

نَضْرِبُ عَنْہُ الْقَوْمَ فِی الْمَعَارِکٖ   ضَرْبَ صِفَاحِ الْکُوْمِ فِی الْمَبَارِکٖ

ترجمہ: "اور میدان جنگ میں ہم دشمنوں کو تلواریں مار کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے ہٹا رہے ہیں اور ہم ایسے مار رہے ہیں جیسے کہ اونچے کوہان والی موٹی اونٹنیوں کو بیٹھنے کی جگہ میں کناروں پر مارا جاتا ہے"۔ (یعنی جب انہیں ذبح کر کے گوشت بنایا جاتا ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد سے واپس ہوتے ہیں حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم طلحہ کی تعریف میں کچھ اشعار کہو چنانچہ حضرت حسان نے یہ اشعار کہے۔

وَطَلْحَةُ يَوْمَ الشِّعْبِ اٰسَى مُحَمَّداً عَلٰى سَاعَةٍ ضَاقَتْ عَلَيْهِ وَشَقَّتِ

ترجمہ: ''اور گھاٹی کے دن طلحہ نے تنگی اور مشکل کی گھڑی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری طرح غم خواری کی اور ان پر جاں نثار کی''۔

يَقِيْهِ بِكَفَّيْهِ الرِّمَاحَ وَاَسْلَمَتْ اَشَاجِعَهُ تَحْتَ السُّيُوْفِ فَشُلَّتِ

ترجمہ: ''اپنے دونوں ہاتھوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے رہے۔ اور (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے) انہوں نے اپنے ہاتھوں کے پورے تلواروں کے نیچے کر دیئے جس سے وہ پورے شل ہو گئے''۔

وَكَانَ اِمَامَ النَّاسِ اِلَّا مُحَمَّداً اَقَامَ رَحَى الْاِسْلَامِ حَتّٰى اسْتَقَلَّتِ

ترجمہ: ''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی تمام لوگوں سے آگے تھے اور انہوں نے اسلام کی چکی کو ایسا کھڑا کیا کہ وہ مستقل چلنے لگی''۔ (حیاۃ الصحابہ)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

سنہ ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے..... ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ابو محذورہ مع دوستوں کے مذکورہ میں چند مشرکین کے ساتھ کہیں جا رہے تھے..... ٹھیک اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے..... راستہ میں ایک مقام پر منزل ہوئی..... مؤذن نبوی نے نماز کے لیے اذان دی..... ابو محذورہ کے ساتھیوں نے اذان کی آواز سنی..... تو بطور مسخرہ اس کی نقل اتارنے لگے..... ابو محذورہ نے بھی نقل اتاری..... ان کی آواز نہایت دل کش تھی..... اس لیے مسخرہ میں بھی دلکشی باقی رہی..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سن کر اذان دینے والوں کو بلا بھیجا..... یہ لوگ آئے..... آپ نے پوچھا ابھی کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی..... ابو محذورہ کے ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کر دیا..... آپ نے سب کو واپس کر دیا اور انہیں روک لیا..... اور اذان دینے کی فرمائش کی..... ابو محذورہ کو یہ فرمائش بہت گراں گزری لیکن انکار کی جرأت نہ تھی..... ان کو اذان سے پوری واقفیت نہ تھی..... اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا..... انہوں نے آپ کی

زبان مبارک سے سن کر اسی کو دہرا دیا.... زبان نبی کا یہ اعجاز تھا.... کہ اس مرتبہ اذان دینے میں زبان کے ساتھ دل بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا.... اور ابو محذورہ جو ابھی چند ساعت پہلے اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے..... اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے.... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک تھیلی میں تھوڑی سی چاندی مرحمت فرمائی' اور ان کی پیشانی سے لیکر ناف تک دست مبارک پھیر کر برکت کی دعا دی....

یہ ابو محذورہ جو اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے..... یا قلب ماہیت ہوئی.... کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مکہ میں اذان دینے کی اجازت مرحمت ہو..... آپ نے منظور فرمایا.... اور ابو محذورہ دینے لگے.....

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مکہ کا مستقل مؤذن بنا دیا.....

ان کی اذان اور خوش گلوئی کی اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ شعراء اس کی قسم کھاتے تھے ایک قریشی شاعر کہتا ہے.....

اما و رب الکعبۃ المستورۃ و ما تلا محمد من سورۃ

والنغمات من ابی محذورۃ لافعلن فعلۃ مذکورۃ

ترجمہ: "پردہ پوش کعبہ کے رب اور محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلاوت کردہ سورتوں" "اور ابی محذورہ کے نغموں کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا....."

وفات:.... ابو محذورہ مکہ مکرمہ کے مؤذن تھے.... اس لیے ہمیشہ مکہ میں رہے اور یہیں امیر معاویہ کے عہد خلافت ۵۹ھ میں وفات پائی.... بعض روایتوں میں ۷۹ھ میں وفات کا ذکر ہے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے..... (اسد الغابہ تذکرہ ابو محذورہ)

حل مشکلات کا قرآنی عمل

تفسیر صاوی میں لکھا ہے... کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ سمندر میں کشتی پر سوار ہو کر سفر کر رہے تھے.. تو سمندر میں سے ایک آواز دینے والے کی آواز آئی... مگر اس کی صورت نہیں دکھائی پڑی... اس نے کہا کہ اگر کوئی شخص مجھے دس ہزار دینار دے تو میں اس کو ایک

ایسا وظیفہ بتا دوں گا... کہ اگر وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہو اور اس وظیفہ کو پڑھ لے تو تمام بلائیں اور ہلاکتیں ٹل جائیں گی... تو کشتی والوں میں سے ایک نے بلند آواز سے کہا... کہ آؤ میں تجھ کو دس ہزار دینار دوں تو مجھے وہ وظیفہ بتا دے... تو آواز آئی... کہ تو دینار وں کو سمندر میں ڈال دے... مجھے مل جائیں گے... چنانچہ کشتی والے نے دس ہزار دیناروں کو سمندر میں ڈال دیا... تو اس غیبی آواز دینے والے نے کہا... کہ وہ وظیفہ "ومن یتق اللہ" آخر تک آیت تک ہے... تجھ پر جب کوئی مصیبت آن پڑے تو اس کو پڑھ لیا کرو... یہ سن کر کشتی کے سب سواروں نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا کہ تو نے دس ہزار دیناروں کی کثیر دولت ضائع کر دی... تو اس نے جواب دیا کہ... ہرگز میں نے اپنی دولت کو ضائع نہیں کیا ہے... اور مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے... کہ یہ قرآن شریف کی آیت ضرور نفع بخش ہوگی...

اس کے بعد چند دن کشتی چلتی رہی... پھر اچانک طوفان کی موجوں سے کشتی ٹوٹ کر بکھر گئی... اور سوائے اس آدمی کے کشتی کا کوئی آدمی بھی زندہ نہیں بچا... یہ کشتی کے ایک تختے پر بیٹھا ہوا سمندر میں بہتا چلا جا رہا تھا... یہاں تک کہ ایک جزیرہ میں اتر پڑا... اور چند قدم چل کر یہ دیکھا کہ شاندار محل بنا ہوا ہے... اور ہر قسم کے موتی اور جواہرات وہاں پڑے ہوئے ہیں... اور اس محل میں ایک بہت ہی حسین عورت اکیلی بیٹھی ہوئی ہے... اور ہر قسم کے میوے اور کھانے کے سامان وہاں رکھے ہوئے ہیں... اس عورت نے اس سے پوچھا... کہ تم کون ہو اور کیسے یہاں پہنچ گئے؟... تو اس نے عورت سے پوچھا کہ... تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہی ہو؟... تو اس عورت نے اپنا قصہ سنایا کہ... میں بصرہ کے ایک عظیم تاجر کی بیٹی ہوں... میں اپنے باپ کے ساتھ سمندری سفر پر آئی تھی... کہ ہماری کشتی ٹوٹ گئی... اور مجھے کوئی اچک کر کشتی میں سے اچک کر لے بھاگا... اور میں اس جزیرہ میں اس کے اندر اس وقت سے پڑی ہوں... ایک شیطان ہے... جو مجھے اس محل میں لے آیا ہے... وہ ہر ساتویں دن یہاں آتا ہے... اور میرے ساتھ صحبت تو نہیں کرتا... مگر بوس و کنار کرتا ہے... اور آج اس کے یہاں آنے کا دن ہے... لہٰذا تم اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگ جاؤ... ورنہ وہ آ کر تم پر حملہ کر دے گا...

ابھی اس عورت کی گفتگو ختم بھی نہیں ہوئی تھی ... کہ ایک دم اندھیرا چھا گیا... تو عورت نے کہا کہ جلدی بھاگ جاؤ وہ آ رہا ہے... ورنہ وہ تم کو ضرور ہلاک کر دے گا... چنانچہ وہ آ گیا اور یہ شخص گھبرا رہا... مگر جوں ہی شیطان اس کو دبوچنے کے لیے آگے بڑھا ... تو اس نے "ومن یتق اللّٰہ" کا وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا... تو شیطان جل کر راکھ کر ڈھیر ہو گیا... یہ دیکھ کر عورت نے کہا کہ... اللہ تعالیٰ نے تم کو فرشتہ رحمت بنا کر میرے پاس بھیج دیا ہے... تمہاری بدولت مجھے اس شیطان سے نجات ملی... پھر اس عورت نے اس مرد سے کہا کہ ان موتی جواہرات کو اٹھا لو... اور اس محل سے نکل کر میرے ساتھ سمندر کے کنارے چلو ... اور کوئی کشتی تلاش کر کے یہاں سے نکل چلو... چنانچہ بہت سے موتی و جواہرات اور پھل وغیرہ کھانے کا سامان لے کر دونوں محل سے نکلے... اور سمندر کے کنارے پہنچے تو ایک کشتی "بصرہ" جا رہی تھی... دونوں اس پر سوار ہو کر بصرہ پہنچے... لڑکی کے والدین اپنی گم شدہ لڑکی کو پا کر بے حد خوش ہوئے... اور اس مرد کے ممنون ہو کر اس کو بہت عزت و احترام کے ساتھ اپنے گھر میں مہمان رکھا...

پھر لڑکی کے والدین نے پوری سرگزشت سن کر دونوں کا نکاح کر دیا... اور دونوں میاں بیوی بن کر رہنے لگے... اور تمام موتی و جواہرات جو دونوں جزیرہ سے لائے تھے... وہ دونوں کی مشترک دولت بن گئی... اور اس عورت سے خداوند تعالیٰ نے اس مرد کو چند اولاد بھی دی... اور وہ دونوں بہت ہی محبت و الفت کے ساتھ خوشحال زندگی بسر کرنے لگے... (صاوی ج ۳ ص ۱۸۲)

اخلاق کی بلندی

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے نواسے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی مہاجر مکیؒ کا واقعہ ہے کہ ایک بار آپ بازار میں کچھ خریدنے تشریف لے گئے کوئی چیز خریدی اور تھیلی میں سے دام نکال کر دوکاندار کو دیئے ایک بدوی نے دیکھا اور جب آپ چلے آپ کے پیچھے ہولیا جب آپ اپنے مکان کے قریب گلی میں پہنچے وہ بدوی آپ کے ہاتھ سے تھیلی اچک اور وہ جا یہ جا آپ نے اس کا کوئی تعاقب نہیں کیا اپنے گھر

میں داخل ہو کر زنجیر لگا لی اب بدوی جو گلی سے نکلنا چاہتا ہے تو راستہ نہیں ملتا لوٹ پھر کر پھر وہیں شیخ کی جگہ آ جاتا ہے جہاں سے چلا تھا بہت پریشان ہوا آخر سمجھا کہ یہ شیخ کا مال لینے کے سبب سے ہے دروازہ پر آ کر پکارا یا شیخ یا شیخ آپ شیخ بولے نہیں پھر اس نے گلی سے نکلنا چاہا مگر راستہ بند پھر شیخ کو پکارا جواب ندارد آخر اس نے غل مچانا شروع کیا کہ دوڑو دوڑو مجھ کو مار دیا محلہ کے لوگ آئے اور پوچھا بدوی نے کہا اس گھر میں کون رہتا ہے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے لوگوں نے اس کو بتایا کہ اس میں تو ایک بڑے بزرگ رہتے ہیں اس نے کہا کہ انہیں باہر بلاؤ تب میں بتلاؤں لوگوں نے منت سماجت کر کے حضرت کو باہر بلایا حضرت تشریف لائے بدوی نے کہا انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے کہ......

"میں نے ان کی تھیلی چھینی تھی اب مجھ کو راستہ نہیں ملتا اب میں تھیلی واپس کرنا چاہتا ہوں تو یہ بولتے نہیں ان سے کہو کہ اپنی تھیلی لے لیں اور میری جان چھوڑیں"

لوگوں نے حضرت سے عرض کیا کہ تھیلی لے لیجئے آپ نے فرمایا:...

"میں تھیلی نہیں لے سکتا جب اس نے تھیلی چھینی تھی اسی وقت مجھ کو یہ خیال ہوا کہ افسوس یہ شخص اس غصب سے دوزخ میں جاوے گا میری طبیعت نے اس کو گوارا نہ کیا کہ میرے سبب سے میرا ایک بھائی مسلمان دوزخ میں جاوے اس لئے میں نے یہ اس کو ہبہ کر دیا تھا اب ہبہ سے رجوع نہیں کرتا"

ف: حضرت مولانا تھانویؒ اس واقعہ کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:...

شیخ پر غلبہ حال تھا کہ صورت ہبہ کو ہبہ سمجھے اور صورت رجوع کو رجوع سمجھے ورنہ ہبہ بدون قبض موہوب لہ... کے تام نہیں اور قبض بھی مجلس ہبہ میں شرط ہے اور یہاں دونوں باتیں مفقود تھیں اس لئے یہ ہبہ ہی تام نہ ہوا تو اس سے رجوع کرنا بھی رجوع فی الہبہ نہ تھا مگر ان حضرات کو دیکھئے صورت رجوع سے بھی اتنی نفرت تھی جو عین رجوع میں ہوتی ہے....

جھگڑا چھوڑنے کا عجیب واقعہ

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کی پوری زندگی میں اس حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے میں اس کو جنت کے بیچوں بیچ گھر دلانے کا ذمہ دار ہوں"... اس حدیث پر عمل کرنے کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے، جھگڑا ختم کرنے کی خاطر بڑے سے بڑا حق چھوڑ کر الگ ہو گئے ان کا ایک واقعہ سناتا ہوں جس پر آج لوگوں کو یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے یہ دارالعلوم جو اس وقت کورنگی میں قائم ہے.... پہلے نانک واڑہ میں ایک چھوٹی سی عمارت میں قائم تھا جب کام زیادہ ہو تو اس کے لئے وہ جگہ تنگ پڑ گئی وسیع اور کشادہ جگہ کی ضرورت تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ایسی مدد ہوئی کہ بالکل شہر کے وسط میں حکومت کی طرف سے ایک بہت بڑی اور کشادہ جگہ مل گئی اور دارالعلوم کراچی کے نام الاٹ ہو گئی اس زمین کے کاغذات مل گئے قبضہ مل گیا اور ایک کمرہ بھی بنا دیا گیا ٹیلیفون بھی لگ گیا اس کے بعد دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھتے وقت ایک جلسہ تاسیس منعقد ہوا جس میں پورے پاکستان کے بڑے بڑے علماء حضرات تشریف لائے اس جلسہ کے موقع پر کچھ حضرات نے جھگڑا کھڑا کر دیا کہ یہ جگہ دارالعلوم کو نہیں ملنی چاہئے تھی بلکہ فلاں کو ملنی چاہئے تھی اتفاق سے جھگڑے میں ان لوگوں نے ایسے بعض بزرگ ہستیوں کو بھی شامل کر لیا... جو حضرت والد صاحب کے لئے باعث احترام تھیں والد صاحب نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ یہ جھگڑا کسی طرح ختم ہو جائے لیکن وہ ختم نہیں ہوا والد صاحب نے یہ سوچا کہ جس مدرسے کا آغاز ہی جھگڑے سے ہو رہا ہے تو اس مدرسے میں کیا برکت ہوگی؟ چنانچہ والد صاحب نے اپنا یہ فیصلہ سنا دیا کہ میں اس زمین کو چھوڑتا ہوں...

دارالعلوم کی مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ سنا تو انہوں نے حضرت والد صاحب سے کہا کہ حضرت! یہ آپ کیسا فیصلہ کر رہے ہیں؟ اتنی بڑی زمین وہ بھی شہر کے وسط میں ایسی زمین ملنا بھی مشکل ہے اب جبکہ یہ زمین آپ کو مل چکی ہے آپ کا اس پر قبضہ ہے آپ ایسی زمین کو چھوڑ کر الگ ہو رہے ہیں؟ حضرت والد صاحب نے جواب میں فرمایا کہ میں مجلس منتظمہ کو

اس زمین کے چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتا اسلئے کہ مجلس منتظمہ درحقیقت اس زمین کی مالک ہی نہیں ہے... آپ حضرات اگر چاہیں تو مدرسہ بنا لیں میں اس میں شمولیت اختیار نہیں کروں گا اس لئے کہ جس مدرسے کی بنیاد جھگڑے پر رکھی جا رہی ہو اس مدرسے میں مجھے برکت نظر نہیں آتی پھر حدیث سنائی جو شروع میں گذری ہے اور جھگڑے سے بچنے کیلئے (اصول موتی)

آپ نے فرمایا دارالعلوم بنانا فرض نہیں ہے مسلمانوں کو پھوٹ سے بچانا فرض عین ہے... اور فرمایا کہ آپ حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ شہر کے بیچوں بیچ اتنی زمین کہاں ملے گی لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ میں اس کو جنت کے بیچ میں گھر دلواؤں گا... یہ کہہ کر اس زمین کو چھوڑ دیا... آج کے دور میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے کہ کوئی شخص اس طرح جھگڑے سے بچنے کیلئے اتنی بڑی زمین چھوڑ دے لیکن جس شخص کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر کامل یقین ہے وہی یہ کام کر سکتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ چند ہی مہینوں کے بعد اس زمین سے کئی گنا بڑی زمین عطا فرما دی جہاں آج دارالعلوم قائم ہے... یہ تو میں نے آپ حضرات کے سامنے ایک مثال بیان کی ورنہ حضرت والد صاحب کو ہم نے ساری زندگی حتی الامکان اس حدیث پر عمل کرتے دیکھا... ہاں البتہ جس جگہ دوسرا شخص جھگڑے کے اندر پھانس ہی لے اور دفاع کے سوا کوئی چارہ نہ رہے تو وہ الگ بات ہے... ہم لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں کہ فلاں موقع پر فلاں شخص نے یہ بات کہی تھی فلاں نے ایسا کیا تھا اب ہمیشہ کے لئے اس کو دل میں بٹھا لیا اور جھگڑا کھڑا ہو گیا آج ہمارے پورے معاشرے کو اس چیز نے تباہ کر دیا ہے... یہ جھگڑا انسان کے دین کو مونڈ دیتا ہے اور انسان کے باطن کو تباہ کر دیتا ہے اس لئے خدا کے لئے آپس کے جھگڑوں کو ختم کرو اور اگر دو مسلمان بھائیوں میں جھگڑا دیکھو تو ان کے درمیان صلح کرانے کی پوری کوشش کرو....

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا جذبہ خدمت

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یوپی میں ایک جگہ میری تقریر تھی... رات کو تین بجے تقریر سے فارغ ہو کر لیٹ گیا... ابھی میں نیم غنودگی کی حالت میں تھا... کہ مجھ کو محسوس ہوا کہ کوئی میرے پاؤں دبا رہا ہے... میں نے کہا... کہ لوگ اسی

طرح دبائے رہتے ہیں... کوئی مخلص ہوگا... مگر اس کے ساتھ معلوم ہو رہا تھا... کہ یہ کچھ تو عجیب قسم کی ہے... باوجود راحت کے نیند رخصت ہوتی جارہی تھی... سر اٹھایا تو دیکھا حضرت شیخ مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہیں... فوراً پھڑک کر چارپائی سے اتر پڑا... اور ندامت سے عرض کیا... حضرت! کیا ہم نے اپنے لیے جہنم کا خود سامان پہلے سے کم کر رکھا ہے... کہ آپ بھی ہم کو دھکا دے کر جہنم بھیج رہے ہیں... شیخ نے جواباً فرمایا... آپ نے دیر تک تقریر کی تھی... آرام کی ضرورت تھی... اور آپ کی عادت بھی تھی... اور مجھ کو سعادت کی ضرورت... ساتھ ہی نماز کا وقت قریب تھا... میں نے کیا غلطی کی ہے...

اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لئے مانگنے پر نکیر

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ایک طاقتور نوجوان مسجد میں آیا اس کے ہاتھ میں لمبے لمبے تیر تھے وہ کہہ رہا تھا کہ اللہ کے راستے میں جانے کے لئے کون میری مدد کرے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا لوگ اسے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے... آپ نے فرمایا کہ اپنے کھیت میں کام کرانے کے لئے کون اسے مجھ سے مزدوری پر لیتا ہے؟ ایک انصاری نے کہا اے امیرالمومنین! میں لیتا ہوں... آپ نے فرمایا ہر مہینہ اسے کتنی تنخواہ دو گے؟ اس انصاری نے کہا اتنی دوں گا... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لو اسے لے جاؤ... چنانچہ اس نوجوان نے اس انصاری کے کھیت میں کئی مہینے کام کیا... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس انصاری سے پوچھا کہ ہمارے مزدور کا کیا ہوا؟ اس نے کہا اے امیرالمومنین! وہ بہت ٹھیک آدمی ہے... آپ نے فرمایا کہ اسے بھی میرے پاس لے آؤ اور اس کی جتنی تنخواہ جمع ہوگئی ہے وہ بھی میرے پاس لے آؤ... چنانچہ وہ انصاری اس نوجوان کو بھی لائے اور اس کے ساتھ درہموں کی ایک تھیلی بھی لائے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لو یہ تھیلی... اب اگر تم چاہو تو (ان درہم کو لے کر غزوہ میں چلے جاؤ اور اگر چاہو تو (گھر) بیٹھ جاؤ)... (اخرجہ البیہقی)

انقلابات زمانہ

بنی اسرائیل کے ایک نوجوان عابد کے پاس حضرت خضر علیہ السلام آیا کرتے تھے...

یہ بات اس وقت کے بادشاہ نے سنی... اور اس عابد کو بلایا... اور پوچھا... کیا یہ سچ ہے کہ تمہارے پاس حضرت خضر علیہ السلام آیا کرتے ہیں؟... اس نے کہا... ہاں!... بادشاہ نے کہا... اب جب وہ آئیں تو انہیں میرے پاس لے آنا... اگر نہ لاؤ گے... تو میں تمہیں قتل کر دوں گا... چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام ایک روز اس کے پاس تشریف لائے... تو اس عابد نے ان سے سارا واقعہ بیان کر دیا...

آپ نے فرمایا... چلو میں اس بادشاہ کے پاس چلتا ہوں... چنانچہ آپ اس بادشاہ کے پاس آئے... بادشاہ نے پوچھا... آپ ہی خضر ہیں؟... آپ نے فرمایا... ہاں!... بادشاہ نے کہا... تو ہمیں کوئی بڑی عجیب بات سنائیے... فرمایا میں نے دنیا کی بڑی بڑی عجیب چیزیں دیکھی ہیں... مگر ان میں سے ایک سناتا ہوں... لو سنو!

میں ایک مرتبہ ایک بہت بڑی خوبصورت اور آباد شہر سے گزرا... اور میں نے اس شہر کے ایک باشندہ سے پوچھا... یہ شہر کب سے بنا ہے...؟ تو وہ بولا... کہ یہ بہت پرانا شہر ہے... اس کی ابتداء کا تو مجھے علم ہے... نہ ہمارے آباؤ اجداد کو... خدا جانے کب سے یہ شہر چلا آتا ہے... پھر میں پانچ سو سال کے بعد اسی جگہ سے گزرا... تو وہاں اس شہر کا نام و نشان نہ تھا... وہاں ایک جنگل تھا... اور ایک آدمی وہاں لکڑیاں چن رہا تھا... میں نے اس سے پوچھا کہ شہر برباد کب سے ہو گیا؟ تو وہ ہنس پڑا... اور کہنے لگا... کہ یہاں شہر کب تھا... یہ جگہ تو مدتوں سے جنگل چلی آ رہی ہے... ہمارے آباؤ اجداد نے بھی یہاں جنگل ہی دیکھا ہے... پھر میں پانچ سو سال کے بعد وہاں سے گزرا... تو وہاں ایک عظیم الشان دریا بہہ رہا تھا ... اور کنارے پر چند شکاری مچھلیاں پکڑ رہے تھے... میں نے ان سے پوچھا... کہ یہ زمین دریا کب سے بن گئی؟... تو وہ ہنس کر مجھ سے کہنے لگے... کہ آپ جیسا آدمی یہ سوال کرے؟ تعجب ہے... جناب! یہاں تو ہمیشہ سے دریا ہی بہتا آیا ہے... ہمارے آباؤ اجداد نے بھی یہاں دریا ہی دیکھا ہے...

پھر میں پانچ سو سال کے بعد وہاں سے گزرا... تو وہ جگہ ایک بہت بڑا میدان دیکھی ... جہاں ایک آدمی کو پھرتے دیکھا... میں نے اس سے پوچھا... کہ یہ جگہ خشک کب سے

ہوگئی... تو وہ بولا... کہ یہ جگہ تو ہمیشہ سے یونہی چلی آرہی ہے... میں نے پوچھا... یہاں کبھی دریا نہیں بہتا تھا؟... تو وہ بولا ہرگز نہیں... ہم نے ایسا نہ دیکھا... نہ اپنے آباؤ اجداد سے سنا... پھر میں پانچ سو سال کے بعد وہاں سے گزرا... تو وہاں پھر پہلے شہر سے بھی زیادہ ایک عظیم الشان شہر دیکھا... میں نے ایک باشندہ سے پوچھا کہ یہ شہر کب سے ہے...؟ وہ بولا... یہ شہر بہت پرانا ہے... اس کی ابتداء کا نہ ہمیں علم ہے... نہ ہمارے آباؤ اجداد کو...
(عجائب المخلوقات ملتقطہ برحاشیہ حیاۃ الحیوان صفحہ ۱۳۹)

امارت کی ذمہ داری کون اُٹھا سکتا ہے؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت یمن بھیجی اور ان میں سے ایک صحابی کو ان کا امیر بنا دیا جن کی عمر سب سے کم تھی وہ لوگ کئی دن تک وہاں ہی ٹھہرے اور نہ جا سکے... اس جماعت کے ایک آدمی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلانے! تمہیں کیا ہوا؟ تم ابھی تک کیوں نہیں گئے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے امیر کے پاؤں میں تکلیف ہے... چنانچہ آپ اس امیر کے پاس تشریف لے گئے اور بسم اللہ وباللہ اعوذ باللہ وقدرتہ من شر ما فیھا سات مرتبہ پڑھ کر اس آدمی پر دم کیا... وہ آدمی (اسی وقت) ٹھیک ہوگیا... ایک بوڑھے آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ اس کو ہمارا امیر بنا رہے ہیں حالانکہ یہ ہم سب میں کم عمر ہے؟ آپ نے اس کے زیادہ قرآن پڑھنے کا تذکرہ فرمایا... اس بوڑھے آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ میں سستی کی وجہ سے سوتا رہ جاؤں گا اور قرآن کو تہجد میں نہ پڑھ سکوں گا تو میں اسے ضرور سیکھتا (یعنی اس کے حفظ کو باقی نہ رکھ سکوں گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کی مثال اس تھیلی جیسی ہے جسے تم نے خوب مہکنے والے مشک سے بھر دیا ہو... اسی طرح قرآن جب تیرے سینے میں ہو اور تو اسے پڑھے... (اخرجہ الطبرانی)

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج کل میں مسلمانوں کے

ایک کام کی وجہ سے بہت فکرمند ہوں... بتاؤ میں اس کام کا امیر کسے مقرر کروں؟ لوگوں نے کہا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیں... آپ نے فرمایا وہ کمزور ہیں... لوگوں نے کہا فلاں صاحب کو مقرر کر دیں... آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں... لوگوں نے پوچھا آپ کیسا آدمی چاہتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ایسا آدمی چاہیے کہ جب وہ امیر ہو تو ایسے (متواضع بن کر) رہے جیسے کہ وہ لوگوں میں سے ایک عام آدمی ہے اور جب وہ امیر نہ ہو تو وہ ایسے (فکر اور ذمہ داری سے) رہے کہ گویا وہی امیر ہے... لوگوں نے کہا ہمارے علم کے مطابق تو ایسے آدمی ربیع بن زیاد کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے ٹھیک کہا... (اخرجہ ابو احمد الدہقان کذا فی الکنز ۳: ۱۶۰)

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ماموں جو شہر کا حاکم اعلیٰ تھا... ایک دن وہ کسی بڑی جگہ جا رہا تھا... کہ راستے میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جو ایک جگہ بیٹھے ہوئے روٹی کھا رہے تھے... ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈالتے... اور دوسرا لقمہ ایک کتے کے منہ میں ڈالتے... جو پاس بیٹھا ہوا تھا... ماموں نے کہا... معروف شرم نہیں آتی کتے کے ساتھ روٹی کھا رہے ہو... فرمایا کہ میں شرم ہی کی وجہ سے کتے کے ساتھ کھا رہا ہوں... پھر سر اٹھایا اور ایک پرندے کی طرف اشارہ کیا... جو ہوا سے اتر کر آپ کے ہاتھ پر آ کر بیٹھ گیا... فرمایا... ماموں جان! جو شخص اللہ تعالیٰ سے شرم رکھتا ہے... اس سے تمام چیزیں شرم رکھتی ہیں... یہ بات سن کر آپ کا ماموں شرمسار ہو گیا...

کمال ادب

حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدت تک حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہا... خلوت و جلوت میں آپ کو دیکھا... مگر آپ کو کبھی ننگے سر نہ دیکھا... اور نہ آپ کو آرام کے لیے پاؤں پھیلاتے دیکھا... میں نے ایک روز عرض کیا کہ اگر خلوت میں آپ آرام کے لیے پاؤں پھیلا دیں تو کیا حرج ہے؟... فرمایا... خلوت میں

خدا کے ساتھ ادب سے رہنا زیادہ مناسب ہے...

حضرت عثمان بن طلحہ قرشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ مکہ مکرمہ داخل ہوئے تو حرم محترم جا کر اونٹ پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف فرمایا... پھر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر چابی طلب کی... چابی ان کی والدہ سلافہ بنت سعید کے پاس تھی... سلافہ ان خواتین میں شامل تھیں جو غزوہ احد میں اپنے لشکریوں کو ابھارنے نکلی تھیں... مگر سلافہ غم واندوہ لے کر واپس ہوئی... کیونکہ اس غزوہ میں اس کے شوہر کے علاوہ اس کے چار بیٹے مسافع... جلاس... حارث اور کلاب مارے جا چکے تھے... غالباً یہ تھا اس کا غصہ یا یہ خیال کہ اگر چابی دے دی تو واپس نہ ملے گی... اس طرح یہ سعادت چھن جائے گی اس لیے حضرت عثمان بن طلحہ کے چابی مانگنے پر صاف انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ اگر انہوں نے چابی لے لی تو کبھی واپس نہ کریں گے...

ادھر بیٹے کی طلب... ادھر ماں کا انکار اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں تاخیر ہوگئی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم منتظر تھے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے موتی کی طرح پسینے کی بوندیں ٹپک رہی تھیں... لوگوں سے فرمایا کہ اس کو کس چیز نے روک رکھا ہے؟ آخر ایک شخص عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف آیا... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی چاہت بھی یہی تھی کہ جلد از جلد چابی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں مگر دوسری طرف والدہ تھیں اب انہوں نے اپنی والدہ سے ایک بات کہی جو کارگر ثابت ہوئی اور چابی حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی... فرمایا... چابی دے دو ورنہ خدا کی قسم یہ تلوار میری پیٹھ سے پار ہو جائے گی...

سلافہ کو چابی رکھنے کی سعادت عزیز تھی... مگر دوسرے بیٹے کی جان کی بات آگئی تھی اس نے چابی دے دی... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کھولا اور اندر تشریف لے گئے اور ساتھ خود حضرت عثمان بن طلحہ... اسامہ بن زید اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم داخل ہوئے... اندر موجود تصاویر مٹادیں... آپ زمزم سے دھویا... بیت اللہ کے تمام گوشوں

میں پھر کر توحید اور تکبیر سے اس کو منور کیا... (سیرۃ المصطفیٰ)

باہر تشریف لائے تو چابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھی .... یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا... اس سے فراغت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواہش ظاہر کی کہ یہ چابی ہم کو عطا کیجئے تاکہ سقایہ کی طرح حجابت کا شرف بھی ہم کو حاصل ہو.... اس وقت یہ آیت نازل ہوئی "ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا" کہ تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچا دو.... پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر چابی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ میں نے خود نہیں دی.... بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو دی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اس کو ہمیشہ کے لیے لے لو... اب یہ تم سے سوائے ظالم کے اور کوئی نہیں لے گا... (فتح الباری ص ۱۱)

یہ حضرت عثمان بن طلحہ حجبی قرشی رضی اللہ عنہ جن کو آج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کلید برداری کا اعزاز حاصل ہو رہا تھا.... اس وقت مسلمان ہوئے جس وقت حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا تھا.....

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کلید برداری کی ذمہ داری نبھانے کی خاطر مکہ آ کر مقیم ہوئے اور یہیں ۴۲ ہجری میں وفات پائی.... (رضی اللہ عنہ و رضاہ) (ضرب مومن)

ادائیگی زکوٰۃ کی برکت کا واقعہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی "آپ بیتی" میں لکھتے ہیں:

میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحب سے اور دوسرے لوگوں سے بھی یہ قصہ سنا ... کہ ضلع سہارنپور میں "بہٹ" سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں... اس کے قرب وجوار میں بہت سی کوٹھیاں کاروبار کی تھیں... جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے ... اور ان کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے ... وہ انگریز دہلی... کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے... کبھی کبھی معائنہ کے طور پر آ کر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے... ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی... قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں... ایک کوٹھی

کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس وہاں بھاگا ہوا گیا... اور جا کر واقعہ سنایا کہ... حضور... سب کی کوٹھیاں جل گئیں آپ کی بھی جل گئی... وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا... نہایت اطمینان سے لکھتا رہا... اس نے التفات بھی نہیں کیا... ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ حضور سب جل گیا... اس نے دوسری دفعہ بھی لاپروائی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکر لکھتا رہا...

ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا کہ... میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اس لیے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا... وہ ملازم تو جواب دینے کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی... وہ انگریز کی اس لاپروائی سے جواب کو سن کر واپس آ گیا... آ کر دیکھا تو واقعی میں سب کوٹھیاں جل چکی تھیں... مگر اس انگریز کی کوٹھی باقی تھی....

ایک خلیفہ کی موت کا یادگار واقعہ

اس چند روزہ زندگی پر مغرور عباسی خلفاء میں سے ایک خلیفہ واثق باللہ تھا... لیلائے اقتدار نے اس کو موت سے فراموش کر دیا تھا... وہ یہ سمجھتا تھا کہ اقتدار کا نشہ دائمی ہے... لیکن مولانا مناظر احسن گیلانی قدس سرہ نے تاریخ کے اوراق سے اس واثق باللہ عباسی کی موت کا جو واقعہ تحریر کیا ہے... وہ نہ صرف سبق آموز ہے... بلکہ عبرت انگیز بھی...

مولانا گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: الذہبی نے مختصر دول الاسلام میں نقل کیا ہے... کہ الواثق باللہ کا جب خادم خاص جو "الواثقی" کے نام سے مشہور تھا... اس کا بیان ہے... کہ واثق جب بیمار ہوا تو اس کی تیمارداری مجھ سے متعلق تھی... حالت واثق کی جب خراب ہوئی... تو میں نے دیکھا کہ اس پر غشی طاری ہو گئی ہے... میں نے محسوس کیا کہ وہ ختم ہو گیا ہے... پاس میں جو لوگ تھے... ان کو بلایا اور ایک نے دوسرے کو اشارہ کیا کہ واثق کے قریب جا کر واثقی دیکھے... کہ اس کی روح پرواز کر چکی یا کچھ زندگی کی رمق باقی ہے... لیکن کسی کو اس کے قریب جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی... آخر میں ہی دل کو مضبوط کر کے آگے بڑھا... میں نے آہستہ سے اس کی ناک پر سانس کا پتہ چلانے کے لیے انگلی رکھی کہ

اچانک واثق نے آنکھیں کھول دیں... الواثقی کہتا ہے... کہ نہ پوچھو کہ اس واقعہ کا مجھ پر کیا
اثر مرتب ہوا... اس کے الفاظ ہیں... "فلكدت ان اموت"... (اتنا گھبرایا کہ قریب تھا
کہ میں خود مر جاتا)... گھبراہٹ اس بات کی تھی کہ موت کے احتساب کو واثق کی زندگی ہی
میں گویا ممکن قرار دے دیا (کیونکہ بادشاہوں اور امراء کے لیے سب سے بڑی اور قابل
نفرت شئے تو موت ہے... جو دنیا کی عیش و عشرت اور تمام لذتوں سے ان کے تعلق اور رشتہ کو
منقطع کر دیتی ہے)... بادشاہ کے خوف نے اس پر ہیبت طاری کی... لیکن تھوڑی دیر گزری کہ
واثق کی آنکھیں آخری دفعہ کھلی تھیں... اور پھر ہمیشہ کے لیے بند ہو گئیں...

الواثقی کہتا ہے کہ ڈر کے مارے میں گر پڑا تھا... تلوار تک ٹوٹ گئی... اور میرے بدن
میں کچھ خراش بھی آ گئی... بہر حال الواثق واثقی اس کے بعد مر گیا... تب واثقی نے یقین
کر لینے کے بعد کہ در حقیقت اب خلیفہ کی روح پرواز کر چکی ہے... لاش پر چادر ڈال دی...
اس عرصہ میں واثقی کو محسوس ہوا کہ آنکھوں کے سامنے کوئی چیز حرکت کر رہی ہے... وہ پھر
گھبرایا... چادر اٹھائی تو دیکھتا ہے کہ... ایک چوہا واثق کی آنکھیں نکالے بھاگے جاتا ہے
... بے ساختہ زبان پر واثقی کے جاری ہو گیا... لا الہ الا اللہ... یہی آنکھ تھی جس کی معمولی
حرکت سے کچھ دیر پہلے میں مرنے کے قریب ہو گیا تھا... گر پڑا... تلوار ٹوٹی اور چند لمحوں
کے بعد اسی آنکھ کو ایک چوہا نکال کر لے بھاگا...

مولانا مونگیری رحمہ اللہ کی ایمانی فراست

ہندوستان میں ایک بہت بڑے بزرگ "حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ"
گزرے ہیں یہ بڑے زبردست عالم تھے.... جب ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف
تحریک شروع ہوئی تو گاندھی جی نے حکیم اجمل خان صاحب ڈاکٹر انصاری صاحب مولانا
محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو جمع کر کے یہ کہا کہ اس تحریک کے اندر اس وقت تک جوش
پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں کوئی بڑے مذہبی پیشوا شامل نہیں ہوں گے.... لہذا کسی
طریقے سے مذہبی پیشواؤں کو اس میں شامل کیجئے...! طے یہ ہوا کہ ایک دن گاندھی جی کے

ساتھ ایک ڈیپوٹیشن (DEPUTATION) مولانا محمد علی مونگیری کے پاس جائے چنانچہ سب کے سب مل کر گاندھی جی کے ساتھ مولانا محمد علی مونگیری کے پاس گئے اور گاندھی جی نے مولانا سے کہا کہ مولانا میں نے پیغمبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ کیا ان کی زندگی سے بہتر کسی کی زندگی کو میں نے نہیں پایا' ان کی زندگی سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچی زندگی تھی اور میں نے قرآن کا بھی مطالعہ کیا ہے میں نے اس کتاب کو سب سے اعلیٰ اور مقدس ترین کتاب پایا چنانچہ میں نے اس کا کچھ حصہ اپنی دعاؤں میں بھی شامل کر لیا ہے' اس کے علاوہ اور بہت سی تعریفیں کیں۔۔۔

مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گاندھی جی! آپ نے پیغمبر اسلام کی جتنی تعریفیں کی ہیں وہ ٹھیک ہیں' ہمارے پیغمبر اس سے بھی اونچے تھے' اور آپ نے قرآن کریم کی جتنی تعریفیں کی ہیں وہ بھی ٹھیک ہیں' ہمارا قرآن اس سے بھی اونچا ہے لیکن گاندھی جی! مہربانی کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اور قرآن کریم کا وہ عیب (معاذ اللہ) بھی تو بتا دیجئے جس کی وجہ سے آپ نے اب تک ایمان قبول نہیں کیا ہے! جب قرآن کریم آپ کو ساری دنیا کی کتابوں میں سب سے بہتر کتاب معلوم ہوتی ہے' پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی زندگی آپ کو سب سے بہتر زندگی معلوم ہوتی ہے۔۔۔ پھر آپ کو وہ کون سا عیب ان کے اندر نظر آیا جس کی وجہ سے اب تک آپ ایمان نہیں لائے ہیں؟ اب گاندھی جی بغلیں جھانکنے لگے' ان سے کوئی جواب نہیں بن پڑا۔۔۔ مولانا نے فرمایا کہ جب کوئی شکاری شکار کرنے کے لیے نکلتا ہے تو شکار گاہ میں جا کر جانوروں کی بولی بولتا ہے تا کہ جانور جال میں پھنس جائیں' اسی طرح آپ کے دل میں نہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عظمت ہے اور نہ قرآن کریم کی کوئی عظمت ہے' آپ صرف مجھے پھانسنے کے لیے آئے ہیں اس لیے میری بولی بول رہے ہیں۔۔۔ (ذہانت محاسن اسلام)

امام عامر بن شرجیل شعبی کی ذہانت

ایک مرتبہ خلیفۃ المسلمین نے حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خصوصی پیغام دے کر شاہ روم کی طرف بھیجا۔۔۔ جب یہ اس کے دربار میں پہنچے۔۔۔ اس سے ملاقات کی تو وہاں

کی ذہانت فراست... سیاسی سوجھ بوجھ وسعت مطالعہ اور زور بیانی سے بہت متاثر ہوا...
شاہ روم نے کئی روز انہیں اپنے پاس معزز مہمان کی حیثیت سے رکھا... حالانکہ زیادہ وہ
کسی بھی سفیر کو اپنے پاس نہیں ٹھہرایا کرتا تھا... جب آپ نے شاہ روم سے واپس دمشق
جانے کے لیے اجازت چاہی... تو شاہ روم نے اس سے پوچھا... کہ آپ شاہی خاندان
میں سے ہیں... فرمایا... نہیں میں عام مسلمانوں میں سے ہوں... جب شاہ روم نے ان کو
اجازت دے دی تو کہا کہ جب آپ اپنے خلیفہ کے پاس جائیں تو جو کچھ آپ نے یہاں
محسوس کیا وہ من وعن ان تک پہنچائیں اور ساتھ میرا یہ رقعہ بھی ان کو پہنچا دیں...

جب امام شعبی دمشق پہنچے... تو سب سے پہلے خلیفۃ المسلمین عبدالملک بن مروان
سے ملے... اور ان کو روم کے متعلق اپنے تاثرات سے آگاہ کیا... خلیفہ کے پوچھے گئے ہر
سوال کا اطمینان بخش جواب دیا... جب واپس جانے لگے تو فرمایا... شاہ روم نے آپ کے
نام یہ رقعہ دیا تھا... تھمایا اور پلٹ آئے... جب خلیفہ نے خط پڑھا... تو دربار کو کہا کہ وہ امام
شعبی کو بلا کر لائے... آپ آئے تو آپ سے پوچھا کہ... کیا آپ نے خط پڑھا ہے؟...
امام شعبی نے انکار میں سر ہلا دیا... خلیفہ نے کہا کہ شاہ روم نے خط میں لکھا ہے کہ... مجھے
عرب قوم پر تعجب ہے... کہ انہوں نے اس قدر ذہین شخص کو چھوڑ کر کسی اور کو مسند خلافت پر
بٹھا رکھا ہے... امام شعبی نے فوراً جواب دیا کہ... اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو کبھی ایسا
نہ کہتے... خلیفہ نے کہا کہ... کیا تم شاہ روم کی یہ تحریر لکھنے کا اصل مقصد جانتے ہو؟... آپ
نے کہا... نہیں... خلیفہ نے کہا کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ میرے دل میں آپ کے متعلق
حاسدانہ جذبات پیدا ہوں... اور میں آپ کو مروا دوں... اس طرح سے مسلم امہ سے یہ
ذہین وفطین شخصیت چھن جائے گی... جب آپ کے اس تجزیے کا شاہ روم کو علم ہوا تو وہ پکار
اٹھا کہ اس قوم پر کوئی دوسری قوم غالب نہیں آسکتی... جن کے خلیفہ اس قدر ذہین ہوں...
بخدا میرا یہی ارادہ تھا جو خلیفہ کے ذہن میں آیا...

آپ کا پورا نام عامر بن شرحبیل الشعبی رحمۃ اللہ علیہ تھا... آپ نہایت ذہین وفطین...
دانا... فہم وفراست اور علم ودانش والے تھے... آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تقریباً پانچ سو صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملنے کا شرف حاصل ہوا... آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قوت حافظہ اور یادداشت اس قدر تیز تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی بات آج تک کاغذ پر نہیں لکھی... آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اس وقت کے چار بڑے علماء میں ہوتا تھا... (ماخوذ... حیات تابعین کے درخشاں پہلو)

دنیا کے پجاریوں کے واقعات

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بخیل دنیاداروں اور دولت کے پجاریوں کے چند عبرت انگیز واقعات نقل کیے ہیں... ان میں سے چند یہ ہیں...

۱- ایک آدمی نے اپنا واقعہ نقل کیا ہے... کہ میری ساس بیمار ہوئی... تو مجھ سے کہنے لگی... کہ میرے لیے خبیص (ایک خاص قسم کا حلوہ) خرید لیجئے... چنانچہ میں نے وہ خرید کر دے دیا... تھوڑی دیر بعد میرا چھوٹا بیٹا میرے پاس آ کر کہنے لگا... نانی جان تو سونا نگل رہی ہیں... یہ سن کر جب میں اس کے پاس گیا... تو وہ واقعتا اس حلوے کے ساتھ سونا نگل رہی تھی... میں نے ڈانٹ کر اس کا ہاتھ روکا تو مجھ سے کہنے لگی... مجھے ڈر ہے کہ تم میرے مرنے کے بعد میری بیٹی پر کسی اور کو بیاہ لاؤ گے... میں نے کہا کہ... میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں... اس نے کہا... تم قسم اٹھاؤ... میں نے اس کے کہنے پر قسم کھا لی... اس کے بعد اس نے سونے کا جمع کردہ ذخیرہ میرے حوالے کر دیا اور پھر انتقال کر گئی... کچھ عرصہ بعد میں نے قبر سے اس کا ڈھانچہ نکالا اور پانی چھڑک کر اس کو ہلایا تو اس سے تقریباً ای دینار نکل آئے... جو اس نے مرض الموت میں نگل لیے تھے...

۲- ایک آدمی مسجد میں جھاڑو لگا کر اس مٹی سے اینٹیں بناتا تھا... لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا... یہ مبارک مٹی ہے... اس لیے میری خواہش ہے کہ میری قبر اس مٹی کی بنی ہوئی اینٹوں سے بنائی جائے... جب وہ مرا تو اس کی قبر اسی کی بنائی ہوئی اینٹوں سے تیار کی گئی... لیکن کچھ اینٹیں بچ گئیں... لوگوں نے انہیں ایک مکان کی تعمیر میں استعمال کیا... اتفاقاً بارش ہوئی... تو وہ اینٹیں بہہ کر ٹوٹ گئیں... اور ان میں سے سینکڑوں دینار نکل آئے... لوگوں

نے جا کر اس کی قبر کی تمام اینٹوں کو نکال کر توڑا... تو وہ سب دیناروں سے بھری ہوئی تھیں...

۳-ایک شخص دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی... اس شخص کے پاس ایک ہزار دینار کی بڑی رقم تھی... جو اس نے کہیں دفن کی تھی... ایک مرتبہ وہ شخص بیمار ہوا... تو اپنے ایک لڑکے سے کہنے لگا... بیٹا! تیرا دوسرا بھائی تو بالکل فضول اور آوارہ ہے... بہن کی شادی ہوگئی ہے... فلاں جگہ ایک ہزار دینار میں نے رکھے ہیں... میں تجھے صرف اس کا حق دار سمجھتا ہوں... لہٰذا میرے مرنے کے بعد تم وہ اپنے لیے نکال لینا... بیٹے کو جب معلوم ہوا تو اس نے باپ کے مرنے کا انتظار نہ کیا... اور دینار نکال لیے... کچھ دنوں بعد وہ شخص ٹھیک ہوگیا... بیٹے سے دینار لوٹانے کو کہا... باپ نے بڑے اصرار اور عاجزی سے کہا... بیٹا! وہ رقم بتادے... کہاں چھپائی ہے... باپ کے شدید اصرار پر بیٹے نے وہ جگہ بتادی... کچھ دنوں بعد باپ پھر بیمار ہوا... اب بیٹے نے اصرار شروع کیا... لیکن اس بار باپ بتانے کے موڈ میں نہ تھے... یہاں تک کہ وہ مرگیا... اور مال کسی نامعلوم جگہ دفن کا دفن رہا...

مسلمان کے راز کو چھپانے کا واقعہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں (ان کے خاوند) حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کا مدینے میں انتقال ہوگیا... میری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا آپ سے نکاح کردوں... انہوں نے مجھے کچھ جواب نہ دیا... چند دن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دیا آخر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شادی کردی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور انہوں نے کہا تم نے حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا میں نے تمہیں اس کا جواب نہیں دیا تھا شاید تمہیں اس سے مجھ پر غصہ آیا ہوگا میں نے کہا ہاں آیا تو تھا... حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تمہیں اس لئے جواب نہیں دیا تھا کہ میں نے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا (جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی کرنا چاہتے ہیں) اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا ... (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱/۳۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی جب میں نے دیکھا کہ میں آپ کی خدمت سے فارغ ہو گیا ہوں تو میں نے (اپنے دل میں) کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اب دوپہر کو آرام فرمائیں گے تو میں آپ کے پاس سے باہر چلا گیا باہر بچے کھیل رہے تھے میں کھڑے ہو کر ان کے کھیل کو دیکھنے لگ گیا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور بچوں کے پاس پہنچ کر انہیں سلام کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور کسی کام کے لئے بھیج دیا اور گویا کہ وہ کام میرے منہ میں ہے.... میں آپ کا کام پورا کر کے آپ کی خدمت میں (بتانے) گیا اور اس طرح میں دیر سے اپنی والدہ کے پاس واپس پہنچا تو انہوں نے پوچھا آج تم دیر سے کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام سے بھیج دیا تھا میری والدہ نے پوچھا وہ کام کیا تھا؟ میں نے کہا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راز کی بات ہے.. میری والدہ نے کہا ٹھیک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز چھپا کر رکھنا.... چنانچہ میں نے آج تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز کسی انسان کو نہیں بتایا (اے میرے شاگردو!) اگر میں کسی کو بتاتا تو تمہیں تو ضرور بتا دیتا... (اخرجہ ابن سعد فی الادب ۱۶۹)

ایک غلام کی عجیب سخاوت

ایک حبشی غلام باغ میں آرام کر رہا تھا کہ اس کی روٹی آ گئی ... اس وقت حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس سے گزرے... انہوں نے دیکھا حبشی غلام کے سامنے ایک کتا بیٹھا ہے... غلام نے کام کرتے کرتے ایک روٹی اس کتے کے آگے ڈال دی... کتے نے اس روٹی کو کھا لیا اور پھر بھی وہیں کھڑا رہا... اس نے پھر دوسری اور تیسری

روٹی بھی ڈال دی... اس کے لیے کل تین ہی روٹیاں آئی تھیں... اس نے تینوں کتے کو کھلا دیں... حضرت جعفرؒ غور سے یہ ماجرا دیکھ رہے تھے... جب تینوں روٹیاں ختم ہوگئیں... تو آپ نے اس غلام سے پوچھا:

تمہاری کتنی روٹیاں روزانہ آتی ہیں... اس نے بتایا کہ تین آیا کرتی ہیں... حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا... پھر تینوں کیوں کتے کو کھلا دیں؟... غلام نے جواب دیا... حضرت! یہاں جنگل میں کتے نہیں رہتے... یہ غریب بھوکا کہیں دور سے سفر کر کے آیا ہے... اس لیے مجھے اچھا نہ لگا کہ اسے! یسے ہی واپس کر دوں... انہوں نے پوچھا ... پھر تم آج کیا کھاؤ گے... یہ سن کر غلام نے کہا... ایک دن کا فاقہ کرلوں گا... یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں... حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں کہا... لوگ مجھے کہتے ہیں... بہت سخاوت کرتا ہے... لیکن اس غلام کے ایثار کے مقابلے میں میں تو کچھ بھی سخی نہیں ہوں... یہ خیال کر کے وہ شہر گئے... باغ کے مالک سے ملے... اس سے وہ باغ اور غلام خرید لیے... پھر غلام کے پاس پہنچے اور اس سے کہا... میں نے یہ باغ بھی خرید لیا ہے... اور تمہیں بھی اور میں تمہیں آزاد کرتا ہوں یہ باغ بھی تمہیں دیتا ہوں... یہ سن کر غلام نے کہا... چونکہ اب آپ کے دل میں میری عزت اور عقیدت سما گئی ہے... اور یہ میرے حق میں زہر ہے... اس لیے اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں... یہ کہا اور وہاں سے چل دیا...

ایمان کی آب و تاب

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سردار ہوئے تو عامر بن قیس رضی اللہ عنہ پہاڑوں پر چلے گئے اور وہاں چھپ کر کلام اللہ پڑھنے لگے... ناگاہ شام ہوگئی ایک نصرانی عابد آیا اور کہا تو کون ہے؟ کہا مسافر ہوں... بولا... رات کو میرے پاس رہو... ورنہ تم زندہ نہ بچو گے... کیونکہ یہ جنگل شیر سانپوں کا ہے تم کو پھاڑ کھائیں گے... فرمایا خلاف مذہب کے پاس میری گزر نہ ہوگی... نصرانی مجبور ہو کر چلا گیا آدھی رات کو چھت پر سے نصرانی عابد نے دیکھا تو حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ عبادت الٰہی میں مصروف ہیں اور ایک شیر... ان کے گرد

پھیرے دار کی طرح ٹہلتا ہے.... جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیر سے کہا تجھ کو کچھ کہنا ہو تو کہہ.... ورنہ رخصت ہو.... اور ناحق خلل انداز نہ ہو.... شیر عاجزی سے دم ہلاتا چلا گیا.... نصرانی عابد یہ حال دیکھ کر حیران ہو گیا اور جلد آ کر عامر کے قدم چومنے لگا.... اور کمال ادب سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں اور کیا مذہب رکھتے ہیں؟.... کہا میں ایک غریب گنہگار مسلمان ہوں کہ شہر میں رہنے کے قابل نہ تھا اس واسطے نکل آیا.... نصرانی نے کہا اللہ اکبر! جب غریب گنہگار اس مذہب کے ایسے صاحب کرامت ہیں تو واللہ نیک کس درجہ کے ہوں گے.... پس وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا....

فائدہ:.... سبحان اللہ! اللہ والوں کے ایمان کی آب وتاب بلاشبہ غیر مذہب کو بے تاب کر دیتی ہے اور پتھر کے جگر کو پانی کر کے بہاتی ہے.... یہی سبب تھا کہ قرب زمانہ آفتاب عالمتاب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر ذرہ آفتاب سا چمکتا تھا اور جو دیکھتا تھا بیتاب ہو جاتا تھا.... بلکہ حضور علیہ السلام کے بعد بھی صدیوں تک ایمان کی قوت کا یہی حال رہا.... آج بھی اس گئے گزرے دور میں ایمان کی قوت والے اپنے منور چہروں سے پہچانے جاتے ہیں مگر آج کل مسلمانوں کا اکثر طبقہ ایسا ہے جو صرف نام کے مسلمان ہیں اور اسلام کا نام نہیں جانتے.... اسلام کی روح ان کے اندر مفقود ہے ایسے مسلمانوں کا طریقہ اور چال چلن دیکھ کر عوام الناس میں سے کئی آدمی اسلام چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیتے ہیں اور وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ ان کے نقصان اسلام سے اصل دین اسلام میں کیا نقصان ہو گیا جو ہم دین سے پھرتے ہیں.... پس ایسے نافہم شخص کے اسلام چھوڑ دینے سے دین کا کچھ نہیں بگڑا بلکہ اس بے دین اور کم فہم نے اپنا ہی نقصان کیا.... کسی کا کیا گیا یہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہا.... اللھم احفظنا

ایمان اور تقویٰ کا کتنا مرتبہ ہے اگر دنیا وآخرت میں مرتبہ چاہتے ہو تو رب کائنات کے ساتھ اپنا معاملہ ٹھیک کر لو بس دونوں جہانوں میں چمک اٹھو گے.... (روض)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

عنہ اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے.... چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن مطیعؒ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دبلا ہو چکا ہے تو انہوں نے (ان کی بیوی) حضرت صفیہؓ سے کہا کیا تم ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی ہو؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہو سکتا ہے کہ یہ دبلا پن ختم ہو جائے اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے اس لئے ان کے لئے عمدہ کھانا خاص طور سے اہتمام سے تیار کیا کرو.... حضرت صفیہ نے کہا ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہٰذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں تو اس پر حضرت ابن مطیع نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن (یہ ان کی کنیت ہے) اگر آپ اچھا کھانا کھالیا کریں تو اس سے آپ کی جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی تو انہوں نے فرمایا آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ بھر کر کھایا ہوگا اب تم چاہتے ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جبکہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے....

حضرت عبید اللہ بن عدیؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا میں آپ کے لئے ہدیہ لایا ہوں.... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جوارش ہے.... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے.... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا میں اس جوارش کا کیا کروں گا؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا میں نے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی (یعنی کوئی تعمیر نہیں کی) اور نہ کھجور کا کوئی پودا لگایا ہے.

(ابونعیم فی الحلیہ ۱/۳۰۳)

امیر شریعت رحمہ اللہ کا مقام

مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے گئے... ان کا ارادہ تھا اب واپس پاکستان نہیں آؤں گا... مدینے میں قیام کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:... یہاں دین کا کام خوب ہو رہا ہے... آپ پاکستان جائیں... وہاں پہنچ کر میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ بخاری کو میرا سلام کہنا... اور کہنا کہ ختم نبوت کے محاذ پر تمہارے کام سے میں گنبد خضرا میں خوش ہوں... ڈٹے رہو... اس کام کو خوب کرو... تمہارے لیے دعا کرتا ہوں...

مولانا درخواستی حج سے فارغ ہوئے... سیدھے ملتان پہنچے... سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس وقت بیمار تھے... اور بستر پر لیٹے ہوئے تھے... انہوں نے شاہ صاحب کو خواب سنایا... خواب سنتے ہی شاہ صاحب تڑپ اٹھے اور چارپائی سے نیچے گر کر بیہوش ہو گئے... کافی دیر بعد ہوش آیا تو بار بار پوچھنے لگے... درخواستی صاحب! میرے آقا نے میرا نام بھی لیا تھا... مولانا درخواستی نے ان کے پوچھنے پر بتایا... ہاں! آپ کا نام لیا تھا... بس پھر کیا تھا ... اب تو ان پر وجد طاری ہو گیا...

حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ وفات کے بعد مجھے خواب میں بخاری صاحب کی زیارت ہوئی... میں نے ان سے پوچھا... شاہ صاحب! فرمائیے قبر کا معاملہ کیسا رہا؟... شاہ صاحب نے جواب میں فرمایا... بھائی منزل بہت ہی مشکل ہے... بس آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی برکت سے معافی مل گئی... اگر میری قبر پر کان لگا کر سننے کی طاقت تمہیں عطاء ہو تو سن لینا... میری قبر کا ذرہ ذرہ پکار رہا ہوگا... مرزا قادیانی اور اسے ماننے والے کافر ہیں...

درزی کی نماز جنازہ کا یادگار واقعہ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: لکھنو بازار میں ایک غریب درزی کی دکان تھی جو ہر جنازے کے لئے دکان بند کر دیتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ اس سے

آپ کے کاروبار کو نقصان ہوگا کہنے لگا کہ علماء سے سنا ہے کہ جو کسی مسلمان کے جنازے پر جاتا ہے کل اس کے جنازے پر ان شاء اللہ لوگوں کا مجمع ہوگا.... میں غریب ہوں میرے جنازے پر کون آئے گا.... ایک تو مسلمان کا حق بھی ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ پاک بھی راضی ہو جائیں گے.... اللہ پاک کی شان دیکھیں کہ ۱۹۰۲ء میں مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کا انتقال ہوا.... ریڈیو پر بتلایا گیا اخبارات میں جنازے کے اشتہارات آ گئے.... لاکھوں کا مجمع تھا... جب جنازہ گاہ میں اُن کا جنازہ ختم ہوا تو جنازہ گاہ میں ایک دوسرا جنازہ داخل ہوا... اعلان ہوا کہ ایک اور عاجز مسلمان کا جنازہ بھی پڑھ کر جائیں... یہ دوسرا جنازہ اس درزی کا تھا... جو مولانا کے جنازے سے بڑھ کر نکلا.... دونوں جنازوں کے لوگ اس میں شامل ہو گئے.... اور پہلے جنازے سے جو لوگ رہ گئے تھے وہ بھی شامل ہو گئے.... اللہ پاک نے اس درزی کی بات پوری کر کے اس کی لاج رکھی.... سچ کہا ہے کہ اخلاص بہت بڑی نعمت ہے.... (کارروان زندگی)

گستاخی پر ہاتھ فوری سزا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی شریف میں منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ... بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام جہجاہ غفاری تھا کھڑا ہو گیا... اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا...

آپ نے اپنے حلم و حیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا... لیکن خداتعالیٰ کی قہاری و جباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی... کہ اس کے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا... اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا... اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا... (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۲ و تاریخ الخلفاء ص ۱۱۲)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی موت کا واقعہ

جب حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملنے گئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹنے لگے اور آپ کے پاؤں مبارک کا بوسہ دینے لگے اور

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔۔ میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا.... حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نوعمر لڑکے تھے اس لئے ان کی اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا تعجب ہوا... اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جاؤ اور جا کر اپنے باپ کو قتل کر دو.... وہ اپنے باپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے چل پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا ادھر آ جاؤ.... مجھے رشتے توڑنے کے لئے نہیں بھیجا گیا اس کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر گئے.... سردی کا زمانہ تھا خوب سردی پڑ رہی تھی اور بادل بھی تھے جب آپ واپس آنے لگے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے آپ نے کہا مجھے تو طلحہ رضی اللہ عنہ پر موت کے آثار نظر آ رہے ہیں جب ان کا انتقال ہو تو مجھے خبر کر دینا تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھ سکوں اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا....
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی قبیلہ بنو سالم بن عوف تک نہیں پہنچے تھے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور رات کا وقت ہو گیا تھا.... حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے انتقال سے پہلے جو باتیں کیں ان میں یہ وصیت بھی کی تھی کہ مجھے جلدی سے دفن کر کے مجھے میرے رب کے پاس پہنچا دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے رات کو ہی تشریف لائیں اور راستہ میں یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچا دیں.... چنانچہ (رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیئے بغیر نماز جنازہ پڑھ کر گھر والوں نے ان کو دفنا دیا اور) صبح کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف بنا کر کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! تیری ملاقات طلحہ رضی اللہ عنہ سے اس حال میں ہو کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور وہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو.... (اخرجہ الطبرانی کذا فی الکنز ۷/۱۰۰ غریب البغوی)

جب آگ گلزار بن گئی

اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا... اس نے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا... کیا تو گواہی دیتا ہے... کہ میں اللہ کا رسول ہوں... جواب میں حضرت ابو مسلم خولانی نے کہا... میں تیری بات کو سن نہیں رہا... پھر اسود عنسی نے کہا... کیا تو گواہی دیتا ہے... کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟... ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً کہا... بے شک میں سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا رسول مانتا ہوں... اس پر اسود عنسی نے آگ جلانے کا حکم دیا... آگ جلائی گئی... اس آگ میں ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو ڈال دیا گیا... پھر لوگوں نے دیکھا ...ابو مسلم خولانی زندہ ہیں... اور نماز پڑھ رہے ہیں... آگ ٹھنڈی ہو چکی ہے...

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ آئے... تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں اپنے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان میں بٹھا کر فرمایا... "اس اللہ کا بے انتہا شکر ہے ...جس نے مجھے اپنی زندگی میں ایک ایسا آدمی دکھا دیا... جس پر اللہ تعالیٰ نے وہی فضل فرمایا جو ابراہیم علیہ السلام پر فرمایا تھا..."

شاہ جی کا ایک عجیب واقعہ

ایک دفعہ جالندھر میں مدرسہ خیر المدارس کا سالانہ جلسہ تھا جمعہ کا دن تھا مسجد میں جگہ ناکافی ثابت ہوئی اسے کمپنی باغ میں انتظام کیا گیا... شاہ جی نے ابھی خطبہ مسنونہ تلاوت کرنا شروع ہی کیا تھا کہ کسی نے شہد کی مکھیوں کا چھتہ چھیڑ دیا مجمع منتشر ہونے لگا شاہ جی نے مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا... پتھروں کی طرح جم جاؤ!

لوگ جہاں تھے وہیں بیٹھ گئے شہد کی مکھیوں نے شاہ جی کے چہرے پر ڈنک مارنا شروع کیا شاہ جی کا تمام چہرہ مکھیوں سے بھر گیا اور وہ اسی حالت میں بغیر جنبش کے خطبہ پڑھتے رہے... آخر ایک مکھی نے شاہ جی صاحب کی آنکھ کے کونے میں ڈنک مارا شاہ جی نے پھر جھرجھری لی... مجمع میں سے ایک آدمی نے دونوں ہاتھوں سے آپ کے چہرے سے

تکیوں کو اتار اشہرت کا بخار چہ معا حب سوچ گیا ای حالت میں پہنچے وہ بھی جلسہ تھا شاہ جی کا چہرہ سوجا ہوا تھا مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تقریر فرمار ہے تھے جب مولانا تقریر ختم کر چکے تو شاہ جی نے فرط عقیدت ومحبت سے مولانا کو کرسی سمیت اٹھالیا اور مجمع کو مخاطب کر کے فرمانے لگے مجھے ایک سال کی تقریروں کے موضوع مل گئے ....(مکافات عمل)

ایک کفن چور کی توبہ

ایک دفعہ کاذکر ہے.... کہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ بلخ میں وعظ فرمار ہے تھے.... تو فرمایا کہ اے الہ العالمین اس مجلس میں جوسب سے زیادہ گنہگار ہے.... اسے بخش دے.... اس مجلس میں ایک کفن چور بھی تھا.... چنانچہ رات کو جب وہ حسب معمول قبرستان میں کفن چرانے کے لیے گیا.... تو آواز آئی....

"اے بندہ خدا! تیری حاتم اصم کی دعا سے بخشش ہو چکی ہے.... اور تو پھر گناہ کرنے کے لیے آیا ہے.... جب کفن چور نے یہ آواز سنی تو فوراً تائب ہو گیا...."

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھے جانے کی کیفیت

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنا دیا گیا تو آپ کو چارپائی پر رکھا گیا اور پھر وہ چارپائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے کنارے پر رکھ دی گئی پھر لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر آتے اور اکیلے اکیلے بغیر امام کے نماز پڑھتے.... حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم کہتے ہیں مجھے اپنے والد کی لکھی ہوئی یہ تحریر ملی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنا دیا گیا اور انہیں چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور ان کے ساتھ اتنے مہاجرین وانصار بھی تھے جو اس کمرے میں آسکتے تھے.... ان دونوں حضرات نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ .... پھر ان جیسے الفاظ کے ساتھ مہاجرین اور انصار نے سلام کیا پھر ان سب نے صفیں بنائیں اور امام کوئی نہ بنا.... حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلی صف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے.... ان دونوں حضرات نے کہا اے اللہ! ہم

اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ آسمان سے نازل ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پہنچا دیا اور انہوں نے اپنی امت کے ساتھ پوری خیر خواہی کی اور اللہ کے راستہ میں انہوں نے خوب محنت کی اور جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرما دی اور اللہ کا کلمہ یعنی دین اسلام پورا ہو گیا اور لوگ اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لے آئے... اے ہمارے معبود! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اس بات پر عمل کرتے ہیں جو ان پر اتاری گئی اور ہمیں آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع فرما اور ہمارا ان سے تعارف کرا دینا اور ان کا تعارف ہم سے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان تھے... ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا دنیا میں بدلہ نہیں چاہتے اور نہ اس ایمان کو کسی قیمت پر کبھی بیچیں گے... لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے اس طرح لوگ فارغ ہو کر نکلتے جاتے اور دوسرے اندر آ جاتے یہاں تک کہ تمام مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے پڑھی... (اخرجہ الواقدی کذا فی البدایۃ ۵/۲۶۵)

تین حضرات کی سخاوتیں

ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ تین افراد کا بیت اللہ میں اس بات پر اختلاف ہو گیا... کہ اس دور کا سب سے بڑا سخی کون ہے؟... ایک نے کہا... عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ... دوسرا بولا... قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ... تیسرا بولا... نہیں... عرابہ اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ...

گفتگو نے طول کھینچا... ہر ایک اپنے حق میں دلائل دے رہا تھا... حتیٰ کہ آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں... کچھ لوگ بھی اکٹھے ہو گئے... ان میں سے ایک شخص بولا... بھائیو!... کیوں لڑائی کرتے ہو؟... ایسا کرو کہ ہر شخص اپنے پسندیدہ شخص کے پاس چلا جائے... اس سے کچھ مانگے اور جو کچھ دے... وہ آ کر یہاں بتا دے... پھر اس بات کا جائزہ لے لیتے ہیں... کہ بڑا سخی کون ہے؟

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدت مند ان کے گھر گیا... اور ان سے کہا... اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے! میں مسافر ہوں... اور زادِ راہ ختم ہے... مدد کا طلبگار

ہوں... عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت گھوڑے پر سوار کہیں جانے کے لیے تیار تھے... اسی وقت گھوڑے سے نیچے اُترے اور فرمایا... گھوڑے کی رکاب پر پاؤں رکھو اور اس پر سوار ہو جاؤ... اب یہ تمہارا ہے... اس کے ساتھ ایک تھیلا بھی ہے... اس میں جو کچھ ہے وہ بھی تمہارا ہے... اور ہاں اس میں ایک تلوار بھی ہے... اس کو معمولی نہ سمجھنا... یہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ہے...

جب وہ خوبصورت سا گھوڑا لے کر اپنے دوستوں کے پاس واپس آیا... اور تھیلا کھولا... تو اس میں چار ہزار دینار اور ریشمی چادریں تھیں... اور ان سب پر مستزاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار تھی...

قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدت مند ان کے گھر گیا... تو وہ سوئے ہوئے تھے... لونڈی نے پوچھا۔ تمہاری کیا ضرورت ہے؟... اس نے کہا... مسافر ہوں اور زادِ راہ ختم ہو گیا ہے... لونڈی نے کہا... تمہاری اس معمولی حاجت کے لیے شیخ کو اُٹھانا اچھی بات نہیں... یہ تھیلی پکڑو اس میں سات سو دینار ہیں... اس وقت قیس کے گھر میں یہی کچھ موجود ہے... گھر کے ساتھ ہی حویلی میں اونٹ بندھے ہوئے ہیں... اپنی مرضی کا اونٹ پسند کر لو... اور غلام کو اپنی خدمت کے لیے لے کر سفر پر روانہ ہو جاؤ...

تھوڑی دیر کے بعد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اُٹھ بیٹھے... لونڈی نے قصہ بیان کیا... کہنے لگے... بہتر تھا مجھے اُٹھا لیتی... اور میں خود اس کی حاجت پوری کرتا... نہ معلوم جو کچھ تم نے اسے دیا ہے... اس کی ضرورت کے مطابق ہے یا نہیں... تاہم تم نے جو اچھا کام کیا ہے... اس کے بدلے میں تمہیں آزاد کرتا ہوں...

اُدھر عرابہ اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدت مند بھی ان کے گھر جا پہنچا... اس وقت نماز کا وقت ہو چکا تھا... عرابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوڑھے تھے... اور نابینا ہو چکے تھے... نماز کے لیے گھر سے نکل رہے تھے... دو غلاموں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے مسجد کی طرف رُخ کیے ہوئے تھے... اس آدمی نے کہا... اے عرابہ!... میری بات سنیں گے؟... عرابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے... بولو کیا کہتے ہو؟... کہنے لگا... میں مسافر

ہوں اور میرا زادِ راہ ختم ہو گیا ہے... عرابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ غلاموں کے کندھوں سے ہٹائے... اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر زور سے مارا... اور کہنے لگے... عرابہ نے اپنا تمام مال و دولت خرچ کر دیا ہے... مگر یہ دو غلام باقی ہیں... تم ان دونوں کو لے جاؤ... اب یہ تمہارے ہو گئے... اس آدمی نے کہا... حضرت! ایسے کیسے ہو سکتا ہے... آپ خود سخت ضرورت مند ہیں... میں انہیں نہیں لوں گا... عرابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے... سنو!... اب یہ تمہارے ہیں... اور اگر تم چاہو تو آزاد کر دو اور چاہو تو رکھ لو... یہ کہنے کے بعد آگے بڑھے... دیوار کا سہارا لیا... اور ٹٹولتے ہوئے مسجد کی طرف چل دیئے...

اس شخص نے ان دونوں غلاموں کو ہمراہ لیا... اور اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گیا... تینوں دوست پھر سے اکٹھے ہوئے... ہر ایک نے اپنے عطیے اور سلوک کا ذکر کیا... اور ان تینوں کی تعریف کی کہ بلاشبہ یہ تینوں بہت سخی ہیں... اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں... اب رہا یہ فیصلہ کہ سب سے بڑا سخی کون ہے...؟ تو فیصلہ عرابہ اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ہوا... کیوں کہ انہوں نے سارا مال تنگ دستی کے باوجود خرچ کر دیا تھا...

باادب شہزادہ

ابو محمد الیزیدی نے بیان کیا کہ میں ، مامون الرشید کا اتالیق تھا جب کہ وہ سعید الجوہری کی گود میں (یعنی زیر تربیت) تھا میں ایک دن آیا جب کہ وہ محل کے اندر تھا میں نے اس کے پاس اس کے ایک خادم کو بھیجا کہ میرے موجود ہونے کی اس کو اطلاع کر دے مگر اس نے آنے میں دیر کی پھر میں نے دوسرا بھیجا تو اس نے پھر دیر کی تو میں نے سعید سے کہا کہ یہ لڑکا اکثر اوقات کھیل میں لگا رہتا ہے اور آنے میں دیر کرتا ہے اس نے کہا ہاں اور اس کے ساتھ ایک حرکت یہ بھی کہ جب وہ آپ سے جدا ہوتا ہے تو اپنے خدمت گاروں کے سر ہو جاتا ہے اور وہ اس سے سخت تکلیف اٹھاتے ہیں تو آپ اس کو ادب سکھائیں... میں انتظار میں بیٹھا رہا... جب وہ باہر نکلا تو میں نے حکم دیا کہ اس کو اٹھا لائیں... تو میں نے اس کے سات درے مارے کہ وہ رونے کے لئے اپنی آنکھوں کو ملنے لگا... اتنے میں اطلاع پہنچی کہ جعفر بن یحییٰ (برمکی

وزیر) آگئے... تو مامون نے فوراً رومال لے کر اپنی دونوں آنکھیں پونچھیں اور اپنے کپڑوں کو
ٹھیک کر کے فرش کی طرف بڑھا اور اس پر چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا... پھر خدام سے کہا ان کو آنے
جانا چاہئے... اور میں مجلس سے اٹھ کر باہر آگیا... مجھے یہ ڈر ہو گیا کہ یہ جعفر سے میری شکایت
کرے گا تو وہ میرے ساتھ تکلیف دہ سلوک کرے گا... (وزیر جعفر اندر آ کر مامون سے ملا) تو
جعفر کی طرف منہ کر کے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ اس کو بھی ہنسایا اور خود بھی ہنستا رہا... پھر جب
(وزیر کے سر تھجو) میرے لئے جانے کا ارادہ کیا تو اپنا گھوڑا طلب کیا اور اپنے غلاموں کو تو وہ
سب اس کے سامنے دوڑ بھاگ کرنے لگے پھر میرے بارے میں سوال کیا تو میں آیا تو مجھ
سے کہا میرا بقیہ سامان (تعلیم کا) آپ لے لیجئے میں نے کہا اے امیر اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز
کرے مجھے یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ تم میری شکایت جعفر بن یحییٰ سے کرو گے اور اگر تم نے ایسا
کیا تو اس کا طرز عمل مجھ سے سخت ہو گا تو جواب ملا کہ اے ابو محمد کیا تم نے مجھے دیکھا ہے کہ میں
نے ہارون الرشید کو بھی کبھی ایسے امور سے باخبر کیا ہو تو جعفر بن یحییٰ سے کیسے قرین قیاس ہو
سکتا ہے کہ میں اس کو اطلاع دیتا اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ادب کا محتاج ہوں... ایسی
صورت میں اللہ تمہاری خطائیں معاف فرمائے تمہارا گمان کس قدر بعید از قیاس اور تمہارا دل
غلط وہم میں مبتلا ہے... آپ اپنا کام کیجئے جو خطرہ آپ کے دل میں پیدا ہوا ہے آپ کبھی نہ
دیکھیں گے خواہ آپ اس عمل کا اعادہ روزانہ سو مرتبہ کریں... (کتاب الاذکیاء)

سب سے طاقتور مخلوق

امام عبد ابن حمید... ابن جریر... ابن منذر... ابی حاتم رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت
قتادہ عن الحسن عن قیس بن عباد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلہ سے روایت کیا ہے... کہ اللہ
تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا فرمایا تو وہ ڈولنے لگی... فرشتوں نے کہا۔ یہ تو اپنی پیٹھ پر کسی کو
نہیں ٹھہرنے دے گی... صبح ہوئی تو اس میں پہاڑ گاڑ دیئے گئے تھے... فرشتوں کو معلوم ہی نہ ہوا
کہ یہ کہاں سے پیدا ہوئے ہیں... فرشتوں نے کہا... اے پروردگار!... ان پہاڑوں سے
زیادہ سخت بھی کوئی چیز تیری مخلوق میں ہے... اللہ تعالیٰ نے فرمایا... ہاں... لوہا ہے... پھر

فرشتوں نے پوچھا... لوہے سے بھی کوئی سخت چیز تیری مخلوق میں ہے؟... فرمایا... آگ ہے... پھر فرشتوں نے عرض کی... اے ہمارے رب!... آگ سے سخت چیز بھی کوئی تیری مخلوق میں ہے؟... فرمایا... پانی ہے... پھر فرشتوں نے پوچھا... اے ہمارے رب!... پانی سے بھی کوئی سخت چیز تیری مخلوق میں ہے؟... فرمایا... ہاں... ہوا ہے... پوچھا... اے ہمارے رب!... ہوا سے بھی زیادہ سخت چیز تیری مخلوق میں ہے؟... فرمایا... ہاں... مرد... پوچھا... مرد سے بھی زیادہ تیری مخلوق میں کوئی چیز ہے...؟ فرمایا... ہاں... عورت... (حوالہ تفسیر طبری)

ایمان اور علم وعمل کی تحصیل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنی زندگی کا بڑا عرصہ اس طرح گزارا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک قرآن سے پہلے ایمان سیکھتا تھا اور جو بھی سورۃ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی ہر ایک اس کے حلال وحرام ایسے سیکھتا تھا جیسے تم قرآن کو سیکھتے ہو اور جہاں وقف کرنا مناسب ہوتا تھا اس کو بھی سیکھتا تھا پھر اب میں ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو ایمان سے پہلے قرآن حاصل کر لیتے ہیں اور سورۃ فاتحہ شروع سے آخر تک ساری پڑھ لیتے ہیں اور انہیں پتہ نہیں چلتا کہ سورۃ فاتحہ کن کاموں کا حکم دے رہی ہے اور کن کاموں سے روک رہی ہے اور اس سورۃ میں کون سی آیت ایسی ہے جہاں جا کر رک جانا چاہئے اور سورۃ فاتحہ کو ردی کھجور کی طرح بکھیر دیتا ہے یعنی جلدی جلدی پڑھتا ہے (اخرجہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم نوعمر لڑکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا کرتے تھے پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا جس سے ہمارا ایمان اور زیادہ ہو گیا... (اخرجہ ابن ماجہ ص ۱۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی دس آیتیں سیکھتے تو بعد والی آیتیں تب سیکھتے جب پہلی آیتوں میں جو کچھ ہوتا اسے اچھی طرح سیکھ لیتے... حضرت شریک راوی سے پوچھا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ پہلی آیتوں

میں جو عمل ہوتا اسے دیکھو لیجئے حضرت شریک نے کہانی بات... (اخرجہ ابن عساکر کنز انی الملفر ۲۲۲/۱)

اللہ تعالیٰ کی رزاقیت

حضرت علی بن موفق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں... میں ایک دن اذان کہنے کے لیے نکلا تو ایک کاغذ کو پایا اس کو اٹھالیا اور اپنی آستین میں رکھ لیا... پھر نماز کی اقامت کہی اور نماز ادا کی... جب نماز ادا کر چکا... تو اس کو پڑھا... اس میں یہ لکھا ہوا تھا...

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا علی بن الموفق اتخاف الفقر وانا ربک؟"

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اے علی بن موفق... تو فقر و فاقہ سے گھبراتا ہے... حالانکہ تیرا پروردگار تو میں ہوں..."

بخشش کا بہانہ

ایک بادشاہ سیر و شکار میں تنہا رہ گیا... کسی گاؤں میں ایک دیہاتی کا مہمان ہوا... رات کو جس جگہ وہ مقیم ہوا... دیکھا کہ اس کے ایک طاق میں قرآن مجید رکھا ہوا ہے... یہ دیکھ کر قرآن کی عظمت و جلالت اس کے دل و دماغ پر چھا گئی... اور ساری رات ایک گوشہ میں بیٹھ کر جاگتے ہوئے گزار دی...

جب اس بادشاہ کا انتقال ہوا تو سلطان الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اسے خواب میں دیکھا... پوچھا... خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟... بادشاہ نے کہا... بخش دیا... کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اس رات کا میرا جاگنا اور قرآن مجید کا اس قدر احترام کرنا پسند آ گیا تھا... دیکھا!... اللہ تعالیٰ کی ذات کس قدر رحیم ذات ہے... کہ بخشش کے بہانے تلاش کرتی ہے... ہمیں بھی قرآن مجید کی تعلیم کا اہتمام اور احترام کرنا چاہیے...

ابو اسحٰق شیرازیؒ اور سلطان نظام الملک

شیخ العصر حضرت علامہ ابو اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۷۶ھ ۱۰۸۳ء) بڑے محقق عالم تھے... حق گوئی و صداقت ان کی طبیعت کا خاص جوہر تھا... یہ حق گو بھی تھے اور حق کو فوراً قبول کرنے کو بھی تیار رہتے تھے... ۴۵۹ھ ۱۰۶۷ء میں ان کو عالم اسلام کی سب سے بڑی

درسگاہ نظامیہ یونیورسٹی کا شیخ الجامعہ {Chancellor} مقرر کیا گیا... یہ کوئی معمولی منصب نہیں تھا جب آپ کے اس منصب جلیلہ کی رسم انتخاب منعقد کی گئی تو اس کا اہتمام بڑے تزک و احتشام سے کیا گیا... سارا بغداد ایسے جید عالم سے نیاز حاصل کرنے کے لئے امڈ پڑا... جب یہ اس تقریب میں شرکت کے لئے نکلے تو رستے میں ایک نوجوان نے ان سے کہا "اے شیخ! کیا آپ اس مدرسہ میں درس دیں گے جسکی عمارت ناحق غصب کی ہوئی زمین پر تعمیر ہوئی ہے"...

یہ جملہ علامہ ابو اسحاق کے دل میں تیر کی طرح چبھ گیا... انہوں نے سوچا اگر واقعی یہ بات سچ ہوئی تو بڑا ظلم ہوگا چنانچہ وہ فوراً واپس لوٹ آئے اور کہیں روپوش ہوگئے... بیس دن تک اسی طرح روپوش رہے اور جب انہوں نے تصدیق کرلی کہ مدرسہ کی عمارت غصب کی ہوئی زمین پر بنی ہوئی نہیں ہے تب اس عہدہ پر فائز ہوئے...

سلطان حسن نظام الملک سلجوقی ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرتا تھا حالانکہ یہ اتنے بڑے بادشاہ کو بھی نہایت بیباکی سے جواب دیدیتے تھے... ایک مرتبہ اس نے ایک محضر تیار کیا جس میں لکھا تھا کہ نظام الملک نے کبھی کوئی ظلم نہیں کیا... اس نے تمام علماء و امراء سے اس پر دستخط کرائے... جب یہ محضر حضرت ابو اسحاق کے پاس پہنچا تو اس نے بلا جھجک اس پر یہ الفاظ لکھ دیئے "خیر الظلمۃ حسن" یعنی حسن (سلطان نظام الملک سلجوقی) سب ظالموں میں اچھا ہے... (بیس بڑے مسلمان)

انسانی عروج وزوال

گاما پہلوان دنیا کا عظیم ترین پہلوان تھا... اس کی روزانہ خوراک تین سیر دودھ... تین پاؤ گھی... آدھ سیر مکھن... ایک سیر بادام کی گری... بارہ سیر گوشت... تقریباً چھ سیر میوہ جات اور مٹھائی... بالائی... دہی... اور لسی تھی... وہ گاما پہلوان جس کی اتنی زیادہ خوراک تھی... اور جس نے زبسکو جیسے عالمی شہرت یافتہ پہلوان کو ہوا میں اچھال دیا تھا... جب مرض الموت میں مبتلا ہوا... تو اس کے لیے اپنے چہرے سے مکھیاں اڑانا بھی مشکل ہوگیا... اور اس کی خوراک بمشکل ایک پیالی دودھ رہ گئی تھی...

جب جنگل خالی ہو گیا

اُف کتنا خوفناک تھا وہ طوفان!... سمندر میں پانی کی لہریں اتنی بلند تھیں... آسمان نظر ہی نہیں آ رہا تھا... تیز موجوں نے ایک چھوٹے سے بحری جہاز کو جو ٹکر ماری تو بے چارا بحری جہاز یہ جا... وہ جا...

جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا... اور بہت سارے مسافر ڈوب چکے تھے... ہاں البتہ ایک نیک سیرت اور فرشتہ صورت انسان زندہ تھے... جہاز ٹوٹ گیا تو وہ بزرگ لکڑی کے ایک بڑے تختے پر بیٹھ گئے... اور وہ تختہ سمندر کے پانی پر تیرنے لگا... سمندری لہریں اب بھی بہت جوش میں تھیں... مگر جسے اللہ رکھے... اسے کون چکھے؟... تیرتے تیرتے یہ تختہ سمندر کے کنارے جا لگا... کنارے پر ایک بہت بڑا جنگل تھا اور بہت خوفناک بھی... اس جنگل میں کسی انسان کا تو نام و نشان بھی نہ تھا... البتہ وہاں اور درندے بہت زیادہ تھے... جنگل میں داخل ہوتے ہی ان بزرگ کی نظر ایک شیر پر پڑی... کوئی اور ہوتا تو شیر کو دیکھ کر ڈر جاتا اور وہاں سے بھاگ نکلتا... لیکن انہیں ذرا بھی خوف محسوس نہ ہوا... انہوں نے بلند آواز میں شیر سے کہا...

اے شیر!... میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں... میرا نام سفینہ ہے... اور راستے سے بھٹک گیا ہوں... یہ سنتے ہی شیر چلتا ہوا ان کے نزدیک آ گیا... اور اپنا سر یوں جھکا لیا... جیسے وہ ان کا انتہائی وفادار پالتو جانور ہو... پھر وہ شیر دم ہلاتا ہوا ایک طرف چل پڑا اور حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے... چلتے چلتے جنگل کا بادشاہ شیر جنگل سے نکل کر ایک کھلے راستے پر پہنچا... اس راستے کو دیکھتے ہی حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہچان گئے... اب وہ شیر پھر پیچھے مڑا اور اپنا سر ادب سے جھکا لیا...

وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے واپس جنگل میں جانے کی اجازت مانگ رہا تھا... حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے رخصت کیا... اور خود اس راستے پر چلتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچ گئے...

بنی اسرائیل کے عابد کا عبرتناک واقعہ

امم سابقہ میں ایک شخص بہت ہی بڑا عبادت گزار زاہد اور عابد تھا... سارے کام چھوڑ کر ہر وقت عبادت میں لگا رہتا تھا لیکن بیوی بچوں کا مسئلہ بھی سامنے تھا اس کی خواہش ہوئی کہ ان تمام جھگڑوں کو چھوڑ کر ہر وقت عبادت میں مشغول رہے اس نے بیوی کو الگ کیا کہ ساری جائیداد دے دلا کر سمندر کے وسط میں ایک ٹیلہ تھا وہاں آ کر ڈیرہ ڈال دیا اور ہمہ وقت عبادت میں مشغول ہو گیا....

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اسی کڑوے سمندر سے ایک میٹھا چشمہ جاری کر دیا... ایک نالی سے ٹھنڈا پانی نکلنے لگا اور ایک انار کا درخت اگا دیا اس عابد کا کام یہ تھا کہ روزانہ ایک انار کھا لیتا اور ایک کٹورا پانی پی لیتا اسی طرح اس نے پانچ سو برس خالص و مخلص عبادت کی.... جب اس کے انتقال کا وقت آیا تو اس نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ مجھے سجدے کی حالت میں وفات دیجئے تا کہ میں عبادت ہی میں ختم ہو جاؤں اور یہ بھی درخواست کی کہ میرے بدن کو آپ قیامت تک سجدے کی حالت میں محفوظ رکھیں تا کہ میں قیامت کے دن صورتاً بھی سجدہ گزار اٹھوں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں درخواستوں کو منظور فرما لیا ان کی وفات ہوئی اور اسی حالت میں بدن کو محفوظ فرما دیا....

مؤرخین ارشاد فرماتے ہیں کہ اب بھی وہ محفوظ ہے لیکن وہاں پر اللہ تعالیٰ نے ایسے گنجان درخت اگا دیئے ہیں کہ لوگ ہیبت زدہ ہیں وہاں پر جاتے نہیں.... بہر حال انتقال کے بعد اسی حالت میں حق تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی یا قیامت کے دن ہوگی....

اس عابد کے دل میں ایک وسوسہ گزرے گا کہ پانچ سو برس ہم نے خالص عبادت کی مگر اب بھی اپنے فضل ہی سے بخش رہے ہیں کم سے کم دلداری کیلئے یہی فرما دیتے کہ ہم نے تیری عبادت کے بدلے میں جنت دی تو میں خوش ہو جاتا کہ محنت ٹھکانے لگی....اب اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبادت تو نہیں کی صرف فضل ہی سے بخش گئی.... اللہ تعالیٰ تو علیم بذات الصدور ہیں.... یعنی لوگوں کے دلوں کی کھٹک کو بھی جانتے ہیں....

پانچ سو سال کی عبادت صرف ایک کٹورا پانی کے بدلہ چلی گئی: اللہ تعالیٰ ملائکہ سے

فرمائیں گے اس کو دوزخ میں ڈالنا نہیں ہے البتہ لے جاؤ اتنی دور اس کو کھڑا کرو کہ جہنم کا پانچ سو برس کا راستہ وہاں سے ہو ملائکہ اس کو لے چلنے لگے.... جب وہ مقام پر پہنچا تو جہنم سے ایک لپٹ آئی اور ایک دم سر سے پیر تک خشک ہو گیا اور اس نے پیاس پیاس چلانا شروع کیا تو غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا اس میں ٹھنڈے پانی کا کٹورا تھا.... عابد نے عرض کیا کہ یہ مجھے دیدو تو آواز آئی کہ یہ پانی قیمت سے ملے گا.... عابد نے کہا کہ اس کی قیمت کیا ہے تو کہا گیا کہ جس نے پانچ سو برس خالص عبادت کی ہو اگر وہ اس کے بدلے میں لینا چاہے تو لے سکتا ہے.... عابد نے کہا کہ وہ میرے پاس ہے.... لے لو.... اس کو پانی کا کٹورا دیا وہ پیا اور جان بچی پھر حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اس کو واپس لاؤ.... فرشتے واپس لے گئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے بندے تیری پانچ سو برس کی عبادت کا صلہ ہماری طرف سے ادا ہو گیا اور وہ تیرا ہی تجویز کردہ تھا کہ پانچ سو برس کی عبادت کے بدلے خوشی سے ایک کٹورہ پانی پر راضی ہو گیا اور وہ دیدیا گیا.... اب معاملہ برابر ہو گیا.... اب حساب دے تو کتنی عبادت دنیا سے لے کر آیا ہے جو تجھے روز ایک انار دیتے تھے اس کے ہر دانے کا حساب دو.... اس کے بدلے میں کتنی عبادت لے کر آئے ہو اور پانی کے لاکھوں پیالوں کو تم نے پیا ہے ایک ایک قطرہ کا حساب دے کہ اس کے بدلے میں کیا عبادت کر کے لائے ہو اور ہم نے جو آنکھوں میں نور بخشا تھا اس کا ایک ایک تار تھا کہ تو اس دنیا کی چیزوں کو دیکھتا تھا اس کے ہر تار کا حساب دے کہ اس کے بدلے میں کیا عبادت کر کے لایا ہے اور ہم نے جو سانس کی نعمت دی تھی جس سے تو زندگی گزارتا رہا تھا ہر ہر سانس کا حساب دے اس کے بدلے میں کیا عبادت کر کے لایا ہے....

یہ سن کر عابد گھبرا گیا اور عرض کیا کہ اے اللہ! بیشک آپ کے فضل ہی سے نجات ہے کسی کے عمل سے نہیں پھر وہ اسی مقام پر پہنچے جس مقام پر پہنچا تھا حقیقت یہ ہے کہ انسان خواہ پانچ ہزار برس عمل کرے مگر فضل ہی کام دے گا محض عمل کام نہیں دے گا اللہ تعالیٰ اس کو قبول کر لیں تو سب سے بڑی نعمت ہے اگر اس کو عمل کہہ دیں تو یہ بھی بڑی نعمت ہے.... یہ تو عمل کی صورت دی گئی ہے.... (از: مجالس حکیم الاسلام)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاوت میں فرشتوں کی حاضری

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں ان کا گھوڑا بدکنے لگا.... وہ رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا.... انہوں نے دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر بدکنے لگا وہ رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا.... انہوں نے پھر تیسری مرتبہ پڑھنا شروع کیا تو وہ پھر بدکنے لگا.... حضرت اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ گھوڑا (میرے بیٹے) یحییٰ کو نہ روند ڈالے میں کھڑا ہو کر گھوڑے کے پاس گیا تو مجھے اپنے سر کے اوپر ایک سائبان سا نظر آیا جس میں بہت سے چراغ تھے پھر اس سائبان نے آسمان پر چڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا.... میں نے صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آج آدھی رات کو میں اپنے کھلیان میں قرآن پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں میرا گھوڑا بدکنے لگا.. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے معمول کے مطابق آدھی رات کو قرآن پڑھتے رہو.... میں نے اگلی رات پھر قرآن پڑھا وہ گھوڑا پھر بدکا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھتے رہو اے ابن حضیر! میں نے پھر پڑھا وہ پھر بدکا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا اے ابن حضیر! پڑھتے رہو.... یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا تو مجھے ڈر ہوا کہ کہیں گھوڑا اسے روند نہ ڈالے.... اس لئے میں نے قرآن پڑھنا چھوڑ دیا تو مجھے سائبان سا نظر آیا جس میں بہت سے چراغ تھے وہ آسمان میں چڑھنے لگا یہاں تک کہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سننے آئے تھے.... اگر تم قرآن پڑھتے رہتے تو صبح کو سارے لوگ ان فرشتوں کو دیکھتے اور یہ فرشتے ان لوگوں سے چھپ نہ سکتے.... (اخرجہ البخاری و مسلم ملتقطاً)

امیر خسرو کا بادشاہ کو ایمان افروز جواب

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء.... (۷۲۵ھ ۱۳۲۵ء) نہ تو بادشاہوں کے دربار میں جانا پسند کرتے تھے اور نہ ان کو یہ گوارا تھا کہ کوئی بادشاہ ان کی خانقاہ میں آئے وہ ہمیشہ ان

سے دور ہی رہتے تھے..... سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی کو بڑی تمنا تھی کہ کسی طرح حضرت نظام الدین اولیاء سے شرف ملاقات حاصل ہو.....

حضرت امیر خسرو سلطان کے دربار سے وابستہ تھے... ان کے سلطان سے اچھے معاملات تھے.... یہ نظام الدین اولیاء کے بڑے محبوب مریدوں میں تھے... ان کو اپنے مرشد کے معاملات میں بڑا دخل تھا... اس لئے ایک دن بادشاہ نے حضرت امیر خسرو سے مشورہ کیا کہ نظام الدین ان کو ملاقات کی اجازت نہیں دیں گے اس لئے وہ کسی دن اچانک بغیر اطلاع کے ان کے پاس پہنچنا چاہتا ہے جس دن وہ خواجہ سے ملنے جائے گا... امیر خسرو کو بھی ساتھ لے جائے گا...

حضرت امیر خسرو نے اس بات کی اطلاع پہلے ہی حضرت نظام الدین اولیاء کو پہنچا دی کہ سلطان اچانک ان سے ملاقات کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہے.... حضرت خواجہ اسی وقت دہلی چھوڑ کر اپنے مرشد خواجہ فرید الدین گنج شکر کے مزار پر اجودھن پہنچ گئے.... سلطان کو خبر ملی کہ خواجہ دہلی چھوڑ گئے تو اس کو بہت ملال ہوا کہ ناحق ایک اللہ کے ولی کو تکلیف دی... اس نے امیر خسرو کو بلا کر کہا ”میں نے تم سے ایک مشورہ کیا تھا تم نے اس راز کو فاش کر دیا یہ اچھی بات نہیں کی... تم نے کیا سوچ کر ایسا کیا... کیا تمہیں شاہی سزا کا خوف نہیں ہوا“؟ حضرت امیر خسرو نے کسی شاہانہ عتاب کی پرواہ کئے بغیر کہا ”میں جانتا تھا کہ اگر حضور والا ناراض ہوں گے تو میری جان کا خطرہ ہو سکتا ہے لیکن اگر مرشد کو تکلیف پہنچی تو ایمان کا خطرہ ہے اور میری نظر میں ایمان کے خطرہ کے مقابلہ میں جان کے خطرہ کی کوئی اہمیت نہیں“... سلطان کو امیر خسرو کا یہ جواب بہت پسند آیا.... (سیر الاولیاء ص ۱۳۰)

عیسیٰ علیہ السلام کا شیطان کا جواب

ایک دفعہ شیطان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کا عقیدہ و تقدیر ہے... کہ انسان کو وہی پیش آتا ہے... جو اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیا ہے... آپ نے فرمایا... بے شک... شیطان نے کہا... اچھا ذرا اس پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھیں... اگر اللہ نے آپ کے مقدر میں سلامتی لکھ دی ہے... تو پھر سلامت ہی رہیں گے...

آپ علیہ السلام نے فرمایا... "اے ملعون!... اللہ عزوجل ہی کو یہ حق حاصل ہے... کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے... بندے کو یہ حق نہیں کہ وہ خدائے عزوجل کا امتحان لے..."

قدرت خداوندی کی وسعت

امام ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے العظمۃ میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... "کیا تو جانتا ہے کہ کرسی کیا ہے؟... میں نے کہا... نہیں... فرمایا... آسمان... زمین اور جو کچھ ان میں ہے... ان کی کرسی کے ساتھ وہی نسبت ہے... جس طرح ایک انگوٹھی کا حلقہ ہے... اسے ہموار زمین میں پھینکا گیا ہو اور کرسی کی حیثیت عرش کے سامنے ایسے ہے... جیسے انگوٹھی کا حلقہ ہو جسے ہموار زمین میں پھینک دیا گیا ہو... پانی کی ہوا میں وہی حیثیت ہے... جیسے ایک انگوٹھی کو جنگل میں پھینک دیا گیا ہو... ان تمام چیزوں کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ایسے ہے... جس طرح ایک دانہ یا اس سے بھی کم چیز ہو جو تم میں سے کسی کی ہتھیلی میں ہو... اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے..." (حوالہ کتاب العظمۃ مؤلف ابوالشیخ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کرامت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ کیا اور ان کا امیر ایک آدمی کو بنایا جنہیں ساریہ رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دم انہوں نے تین مرتبہ پکار کر کہا اے ساریہ! لشکر کو لے کر پہاڑ کی طرف ہو جاؤ پھر اس لشکر کا قاصد آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے حالات پوچھے اس نے کہا اے امیر المومنین ہمیں شکست ہو رہی تھی کہ اتنے میں ہم نے ایک بلند آواز تین مرتبہ سنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہو جاؤ چنانچہ ہم نے اپنی پشتیں پہاڑ کی طرف کر دیں جس پر اللہ نے کفار کو شکست دے دی پھر لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ ہی نے تو بلند آواز سے یہ کہا تھا... (اخرجہ البیہقی واللالکائی فی شرح السنۃ)

حضرت عزہ بنت عیاض بن ابی قرصافہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں رومیوں نے حضرت

ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کو گرفتار کر لیا تھا جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ عسقلان شہر کی فصیل کی دیوار پر چڑھ کر زور سے کہتے اے فلانے! نماز کا وقت ہو گیا ہے اور ان کا بیٹا روم کے شہر میں ان کی یہ آواز سن لیا کرتے.... (اخرجہ الطبرانی)

نعمت ایمان کی سلامتی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت جن میں علم بھی ہے... اخلاص بھی ہے... اور صاحب مذہب بزرگ بھی ہیں... موت کے وقت شیطان ان پر بھی حملہ کرنے سے باز نہیں آیا... طلبہ موجود ہیں... طالب علم کلمہ پڑھ رہے ہیں... حضرت جی فرماتے ہیں... "لا"... سب حیران کہ یہ کیا ہوا... ہمارے شیخ اتنے بڑے عالم اور فقیہ اور آخر میں... "لا"... کہہ رہے ہیں... کلمہ جاری نہیں ہو رہا... اللہ تعالیٰ کی شان جب طبیعت کچھ سنبھلی... تو ایک شاگرد نے پوچھنے کی جرأت کر لی کہ حضرت ہم تو کلمہ پڑھ رہے تھے...؟ آپ پورا کلمہ نہیں پڑھ رہے تھے... فرمایا کہ...

"اس وقت شیطان میرے سامنے تھا اور مجھے بہکا رہا تھا... کہہ رہا تھا" احمد! تم ایمان کے ساتھ اس دنیا سے چلے گئے... اور میں کہہ رہا تھا "لا"... مردود! ہرگز نہیں!... جب تک میری سانس نکل نہیں جاتی... اس وقت میں امن میں نہیں ہوں..."

اب سوچئے کہ وہ فرما رہے ہیں... جب تک سانس نکل نہیں جاتی... امن میں نہیں ہوں... پھر ہم کیسے امن میں پھرتے ہیں؟ ہمیں اس ایمان کی حفاظت کی فکر ہونی چاہیے اور یہ تب محفوظ ہوگا... جب ہم اللہ پاک کو یاد کریں گے... اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت مانگیں گے... کہ اے مالک! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما... پروردگار! ہمیں اپنی سچی محبت عطا فرما... اے ہمارے رب! موت کے وقت ہماری ایمان کی نعمت سلامت رہے... آمین یارب العالمین...

شیخ شہاب الدینؒ کی راہ حق میں شہادت

بادشاہ محمد تغلق (۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ) کو کچھ مورخوں نے بڑا قاتل و خونی لکھا ہے.... ضیاء الدین برنی نے اس کو ظالم اور سفاک حکمران بتایا ہے جو معصوم مسلمانوں کو قتل کیا کرتا تھا... اس

نے قنوج اور برن میں جو کارروائی کی اس کو برنی نے انسانوں کا شکار بتایا ہے..... وہ اپنے مخالفوں اور دشمنوں کو سخت سزائیں دیتا تھا..... عفیف الدین کو شانی..... شیخ ہودا..... شیخ شمس الدین..... شیخ علی حیدری وغیرہ لوگوں کو ان کے قصور سے زیادہ سزائیں دی گئیں..... لیکن قتل و خونریزی کی ایسی ان بھاری سزاؤں کے باوجود اس کے زمانے میں ایسے لوگ بھی موجود ہے جن کی زبان تیغ صفت اس کے خلاف بلند ہوئی شیخ شہاب الدینؒ نے اس کو اعلانیہ ظالم کہا..... یہ وہ زمانہ تھا جب مسلم بادشاہ کو ظالم کہنا اس کو نالائق کہنے کے مترادف تھا..... اس لئے کہ اسلام میں ظالم حاکم کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے..... جس حکومت میں مذہبی طبقے کے اثرات زیادہ ہوں وہاں اس الزام کے بعد بادشاہ اس کو حکومت کرنے کا کوئی حق باقی نہیں رہتا..... شیخ شہاب الدینؒ اس بات سے ناواقف نہیں تھے کہ بادشاہ کو ظالم کہنے پر ان کو کتنی بڑی سزا مل سکتی ہے.....

ہوا بھی یہی کہ بادشاہ کو ظالم کہنے کے جرم میں ان کو گرفتار کر لیا گیا..... سلطان محمد تغلق نے شیخ شہاب الدینؒ سے اس کی تحقیق کی تو انہوں نے برملا اس بات کا اعتراف کیا کہ انہوں نے بادشاہ کو نہ صرف ظالم کہا ہے بلکہ حقیقت میں وہ ظالم ہے..... بادشاہ نے کہا "تم اس الزام سے رجوع کرو اور معافی مانگو ورنہ تم کو سخت سزا دی جائے گی"..... شیخ نے انتہائی جرأت سے جواب دیا "میں نے جو بات کی ہے وہ حقیقت ہے اور اس سے رجوع کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے"..... سلطان محمد تغلق نے ان کو صدر جہاں کے حوالے کر کے کہا کہ ان سے اس الزام کا ثبوت لیا جائے ورنہ بادشاہ پر جھوٹا الزام لگانے کے جرم میں قتل کر دیا جائے..... چنانچہ شیخ کو اپنی اس حق گوئی کی بدولت جام شہادت پینا پڑا..... (ہسٹری آف دی قرونہ ترکس پروفیسر الشوری پرسا)

موت کے قاصد

اللہ کے نبی حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام سے دوستی تھی..... ایک دن جب ملک الموت حاضر ہوئے..... تو حضرت سیدنا یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے پوچھا..... ملاقات کے لیے آئے ہو یا روح قبض کرنے کے لیے.....؟

..... حضرت عزرائیل علیہ الصلوۃ نے کہا..... صرف ملاقات کے لیے آیا ہوں..... حضرت سیدنا یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا..... میری طرف وفات سے قبل کوئی قاصد بھیج دینا

... حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا... میں آپ کی طرف وہ تین قاصد بھیج دوں گا...
وقت گزرتا گیا... اور جب حضرت سیدنا یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا آخری وقت آیا... ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے پہنچے... تو سیدنا یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا... تم نے وہ تین قاصد بھیجنے کا وعدہ کیا تھا؟... اس پر حضرت عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا... قاصد تو میں نے بھیجے تھے... دیکھئے! آپ کے سیاہ بال سفید ہو گئے... یہ میرا پہلا قاصد تھا... پھر جسم کی طاقت جاتی رہی... یہ میرا دوسرا قاصد تھا... پھر آپ کی کمر جھک گئی... یہ میرا تیسرا قاصد تھا... اے یعقوب!... موت سے پہلے انسان کی طرف میرے قاصد یہی ہوتے ہیں...

ایک عربی نے کہا ہے...

انت فی غفلة وقلبک ساهی ذهب العمر والذنوب کما هی...

ترجمہ... "تو غفلت میں پڑا ہے... اور تیرا دل بھول چکا ہے... عمر ختم ہو گئی... اور گناہ ویسے کے ویسے ہی ہیں..."

معلوم ہوا... غفلت میں پڑ کر ہمارا دل نیکی بدی کی جزا و سزا کو بھول جاتا ہے... عمر روز بروز گھٹتی چلی جاتی ہے... اور غافل انسان گناہ معاف کروانے کی کوئی تدبیر نہیں کرتا...

فقر... اللہ کے خزانوں میں سے ہے

ایک مرتبہ جون پور کے حاکم سلطان ابراہیم (متوفی ۸۴۰ھ ۱۴۳۶ء) نے ردولی کے چار گاؤں اور ایک ہزار بیگھہ زمین کا فرمان اور سند لکھ کر اور کچھ نقدی دے کر اپنے مقرب قاضی رضی کو حضرت شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا... قاضی رضی نے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "حضرت مخدوم! آج سلطان ابراہیم نے آپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے جو وہ کسی دوسرے کے ساتھ کم کرتا ہے"....

قاضی رضی نے عرض کیا "قصبہ ردولی کے اطراف میں چار گاؤں اور ایک ہزار بیگھہ زمین کا فرمان و سند آپ کے فرزندوں کے نام بھیجا ہے تاکہ ان لوگوں کی زندگی راحت و آرام سے بسر ہو سکے"... پھر وہ سامان اور نقدی حضرت کی خدمت میں پیش کی...

شیخ احمد عبدالحق نے فرمایا: "قاضی فوراً کلمہ پڑھو، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تم کافر ہو گئے ہو...
قاضی نے کلمہ پڑھ کر پوچھا: "حضرت مخدوم! مجھ سے کفر کا کون سا فعل سرزد ہوا ہے جو اس کی ضرورت پیش آئی؟" حضرت شیخ احمد عبدالحق نے فرمایا: "یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے کہ تم سلطان ابراہیم کے رزاق ہونے کا دعویٰ کرتے ہو... وہ ذات جو رب العالمین ہے... جو سلطان ابراہیم کے خدم و حشم کو اسکے گھوڑوں اور ہاتھیوں کو خود قاضی کو رزق دیتا ہے... وہ رب العالمین کیا اس گدائے بے نوا اور اس کے فرزندوں کو رزق نہ دے گا جو تم کو اور سلطان ابراہیم کو بیچ میں پڑنے کی ضرورت پیش آ گئی"... قاضی رضی نے بہت کوشش کی حضرت شیخ احمد عبدالحق اس فرمان کو سند اور نقدی کو قبول کر لیں لیکن انہوں نے کسی صورت اس کو قبول نہ کیا اور فرمایا:

"میری آبرو فقر کی قدرت پہچانے گی کہ الفقر من کنوز اللہ تعالیٰ"

غرض حضرت شیخ احمد عبدالحق نے قاضی رضی کو اور سلطان ابراہیم کو النا طعن کر کے اس فرمان وسند کو اور نقد و زر کو ایسے ہی واپس کر دیا۔ (انوار العیون ص ۲۳-۳۰)

غفلت کے سجدے

حضرت شیخ ابوالحسن رقاقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں... ایک ولی اللہ سخت بیمار ہو گئے... میں ان کی عیادت کو گیا... بہت سارے لوگ جمع تھے... اور وہ بزرگ مسلسل رو رہے تھے... میں نے عرض کیا... حضور... کیا دنیا چھوٹ جانے پر رو رہے ہیں؟... فرمایا... نہیں... نمازیں قضا ہو جانے پر رو رہا ہوں... میں نے عرض کیا... حضرت!... آپ کی نمازیں کیسے قضا ہو گئیں؟... فرمایا... میں نے ہر سجدہ غفلت میں کیا... غفلت میں ہی سجدے سے سر اٹھایا... اور اب غفلت میں ہی مر رہا ہوں... پھر انہوں نے دل پر درد سے آہ سرد بھرتے ہوئے عربی کے چند اشعار پڑھے جن کا خلاصہ یہ ہے...

۱- میں نے اپنے حشر قیامت کے دن اور قبر کی زندگی کے بارے میں سوچا...

۲- کہ عزت و وقار کے باوجود موت کے بعد میرا جسم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائے گا... اور مٹی ہی کا تکیہ ہو گا...

۳- جس نے اپنے حساب کتاب اور نامہ اعمال ملنے کے وقت کی رسوائی پر غور کیا...
۴- مگر اے رب ذوالجلال! میری امیدیں تیری رحمت سے وابستہ ہیں... تو ہی خطاؤں کو معاف فرمانے والا ہے...

مرنے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسم کی حفاظت

حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اکیلے کو جاسوس بنا کر قریش کی طرف بھیجا... میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی (اس) لکڑی کے پاس گیا (جس پر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر چڑھایا گیا تھا اور ان کا جسم ابھی تک اس پر لٹک رہا تھا) اور مجھے جاسوسوں کا بھی ڈر تھا کہ کہیں ان کو پتہ نہ لگ جائے، چنانچہ لکڑی پر چڑھ کر میں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو کھولا جس سے وہ زمین پر گر گئے پھر میں (پیچھے کے بنے) تھوڑی دور ایک طرف کو چلا گیا پھر میں نے آ کر دیکھا تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ مجھے کہیں نظر آئے اور ایسے لگا کہ جیسے زمین انہیں نگل گئی ہو اور اس وقت تک ان کا کوئی نشان نظر نہیں آیا... (اخرجہ احمد و طبرانی)

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی کی لکڑی سے نیچے اتارنے کے لئے بھیجا... وہ دونوں تنعیم پہنچے (جہاں مکہ سے باہر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی دی گئی تھی) تو انہیں وہاں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ارد گرد چالیس آدمی نشہ میں بدمست ملے... ان دونوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو لکڑی سے اتارا پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ان کی نعش کو اپنے گھوڑے پر رکھ لیا... ان کا جسم بالکل تر و تازہ تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی پھر مشرکوں کو ان حضرات کا پتہ چل گیا... انہوں نے ان حضرات کا پیچھا کیا جب مشرکین ان کے پاس پہنچ گئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے (مجبور ہو کر) حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی نعش کو نیچے پھینک دیا جسے فوراً زمین نے نگل لیا اسی وجہ سے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا نام بلیع الارض رکھا گیا (اس کا ترجمہ ہے وہ آدمی جسے زمین نے نگل

لیا تھا)(ذکرہ ابو یوسف فی کتاب الخراج کذا فی الاصابہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے لئے کواروں سے قبر کھودی لیکن لحد نہ بنائی اور انہیں دفن کر کے آگے چل دیئے.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے ان کو دفن تو کر دیا ہے لیکن قبر میں ان کے لئے لحد نہیں بنائی یہ ہم نے اچھا نہیں کیا.... اس پر ہم لحد بنانے کے لئے واپس آئے تو ہمیں ان کی قبر کی جگہ ہی نہ ملی.... (ذکرہ ابن سعد)

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

وہ جب یمن سے مکہ مکرمہ پہنچے اور یہاں آ کر بنو اسد سے حلیفانہ تعلق قائم کیا تو ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ انہیں وہ اعزاز و اکرام ملنے والا ہے جو ان کو بعد کی زندگی میں حاصل ہوا....

جب مسلمانوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو انہوں نے بھی وہ سعادت حاصل کر لی اور مدینہ منورہ میں منذر بن محمد رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے.... پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارگی قائم فرمائی تو ان کی مواخاۃ حضرت رحیلہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے ہوئی....

انہوں نے دین کی خاطر مکہ مکرمہ چھوڑا.... گھر بار چھوڑا اور یہاں مدینہ منورہ میں صرف اور صرف دین سے تعلق جوڑا.... پھر حق و باطل کے معرکے شروع ہوئے تو ان میں یہ شریک ہوتے رہے اور اپنی شہسواری کی مہارت و شہرت کو کام میں لاتے رہے اور تیر اندازی میں کمال کا مظاہرہ کرتے رہے.... غزوۂ بدر.... احد اور خندق غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے تمام غزوات میں شامل رہے اور سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونے کا شرف لوٹتے رہے....

البتہ فتح مکہ سے پہلے ان کی طرف سے ایک بات پیش آئی جس سے یہ خود بھی پریشان ہوئے اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کو بھی سخت پریشانی ہوئی.... واقعہ یہ پیش آیا کہ قریش اور مسلمانوں کے درمیان صلح حدیبیہ کی صورت میں ایک معاہدہ طے ہو چکا تھا مگر

قریش نے جلد ہی اپنے معاہدے سے روگردانی کی اور معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔۔۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس خلاف ورزی پر متوجہ کرنا چاہا تو قریش کے چند جذباتی لوگوں نے معاہدہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا جس پر انہیں بعد میں پچھتاوا بھی ہوا۔۔۔ اس معاہدے کے ختم ہو جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کا ارادہ فرمایا مگر اس کے لئے اعلان عام سے کام نہ لیا۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تیاری کا حکم فرمایا اور کچھ حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کا علم بھی ہو گیا ان ہی افراد میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔۔۔۔

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو اس بات کی کوئی فکر نہ تھی کہ قریش پر حملہ ہوا تو ان کا انجام کیا ہوگا؟ مگر انہیں مکہ میں موجود اپنے گھر کے افراد کی فکر ضرور لاحق تھی اور ان کا خیال تھا کہ مکہ میں جن مہاجرین کے عزیز و اقارب اور گھر کے افراد ہیں ان کی حفاظت کے لئے ان کی برادری بھی موجود ہے۔۔۔۔ مگر میری تو کوئی برادری نہیں جو میرے گھر والوں کی حفاظت کر سکے۔۔۔۔ کیوں نہ قریش پر ایک ایسا احسان کر دوں جس سے میرا فائدہ بھی ہو جائے اور مسلمانوں کا کوئی نقصان بھی نہ ہو۔۔۔۔

انہوں نے اس خیال کو اس طرح عملی جامہ پہنایا کہ اس وقت ایک عورت سارہ نامی جو مغنیہ (گانے والی) تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی ضرورت بیان کی اور یہ بھی کہا کہ واقعہ بدر کے بعد لوگوں نے میری طرف توجہ نہ دی۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مطلب کو اس کو کچھ دینے کی ترغیب دی جس پر انہوں نے کپڑے۔۔۔۔ سواری اور دوسری چیزیں دیں۔۔۔۔

جب یہ واپس مکہ جانے لگی تو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک خط دیا اور راستہ میں کسی کو نہ دکھانے کا وعدہ لیا اور عوض کے طور پر دس دینار دیئے۔۔۔۔

اس خط میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے ایسی بات لکھی جو ان کے زعم میں مسلمانوں کو نقصان تو نہ پہنچا سکتی تھی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش ہونے کا خطرہ ضرور تھا اور اللہ تعالیٰ کو یہ راز فاش ہونا منظور نہ تھا۔۔۔۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر صورت حال

بیان کر دی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی..... حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ مقام روضہ خاخ میں ایک عورت اونٹ پر سوار ملے گی اس کے پاس حاطب کا خط ہوگا جو انہوں نے مشرکین مکہ کے نام لکھا ہے وہ لے آؤ.....

جب یہ حضرات اس مقام پر پہنچے تو وہ عورت مل گئی لیکن شاید وہ خط مشرکین کو دے کر انعام حاصل کرنا چاہتی تھی اس نے قسم کھائی کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے..... انہوں نے سامان کی تلاشی لی مگر خط نہ مل سکا..... انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کبھی غلط نہیں کہہ سکتے..... لہٰذا بہتر ہوگا کہ تم ہمیں خط دے دو ورنہ ہم تمہاری تلاشی لینے پر مجبور ہوں گے....." اور تلوار نکال لی..... اس پر اس عورت نے اپنے بالوں کے اندر سے وہ خط نکال کر دیا جو انہوں نے لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا.....

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا اور ان سے دریافت فرمایا کہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میرے بارے میں جلدی نہ کیجئے..... سے کام نہ لیجئے....." پھر انہوں نے مذکورہ عذر بیان کیا اور اپنے ایمان پر قائم رہنے کو بیان کیا.....

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اجازت ہو تو اس منافق کی گردن اڑا دوں....." حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عمر! تجھے کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے نظر رحمت سے اہل بدر کو فرما دیا ہے کہ جو چاہے کرو بلاشبہ میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے....." جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو بھر آئے..... اور اللہ تعالیٰ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے ایمان کی گواہی اس آیت میں دی جس کا مفہوم ہے کہ: "اے ایمان والو! میرے اور تمہارے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ....."

پھر خط کھولا گیا تو واقعی اس کا مضمون ایسا تھا کہ اس سے ان کی باتوں کی صداقت ظاہر ہو رہی تھی.....

اللہ تعالیٰ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کے اندر بات سمجھانے..... موقع محل کو سمجھنے اور اپنے مخاطب کو تسلی بخش جواب دینے کی صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی اور انتظامی امور کو بخوبی سمجھتے تھے پھر نڈر اور سفر سے نہ گھبرانے والے تھے..... شاید انہی خصوصیات کی بنا پر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا سفیر بنا کر اپنے خط کے ساتھ شاہ مصر مقوقس کے پاس بھیجا..... جہاں انہوں نے اپنی بھرپور صلاحیت کا مظاہرہ کیا اور مقوقس کے سوالات کا مثبت جواب دیا..... حاضرین کے سامنے حکیمانہ اور موثر تقریر فرمائی جس کا مقوقس پر اچھا اثر ہوا انھوں نے جہاں حضرت حاطب کو اعزاز واکرام بخشا..... وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام خط اور ہدایا بھی ارسال کیے.....

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی اس کامیابی کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مرتبہ ان کو مصر ہی کی طرف سفیر بنا کر روانہ فرمایا تھا جو کامیاب رہا.....

غرض یہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابوعبداللہ یا ابومحمد تھی جو متناسب جسم..... خوبصورت چہرے..... چھوٹی انگلیوں اور کس قدر چھوٹے قد کے مالک تھے..... سیرت کے اعتبار سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق..... صاف گو..... حکمت سے پُر..... غزوات کے حاضر باش اور ہجرت وبیعت رضوان کی سعادت حاصل کرنے والے تھے..... (۳۱۳ روشن ستارے)

جب غفلت کا پردہ اتر گیا

کہتے ہیں... ایک نیک شخص کو کہیں سے سونے کی اینٹ مل گئی... اس خوشی میں وہ ساری رات سوچتا رہا... اور طرح طرح کے منصوبے بناتا رہا.. کہ اب تو میں اچھے اچھے کھانے کھاؤں گا... بہترین لباس پہنوں گا... بہت سارے نوکر چاکر کام کاج کے لیے رکھ لوں گا... اور مزے سے زندگی بسر کروں گا... سونے کی اینٹ کیا مل گئی... وہ رات بھر یاد الٰہی سے غافل رہا... اور سونے ہی کے خیالوں میں کھویا رہا...

صبح ہوئی... تو خوش خوش گھر سے نکلا... چلتے چلتے قبرستان کے قریب سے گزرا.. تو دیکھا ہے کہ ایک شخص اینٹیں بنانے کے لیے قبر کی مٹی گوندھ رہا ہے... یہ منظر دیکھ کر اس کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹ گیا... عالم برزخ کے حالات کو یاد کر کے رونے لگا... اور سوچنے لگا...

شاید میرے مرنے کے بعد میری قبر کی مٹی سے بھی لوگ اینٹیں بنائیں گے... آہ!

میرے عالی شان مکانات اور عمدہ ملبوسات دھرے کے دھرے رہ جائیں گے... سونے کی اینٹ مل جانے پر خوش ہونا اور غفلت میں زندگی گزارنا تو سراسر دھوکہ ہے... ہاں... اگر دل لگانا ہی ہے... تو اللہ رب العزت سے لگانا چاہیے... اسی خالق و مالک کی محبت کو دل میں بسانا چاہیے... چنانچہ اس نے سونے کی اینٹ کو ترک کر دیا... اور زہد و تقویٰ اختیار کر کے بارگاہ خداوندی میں عالی رتبہ حاصل کر لیا...

اسرار و معارف

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تشریف فرما تھے... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صاف و روشن طشت میں نہایت اعلیٰ درجہ کا شہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا... شہد میں ایک بال بھی تھا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بال دیکھ کر فرمایا... یہ طشت شہد اور اس میں نظر آنے والا بال اسرار و معارف کے آئینہ دار ہیں... کیا آپ بتا سکتے ہیں... کہ وہ اسرار و معارف کیا ہیں؟...

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا... مومن کا دل اس طشت سے زیادہ درخشاں ہے... اس کا ایمان شہد سے زیادہ شیریں ہے... اور اس ایمان کو آخر دم تک سلامت لے جانا بال سے بھی زیادہ باریک کام ہے....

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا... بادشاہت اس طشت سے زیادہ روشن ہے... حکمرانی شہد سے زیادہ میٹھی ہے... اور عدل و انصاف بال سے زیادہ باریک ہے...

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا... مہمان طشت سے زیادہ روشن ہے... مہمان کی خدمت شہد سے زیادہ لذت رکھتی ہے... مگر مہمان کی خوشنودی اور دلنوازی کا حصول بال سے بھی زیادہ باریک تر ہے...

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا... یا رسول اللہ! عورت کی حیاء اس طشت سے زیادہ روشن ہے... اس کے چہرے پر نقاب اور چادر شہد سے بڑھ کر شیریں ہے... اور نگاہ نامحرم سے بچانا بال سے زیادہ باریک تر ہے...

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... معرفت الٰہی اس طشت سے زیادہ منور ہے... معرفت الٰہی سے آگاہی شہد سے زیادہ شیریں ہے... اور اسے اپنے دل میں رکھنا بال سے باریک تر ہے...

حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا... یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راہ خدا اس طشت سے بڑھ کر منور ہے... اس پر چلنا اس شہد سے زیادہ لذت بخش ہے... اور اس پر دم آخر تک قائم رہنا بال سے باریک تر ہے...

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اللہ پاک کا ارشاد ہوا... بہشت اس طشت سے زیادہ صاف و روشن ہے... جنت کی نعمتیں شہد سے بڑھ کر شیریں اور جنت کو جانے والا راستہ بال سے باریک تر ہے... (ماخوذ کنز المعارف)

جب بادشاہ منصب ہو گیا

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بادشاہ محل سے نکل کر سلطنت کی دیکھ بھال کیلئے نکلا... لیکن وہ رعایا سے خطرہ محسوس کر رہا تھا... چنانچہ وہ ایک ایسے آدمی کے پاس مقیم ہوا جس کے پاس ایک گائے تھی... جب گائے شام کو واپس آئی تو اس آدمی نے گائے سے اتنا دودھ دوہا جتنا کہ تیس گائیوں سے نکلتا ہے... بادشاہ اتنا دودھ دینے والی گائے کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور اس نے یہ سوچا کہ یہ گائے تو اس سے چھین لینی چاہئے... جب دوسرا دن ہوا تو گائے چراگاہ کی طرف چرنے چلی گئی... پھر جب شام کو واپس آئی تو اس دن پہلے کے مقابلے میں نصف دودھ نکلا... یہ معاملہ دیکھ کر بادشاہ نے گائے والے کو بلایا اور یہ کہا کہ تم مجھے یہ بتاؤ کہ کل تو گائے نے کافی دودھ دیا تھا تو آج کیوں کم ہو گیا... کیا گائے آج اسی چراگاہ پر نہیں گئی جس پر کل گئی تھی آخر کیا بات ہے؟ تو اس نے جواب دیا کیوں نہیں؟ اسی چراگاہ میں گئی تھی... لیکن آج ایسا ہوا کہ کل کی حالت دیکھ کر بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ غلط سلوک کرنے کا عزم صمیم کر چکا تھا... چنانچہ اسی وجہ سے اس کا دودھ آج کم نکلا اس لئے کہ جب بادشاہ ظالم ہو یا رعایا کے ساتھ ظلم کر رہا ہو تو برکت ختم ہو جاتی ہے...

یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر بادشاہ نے اس گائے سے یہ عہد کیا کہ وہ اب گائے اس سے ظلم کے طور پر نہیں لے گا چنانچہ پھر دوسرے دن یہ ہوا کہ گائے چرنے کیلئے چلی گئی

شام کو جب واپس آئی تو دودھ دینے والے نے اتنا دودھ دوہا جتنا کہ پچھلے دن گائے سے دودھ نکلا تھا... یہ حالت دیکھ کر بادشاہ کو عبرت ہوئی اور انصاف برتنا شروع کر دیا اور کہا کہ واقعی جب بادشاہ ظلم کرنے یا رعایا ظالم ہو تو برکت جاتی رہتی ہے... اب میں ضرور انصاف کیا کروں گا اور اب سے اچھے حالات ہی پر غور و خوض کیا کروں گا... (روح المعانی ملخصاً)

اتباع سنت کا انعام

ایک صاحب آرمی میں ڈسٹرکٹ انسپکٹر تھے... راوی کا کہنا ہے کہ میں ان کے ساتھ سفر میں تھا... انہوں نے سفید کاٹن کا بالکل باریک کپڑا رکھا ہوا تھا... رات کو جب پیاس لگتی تو وہی کپڑا اس گلاس پر رکھ کر اور اس کپڑے کے اوپر سے پانی پیتے اور فرماتے... اگر پانی میں کوئی کیڑا وغیرہ ہو تو وہ اٹک جائے گا... اندر نہیں جائے گا... پانی میں ایسے کیڑے ہوتے ہیں... جو اندر چلے جائیں تو جگر... معدے... اور تلی کو نقصان پہنچاتے ہیں... بعض طفیلی کیڑے ایسے ہوتے ہیں... اگر پانی کو نہ دیکھ کر پیا جائے تو وہ اندر چلے جاتے ہیں...

ایک دفعہ پانی میں بچھو کا چھوٹا سا بچہ تھا... اب اگر وہ اندر چلا جاتا تو کیا کیفیت ہوتی... ملتان نشتر ہسپتال میں ایک نوجوان کا آپریشن ہوا... اس کے معدے سے ایک بچھو نکالا گیا... ڈاکٹر نے کہا... یہ پانی کے ذریعے اندر گئی تھی اور مریض بھی فوت ہو گیا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کامیابی کی دلیل ہے...

ظاہری اور باطنی نعمت کے تقابل پر دو واقعات

۱- ایک بزرگ کسی شہر میں پہنچے... بڑا شہر تھا اور قلعہ بند تھا... دیکھا کہ سارے دروازے بند ہیں اور ہزاروں مال گاڑیاں ادھر رکی ہوئی کھڑی ہیں اور ہزاروں مال گاڑیاں اندر رکی ہوئی کھڑی ہیں... دن کا وقت ہے اور شہر میں بالکل آمد و رفت نہیں ہے... انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ اتنا بڑا تجارتی شہر ہے کروڑوں کا بیوپار ہے... دن میں اور دروازے بند ہیں انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ بھائی یہ شہر کے دروازے کیوں بند ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ صاحب بادشاہ کا باز گم ہو گیا ہے (باز ایک شکاری پرندہ ہوتا ہے) اس لئے بادشاہ نے

کہا ہے کہ شہر کے دروازے بند کر دو کہیں باہر نہ جا سکے اور پھر واعظ سنتے تھے پھر یہ بزرگ بڑی
حیرت میں رہ گئے کہ بادشاہ بے وقوف ہے کہ ایک پرندے کے لئے دروازے بند کئے
ہیں... بھلا وہ اڑ کر نہیں جا سکتا ہے... پھاٹکوں کے اوپر سے؟ دل ہی دل میں کہا کہ بادشاہ بڑا
بے وقوف ہے اور اللہ میاں سے عرض کیا کہ خدایا تیری قدرت کہ کندۂ ناتراش کو تو نے بنا دیا
بادشاہ جسے اتنی بھی عقل نہیں کہ جانور کو روکنے کے لئے جال ڈالنے کی ضرورت ہے یا شہر پناہ
کے دروازے بند کرنے کی... اسے تو ملک دے دیا اور ہم جیسا فاضل جوتیاں چٹخاتا پھر رہا
ہے جس کے اندر علم بھی ہے... معرفت بھی اور کمالات بھی بھرے ہوئے ہیں... ہمیں کوئی
پوچھنے والا بھی نہیں ایک وقت کھا لیا اور ایک وقت فاقہ ہے... تو جس میں یہ دولت موجود ہے
وہ جوتیاں چٹخاتا پھرے اور جو ایسے احمق اور کندۂ ناتراش ہیں وہ تخت سلطنت پر بیٹھ جاویں
آپ کی عجیب قدرت ہے گویا ایک سوال اور ایک خفگی اللہ کے سامنے پیش کیا... وہاں
سے جواب آیا کہ اچھا کیا؟ تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا علم تمہاری معرفت تمہارا ایمان چھین کر
اس بادشاہ کو دے دیں اور اس کی ساری سلطنت تمہیں دے دیں تیار ہو؟ انہوں نے کہا نہیں اس
پر تیار نہیں ہوں معلوم ہوا کہ ایمان کی قوت زیادہ تھی اور توکل کی قوت زیادہ تھی دولت سے ورنہ
راضی ہو جاتے کہ میں نے علم بھی دیا ایمان بھی دیا لائیے مجھے تخت سلطنت دیجئے نہیں بلکہ
تخت سلطنت پر لات مار دی اور ایمان و علم اور معرفت نہیں چھوڑی... اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ بہت بڑی دولت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو دونوں دولتیں دے دے کہ مال کی دولت
بھی ہو اور ایمان کی قوت بھی ہو اور اللہ پر بھروسہ بھی ہو تو اس کے پاس اللہ نے دین و دنیا
دونوں کو جمع کر دیا ہے... یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے دے تو بہرحال دولت دنیا بھی
ایک نعمت ہے اور دولت دین اس سے بڑھ کر نعمت ہے اور اگر جمع ہو جاویں تو سب نعمتوں
سے بڑھ کر نعمت ہے... دونوں کے جوڑ کی صورت یہ ہے کہ مالداری کے اندر آدمی فخر میں
نہ پڑے اور ہر وقت شکر گزار رہے... اپنے پروردگار کا اس لئے کہ جو کچھ اسے ملا ہے وہ اس کا
حق نہیں تھا بلکہ محض عطاء خداوندی ہے... اللہ کے اوپر کسی کا حق نہیں جب فضل سے ملے تو

شکر واجب ہوتا ہے لہذا اسے پر شکر ادا کرے اور جس کو مفلسی دی ہے وہ عدل سے دی ہے گویا حکمت وانصاف کا یہی تقاضہ تھا کہ اس کو اس حالت میں رکھا جائے تاکہ وہ صبر کرے کیونکہ دونوں ہی راستے جنت کی طرف جاتے ہیں... صبر اپنے راستے سے جنت میں پہنچے گا اور شکر اپنے راستے سے جنت کی طرف لے جائے گا... ہیں دونوں کامیاب اور ناجی اور محبوب خداوندی شاکر بھی ہے اور صابر بھی....

۲- علماء میں ایک عالم گزرے ہیں فن نحو کے بہت بڑے امام جن کا نام ہے اخفش اور انتہائی درجہ بدصورت تھے.... جتنی بدصورتی کی علامتیں ہو سکتی ہیں وہ سب ان میں جمع تھیں.... رنگ بے حد کالا، دانت بہت چوڑے چوڑے آنکھیں نہایت چھوٹی اور کرنجی اور آنکھوں میں چیپڑ لگے ہوئے دانتوں میں زردی لگی ہوئی غرض جتنی بدصورتی کی علامتیں ہو سکتی ہیں ساری ان میں جمع تھیں اور علم وہنر کا یہ عالم کہ بہت اونچا اور بہت بلند.... ان کی شادی ایک ایسی عورت سے ہوئی کہ دور دور اس کی نظیر نہیں تھی.... جب خاوند اور بیوی آمنے سامنے بیٹھتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے دھوپ چھاؤں کہ ایک طرف دھوپ نکل رہی ہے اور ایک طرف سایہ ہے.... ایک طرف نور اور ایک طرف ظلمت تو آمنے سامنے بیٹھ کر بیوی سے کہتے کہ میں بھی قطعی جنتی ہوں اور تو بھی قطعی جنتی ہے... بیوی کہتی کہ کیا بات ہے فرماتے کہ میں تو اس لئے جنتی کہ تجھ جیسی بیوی مجھے ملی میں رات دن شکر ادا کرتا ہوں.... اس شکر کے راستے سے جنت میں پہنچوں گا اور تو اس لئے جنتی کہ مجھ جیسا بدصورت خاوند تجھے ملا تو رات دن صبر کرتی ہے کہ کس بلا میں گرفتار ہو گئی اس لئے تو صبر کے راستے سے جنت میں پہنچے گی.... تو میں بھی جنتی اور تو بھی جنتی اس بناء پر دولت مند کے لئے اللہ نے شکر کا راستہ رکھا ہے اور وعدہ دیا ہے... لئن شکرتم لازیدنکم جتنا تم شکر کرو گے اتنا ہی میں اس نعمت کو بڑھاتا چلا جاؤں گا.... یہ صاحب دولت کے لئے ترقی کے درجات کا ذریعہ ہے.... (خطبات طیب)

نیک بننے کا مراقبہ

ایک شخص ابراہیم ادھم علیہ الرحمۃ کے پاس آیا... اور کہا... کوئی ایسا طریقہ بتائیے... جس سے میں برے کام کرتا رہوں... اور گرفت نہ ہو... حضرت ابراہیم نے فرمایا... پانچ

باتیں قبول کر لو... پھر جو چاہے کرو... تجھے کوئی گرفت نہ ہوگی...

(۱)... اول یہ کہ جب تو کوئی گناہ کرے تو خدا کا رزق مت کھا... اس نے کہا... یہ تو بڑا مشکل ہے... کہ رازق وہی ہے... پھر میں کہاں سے کھاؤں؟... فرمایا!... تو یہ کب مناسب ہے... کہ تو جس کا رزق کھائے... پھر اس کی نافرمانی کرے...

(۲)... دوسرے یہ کہ اگر تو کوئی گناہ کرنا چاہے... تو اس کے ملک سے باہر نکل کر کر... اس نے کہا... تمام ملک ہی اس کا ہے... پھر میں کہاں نکلوں؟... فرمایا... تو یہ بات بہت بڑی ہے... کہ جس کے ملک میں رہو... اس کی بغاوت کرنے لگو...

(۳)... تیسرے یہ کہ جب کوئی گناہ کرے تو ایسی جگہ کر جہاں وہ تجھے نہ دیکھے... اس نے کہا... یہ تو بہت ہی مشکل ہے... اس لیے کہ وہ تو دلوں کا بھید بھی جانتا ہے... فرمایا... تو یہ کب مناسب ہے... کہ تو اس کا رزق کھائے... اور اس کے ملک میں رہے اور اسی کے سامنے گناہ کرے...

(۴)... چوتھے یہ کہ جب ملک الموت تیری جان لینے آئے تو اسے کہہ کہ ذرا ٹھہر جا... مجھے توبہ کر لینے دے... اس نے کہا... وہ مہلت کب دیتا ہے؟... فرمایا... یہ تو مناسب ہے... کہ اس کے آنے سے پہلے ہی توبہ کر لے... اور اس وقت کو غنیمت سمجھ...

(۵)... پانچویں یہ کہ قیامت کے دن جب حکم ہو... کہ اسے دوزخ میں لے جاؤ... تو کہنا کہ میں نہیں جاتا... اس نے کہا... وہ زبردستی بھی لے جائیں گے... فرمایا... تو اب خود ہی سوچ لے کہ کیا گناہ تجھے زیادہ عزیز ہے... وہ شخص قدموں میں گر گیا... اور سچے دل سے تائب ہو گیا...

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا عشق رسول

۵ ہجری میں مشرکین عرب اکٹھے ہو کر بڑے ساز و سامان سے مدینہ پر چڑھ آئے... مسلمان اس وقت بڑی مجبوری کے عالم میں تھے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی حفاظت کیلئے خندق کھدوائی اور اللہ سے دعا کی کہ مسلمانوں کے سر سے یہ مصیبت دفع کر دے... کفار مسلمانوں کا محاصرہ کئے پڑے تھے کہ ایک رات بہت تیز طوفان آیا اور بہت زیادہ تیز ٹھنڈی ہوا چلی جس سے کفار کے خیموں کی طنابیں اکھڑ گئیں اور ہانڈیاں چولہوں سے الٹ گئیں...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے بہت فکر تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ بن الیمان کو حکم دیا کہ "جاؤ مشرکین کی خبر لاؤ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت بھی کی کہ "دیکھو تم کسی کو خوف دلانا اور نہ کسی پر حملہ کرنا....."

حضرت حذیفہؓ بن الیمان بہت تیز رفتاری سے چل کر مشرکین کی لشکر گاہ میں جا پہنچے.... انہوں نے دیکھا کہ طوفان اور سردی سے مشرکین کی حالت خراب ہے ان کا سپہ سالار ابوسفیان سردی کے مارے اپنی پیٹھ سینک رہا ہے.... کمان اور تیر حضرت حذیفہؓ کے ہاتھ میں تھا.... انہوں نے سوچا کہ مسلمانوں کے دشمن ابوسفیان کا خاتمہ کردوں تا کہ یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے.... انہوں نے کمان میں تیر جوڑا اس کو چلانا ہی چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد آ گئی.... آپ نے فوراً کمان کھینچ کر لی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکید کی وجہ سے اس بہترین موقع کو ہاتھ سے جانے دیا....

واپس آ کر انہوں نے سارا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ اب یہ بھی سردی سے کانپنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا کمبل اڑھا دیا اور اڑھا دی.... (صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد والسیر)

استغناء کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا خلیل الرحمن سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے فرزند تھے قدیم علمائے دیوبند کی طرح ان کو انگریزوں سے نفرت اور ان کی تعظیم وان کے احترام سے اجتناب تھا.... وہ ایک مرتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تشریف فرما تھے.... اتفاق سے اسی دن ڈائریکٹر آف ایجوکیشن معائنہ کے لئے ندوہ آیا..... مولانا دفتر میں تشریف فرما تھے..... انگریز ڈائریکٹر داخل ہوا.... اس کے ساتھ چند مقامی ارکان انتظامی اور ندوہ کے عہدہ دار تھے سب لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے لیکن..... "مولانا نہ کھڑے ہوئے نہ ملتفت ہوئے..... یہاں تک کہ اس کو اپنی اہانت محسوس ہوئی اور اس نے ترش لہجہ میں پوچھا کہ یہ بڈھے میاں کون ہیں؟"

منشی احتشام علی صاحب کاکوروی جو امراء تھے انہوں نے موقع و محل کے لحاظ سے اس کی تاویل کی اور ڈائریکٹر دوسری طرف متوجہ ہو گیا.....

حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کا عشق قرآن

1953ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران ملتان میں جامع مسجد سراجاں (حسین آگاہی) کو مرکزی حیثیت حاصل تھی... حضرت قاری صاحب پر ختم نبوت کا ایسا غلبہ عشق تھا کہ تدریس کے ساتھ اس تحریک میں بھی آپ پیش پیش تھے... حتیٰ کہ جب حکومت کی طرف سے گرفتاریاں شروع ہوئیں تو قاری صاحب بھی گرفتار ہو کر لاہور جیل میں پہنچ گئے... اسی دوران رمضان المبارک شروع ہوا تو قاری صاحب نے تراویح میں قرآن مجید سنانا شروع کیا ابھی دس پارے ہی ختم ہوئے تھے کہ حکام کی طرف سے اطلاع آئی کہ اگلے دن کچھ قیدی رہا کر دیئے جائیں گے....

ایک رکعت میں سترہ پاروں کی تلاوت۔ اس رات قاری صاحب نے تراویح کی پہلی رکعت میں گیارہویں پارے کی تلاوت شروع فرمائی اور ستائیسویں پارے کے اختتام پر رکوع فرمایا اور اسی طرح پہلی دو رکعتوں میں سترہ پارے ختم فرما دیئے اور بقیہ اٹھارہ تراویح میں تین پارے سنا کر قرآن مجید کی تکمیل فرمائی اور فرمایا کہ بعض احباب نے رہا ہونا تھا اس لئے مجھے اندیشہ ہوا کہ ان کو قرآن کریم تراویح میں مکمل سننے کے لئے شاید ترتیب نہ ملے اور تراویح میں پورا قرآن سننا اور سنانا سنت ہے اس لئے میں نے سوچا کہ آج ہی قرآن کریم مکمل کر کے یہ سنت ادا کر دی جائے اور رہا ہونے والوں کا بھی اس سنت پر عمل ہو جائے ان ایام اسیری میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم (کندیاں) بھی حضرت قاری صاحبؒ کے ساتھ تھے اور آپ کو بھی حضرت قاری صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہوا....

حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمہ اللہ کی اہم نصیحت۔ حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ رہا ہوئے تو پھر وہی تدریس قرآن اور ختم نبوت کی ذمہ داریاں.... ایک دفعہ شیخ القراء حضرت قاری فتح محمد رحمہ اللہ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ دیکھو! تدریس قرآن بھی دین کا کام ہے اور ختم نبوت بھی دین کا کام ہے.... لیکن ایک وقت میں ایک ہی کام ہوگا.... اب یہ تم خود انتخاب کر لو کہ کونسا کام کرنا ہے؟

حضرت قاری صاحب نے استاد کی منشاء کے مطابق دیگر مشاغل سے خود کو فارغ کر کے تدریس قرآن کیلئے ایسا وقف کر دیا کہ پورے ذہن و دھیان سے اسی کام میں لگے کہ آپ کا اٹھنا.... بیٹھنا.... چلنا پھرنا گویا پوری زندگی تلاوت و تدریس قرآن سے عبارت تھی اور اللہ پاک نے بھی ایسی برکت و قبولیت سے نوازا کہ آپ کا انداز تدریس بلا مبالغہ پورے عالم اسلام کیلئے مثال اور قابل تقلید نمونہ ثابت ہوا....

بچے کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے پر والد کی مغفرت کا واقعہ

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قبر پر سے گذر ہوا.... آپ نے بطور کشف دیکھا کہ عذاب کے فرشتے میت کو عذاب دے رہے ہیں.... آپ آگے تشریف لے گئے.... اپنے کام سے فارغ ہو کر جب دوبارہ آپ کا گذر اس قبر سے ہوا تو آپ نے دیکھا کہ اس قبر پر رحمت کے فرشتے جمع ہیں اور ان کے پاس نور کے طبق ہیں.... آپ کو اس پر تعجب ہوا آپ نے نماز پڑھی اور اس واقعے کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے اللہ سے دعا کی.... اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی.... فرمایا اے عیسیٰ یہ بندہ گناہگار تھا اور جب سے مرا تھا عذاب میں گرفتار تھا.... یہ مرتے وقت اپنی بیوی چھوڑ گیا تھا جو کہ حاملہ تھی.... اس عورت نے اس کے بیٹے کو جنم دیا اور اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ پڑھنے کے قابل ہو گیا اس عورت نے اس بچے کو مکتب میں بھیجا استاد نے اسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھائی پس مجھے اپنے بندے سے حیاء آئی کہ میں اس کو آگ کا عذاب دوں زمین کے اندر اور اس کا بیٹا میرا نام لیتا ہے زمین کے اوپر.... (تفسیر کبیر ج۱ ص ۱۷۲)

فائدہ: مذکورہ بالا روایات اور واقعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید پڑھنا اور یاد کرنا انسان کے لئے مغفرت کا ذریعہ ہے.... صرف اپنی ہی نہیں بلکہ حافظ قرآن کی وجہ سے اس کے خاندان کے دس افراد کی بھی مغفرت ہو جائے گی جن کے لئے جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہو.... اس لئے سب مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ خود بھی قرآن مجید پڑھے اور اپنی اولاد کو بھی اسی طرف لگا کر مغفرت کے اسباب مہیا کریں.... اللھم اجعلنا من المغفورین.... آمین (دینی دسترخوان)

ایک عورت جو ہمیشہ قرآنی آیات سے گفتگو کرتی تھی

حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حج کو گیا... ایک سفر کے دوران راستے میں مجھے ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ملی جس نے اون کا قمیض پہنا ہوا تھا اور اون ہی کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی... میں نے اسے سلام کیا... تو اس نے جواب میں کہا:

سلام قولاً من رب رحیم....

میں نے پوچھا: "اللہ تم پر رحم کرے.... یہاں کیا کر رہی ہو؟" کہنے لگی:

"ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ"

میں سمجھ گیا کہ وہ راستہ بھول گئی ہے اس لئے میں نے پوچھا: کہاں جانا چاہتی ہو؟ کہنے لگی:

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ

(پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی) میں سمجھ گیا کہ وہ حج ادا کر چکی ہے اور بیت المقدس جانا چاہتی ہے....

میں نے پوچھا: "کب سے یہاں بیٹھی ہو؟" کہنے لگی: "ثلث لیال سویا" (پوری تین راتیں) میں نے کہا: "تمہارے پاس کچھ کھانا وغیرہ نظر نہیں آرہا... کیا کھاتی ہو؟ جواب دیا:

"ھو یطعمنی ویسقین" (وہ اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے) میں نے پوچھا "وضو کس چیز سے کرتی ہو؟" کہنے لگی: "فتیمموا صعیداً طیباً" (پاک مٹی سے تیمم کرلو)... میں نے کہا: میرے پاس کچھ کھانا ہے کھاؤ گی؟" جواب میں اس نے کہا:

"اتموا الصیام الی اللیل" (رات تک روزوں کو پورا کرو)... میں نے کہا:

"یہ رمضان کا تو زمانہ نہیں ہے" بولی: "ومن تطوع خیرا فان اللہ شاکر علیم" (اور جو بھلائی کے ساتھ نفلی عبادت کرے تو اللہ شکر کرنے والا اور جاننے والا ہے) میں نے کہا سفر کی حالت میں تو فرض روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے... میں نے کہا: "میری طرح کیوں بات نہیں کرتیں؟" جواب ملا: "ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید" (انسان جو بات بھی بولتا ہے... اس کے لئے ایک نگہبان فرشتہ مقرر ہے) میں نے پوچھا: تم ہو کون سے قبیلہ سے؟ کہنے لگی: "لا تقف ما لیس لک بہ علم".... (جس بات کا تمہیں علم نہیں اس کے

پیچھے مت پڑو) میں نے کہا: مجھ سے غلطی ہوئی بولی: "لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم" .... (آج تم پر کوئی ملامت نہیں... اللہ تمہیں معاف کرے) میں نے کہا: "اگر تم چاہو تو میری اونٹنی پر سوار ہو جاؤ... اور اپنے قافلے سے جا ملو" کہنے لگی: "وما تفعلوا من خیر یعلمہ اللہ" (تم جو بھلائی کرو... اللہ اسے جانتا ہے) میں نے یہ سن کر اپنی اونٹنی کو بٹھالیا مگر سوار ہونے سے پہلے وہ بولی: "قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم" (مومنوں سے کہہ کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں)... میں نے اپنی نگاہیں نیچی کر لیں اور اس سے کہا "سوار ہو جاؤ" لیکن جب وہ سوار ہونے لگی تو اچانک اونٹنی بدک کر بھاگ کھڑی ہوئی اور اس جدوجہد میں اس کے کپڑے پھٹ گئے... اس پر وہ بولی: "ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم" (تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب ہوتی ہے) میں نے کہا: "ذرا ٹھہرو میں اونٹنی کو باندھ دوں پھر سوار ہونا"۔

وہ بولی: "ففھمنٰھا سلیمان" (ہم نے اس مسئلہ کا حل سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا) میں نے اونٹنی کو باندھا... اور اس سے کہا: اب سوار ہو جاؤ وہ سوار ہو گئی اور یہ آیت پڑھی:

"سبحٰن الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون"

(پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے لئے رام کر دیا... اور ہم اس کو قابو کرنے والے نہیں تھے... اور بلاشبہ ہم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں)

میں نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور چل پڑا... میں بہت تیز تیز دوڑا جا رہا تھا اور ساتھ ہی زور زور سے چیخ کر اونٹنی کو ہنکا بھی رہا تھا... یہ دیکھ کر وہ بولی: "واقصد فی مشیک واغضض من صوتک" (اپنے چلنے میں اعتدال سے کام لو اور اپنی آواز پست رکھو) اب میں آہستہ آہستہ چلنے لگا اور کچھ اشعار ترنم سے پڑھنے شروع کئے... اس پر اس نے کہا: "فاقرءوا ما تیسر من القرآن" (قرآن میں سے جتنا حصہ پڑھ سکو وہ پڑھو) میں نے کہا: تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی نیکیوں سے نوازا گیا ہے... بولی: "وما یذکر الا اولوا الالباب" (صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں) کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد میں نے اس سے پوچھا: "تمہارا شوہر ہے؟" بولی "لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم" (ایسی چیزوں کے بارے میں

مت پوچھو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں بری لگیں) اب میں خاموش ہو گیا اور جب تک قافلہ نہیں مل گیا..... میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی..... قافلہ سامنے آگیا تو میں نے اس سے کہا: یہ قافلہ سامنے آگیا ہے..... اس میں تمہارا کون ہے؟" کہنے لگی۔

"المال والبنون زينة الحيوة الدنيا" (مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں) میں سمجھ گیا کہ قافلے میں اس کے بیٹے موجود ہیں میں نے پوچھا: قافلے میں ان کا کام کیا ہے..... بولی: "وعلمت و بالنجم هم يهتدون" (علامتیں ہیں اور ستاروں سے لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں) میں سمجھ گیا کہ اس کے بیٹے قافلے کے رہبر ہیں چنانچہ میں اسے لیکر خیمے کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا۔ "خیمے آگئے اب بتاؤ تمہارا (بیٹا) کون ہے؟ کہنے لگی: واتخذ الله ابراهيم خليلا و كلم الله موسى تكليما..... يا يحيى خذ الكتب بقوة..... یہ سن کر میں نے آواز دی: یا ابراہیم..... یا موسیٰ..... یا یحییٰ تھوڑی سی دیر میں چند نوجوان جو چاند کی طرح خوبصورت تھے..... میرے سامنے آکھڑے ہوئے..... جب ہم سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو اس عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا:

فابعثوا احدكم بورقكم هذه الى المدينة فلينظر ايها ازكى طعاما فليأتكم برزق منه..... (اب اپنے میں سے کسی کو روپیہ دیکر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ تحقیق کرے کہ کون سا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے..... سو اس میں سے تمہارے واسطے کچھ کھانا لے آئے) یہ سن کر ان میں سے ایک لڑکا گیا اور کچھ کھانا خرید لایا..... وہ کھانا میرے سامنے رکھا گیا تو عورت نے کہا: كلوا واشربوا هنيا بما اسلفتم في الايام الخالية" (خوشگواری کے ساتھ کھاؤ پیو..... بسبب ان اعمال کے جو تم نے پچھلے دنوں میں کئے ہیں) اب مجھ سے نہ رہا گیا..... میں نے لڑکوں سے کہا: تمہارا کھانا مجھ پر حرام ہے..... جب تک مجھے اس عورت کی حقیقت نہ بتلاؤ..... لڑکوں نے بتایا کہ: ہماری ماں کی چالیس سال سے یہی کیفیت ہے..... چالیس سال سے اس نے قرآنی آیات کے سوا کوئی جملہ نہیں بولا اور یہ پابندی اس نے اپنے اوپر اس لئے لگائی ہے کہ کسی زبان سے کوئی نا جائز یا نا مناسب بات نہ نکل جائے جو اللہ کی ناراضی کا سبب بنے..... میں نے کہا: ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم (ربیع الابرار جلد دوم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذکاوت

دو شخص راہ میں رفیق ہوئے کھانے کا وقت آیا ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں اتفاقاً ایک مسافر بھی آ گیا اس کو بھی بلا کر کھانے میں شریک کیا تینوں نے مل کر وہ روٹیاں کھائیں جب وہ مسافر ان سے علیحدہ ہوا تو اس نے ان کے احسان کے صلے میں آٹھ درہم ان کو دیئے کہ تم آپس میں ان کو تقسیم کر لو تقسیم میں دونوں رفیقوں میں اختلاف ہوا پانچ والے نے کہا کہ بھائی تیری تین روٹیاں تھیں تو تین درہم تو لے لے اور میری پانچ روٹیاں تھیں..... پانچ مجھ کو دے دے..... تین والے نے کہا کہ نہیں نصفا نصفی تقسیم ہونا چاہیے اس لیے کہ دونوں عدد قریب قریب ہیں یہ قصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا حضرت نے دونوں کو سمجھایا کہ صلح کر لو صلح پر راضی نہ ہوئے اور درخواست حساب سے دینے کی کی تو تین والے کو فرمایا کہ ایک تم اور سات اس کو دے دو..... حاضرین سن کر بہت حیران ہوئے کہ یہ کیسا فیصلہ ہے لیکن سننے پر معلوم ہوگا کہ یہی عدل ہے اس لیے کہ کل روٹیاں آٹھ تھیں اور تین آدمیوں نے کھائیں اور کمی بیشی کا اندازہ نا ممکن ہے اس لیے یوں کہیں گے کہ تینوں نے برابر کھائیں تو اب دیکھنا چاہیے کہ ہر ایک نے کتنا کھایا؟ پس ہر روٹی کے تین تین ٹکڑے کر لو تو ۲۴ ٹکڑے ہوئے پس ہر شخص نے آٹھ ٹکڑے کھائے سو تین والے کی روٹیوں کے نو ٹکڑے ہوئے جن میں سے آٹھ تو اس نے خود کھائے ایک بچا وہ مسافر نے کھایا اور پانچ والے کی روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے بنے جن میں سے آٹھ اس نے خود کھائے اور سات مسافر نے کھائے بس یہی نسبت دراہم میں بھی ہونا چاہیے کہ سات درہم پانچ والے کے اور ایک تین والے کے ہوئے اس قسم کے بہت قصے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذکاوت و فطانت پر دال ہیں..... (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

حقیقی بے وقوف کون؟

ہارون رشید کے زمانے میں ایک مجذوب تھے..... ان کا نام بہلول مجذوب تھا..... ہارون رشید ان سے مذاق کر لیا کرتا تھا..... لیکن ہنسی میں کبھی بہلول بہت پتے کی بات بھی کہہ جاتے

تھے... ایک دن بہلول ہارون رشید کے پاس گئے... اس نے انہیں ایک چھڑی دی اور کہا... بہلول! یہ چھڑی میں تمہیں دے رہا ہوں... تمہیں جو شخص اپنے سے زیادہ بے وقوف نظر آئے... یہ چھڑی اسے دے دینا... بہلول نے چھڑی لے لی... اور سنجیدگی سے اٹھ کر چلے آئے بات آئی گئی ہوگئی... شاید ہارون رشید بھی چھڑی کے بارے میں بھول گئے۔

کافی عرصہ بعد ہارون رشید سخت بیمار ہوگیا... بچنے کی امید نہ رہی... طبیبوں نے جواب دے دیا... ایسے میں بہلول ان سے ملنے کے لیے آئے... سلام کے بعد پوچھا... امیر المومنین کیا حال ہے... ہارون رشید نے جواب دیا... بہلول! بہت لمبا سفر درپیش ہے... کہاں کا سفر؟ بہلول نے پوچھا۔ آخرت کا سفر... ہارون رشید نے کہا... بہلول نے نہایت سادگی سے پوچھا... امیر المومنین واپسی کب ہوگی؟... تم بھی عجیب ہو بہلول... بھلا آخرت کے سفر سے بھی کوئی واپس ہوا ہے... بہلول نے یہ سن کر حیرت ظاہر کی اور بولے... اچھا!... تب آپ واپس نہیں آئیں گے... نہیں! اس سفر سے کوئی واپس نہیں آتا... اس پر بہلول نے کہا... تو پھر آپ نے اس سفر کے لیے کتنے حفاظتی دستے روانہ کیے ہیں... اور آپ کے ساتھ کون کون جائے گا... کیا کیا حفاظتی انتظامات ہوں گے... ہارون رشید کا منہ بن گیا... بولا! کیا بات کرتے ہو... بہلول آخرت کے سفر میں کوئی ساتھ نہیں جاتا... تنہا ہی جو جاتا ہوں...

اب بہلول بولے... اچھا!... اتنا لمبا سفر اور مددگار ساتھ نہیں... پھر تو یہ لیجئے اپنی چھڑی... یہ امانت واپس ہے... مجھے آپ کے علاوہ کوئی انسان اپنے سے زیادہ بے وقوف نہیں ملا... آپ جب بھی چھوٹے سفر پر جاتے تھے... تو ہفتوں پہلے اس کی تیاریاں شروع ہوجاتی تھیں... حفاظتی دستے آگے چلتے تھے... خدام ساتھ ہوتے تھے... پورا لشکر ساتھ چلتا تھا... لیکن اتنے لمبے سفر جس سے واپسی بھی نہیں ہوگی... آپ نے کوئی تیاری نہیں کی؟... ہارون رشید یہ سن کر رو پڑا اور کہا... بہلول! ہم تو تجھے دیوانہ سمجھتے رہے... آج پتہ چلا... تمہارے برابر کا تو کوئی عقل مند نہیں...

بنی اسرائیل کے ایک عابد و زاہد کا عجیب واقعہ

حدیث میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے بنی اسرائیل کے ایک عابد و زاہد شخص کا اور یہ حدیث علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا عابد و زاہد

شخص تھا رات دن اللہ کی عبادت کرتا تھا چونکہ صاحب عیال تھا اس لئے کمانے کا بھی کچھ دھندا تھا..... دوکان کی صورت میں تھوڑی سی تجارت تھی مگر اس کا دل اس سے الجھتا تھا اور چاہتا تھا کہ یہ سب چھوٹ جائے..... میں ہر وقت عبادت ہی میں لگا رہوں مگر سوچتا کہ بیوی بچوں کا کیا کروں بہرحال ایک دن اسے جذبہ آیا اور ساری تجارت و دولت کو اس نے بیوی اور بچوں کے نام کیا اور خود فارغ ہو گیا اور سب سے رخصت ہو کر سمندر کے بیچ میں پہنچ گیا وہاں ایک ٹیلہ تھا اس پر ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنا لی کہ اب ہر وقت اس میں بیٹھ کر اللہ کی عبادت میں مصروف رہوں گا..... ان مذاہب میں رہبانیت جائز تھی یعنی ساری دنیا کو آدمی چھوڑ کر ایک کونے میں جا بیٹھے اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی..... یہ شخص اپنے مذہب کے مطابق جا کر بیٹھ گیا..... گویا اس نے بڑی بھاری عبادت کی چونکہ مخلص تھا اور صاحب دل تھا اس لئے اس سمندر کے بیچ والے ٹیلے پر جہاں نہ کوئی جہاز آ سکے اور نہ کوئی کشتی وغیرہ جا سکے حق تعالیٰ نے وہاں اپنے فضل سے وہاں ایک میٹھا چشمہ جاری کر دیا اور اسی پہاڑی پر ایک انار کا درخت اگا دیا اس عابد کا کام یہ تھا کہ روزانہ ایک انار کھا لیا اور ایک کٹورا پانی پی لیا اور چوبیس گھنٹے عبادت میں مصروف رات اور دن اسی طرح سے اس کی عمر پانچ سو برس کی عمر ہوئی اور یہ پانچ سو برس اسی شان سے گزرے اب اس کے انتقال کا وقت آیا اس نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ یہ تیرا فضل تھا کہ تو نے مجھے عبادت میں لگایا اب میری خواہش کہ مجھے سجدے کی حالت میں موت دیجئے تاکہ خاتمہ میرا عبادت کے اوپر ہو اور دوسری درخواست یہ ہے کہ سجدے کی حالت میں میرے بدن کو قیامت تک محفوظ رکھئے..... نہ زمین کھائے اور نہ کیڑے مکوڑے کھائیں تاکہ قیامت تک میں تیرا عبادت گزار بندہ بن کے رہ جاؤں حق تعالیٰ نے اس کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں..... عین نماز کے اندر سجدے کی حالت میں انتقال ہوا اور اس کا بدن محفوظ ہے..... حضور فرماتے ہیں کہ آج تک محفوظ ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس ٹیلے کے اوپر بڑے بڑے گنجان درخت ایسے اگا دیے ہیں کہ وہاں تک نہ ہوئے ہیبت کھاتے ہیں اس لئے وہاں کوئی نہیں جاتا ہے مگر بدن آج تک محفوظ ہے قیامت تک محفوظ رہے گا..... وہاں نہ کوئی جانور جاتا ہے اور نہ کوئی انسان جاتا ہے اسی

عدالت میں حق تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوگی..... حق تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اے بندے میں نے اپنے فضل وکرم سے تجھے بخشا اور تجھے بڑے مقامات دیئے جنت میں جا کر آرام کرو۔ بندہ عرض کرے گا کہ اے اللہ میں نے تو ساری عمر تیری عبادت میں گزاری پھر بھی تیرے فضل سے جنت میں جاؤں گا..... میں تو اپنی عبادت کے بدلے جنت میں جا رہا ہوں..... اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ نہیں ہم اپنے فضل سے جنت میں بھیج رہے ہیں..... وہ پھر کہے گا کہ نہیں اے اللہ پھر میری عبادت کس کام آئے گی..... میں تو اپنی عبادت کے بدلے جنت میں جا رہا ہوں .. تو حکم ہوگا کہ اسے جہنم کے قریب لے جا کر کھڑا کر دو جہنم میں داخل نہ کرنا اسے اتنی دور رکھو کہ جہنم کا راستہ وہاں سے پانچ سو برس کا ہو۔ فرشتے اسے لے جائیں گے اور لے جا کر کھڑا کر دیں گے جہنم کی طرف سے ایک گرم ہوا اور آگ کی لپٹ آئے گی اس کی وجہ سے وہ سر سے پاؤں تک خشک ہو جائے گا اور اس کی زبان پر کانٹے کھڑے ہو جائیں گے اور پیاس پیاس چلانا شروع کرے گا اس وقت غیبی ہاتھ ظاہر ہوگا جس میں ٹھنڈے پانی کا ایک کٹورہ ہوگا یہ عابد دوڑے گا کہ اے خدا کے بندے یہ پانی مجھے دیدے میں پیاس سے مرنے کے حال میں ہوں ..... آواز آئے گی کہ کٹورہ تو ملے گا پانی کا مگر اس کی قیمت ہے مفت نہیں ملے گا..... وہ پوچھے گا کہ اس کی کیا قیمت ہے..... کہا جائے گا کہ جس نے خالص پانچ سو برس کی عبادت کی ہو وہ اگر کوئی پیش کرے تو یہ کٹورہ پانی کا اسے مل سکتا ہے..... عابد کہے گا کہ میرے پاس ہے پانچ سو برس کی عبادت وہ اس عبادت کو پیش کر دے گا اور وہ کٹورہ لے کر پانی پئے گا تو کچھ جان میں جان آ جائے گی..... حق تعالیٰ کہیں گے کہ اسے واپس لاؤ پھر اس کی پیشی ہوگی حق تعالیٰ دریافت فرمائیں گے کہ اے بندہ تیری پانچ سو برس کی عبادت کے صلے سے تو ہم آزاد ہو گئے پانچ سو برس کی عبادت کے بدلے ایک کٹورہ پانی کا لیا اور یہ قیمت تو نے خود تجویز کی لہذا اب تو برابر سرابر ہو گیا..... اب ہمارے ذمے کچھ نہیں تجھے تیری عبادت کا صلہ مل گیا..... اب وہ جو تم نے ہزاروں دانے اندر کے کھائے ہیں ایک ایک دانے کا حساب دیدے اس کے بدلے میں کتنی لذتیں چکھی ہیں..... کتنے کپڑے پہنے ہیں اور ہزاروں کٹورے پانی کے پیئے ہیں ایک ایک قطرے کا حساب دیدے..... کس پانی

بدلے کتنی عبادتیں کی ہیں اور وہ جو فضا اس نفس لیتا تھا جس سے زندگی قائم تھی ایک ایک سانس کا حساب دے دے کہ اس کے بدلے میں کیا عبادتیں لے کر آیا ہے..... اور وہ جو تیری آنکھوں میں ہم نے روشنی دی تھی اور تار نگاہ سے ایک ایک چیز کو دیکھتا تھا ایک ایک تار نگاہ کا حساب دے دے کہ اس کے بدلے میں کتنی عبادتیں لے کر آیا ہے پانچ سو برس کی عبادت کا بدلہ تو ایک کٹورہ پانی ہو گیا اب جو دوسری نعمتیں استعمال کی ہیں ان کا حساب دیدے..... یہ عابد گھبرا جائے گا اور کہے گا کہ بے شک اے اللہ نجات آپ کے ہی فضل سے ہوگی کسی کا عمل کسی کو نجات نہیں دلائے گا..... حقیقت یہ ہے کہ اگر لاکھوں برس عبادت کرے گا تو وہ بھی ذریعہ نجات نہیں بن سکے گا جب تک کہ فضل خداوندی نہ ہو اس لئے کہ وہ جو عبادت کرے گا اس کی طاقت کون دے گا..... ظاہر بات ہے وہ طاقت بھی وہی دے گا اور طاقت آنے کے بعد جو ارادہ دل میں ہوگا وہ ارادہ کون پیدا کرے گا وہ بھی وہی پیدا کریگا پھر توفیق کون دے گا؟ وہ بھی وہی دیگا پھر آپ نے کیا کیا؟ سب کچھ تو انہوں نے کرایا..... ارادہ انہوں نے دیا طاقت انہوں نے دی..... توفیق انہوں نے دی آپ نے صرف چار سجدے کر لئے تو کیا کمال کیا اور ان سجدوں میں بھی آپ نے جو حرکت کی بدنی طاقت سے وہ طاقت بھی آپ کی ذاتی نہیں تھی وہ بھی انہی کی دی ہوئی تھی..... تو اول سے لے کر آخر تک کام تو سارا ان کا ہے اور کہتے پھریں آپ کہ میں نے کیا اور پھر آدمی اس پر فخر کرے فضول ہے..... بلکہ موقعہ شکر کا ہے کہ تمام نعمتیں اس نے اپنے فضل سے دے دی ہیں..... (خطبات طیب)

ایک بزرگ کا دلچسپ واقعہ

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو نقل کرتے ہوئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجمیری نے ایک بزرگ خواجہ احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ..... انہوں نے تیس سال تک رات کے وقت قیام کیا..... وہ ہر رات دو رکعت نماز میں دو دفعہ قرآن مجید ختم فرماتے..... انہوں نے خداوند تعالیٰ کو اس کی شان کے مطابق خواب میں دیکھا..... اس کے بعد باقی عمر (ستر سال) وہ نہیں سوئے.....

فرماتے ہیں..... جب ان کا وصال ہونے کے قریب پہنچا..... تو ایک بزرگ نے آپ

کو خواب میں دیکھ کر پوچھا... کیف حالک... آپ کی کیا حالت میں کس طرح دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں؟... انہوں نے فرمایا... میں سیر دات طور پر جا رہا ہوں... اے عزیز! آج ستر سال کا عرصہ گزر رہا ہے... کہ میں نے وہ خواب دیکھا تھا... آج تک میں نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا... اس وقت بھی میں اسی (حالت وجدانی) میں غرق ہو کر جا رہا ہوں...

پادری لاجواب

ایک پادری تقریر کر رہا تھا... کہنے لگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں... (نعوذ باللہ)۔ ایک دیہاتی نے یہ سنا۔ تو پادری سے پوچھا... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ تمہارے خدا کا کوئی اور بیٹا بھی ہے؟... پادری بولا... نہیں... دیہاتی نے پوچھا۔ تمہارے خدا کی عمر کیا ہے؟... پادری نے کہا۔ خدا کی تو ابتداء ہے۔ نہ انتہاء ہے۔ اس کی عمر کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔ دیہاتی کہنے لگا۔ پھر تو تمہارے خدا سے میں ہی اچھا ہوں۔ پچاس سال میری عمر ہے... اور میرے تین بچے ہیں۔ اور نہ جانے آئندہ اور بھی ہوں گے...

شکر اور صبر کے عجیب واقعات

مشہور تابعی حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ مصائب و تکالیف پر بہت صبر کرنے والے تھے۔ صبر و استقامت کے پیکر تھے۔ ایک مرتبہ ولید بن یزید سے ملنے دمشق روانہ ہوئے... تو راستے میں چوٹ لگ کر پاؤں زخمی ہو گیا۔ درد کی شدت سے چلنا دو بھر ہو گیا۔ سخت تکلیف کے باوجود ہمت نہ ہاری اور دمشق پہنچ گئے... ولید نے فوراً طبیبوں کو بلوا بھیجا۔ انہوں نے زخم کا بغور جائزہ لینے کے بعد پاؤں کاٹنے کی رائے پر اتفاق کیا... حضرت عروہ کو جب اس کی اطلاع کی گئی تو انہوں نے منظور کر لیا۔ مگر پاؤں کاٹنے سے پہلے بیہوشی کے لیے نشہ آور دوا کے استعمال سے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا... کہ میں کوئی لمحہ اللہ کی یاد سے غفلت میں نہیں گزار سکتا...

چنانچہ اسی حالت میں آرہ گرم کر کے ان کا پاؤں کاٹ دیا گیا... اور انہوں نے کسی قسم کی تکلیف کا اظہار نہ کیا۔ پھر اپنا کٹا ہوا پاؤں سامنے رکھ کر فرمایا... کیا غم ہے... اگر مجھے ایک عضو کے بارے میں آزمائش میں ڈال کر باقی اعضاء کے سلسلے میں امتحان سے

بچالیا گیا ہے... ابھی وہ اتنا ہی کہہ پائے تھے... کہ انہیں خبر ملی... ان کا ایک بیٹا چھت سے گر کر انتقال کر گیا ہے... انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی... اور فرمایا... اللہ تیرا شکر ہے... کہ تو نے ایک جان لی اور تین جانوں کو سلامت رکھا... (کیوں کہ باقی بیٹے سلامت تھے)... (سچ ہے کہ شکر کی حقیقت انہی حضرات کی پہنچ تھی اور عشق الٰہی کا دھن بھی ان ہی کو زیبا تھا)... بقول کسی کے...

دل کا ہر داغ تبسم میں چھپا رکھا ہے
ہم نے ہر غم کو غم یار بنا رکھا ہے
نوک ہر خار سے پوچھو وہ گواہی دے گے
ہم نے کانٹوں میں بھی گلزار کھلا رکھا ہے
خود میرے دل نے تراشے ہیں غموں کے پیکر
میرے مولا نے تو ہر غم سے بچا رکھا ہے

اس واقعہ کے بعد ولید کے پاس قبیلہ عبس کے کچھ لوگ آئے... جن میں ایک بوڑھا اور آنکھوں سے اندھا شخص بھی تھا... ولید نے اس سے اس کا حال پوچھا اور اس کی بینائی کے ختم ہونے کا سبب دریافت کیا... تو وہ بتانے لگا... میں اپنے اہل وعیال اور تمام مال واسباب لیے ایک قافلے کے ساتھ سفر میں نکلا... اہل قافلہ میں سے شاید ہی کسی کے پاس اتنا مال ہو... جتنا میرے پاس تھا... ہم نے ایک پہاڑ کے دامن میں رات گزارنے کے لیے پڑاؤ ڈالا... آدھی رات کے وقت جب سب میٹھی نیند سو رہے تھے... خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اچانک سیلاب آ گیا... جو انسان... حیوانات... مال واسباب سب کچھ بہا لے گیا... میرے اہل وعیال اور مال واسباب میں سے سوائے ایک اونٹ اور میرے ایک چھوٹے بچے کے علاوہ کچھ نہ بچا...

میں ابھی اس ناگہانی آفت سے سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ میرا اونٹ بھاگ گیا... میں اس کے پیچھے گیا تو یکدم بچے کے چیخنے چلانے نے قدموں کو روک لیا... الٹے پاؤں واپس بچے کے پاس آیا... تو کیا دیکھتا ہوں... کہ ایک بھیڑیے نے میرے معصوم لخت جگر کو اپنے خونی جبڑوں میں دبوچا ہوا ہے... اور وہ معصوم اس کے بے رحم جبڑوں میں زندگی کی بازی ہار چکا ہے...

یہ دل خراش منظر دیکھنے کے بعد میں پھر اس اونٹ کے پیچھے ہولیا۔۔ جب اس کے قریب پہنچا تو اس نے مجھے دولتی دے ماری۔۔ جس کی وجہ سے میری بینائی چلی گئی۔۔۔ اس طرح میں مال وعیال کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔۔ اس کی یہ داستان غم سن کر ولید کی آنکھیں پرنم ہوگئیں اور اس نے کہا۔۔ جاؤ۔۔۔ عروہ بن زبیر سے کہہ دو۔۔ تمہیں صبر و شکر مبارک ۔۔ اس لیے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں۔۔۔ جو تم سے زیادہ دکھوں اور مصیبتوں کے مارے ہیں۔۔۔

میا دے کے غم جاناں کیوں عشرت دنیا لوں
غم زیست کا حاصل ہے اس غم سے مفر کیوں

نالائق شاگرد

ایک شخص کشتی لڑنے کے فن میں مشہور تھا۔۔۔ وہ تین سو ساٹھ داؤ پیچ جانتا تھا اور ہر روز ان میں سے ایک داؤ کے ساتھ کشتی لڑتا تھا۔۔۔ ایک شاگرد پر وہ بہت مہربان تھا۔۔ اس کو تین سو انسٹھ داؤ سکھا دیئے اور صرف ایک داؤ اپنے پاس رکھا۔۔۔ وہ نوجوان کچھ عرصہ میں زبردست پہلوان بن گیا اور دور دور تک اس کی شہرت پھیل گئی۔۔۔ ملک بھر میں کسی پہلوان کو اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔۔۔ ایک دفعہ اس نوجوان نے اپنی طاقت کے زعم میں بادشاہ وقت سے کہا کہ استاد کو مجھ پر جو فوقیت حاصل ہے وہ اس کی بزرگی اور تربیت کے حق کی وجہ سے ہے ورنہ میں قوت اور فن میں اس سے کم نہیں ہوں۔۔۔ بادشاہ کو اس کی یہ بات پسند نہ آئی اور اس نے استاد اور شاگرد میں کشتی کرانے کا حکم دیا۔۔۔ مقررہ دن کو اس دنگل کے لئے شاہانہ انتظامات کئے گئے اور اسے دیکھنے کے لئے خود بادشاہ۔۔۔ حکومت کے عہدیدار۔۔۔ دربار کے افسر اور ملک بھر کے پہلوان جمع ہوئے۔ نوجوان مست ہاتھی کی طرح دنگل میں آیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پہاڑ کو بھی اکھاڑ سکتا ہے۔۔۔ بوڑھا استاد سمجھ گیا کہ نوجوان شاگرد قوت میں اس سے بڑھ چکا ہے۔۔۔ تاہم وہ اس داؤ سے جو کہ اس نے اپنے پاس رکھا تھا نوجوان کے ساتھ بھڑ گیا۔۔۔ وہ اس داؤ کا توڑ نہیں جانتا تھا۔۔۔ استاد نے اس کو دونوں ہاتھوں سے سر پر اٹھا لیا اور پھر زمین پر پٹخ دیا۔۔۔ ہر طرف واہ واہ کا شور مچ گیا۔۔۔ بادشاہ نے استاد کو خلعت اور بیش بہا انعام سے سرفراز کیا اور نوجوان کو ملامت کی کہ تو نے اپنے محسن استاد سے مقابلہ کیا اور ذلیل ہوا۔۔۔ (گلستان سعدی)

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب دعوت اصلاح

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مسجد میں بیٹھے تھے... کہ ایک شخص نے ان سے کہا
... حضرت!... آپ کا وعظ کیا صرف شہر میں کام کرتا ہے... یا اس کے اثرات جنگل میں بھی
ہوتے ہیں؟... حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے اس بات کی وضاحت چاہی
تو وہ کہنے لگا... چند آدمی جنگل میں فلاں مقام پر موجود ہیں... انہوں نے ناچ گانے کی محفل
سجا رکھی ہے... اور شراب پی کر مست ہو رہے ہیں...

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر منہ لپیٹ کر جنگل کی طرف چل دیے...
جب وہ مطلوبہ مقام پر پہنچے تو دیکھا... کچھ لوگ شراب کے نشے میں مست تھے... ناچ گانا
ہو رہا تھا... وہ لوگ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر بھاگنے لگے... تو آپ نے فرمایا...
بھاگو مت... میں بھی تمہاری طرح پینے والا ہوں... میرے لیے بھی شراب لاؤ... شہر میں تو
میں پی نہیں سکتا... اس لیے سب سے چھپ کر یہاں آیا ہوں... ان کی بات سن کر وہ لوگ
رک گئے... پھر ان میں سے ایک کہنے لگا... افسوس!... شراب تو ختم ہو گئی ہے... آپ
فرمائیں تو شہر سے منگوا دی جائے... حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور بولے
... کیا ایسی کوئی صورت نہیں کہ شراب خود بخود یہاں آ جائے....

صاحب!... ہم میں تو ایسا کمال نہیں ہے... کہ شراب خود بخود حاضر ہو جائے
... ایک نے کہا... کیا میں تمہیں وہ بات سکھا دوں کہ شراب خود بخود آ جایا کرے... اور تم
اس کا مزہ لو... یہ سن کر سب لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے... آخر ایک نے کہا
... ضرور سکھا دیں... یہ کمال تو ضرور بتا دیں... ٹھیک ہے... تم لوگ نہا دھو کر... پاک
صاف کپڑے پہن کر میرے پاس آؤ... میں تمہیں وہ کمال سکھا دوں گا... وہ لوگ غسل
کرکے... پاک صاف کپڑے پہن کر... حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں
حاضر ہوئے... تو انہوں نے کہا... دو رکعت نماز پڑھو... جب وہ نماز میں مشغول ہو گئے...
تو آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے...

"اے اللہ!... میرا تو اتنا ہی کام تھا... میں نے انہیں تیرے سامنے کھڑا کر دیا ہے...

اب تجھے اختیار ہے... انہیں ہدایت دے دے یا گمراہی میں رکھ..."

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول ہوئی... اور ان سب کی زندگی بدل گئی... اللہ نے انہیں ہدایت دے دی تھی...

امیر کے ایک عبادت گزار نوکر کا واقعہ

لوگ بیان کرتے ہیں کہ کسی امیر کے یہاں ایک آدمی ملازم تھا بوڑھا مگر بڑا نمازی اور پکا دین دار جب نماز کا وقت ہوتا تو سب کام چھوڑ کر مسجد میں پہنچ جاتا اور بڑے اطمینان سے نماز ادا کرتا وہ امیر ایک دن اس نوکر کو اپنے ساتھ بازار لے گئے کچھ سامان خریدا اور اس کو پکڑا دیا کہ تو چل لے کر... راستے میں مغرب کی اذان ہوگئی... اس نے کہا کہ صاحب! مجھے نماز پڑھنی ہے اور ان امیر صاحب کی یہ حالت تھی کہ کبھی بھول کر بھی انہوں نے سجدہ نہیں کیا تھا... یعنی وہ نمازی نہیں تھے اور ہمیشہ اس نوکر پر جملے کستے تھے کہ کمبخت جب دیکھو نماز جب دیکھو نماز یعنی اس کا کام رہ گیا ہے تو نماز کے وقت اس ملازم نے کہا صاحب! اب میں نماز پڑھنے جاتا ہوں... اس نے پھر عادت کے مطابق وہی الفاظ دہرائے کہ جب دیکھو نماز جب دیکھو نماز... یہ بڈھا سنخیا گیا ہے... اپنی حرکت سے باز نہیں آتا... جا جلدی سے نماز پڑھ کر آ... وہ گیا فرض نماز پڑھی وہ امیر صاحب باہر مسجد کے دروازے پر سیڑھیوں پر کھڑے ہوگئے انتظار میں کہ نماز پڑھ کر آئے گا اس نے فرض سے فارغ ہوکر سنتیں وغیرہ شروع کر دیں اس نے سوچا کہ اب آئے گا اس نے سنتوں کے بعد صلوٰۃ الاوابین شروع کر دیں... جب دو رکعت پڑھ لی تو اس نے پکار کر کہا آتا کیوں نہیں؟ جواب دیا کہ آنے نہیں دیتے اور یہ کہہ کر پھر نیت باندھ لی... اب یہ غصہ میں بھن رہا ہے جب اس نے سلام پھیرا تو پھر کہا کہ کمبخت آتا کیوں نہیں... اس نے پھر کہا جی! آنے نہیں دیتے اور یہ کہہ کر پھر نیت باندھ لی اب وہ امیر غصے میں کھڑے ہوئے ہیں اور دل میں پیچ و تاب کھا رہے ہیں... جب چھ رکعتیں پڑھ چکا اور انہوں نے پکارا کہ ابے جلدی آ اس نے پھر کہا کہ جی! آنے نہیں دیتے... انہوں نے کہا کہ ابے کون نہیں آنے دیتا ہے جواب دیا کہ جی جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتا ہے... وہ مجھے مسجد سے باہر نہیں آنے دیتا ہے آپ پر پابندی

عطا فرما دی اور مجھے بلا لیا ہے..... تو حقیقت یہ ہے کہ عبادت ہم نہیں کرتے بلکہ وہ کراتے ہیں ہم سے یہ ہمارا خیال غلط ہے کہ ہم عبادت کر رہے ہیں وہ اگر قبول نہ کرے تو آدمی ایک سجدہ بھی نہیں کر سکتا ہے تو یہ صرف فضل خداوندی ہے تو اس لئے نجات جو ہوگی وہ ہمارے عمل سے نہیں ہوگی وہ ہوگی فضل خداوندی سے عمل صرف معین ہوگا ... (خطبات طیب)

مقام حطیم کی تاثیر

امام الازرقی نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے... فرماتے ہیں کہ ... الحطیم ...رکن... مقام ملتزم اور حجر کے درمیان ہے... اساف اور نائلہ ایک مرد اور عورت تھے... وہ کعبہ میں داخل ہوئے... تو مرد نے عورت کو کعبے کے اندر بوسہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پتھر بنا دیا... پھر کعبہ سے نکال کر ایک کو زمزم کی جگہ نصب کیا گیا اور دوسرے کو کعبہ کے سامنے رکھ دیا گیا... تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں... اور ان جیسے افعال شنیعہ سے اجتناب کریں...

اس جگہ کو حطیم کہا جاتا ہے... کیونکہ یہاں قسمیں اٹھانے کے لیے لوگ جمع ہوتے تھے... اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے... یہاں جس ظالم کے متعلق بددعا کی گئی وہ ہلاک ہو گیا... اور بہت کم یہاں گناہ کی قسم اٹھائی گئی... لیکن فوراً اس کو سزا ملی... یہ لوگوں کو ظلم سے روکنے والی جگہ ہے... اور لوگ یہاں جھوٹی قسمیں اٹھانے سے ڈرتے تھے... یہ معاملہ اسی طرح چلتا رہا... حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا سراج منیر طلوع فرمایا... پس اب اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک مؤثر فرما دیا...

تاثیر بیت اللہ

امام الازرقی نے عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے... فرماتے ہیں... بنی کنانہ کا ایک شخص زمانہ جاہلیت میں اپنے چچا کے بیٹے پر ظلم و ستم روا رکھتا تھا... اس نے اسے اللہ تعالیٰ اور اپنی قرابت کے واسطے دیئے لیکن اس نے انکار کیا... وہ لڑکا حرم شریف میں داخل ہو گیا اور اس نے دعا مانگی... اے اللہ!... میں تجھ سے ایک مجبور شخص کی طرح دعا کرتا ہوں کہ... تو میرے چچا کے بیٹے کو ایسی بیماری میں مبتلا کر دے... جس کا کوئی علاج اور دوا نہ ہو...

راوی فرماتے ہیں... وہ لڑکا دوڑ کر آیا تو اس کے چچا کا بیٹا پیٹ کی بیماری میں مبتلا تھا... جس کا پیٹ مشکیزہ کی طرح پھولتا گیا... حتیٰ کہ پھٹ گیا... عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے یہ واقعہ ابن عباس سے بیان کیا... تو انہوں نے فرمایا... میں نے ایک شخص دیکھا تھا... جس نے اپنے چچا کے بیٹے کے لیے اندھا ہونے کی دعا کی تھی... پھر میں نے اسے دیکھا کہ اندھے کو پکڑ کر لایا جاتا تھا...

شہزادے کا مسلمان ہونا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس فارس کا ایک شہزادہ آیا آپ نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے انکار کیا آپ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا..... وہ کہنے لگا کہ امیر المومنین آپ مجھے قتل تو کریں گے ہی لیکن اس سے پہلے میری ایک درخواست پوری کر دیجئے وہ یہ کہ مجھ کو پانی پلا دیجئے میں پیاسا ہوں آپ نے حکم دیا کہ اس کو پانی پلا دیا جائے جب پانی اس کے پاس آیا وہ کہنے لگا امیر المومنین اس کا وعدہ فرمائیں کہ جب تک میں پانی نہ پی لوں اس وقت تک مجھے قتل نہ کیا جائے..... حضرت عمر نے وعدہ فرما لیا اس نے وہ پانی زمین میں گرا دیا اور کہا لیجئے آپ مجھ کو قتل کیجئے آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس شخص نے دھوکا دیا پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کو رہا کر دیا جائے..... حضرات کیسا ہے ایسا قانون جو ایک قیدی کے مقابلہ میں سلطان وقت کو عاجز کر دے کہ اب وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا مگر اس کا یہ اثر ہوا کہ اس شہزادے نے تھوڑی دیر کے بعد کہا اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله..... کہنے لگا امیر المومنین اسلام میرے دل میں پہلے ہی آ چکا تھا مگر اس وقت اگر میں اسلام لاتا تو آپ یہ سمجھتے کہ تلوار کے خوف سے اسلام لایا ہے اس واسطے میں نے یہ تدبیر کی کہ پہلے آپ کو اپنے قتل سے عاجز کر دیا... پھر اسلام ظاہر کیا... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی بڑی قدر ہوئی اور ان سے امور سلطنت میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

بچے کی ذہانت کا یادگار واقعہ

ایک ریاست کا ہندو راجہ کا انتقال ہو گیا اس کی اولاد میں ایک نابالغ بچہ تھا جو اس کا

جانشین ہونا چاہیے تھا مرنے والے کے بھائی کو طمع ہوئی کہ ریاست مجھے ملنی چاہیے.... بچہ اس کو نہیں چلا سکتا.... وزراء ریاست کی خواہش تھی کہ یہ بچہ ہی اپنے باپ کی ریاست کا وارث بنے.... معاملہ بادشاہ وقت عالمگیرؒ کی خدمت میں پیش ہوتا تھا.... وزراء اس بچہ کو لے کر دہلی پہنچے اور راستہ میں بچہ کو ممکنہ سوالات کے جوابات سکھاتے رہے کہ بادشاہ تم سے یہ سوالات کریں تو تم یوں کہنا.... جب وہ سب اپنی تعلیم ختم کر چکے اور دہلی پہنچے تو بچے نے وزراء سے کہا کہ یہ سوالات و جوابات تو آپ نے مجھے بتلا دیئے اور میں نے یاد کر لئے لیکن اگر بادشاہ نے ان کے علاوہ کوئی اور سوال کر لیا تو کیا ہوگا.... وزراء نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ آپ اتنے عقل مند ہیں ورنہ راستہ میں ہم آپ سے کچھ بھی نہ کہتے.... بس اب ہمیں فکر نہیں جس کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے اس کو جواب بھی اللہ ہی سکھلائے گا.... پھر ہوا یہ کہ جب یہ لوگ دربار میں پہنچے تو دربار برخواست ہو چکا تھا.... عالمگیرؒ اپنے زنانہ مکان میں چلے گئے تھے.... اس بچہ کے آنے کی اطلاع ملی تو اس کو اندر مکان ہی میں بلا لیا.... اس وقت عالمگیرؒ گھر کے ایک حوض کے کنارہ پر تہبند باندھے ہوئے نہانے کے لئے تیار تھے.... یہ بچہ حاضر ہوا تو ہنسی کے طور پر عالمگیرؒ نے بچہ کے دونوں بازو پکڑ کر حوض کی طرف اٹھایا اور کہا کہ ڈال دوں.... بچہ یہ سن کر ہنس پڑا.... بادشاہ نے ان کو نظر تادیب سے دیکھا تو بچہ بولا کہ مجھے ہنسی اس پر آ گئی کہ آپ کی ذات تو ایسی ہے کہ جس کی ایک انگلی پکڑ لیں اس کو کوئی دریا غرق نہیں کر سکتا.... میرے تو آپ دونوں بازو تھامے ہوئے ہیں میں کیسے ڈوب سکتا ہوں.... عالمگیرؒ نے اس کو گود میں اٹھا لیا اور ریاست اس کے نام لکھ دی.... (انمول موتی)

قیمتی ہار کا واقعہ

راوی کا کہنا ہے کہ.... میں مکہ مکرمہ میں رہ رہا تھا.... ایک دفعہ مجھ پر بہت سخت دور آیا.... غربت کی وجہ سے کئی کئی دن فاقے کاٹنے پڑے.... بھوک کی وجہ سے میں بہت کمزور ہو گیا.... میرے پاس اتنی رقم بھی نہ تھی کہ اس سے کچھ کھانا خرید سکوں.... ایک دن میں کھانے کی تلاش میں گھر سے باہر نکلا.... چلتے چلتے مجھے اچانک ایک ریشمی تھیلی ملی.... میں

تے اسے اٹھا لیا... گھر لا کر کھولا تو اس میں ایک خوبصورت موتیوں کا قیمتی ہار تھا... میں نے زندگی بھر ایسا خوبصورت اور اعلیٰ ہار نہیں دیکھا تھا... میرے دل میں آیا کہ اس کو بیچ کر کھانا خرید لوں... لیکن میرے دل نے کہا کہ مالک کی اجازت کے بغیر ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہے... یہ سوچ کر میں نے اسے اپنے گھر میں بطور امانت رکھ لیا... تاکہ جب بھی اس کا مالک ملے تو اس کو صحیح سلامت واپس کر سکوں...

تھوڑی دیر بعد میں گھر سے باہر نکلا... تو ایک بڑے میاں کو بہت پریشان حال دیکھا... ان کے پاس ایک کپڑے میں پانچ سو دینار تھے... اور وہ اعلان کر رہے تھے... کہ میری موتیوں کی ایک تھیلی گم ہو گئی ہے... جو آدمی بھی مجھے میری موتیوں کی تھیلی لا کر دے گا... میں اسے پانچ سو ۵۰۰ دینار انعام دوں گا... میں نے سوچا کہ یہ تو بہت بڑا انعام ہے... اور میرا تو ویسے بھی غربت سے برا حال ہے... کیوں نہ یہ انعام کی حلال رقم لے کر اپنی ضرورت پوری کر لوں... چنانچہ میں بڑے میاں کے پاس گیا... اور ان سے موتیوں کے ہار کی نشانیاں پوچھیں... جو انہوں نے سب ٹھیک ٹھیک بتا دیں...

میں نے بڑے میاں سے کہا... میرے ساتھ آ جائیے... میں انہیں اپنے گھر لے آیا اور موتیوں کی تھیلی ان کے سپرد کر دی... وہ بہت خوش ہوئے اور پانچ سو دینار نکال کر مجھے دینا چاہے... میں نے لینے سے انکار کر دیا... حالانکہ یہ رقم میرے لیے بالکل حلال تھی اور میں کئی دنوں سے بھوک اور فاقوں میں مبتلا تھا... لیکن خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے... اور ایک مسلمان کا دل خوش کرنے کے لیے... میں نے اسے اس کی گمشدہ چیز صحیح سلامت واپس کر دی... اور اللہ کی خوشنودی اور رضامندی کی خاطر میں نے پانچ سو دینار انعام لینے سے انکار کر دیا...

کافی عرصہ بعد میں بحری جہاز کے ذریعے ایک سفر پر روانہ ہوا... اتفاق سے سمندری طوفان آیا... جہاز ٹوٹ گیا اور لوگ ڈوب گئے... میں جہاز کے ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر سوار ہو گیا... وہ تختہ سمندری موجوں پر تیرتا ہوا ایک جزیرے پر پہنچ گیا... میں بہت غمگین اور پریشان تھا کہ کسی انجانی جگہ پر آ گیا ہوں... اسی سوچ میں گم تھا کہ مجھے اس جزیرے میں ایک آبادی نظر آئی... میں وہاں کی مسجد میں گیا... تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں... کہ اللہ نے مجھے سمندر میں

ڈوبنے سے بچالیا... اور صحیح ساحل تک پہنچا دیا... مسجد میں میں نے قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر کرنا شروع کر دیا... اور اسی اثناء میں نماز کا وقت ہو گیا... جزیرہ والوں نے مجھے نماز پڑھانے کو کہا... میں نے نماز پڑھائی تو وہ بہت خوش ہوئے کہ میں قرآن اچھی طرح پڑھتا ہوں... انہوں نے مجھے قرآن مجید پڑھانے اور سکھانے کی درخواست کی... جو میں نے خوشی سے قبول کر لی اور انہیں پڑھانے لگا... چونکہ جزیرہ والے ان پڑھ تھے... اس لیے میں نے وہاں کے نوجوانوں اور بچوں کو لکھائی سکھانا بھی شروع کر دی... اور میں ان کے پاس وہیں رہنے لگا...

جزیرہ والوں کی مجھ سے عقیدت اور محبت بڑھنے لگی... چنانچہ ایک دن جزیرہ والوں نے مجھے کہا کہ ہمارے پاس ایک یتیم لڑکی ہے... اور اس جیسی نیک لڑکی پورے جزیرے میں نہیں ہے... اس کے پاس مال بھی بہت ہے... ہماری خواہش ہے... کہ تم اس یتیم لڑکی سے شادی کر لو... کیونکہ پورے جزیرہ میں تمہارے جیسا نیک اور دین کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے... میں نے کہا کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتا... جزیرہ والوں نے کہا کہ... نہیں... آپ کو ہر صورت میں اس لڑکی سے شادی کرنی ہوگی... چنانچہ مجھے ان کی بات ماننا پڑی... اور میں شادی کرنے پر راضی ہو گیا... جب میرا نکاح ہو گیا... تو انہوں نے لڑکی کو دلہن بنا کر میرے پاس بھیج دیا... میں نے جب لڑکی کو دیکھا... تو میری نگاہ اس کے گلے میں لٹکے ہوئے ہار پر پڑی... میں اسے دیکھتا رہ گیا... کیونکہ یہ تو وہی قیمتی موتیوں والا ہار تھا... جو میں نے مکہ مکرمہ میں بڑے میاں کو واپس کیا تھا...

یہ دیکھ کر میری حیرت کی انتہاء نہ رہی... اور میں کئی گھنٹے تک ہار ہی کو دیکھتا رہا... اور اللہ کی قدرت کے کرشمے سوچتا رہا... اگلے دن جب لوگوں کو پتہ چلا کہ میں نے بیوی سے بات تک نہیں کی... اور مسلسل ہار کو ہی دیکھتا رہا تو لوگ بڑے حیران ہوئے... اور مجھ سے کہنے لگے کہ آپ عجیب آدمی ہیں... کہ اس ہار کو ہی دیکھتے رہے... آخر اس میں حیرت اور تعجب کی کیا بات تھی؟... میں نے لوگوں کو ہار والا سارا قصہ سنایا... جو مکہ مکرمہ میں پیش آیا تھا... یہ قصہ سن کر لوگوں نے خوشی سے نعرہ تکبیر لگانا شروع کر دیا... اب میں بڑا حیران ہوا... کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟... آخر اس قصہ میں خوشی کی بات کون سی ہے...؟... یہ لوگ اتنے خوش کیوں ہو رہے ہیں؟... تب لوگوں نے مجھے بتایا کہ... وہ بڑے میاں جن کو آپ نے

ہار واپس لوٹا دیا تھا... وہ اس لڑکی کے والد تھے... اور وہ جب مکہ مکرمہ سے واپس آئے... تو وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے... کہ میں نے کسی مخلص مسلمان کو نہیں دیکھا... مگر صرف ایک شخص ... وہ بہت نیک اور امانت دار تھا... اس نے میرا گمشدہ ہار واپس کیا تھا... وہ بڑے میاں ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے... کہ اے اللہ! اس آدمی سے میری دوبارہ ملاقات کروا دے... تاکہ میں اپنی بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کر دوں... لوگوں نے کہا کہ... بڑے میاں کی آرزو آج پوری ہو گئی ہے... اس لیے ہم خوشی سے نعرے لگا رہے ہیں...... ہمیں یہ حیرت انگیز واقعہ شیخ محمد یعقوب نے سنایا... جو اصل میں بغداد شہر کے رہنے والے تھے... واقعی اللہ تعالیٰ انسان کو نیکی کا صلہ ضرور دیتے ہیں...!

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کا واقعہ

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ جو ہماری ساری جماعت دیوبند کے شیخ طریقت ہیں اکابر اولیاء میں سے ہیں... ۱۸۵۷ء میں انہوں نے ہجرت کیا ہے پھر حضرت نے مکہ معظمہ کی طرف ہجرت فرمائی... وہیں ان کی وفات ہوئی مکہ معظمہ میں پہنچ کر پوری عمر کبھی سیاہ جوتا نہیں پہنا... لوگوں نے شروع شروع میں تو اتفاقی بات سمجھ مگر جب لوگ کالے رنگ کا جوتا لاتے تو ان سے فرماتے کہ دوسرے رنگ کا لاؤ یا سفید لاؤ... یہ جوتا نہیں پہنوں گا... جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت کا طریقہ ہے تو پوچھا کہ حضرت سیاہ جوتے میں کیا حرج ہے؟ فرمایا کہ بیت اللہ شریف کا غلاف سیاہ ہے، ادب مانع ہوتا ہے کہ اس رنگ میں اپنے پیروں میں استعمال کروں... حالانکہ سیاہ جوتا پہننا شرعاً جائز ہے کوئی قباحت و نقصان نہیں ہے مگر چونکہ جب ادب کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی بعض جائز چیزوں کو بھی ترک کر دیتا ہے کیونکہ اس جائز چیز کے استعمال کرنے میں ادب مانع ہوتا ہے... جیسے حضرتؒ نے فرمایا کہ مجھے حیا آتی ہے کہ وہ رنگ جو بیت اللہ کے غلاف کا ہے اس کو پاؤں میں ڈالوں تو ظاہر بات ہے کہ یہاں جائز و ناجائز کی بحث نہیں یہ تو محبت کا غلبہ ہے چونکہ محبت خداوندی اتنی غالب تھی کہ اسی کے مطابق محبت کعبہ بھی اسی قدر غالب تھی کہ اس رنگ کو پاؤں میں لانا گوارا نہ کیا... کیا ادب کی انتہا تھی... (خطبات طیب)

ایک بچہ کی قرآنی آیات سے گفتگو

ایک ایسا بچہ جس نے صرف پانچ سال کی عمر میں پورا قرآن مجید صرف یاد ہی نہیں کیا بلکہ اتنی مہارت حاصل کی کہ گفتگو میں بھی قرآنی آیات استعمال کرتا ہے.... اس واقعہ کو پڑھ کر ان شاء اللہ آپ میں بھی قرآن مجید پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا ۔

جناب محمد حسین السلام علیکم!

جواب: سلام قولا من رب رحیم (سورہ یاسین... آیت ۵۸)....رب مہربان کی طرف سے سلام کا پیغام آئے...

سوال: اپنا تعارف کروائیں....

جواب: انی عبداللہ (مریم....۳۰) (بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں)

اپنا تعارف کروانے کی بجائے انہوں نے قرآن کریم کی آیہ کریمہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو خدا کا بندہ کہا)

سوال: آپ کا مزاج کیسا ہے؟

جواب: وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا....(نحل.. ۱۸...ابراہیم.. ۳۴)

اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکو گے....

سوال: آپ کی عمر کیا ہے؟

جواب: ولا خمسۃ الا ھو سادسھم (مجادلہ..۷)

(کوئی پانچ افراد ایسے نہیں ہوتے مگر وہ... اللہ ان میں چھٹا ہوتا ہے) آیہ کریمہ کی مدد سے انہوں نے اپنی عمر "چھ" سال بتائی....

سوال: حفظ قرآن کریم کے علاوہ آپ کی دیگر مصروفیات بھی ہیں؟

جواب: ولی فیھا مآرب اخریٰ (طہٰ...۱۸)

(اور میں اس سے کچھ اور کام بھی لیتا ہوں) یعنی میں کچھ دوسرے کام بھی کرتا ہوں...

مراد یہ ہے کہ حفظ قرآن کے علاوہ آیات کی مدد سے تکلم اور ان سے محاورے کا کام بھی لیتا ہوں)

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہ (یٰسین ۶۹)

ہم نے ہرگز (اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو شعر کی تعلیم دی اور نہ ہی ان کے لئے مناسب ہے) یہ آیت اس لئے بیان کی کہ گلستان سعدی اور مثنوی شمائل کے اشعار بھی حفظ ہیں ...

والسماء بنینٰھا باید (الذاریات....۴۷) (ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے یعنی اپنی قدرت سے بنایا) سید محمد حسین کی صلاحیتوں سے ایک حیران کن صلاحیت یہ بھی ہے کہ اپنے والد گرامی کے ہاتھ کے اشاروں سے مطلوبہ آیات کو سمجھ لیتے ہیں اس کے بغیر کہ انہیں کوئی ایک لفظ بھی بتایا جائے....

سوال: آپ قرآن کریم کو کتنا پسند کرتے ہیں؟

جواب: انی احببت حب الخیر (ص ۳۲)

(اے میں اپنے رب کی خاطر پسند کرتا ہوں یعنی میں اچھی چیزوں کو پسند کرتا ہوں)

سوال: شب و روز میں آپ قرآن کریم کی تلاوت کس وقت کرتے ہیں؟

جواب: فسبحان اللہ حین تمسون و حین تصبحون (الروم....۱۷)

(اللہ تعالیٰ پاک و منزہ ہے.... اسی کی تسبیح و تنزیہ کرو.... جس وقت شام کرتے ہو اور صبح کرتے ہو) مراد یہ ہے کہ میں رات کو بھی اور دن میں بھی قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہوں

سوال: آپ حج کے لئے شرف یاب ہوئے تھے.... وہاں کے سفر کا کوئی واقعہ بتائیے؟

جواب: ولبیوتھم ابوابا و سررا علیھا یتکئون و زخرفا (الزخرف....۳۴)

(یہاں آل سعود کے شہزادوں کے محلات کی طرف اشارہ ہے جہاں پر سید محمد حسین کا پروگرام منعقد ہوا.... لا تنفذون الا بسلطان (رحمٰن ۳۳)

(یہاں بھی آپ نے آل سعود کے محلات کی طرف مزید اشارہ کیا ہے)....

سوال: قرآن شریف کس عمر میں حفظ کرنا شروع کیا؟

جواب: اذ ارسلنا الیھم اثنین .. یعنی قرآن کا حفظ دو سال کی عمر میں شروع کیا (سورہ یٰسین)

سوال: آپ نے مکمل قرآن پوری خصوصیت کے ساتھ کتنی عمر میں حفظ کر لیا؟

جواب: یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة تمہارا پروردگار ایسے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا (سورہ آل عمران آیت ۱۲۵) یعنی پانچ سال کی عمر میں مکمل حافظ قرآن بن گیا.... واضح رہے کہ جیسے کہ محمد حسین کے والد نے بتایا کہ وہ

سال کی عمر میں قرآن کے حافظ بن گئے اور یہ سلسلہ مزید ارتقائی منزلیں طے کر رہا ہے....

سوال: آپ نے کس طرح پانچ سال کی عمر میں پورا قرآن حفظ کر لیا؟

جواب: ان اشکر لی ولوالدیک (لقمان....۱۴) میرا شکریہ ادا کرو اور اپنے والدین کا.... اس آیت سے بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے اور والدین کی کوششوں سے میں نے پورا قرآن حفظ کیا ہے....

سوال: کیا آپ نے حفظ کے سلسلے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے خوش ہیں؟

جواب: ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم (سورہ النور آیت ۵۵) اور جس دین کو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا اس پر انہیں ضرور پوری قدرت دے گا....

سوال: آپ اپنے باپ سے بہت محبت کرتے ہیں؟

جواب: وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا.... (سورہ اسراء ۲۴)

دعا کرو کہ اے میرے رب جس طرح ان دونوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما....

سوال: کیا باپ سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا ماں سے؟

جواب: لا الیٰ ھؤلاء ولا الیٰ ھؤلاء.... نہ ادھر نہ ادھر (سورہ نساء ۱۴۳)

سوال: آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے کیا آپ اس سفر سے خوش ہیں؟

جواب: رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (سورہ بینہ ۸)

خدا ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے خوش....

سوال: شاہی (سعودی) خاندان کے لوگ آپ سے کیا کہتے تھے؟

جواب: ما نفقہ کثیرا مما تقول (سورہ ہود ۹۱)

یعنی جو باتیں تم کہتے ہو ان میں اکثر تو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں.... یعنی جو کچھ وہ کہتے تھے زیادہ تر میں ان کی باتیں نہیں سمجھتا تھا کیونکہ وہ بدوی عربی (مقامی لہجہ) میں گفتگو کرتے تھے....

سوال: آپ روزانہ قرآن مجید کے کتنے صفحے پڑھتے ہیں؟

جواب: وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ واتممنھا بعشر فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ.... (سورہ اعراف آیت ۱۴۲) اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور اس میں ہم نے دس بڑھا کر دیں.... دس روز سے کوشش ہے کہ ان کے پروردگار کا وعدہ چالیس

زمانے میں پورا ہو گیا.... یعنی تقریباً تیس سے چالیس صفحات روزانہ پڑھتا ہوں....

سوال: کیا آپ تفسیر بھی پڑھنا پسند کرتے ہیں؟

جواب: بلیٰ و ربی (سورہ تغابن... آیت ۷) ہاں اپنے پروردگار کی قسم....

سوال: قرآن کے بعد کس چیز میں آپ کا شوق ہے؟

جواب: نحن نقص علیک احسن القصص (سورہ یوسف... آیت ۳) ہم تم پر یہ قرآن نازل کر کے تم سے نہایت عمدہ قصے بیان کرتے ہیں یعنی تاریخ سے لگاؤ ہے....

سوال: آپ کی مجلات کے ایڈیٹروں.... اساتذہ اور بیرون ملک پڑھنے والے طلباء کے متعلق کیا وصیت ہے؟

جواب: واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ (سورہ بقرہ... آیت ۲۸۲)

اور خدا سے ڈرو.... خدا تم کو سکھاتا ہے (اور یہ کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو.... خدا تمہیں علم عطا کرے گا) ...(دین و دانش)

امام غزالی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

آپ بڑے درجے کے عالم اور صوفی تھے.... ان کے ایک بھائی تھے جو بالکل خالص صوفی مزاج کے آدمی تھے.... امام غزالی جب امامت فرماتے اور نماز پڑھاتے تو یہ بھائی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے.... کسی نے ان کی والدہ سے شکایت کر دی کہ یہ اپنے بھائی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے.... والدہ نے ان کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ تم اپنے بھائی کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کی نماز بھی کیا ہے.... میں ان کے پیچھے کیسے نماز پڑھوں اس لئے کہ جب یہ نماز پڑھاتے ہیں تو اس وقت ان کا ذہن حیض و نفاس کے مسائل میں الجھا رہتا ہے اس لئے یہ گندی نماز ہے.... میں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا....

وہ بھی امام غزالی کی والدہ تھیں.... جواب میں فرمایا کہ تمہارا بھائی تو نماز کے اندر فقہی مسئلے سوچتا ہے اور نماز کے اندر فقہی مسئلے سوچنا جائز ہے اور تم نماز کے اندر اپنے بھائی کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہو اور یہ دیکھتے رہتے ہو کہ اس کی نماز صحیح ہے یا غلط؟ اور نماز کے اندر یہ کام یقینی طور پر حرام ہے.... بتاؤ کہ وہ بہتر ہے یا تم بہتر ہو؟

صحابی رضی اللہ عنہ کی دجال سے ملاقات

ایک مرتبہ میں سمندر کے سفر پر نکلا... مسافروں کی کل تعداد تیس تھی اور ہم سب ایک کشتی پر سوار تھے... ہمارا سفر انتہائی اطمینان کے ساتھ کٹ رہا تھا... کہ اچانک تیز ہوا چلنا شروع ہو گئی... اور سمندر میں طوفان آ گیا... اس شدید ہوا اور طوفانی لہروں کے باعث ہماری کشتی اور سمندر میں موجود دیگر کشتیاں ڈولتی جاتیں... کشتی کے مسافر اس صورتحال سے پریشان ہو گئے... اور ہر کوئی اپنے اپنے خداؤں کو پکارنے لگا... کیونکہ کسی کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے؟... سمندر سے اُٹھنے والی لہریں ایک سمت کے بجائے ہر طرف سے کشتی کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھیں... تھک ہار کر ملاح نے بھی چپو چھوڑ دیے اور ایک طرف بیٹھ گیا... اب ہم میں سے ہر کسی کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ موت یقینی ہے... سورج غروب ہونے کو تھا اور اس کی روشنی آہستہ آہستہ ختم ہوتی جا رہی تھی... شام کا اندھیرا اور منزل کا کوئی پتہ نہیں... یہ بھی خبر نہ تھی کہ کشتی کس سمت جا رہی ہے... اور سمندر کی لہریں اب کب تک کشتی کو سلامت رہنے دیں گی... اس خوف و ہراس کی حالت میں رات گزر گئی اور صبح کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلنے سے ہر طرف اُجالا ہی اُجالا ہو گیا...

کشتی کے رات بھر ہچکولے کھانے کے بعد کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں؟... پھر اگلا دن بھی اسی کیفیت میں گزارا... اور اسی طرح رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی گئی... اور ہماری کشتی کو سمندر میں پھنسے ہوئے پورے تیس دن گزر گئے... پھر اچانک تیس دنوں کی اس صورتحال کے بعد بھولے بھٹکے مسافروں کو دور سے ایسا نظر آیا... جیسے کچھ درخت سمندر میں کھڑے ہوں... تیس دن سے مصیبت میں پھنسے ہوئے مسافروں کو یہ منظر دیکھ کر امید کی کچھ کرن نظر آئی اور ملاح نے جلد از جلد وہاں تک پہنچنے کے لیے پوری طاقت کے ساتھ چپو چلانا شروع کر دیے... اور کشتی کو تیزی کے ساتھ ان درختوں کی طرف لے جانے لگا... کشتی میں موجود مسافر جنہیں یقین ہو چکا تھا کہ اب موت کے سوا کوئی چیز نہیں... ان کے چہرے زندگی کی اُمید سے چمک رہے تھے... پھر کشتی

جوں جوں قریب ہوتی گئی درخت صاف دکھائی دینے لگے ... ملاح پوری طاقت سے کشتی چلا رہا تھا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ان درختوں تک پہنچ جائے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اندھیرا ہو جانے کے باعث ہم اس آخری اُمید سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں...

پھر کشتی آہستہ آہستہ ان درختوں کی طرف بڑھتی رہی اور جب درخت قریب ہوئے تو سارے مسافروں کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ یہ سمندر میں واقع کوئی جزیرہ ہے ... ابھی سورج مکمل غروب نہیں ہوا تھا کہ کشتی جزیرے کے کنارے پہنچ گئی... مسافروں کو اس جزیرے پر اترے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ درختوں کے درمیان میں سے ایک عجیب و غریب قسم کا جانور نکلا... اس جانور کے پورے جسم پر بال تھے... اس قدر لمبے اور گھنے تھے... کہ یہ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ جانور کا اگلا حصہ کون سا ہے... اور پچھلا حصہ کون سا ہے؟... سارے مسافر اس عجیب و غریب جانور کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے... کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی اس سے پہلے ایسا جانور دیکھنا تو دور کی بات... سنا بھی نہ تھا... اب اس پراسرار جزیرے پر اس کو دیکھ کر سب پریشانی میں مبتلا ہو گئے... کہ یہ کیا بلا ہے؟... ایک مسافر نے دوسرے مسافر سے پوچھا کہ... یہ کیا چیز ہے؟... جانور نے مسافر کی یہ بات سن لی اور مسافر کے جواب سے پہلے وہ جانور خود بولا... میں جاسوس ہوں... جانور کے انسانوں کی طرح گفتگو کرنے سے تمام مسافر مزید پریشان ہو گئے... کیونکہ آج تک انہوں نے کسی جانور کو انسانی زبان میں بولتے نہیں دیکھا تھا... چنانچہ سب یہ سمجھنے لگے کہ بھوت ہو... یہ کوئی جن ہے... اور ہمارے سامنے آ گیا ہے... تمہاری جاسوسی کا مقصد کیا ہے؟... اور تم کس کے لیے جاسوسی کرتے ہو؟... ایک مسافر نے ہمت کر کے اس سے پوچھا... میں جس کے لیے جاسوسی کرتا ہوں... اسے تم سے ملنے کا بے حد شوق ہے... وہ تم سے باتیں کرنا چاہتا ہے... لہٰذا تم میرے ساتھ چلو... یہ سن کر ہم تمام مسافر حیران و پریشان چپ چاپ اس کے پیچھے ہو لیے...

وہ عجیب و غریب جانور درختوں کے درمیان بنے ہوئے راستے سے ہوتا ہوا ایک بڑے محل کے سامنے جا کر کھڑا ہوا... محل کو چاروں طرف سے چند قد آور درختوں نے گھیر رکھا تھا... مسافروں نے وہاں پہنچ کر پریشان نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر جانور کی

طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے... جانور پھر آگے چلا اور سب مسافروں کو ایک بڑے دروازے سے گزارتے ہوئے محل کے اندر لے گیا... محل کے اندر داخل ہوتے ہی سب نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا شخص زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا... وہ رہائی کے لیے کوشش کر رہا تھا...

ہم نے اس سے پہلے اتنے بڑے قد آور اتنے زیادہ رعب والا شخص کبھی نہ دیکھا تھا...

ایک مسافر نے ہمت کر کے پوچھا... تم کون ہو؟... میں کیا ہوں اور کون ہوں؟... یہ تو تم جان ہی لو گے پہلے یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟... اس نے سوال کرنے والے مسافر سے پوچھا... ہم عرب قبائل لخم اور جذام کے لوگ ہیں... اور ساتھ ہی اس مسافر نے اپنے ساتھ بیتی اور یہاں تک پہنچنے کی ساری داستان سنا دی... اس قید میں جکڑے ہوئے شخص نے کہا ... ذرا مجھے نخلستان بیسان کے متعلق تو بتاؤ؟... ان کے متعلق کیا جاننا چاہتے ہو؟... ایک مسافر نے پوچھا... خبردار! عنقریب ان پر پھل لگنا بند ہو جائے گا... وہ قیدی فیصلے انداز میں بولا... پھر وہ مسافروں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا... اچھا طبرستان کے دریاؤں کے متعلق تو بتاؤ؟... مسافروں نے کہا... دریا کے متعلق کیا پوچھنا چاہتے ہو؟... وہ بولا... اس میں پانی ہے؟... مسافروں نے کہا... ہاں!... اس میں پانی ہے... اس نے کہا... عنقریب اس کا پانی ختم ہو جائے گا... پھر وہ کہنے لگا... مجھے زغر کے چشمے کے متعلق تو کچھ بتاؤ؟... کیا پوچھنا چاہتے ہو؟... مسافروں نے پوچھا... یہی کہ اس چشمے میں پانی ہے یا نہیں؟... اور اگر وہاں پانی ہے... تو پھر وہاں کے لوگ چشمے کے پانی سے کھیتی باڑی کرتے ہیں؟... پھر وہ پوچھنے لگا ... اچھا مجھے ذرا امیوں کے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کچھ بتاؤ؟... مسافروں نے جواب دیا... انہوں نے مکہ سے اپنی دعوت کا آغاز کیا... اور اب وہ مکہ سے نکل کر مدینہ میں موجود ہیں... کیا اہل عرب نے ان کے ساتھ کوئی لڑائی لڑی ہے اور عربوں نے لڑائی میں ان کے ساتھ کیا سلوک کیا؟... قیدی نے پوچھا... جواب ملا... لڑائی میں وہ عربوں پر غالب رہے... اور بہت سے عربوں نے تو ان کی اطاعت بھی قبول کر لی ہے... اور اب وہ خود کو ان کی تابعداری میں رکھتے ہیں... یہ سنتے ہی وہ غصے سے چنگھاڑا اور زنجیروں کو جھٹکا دیا... پھر مسافروں کو مخاطب کر کے بولا...

اب میں تم کو اپنے متعلق بتاتا ہوں.. کہ میں دجال ہوں.. اور تمہاری باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے... کہ مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت ملنے کی... پھر میں اس جزیرے سے نکلوں گا... اور چالیس دن میں ساری دنیا گھوموں گا.. دنیا میں کوئی بستی اور گاؤں ایسا نہیں ہوگا... جہاں سے میرا گزر نہ ہو... ہاں مکہ اور مدینہ میں جانا میرے بس سے باہر ہے... مجھے وہاں جانے کی اجازت نہیں... میں ان دونوں شہروں میں داخل ہونے کی کوشش بھی کروں گا... تو میرے آگے فرشتے رکاوٹ بن جائیں گے... ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہوں گی... وہ مجھ سے لڑیں گے...

یہ داستان ہمیں ایک صحابی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنائی... جو اسلام قبول کرنے سے پہلے عیسائی تھے... یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھنے کے بعد آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے...

حضرت ابو نعیم رحمہ اللہ کا اعلان حق

۲۱۸ھ/۸۳۳ء میں خلق قرآن کا جو فتنہ اٹھا اس نے خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں اور زیادہ شدت اختیار کر لی معتصم کو اس معاملے میں بہت زیادہ غلو تھا... عباسی خلیفہ نے اس عقیدے کو منوانے کے لئے مشاہیر علماء اور فقہاء پر بڑے مظالم توڑے امام احمد بن حنبلؒ جیسی عظیم اور برگزیدہ ہستیوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا...

معتصم کے زمانے میں "خلق قرآن" کا اقرار جبراً لیا جاتا تھا... جو کمزور لوگ تھے وہ ان سخت سزاؤں کے مقابلے میں نہ ٹک سکے اور انہیں اقرار کرنا پڑا لیکن جو عزیمت والے لوگ تھے انہوں نے اس فاسد عقیدہ کو قبول کرنے کے بجائے طوق و سلاسل اور دار و رسن کو ترجیح دی...

حضرت ابو نعیم فضل بن رکین بڑے بلند مرتبہ بزرگ اور تبع تابعین علماء میں سے تھے... انہیں بھی اس آزمائش سے گزرنا پڑا... یہ کوفہ میں تھے حاکم کوفہ نے خلیفہ کے حکم سے کوفہ کے علماء کو خلق قرآن کا اقرار لینے کے لئے بلایا ابن ابی حنیفہ احمد بن یونس ابو غسان اور ابو نعیم کو بھی طلب کیا گیا... حاکم کوفہ نے پہلے ابن ابی حنیفہ سے اقرار لیا پھر ابو نعیم کی طرف مخاطب ہو کر کہا دیکھو ابن ابی حنیفہ نے اس کا اقرار کر لیا ہے... میرا مشورہ ہے کہ اگر سزا سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو تم بھی اقرار کر لو یہ سن کر ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت غصہ کی حالت

میں ابن ابی حنیفہ کو برا بھلا کہا پھر والی کوفہ سے مخاطب ہو کر کہا ''میں نے کوفہ میں کم و بیش سات سو شیوخ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ''القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ''یعنی قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں''... پس اے امیر! یہی میرا بھی عقیدہ ہے میں اس کا برملا اعلان کرتا ہوں چاہے میرا سرتن سے جدا کر دیا جائے میں اس اعلان کو اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک میری آخری سانس موجود ہے''.... (تاریخ بغداد جلد ۱۴ ص ۲۴۴)

افلاطون کا سوال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب

کیسی ہی پریشانی ہو ذکر اللہ ایسی دولت ہے کہ اس سے سب بھاگ جاتی ہے...

افلاطون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر آسمان کی کمان ہو اور حوادث تیر ہوں اور زمین نشانہ ہو تو آدمی کہاں جائے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیر انداز کے پاس جا کر کھڑا ہو جائے.....

افلاطون بولا کہ یہ جواب بجز نبی کے کوئی نہیں دے سکتا... (علیہما مت کے حیرت انگیز واقعات)

اہل عرب کی داستان سخاوت

الاصمعی کہتے ہیں... میں ایک سخی آدمی کے پاس اکثر و بیشتر جاتا رہتا تھا... مگر ایک دن جب میں اس کے گھر گیا تو دروازے پر مجھے ایک دربان نظر آیا... جس نے مجھے اندر جانے سے روک دیا... اور پھر بولا... اے اصمعی! قسم خدا کی اس نے مجھے اپنے دروازے پر... تم جیسے لوگوں کو روکنے کے لیے صرف اپنی خستہ حالی اور کم مائیگی کی وجہ سے کھڑا کیا ہے... تو میں نے ایک رقعہ پر لکھا... جب سخی کے دروازے پر دربان مقرر ہو جائے... تو پھر بخیل اور سخی میں فرق ہی کیا رہ جائے؟... میں نے یہ رقعہ دربان کو دیا کہ میرا یہ رقعہ اندر پہنچا دو ... اس نے ایسا ہی کیا... اور اپنے ساتھ وہی رقعہ واپس لایا... اس کی پشت پر لکھا تھا... سخی کے پاس دینے کے لیے جب مال نہ ہو!... تو قرض خواہوں سے بچنے کے لیے دربان ہی رکھنا پڑتا ہے... اور اسی رقعہ کے ساتھ ایک تھیلی تھی جس میں پانچ سو دینار تھے...

میں نے کہا... قسم خدا کی!... میں یہ خبر امیرالمؤمنین تک ضرور پہنچاؤں گا... میں امیرالمؤمنین کے پاس پہنچا... تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا... کہاں سے آ رہے ہو اے

اصمعی ؟... میں نے کہا... ایک آدمی ہے... جس نے اپنے علم اور مال دونوں سے میری ضیافت کی ہے... پھر میں نے وہ رقعہ اور تھیلی انہیں تھما دیئے... تھیلی دیکھ کر ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا... اور وہ بولے... اس پر تو میرے بیت المال کی مہر لگی ہوئی ہے... جس آدمی نے تمہیں یہ تھیلی دی ہے... اسے میرے پاس حاضر کرو... میں نے کہا... قسم خدا کی امیر المؤمنین... مجھے شرم آتی ہے... کہ میں آپ کے قاصد اس کے پاس بھیج کر اسے خوفزدہ کر دوں... تو انہوں نے اپنے ایک مقرب آدمی سے کہا... الاصمعی کے ساتھ جاؤ اور جب اس آدمی کو دیکھو تو اس سے کہو... بغیر کسی مزاحمت یا پریشانی کے امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ... پھر جب وہ آدمی آ گیا... تو اس سے کہا... کیا تم وہی نہیں... جس نے اس وقت جب ہمارا جلوس گزر رہا تھا... ہم سے اپنی خستہ حالی کا شکوہ کیا تھا... اور ہم نے تمہیں یہ تھیلی دی تھی؟... اور پھر جب اصمعی تمہارے پاس آیا... تو تم نے اس کے ایک شعر کے جواب میں یہ تھیلی اسے دے دی...

تو وہ آدمی بولا... قسم خدا کی!... جس وقت میں نے امیر المؤمنین سے اپنی خستہ حالی اور تنگی کا شکوہ کیا تھا... تو میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا... لیکن اپنے گھر آئے ضرورت مند کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے مجھے شرم آئی... اور میں نے چاہا کہ میرے گھر پر آیا ہوا ضرورت مند ایسے ہی لوٹے... جیسے آپ نے مجھے لوٹایا تھا... تو امیر المؤمنین نے اس سے کہا... قابل تعریف ہو تم... تم سے زیادہ سخی عرب قوم نے پیدا ہی نہیں کیا... پھر اس کے لیے ایک ہزار دینار کا حکم دیا... الاصمعی کہتے ہیں کہ... پھر میں نے کہا... میرا حصہ بھی پورا کر دیں یا امیر المؤمنین... تو وہ مسکرائے... اور حکم دیا کہ... میرے ایک ہزار دینار پورے کر دیئے جائیں... اور اس آدمی کو انہوں نے اپنے رفقاء میں شامل کر لیا...

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کلیر شریف جاتے تھے حضرت صابر کلیری کے مزار کی زیارت کرنے کے واسطے کلیر رڑکی سے پانچ میل دور ہے نہر کی پٹڑی پٹڑی چلے جاتے تھے۔ اب تو سواری کا بھی انتظام ہے اس زمانے میں لوگ عموماً پیدل ہی جاتے تھے تو حضرت جب نہر کی پٹڑی پر چڑھتے اور سامنے کلیر ہوتا تو جوتے

اتار کر بغل میں دبا لیتے اور ننگے پیروں جاتے ..... تو کیا جوتے پہن کر جانا ناجائز تھا؟ نہیں بلکہ محبت کا غلبہ تھا..... حضرت صابر کلیری کی محبت قلب میں جاگزیں تھی ادب غالب تھا جب روضہ نظر آتا تھا تو جوتہ پہن کر جانا پسند نہیں کرتے تھے ننگے پیروں جاتے تھے چونکہ ادب غالب تھا' اور ادب غالب ہوتا ہے محبت کے غلبے سے جب حضرت نانوتویؒ نے حج کیا تو بڑے بڑے اکابر ساتھ تھے..... مثلاً حضرت گنگوہیؒ حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ اور دوسرے بڑے بڑے اکابرین اور بزرگوں کا ایک مجمع تھا آخری منزل جس کے بعد مدینہ طیبہ بالکل سامنے آ جاتا ہے اور حرم شریف کے مینار نظر آنے لگتے ہیں اس آخری منزل کا نام ہے "بیر علی" یہاں ایک پہاڑی ہے جہاں اس پر چڑھے اور حرم شریف کے مینارے سامنے آ جاتے ہیں تو یہ قافلہ جب "بیر علی" پہنچا اور حرم شریف کے مینارے سامنے نظر پڑے تو حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ ایک دم اونٹ سے اچھل کر زمین پر گر پڑے جوتے اتار کر اونٹ کے کجاوے میں اور ننگے پیر چلنا شروع کیا..... حضورؐ کی محبت غالب تھی اس لئے عاشقانہ اشعار پڑھتے ہوئے اور اپنے حال میں مست اور ننگے سر چلے جا رہے تھے..... مدینے کی کنکریاں جو ہیں وہ نوکیلی ہیں پیروں میں ایسی چبھتی ہیں جیسے کانٹے چبھتے ہیں..... ان کی وجہ سے پاؤں لہولہان ہو گئے مگر حضرت محبت اور عشق کی وجہ سے اپنے حال میں مست ہیں..... دیکھا دیکھی دوسرے لوگوں نے بھی اونٹوں سے اتر کر پیدل چلنا شروع کر دیا تو حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ یا احمق کیوں نیچے اتر کر چلنے لگے ان پر تو محبت اور عشق کی وجہ سے حال طاری ہے یہ تقال کہاں تک کریں گے..... اس لئے کوئی بیس قدم چل کر رک گیا کوئی سو قدم چل کر رک گیا کیونکہ ان کنکریوں پر چلنا ہی مشکل ہے مگر جو اپنے حال میں مست ہے وہ تو معذور ہے اسے تو کچھ خبر ہی نہیں رہتی چاہے اس پر تیر پڑیں چاہے تلواریں پڑیں لیکن جن کے ہوش و حواس باقی ہیں وہ اس طریقے سے کیسے رہ پورے نہیں اتر سکتے اسی لئے کوئی پچاس قدم چل کر بیٹھ گیا اور کوئی سو قدم چل کر بیٹھ گیا اور حضرت حرم تک پیدل چلے اور پیروں میں کنکریاں چبھ چبھ کر لہولہان اور خون خراب بھی ہو گئے تو درحقیقت تلخیاں شیریں ہو گئیں یعنی محبت کی وجہ سے تلخیاں بھی شیریں ہو جاتی ہیں اور آدمی ان کو خوشی خوشی جھیل لیتا ہے..... (خطبات طیب)

اللہ تعالیٰ کی حفاظت

کہتے ہیں... کہ رابعہ بصری اللہ کی نیک بندی اپنے گھر کے میں سوئی ہوئی تھیں... ایک چور گھس آیا... تو چور کو اور تو کچھ نہ ملا ایک چادر پڑی تھی... اس نے کہا چلو یہی لے جاتے ہیں... اس نے چادر اٹھائی اور جب باہر جانے لگا تو اسے راستہ نظر نہ آیا... گھبرا کر اس نے چادر پھینک دی... چادر پھینکتے ہی اسے راستہ نظر آنے لگا... جب نکلنے لگا اس کو ایک آواز آئی... اگر ایک دوست سویا ہوا ہے... تو دوسرا دوست تو جاگتا ہے... یہاں تو چڑیا کو پَر مارنے کی اجازت نہیں... تم چیز چرا کے کیسے جا سکتے ہو... اللہ یوں حفاظت فرماتا ہے...

بادشاہ بھی عدالت میں جانے کیلئے مجبور

خلیفہ معتضد باللہ (۲۷۹ھ/۸۹۲ء-۲۸۹ھ/۹۰۲ء) کا زمانہ عباسی خلافت کی تجدید کا زمانہ تھا... اس نے ڈیڑھ سو سال پرانے عباسی خلافت میں آتے ہوئے زوال کی روک تھام کی... وہ اپنے جاہ و جلال کے لئے مشہور ہے مگر مردانِ حق کو اس کے جاہ و جلال کو بھی چیلنج کرتے نظر آتے ہیں...

خلیفہ نے جب ابو حازم کو قضا کے منصب پر تعینات کرنا چاہا تو انہوں نے اس کو آسانی سے قبول نہیں کیا... لیکن جب خلیفہ معتضد نے بہت اصرار کیا تو ابو حازم نے اس کو قبول کر لیا... اس سے خلیفہ بہت خوش ہوا اور کہا "قضا (Justice) کی تمام ذمہ داری میری تھی میں نے یہ عہدہ اپنی گردن سے نکال کر تمہاری گردن میں ڈال دیا ہے"... ابو حازم نے بغیر کسی رو رعایت کے قضا کے فرائض انجام دیئے...

ایک مرتبہ ایک مقدمہ ابو حازم کی عدالت میں پیش ہوا... ایک امیر نے بہت سے لوگوں سے قرض لے رکھا تھا... اس پر خلیفہ کا بھی کچھ قرض تھا... ان لوگوں نے اس امیر پر قرض کی ادائیگی کا دعویٰ کیا... خلیفہ کو معلوم ہوا تو اس نے اپنا ایک آدمی قاضی ابو حازم کے پاس بھیج کر کہلوایا "میرا بھی کچھ قرض اس پر واجب ہے وہ بھی وصول کرا لیا جائے"... قاضی ابو حازم نے کہلوایا "امیر المومنین کیا یاد فرمائیں گے آپ نے مجھے قاضی بناتے وقت فرمایا تھا کہ میں نے

قضا کے عہدے کا قلادہ اپنی گردن سے نکال کر تمہاری گردن میں ڈال دیا ہے.... چنانچہ آپ باقاعدہ دعویٰ پیش کریں اور بغیر ثبوت کے میں اس کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دوں گا"..

معتضد باللہ نے پھر کہلوایا "وہ معتبر آدمی میرے گواہ ہیں"...

قاضی ابو حازم نے پھر جواب میں کہلوایا "گواہوں کو عدالت میں پیش کیا جائے میں ان سے جرح کروں گا اگر گواہی معتبر ہوگی قبول کی جائے گی"....(تاریخ الخلفاء)

توفیق بھی اللہ دیتے ہیں

ایک بہت بڑے زمیندار اپنے ملازم کے ساتھ شکار کو جا رہے تھے... جنگل میں کوئی معمولی سا گاؤں نظر آیا غیر آباد... وہاں ایک مسجد تھی... اس ملازم نے اپنے زمیندار آقا سے کہا کہ... حضور!... اجازت دیجئے... نماز کا وقت ہے... تو میں نماز پڑھ لوں... اس زمیندار نے تو نہیں چاہا لیکن اتنی اخلاقی جرأت بھی نہیں تھی کہ انکار کرتے... اس نے کہا... اچھا بھئی... تو جا جلدی سے پڑھ کے آ... یہ دروازے پر کھڑے ہو گئے ہیں... باہر... ملازم مسجد کے اندر ہے... اور دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے... کہ گویا یہ شاہی دربار ہے... تو بادشاہ اندر ہے... ملازم باہر ہے... جب دیر ہوگئی... تو اس نے آواز دی... اور کہا... ارے رمضانی!... آتا کیوں نہیں؟... ادھر سے رمضانی نے جواب دیا کہ... جی حضور! میں تو آنا چاہتا ہوں... آقا مجھے آنے نہیں دیتے... یہ تو راضی ہوا مسجد خالی پڑی ہے... اس نے کہا ... ارے!... تجھے کون نہیں آنے دیتا؟... اس نے کہا... حضور جو آپ کو باہر سے اندر نہیں آنے دیتا وہ اندر سے مجھے باہر جانے نہیں دیتا... معلوم یہ ہوا کہ یہ بھی اللہ کی توفیق ہے... جنہیں ملتی ہے... وہ بے طاقت بھی پہنچ جاتے ہیں... فرمایا کہ...

(بوموری ہوئے داشت کی در کعبہ رسد دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید)

"چیونٹی کے دل میں بھی تمنا ہوئی کہ وہ حج بیت اللہ کو جائے.... اللہ نے کہا... یہ چل کے جا نہیں سکتی... اس کا انتظام ہم کر دیں گے... کبوتر جو اڑ کے حرم جا رہا تھا... حکم دیا کہ تو یہاں اتر جا... اور چیونٹی سے کہا کہ تو اس کے پاؤں میں لپٹ جا... اور کبوتر سے کہا کہ چیونٹی کو لے جا کر حرم میں چھوڑ دے...."

غزوہ احد میں گھاٹی پر پہرے دار صحابہؓ کا واقعہ

غزوۂ احد میں جنگ شروع ہوئی احد پہاڑ کی ایک گھاٹی تھی..... حضورؐ نے اس پر چالیس تیراندازوں کو مقرر کیا اور حکم دیا کہ وہ یہاں بیٹھے رہیں فتح ہو خواہ شکست ہو ہر صورت میں وہاں سے بغیر اجازت نہ ہٹیں..... چنانچہ صحابہ وہاں بیٹھے رہے جنگ شروع ہوگئی ان حضرات نے سوچا کہ ہم خالی بیٹھے ہوئے ہیں کچھ کام ہی کر لیں..... دوسرے حضرات نے کہا کہ حضور کا حکم یہ ہے کہ صرف بیٹھے رہیں..... بعض نے کہا ایسے بیٹھنے سے تو عبادت میں لگنا اچھا ہوگا..... یہ سوچ کر نفلوں کی نیت باندھ لی اور نفلیں پڑھنی شروع کر دیں..... ترکیب یہ کی چار آدمی نفلیں پڑھیں اور باقی آدمی حفاظت کریں اسی طریقے سے رات گزاری اور نوافل پڑھتے رہے..... مشرکین مکہ نے تاک لیا کہ یہ صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں..... کفاروں نے ان پر تیروں کی بارش کی جو لوگ نماز میں مصروف تھے وہ سامنے تھے اسی لئے کسی کی گردن میں لگا کسی کے سینے میں لگا اور کسی کی پیٹھ میں لگا..... بدن لہولہان ہوگئے اور کپڑے خون میں رنگ گئے..... مگر ان کو کچھ خبر نہیں وہ اپنی نماز میں مستغرق ہیں..... نہ تیروں کی خبر اور نہ تیزوں کی خبر..... جب آخر شب میں سلام پھیرا تو معلوم ہوا کہ کپڑے رنگے ہوئے ہیں..... غور کیا تو معلوم ہوا کہ کوئی تیر یہاں گھسا ہوا ہے کوئی تیر سینے میں..... کوئی تیر پشت میں..... پورا بدن چھلنی ہو رہا ہے معلوم ہوا کہ مشرکین مکہ نے تیر مارے ہیں اتنا استغراق اور غلبہ تھا محبت کا کہ نہ انہیں تیروں کا پتہ چلا اور نہ انہیں نیزوں کا پتہ چلا نماز کے اندر غرق ہیں اور حق تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہوئے ہیں تو آدمی ساری تلخیاں جھیل جاتا ہے جب محبت کا غلبہ ہوتا ہے پھر نہ زخم کی پرواہ نہ تلواروں کی نہ نیزوں کی پرواہ ہوتی ہے یہی شان اہل اللہ کی بھی ہوتی ہے کہ جب محبت خداوندی اور محبت نبوی غالب آ جاتی ہے تو نہ عیش کی پرواہ نہ آرام و راحت کی پرواہ ساری چیزوں کو تج دیتے ہیں..... (خطبات طیب)

ایک باکمال محدث

محدث ابوبکر ابن ابی خیثمہ بڑے باکمال محدثوں میں سے ہیں... شیخ ابوبکر محدث ان

کے بارے میں اعلانیہ فرمایا کرتے تھے کہ... تمام دنیا میں ان سے بہتر حدیث کی قرأت کرنے والا کوئی نہیں... اگر یہ دو دنوں تک مسلسل حدیث پڑھتے رہیں... جب بھی کوئی سننے والا اُکتا نہیں سکتا... انہوں نے سات مرتبہ مسلم شریف کو اجرت لے کر لکھا... اور اسی رقم سے اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتے رہے... ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ بغداد میں ایک رئیس زادے کے ہاتھ میں چھٹی انگلی نکل پڑی اور اس کے درد سے وہ رئیس زادہ بلبلا اُٹھا... گھر والے حضرت ابوبکر بن الخاضبہ کو بلا کر لائے... آپ نے اس انگلی پر اپنا ہاتھ پھیر دیا اور فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں... تم لوگ اس کی کوئی فکر نہ کرو... یہ فرما کر جیسے ہی مکان سے باہر نکلے اچانک خود بخود انگلی گر پڑی اور تکلیف جاتی رہی... سن ۴۸۹ھ میں آپ نے وفات پائی... آپ کے جنازہ پر اجتماع عظیم ہوا... (تذکرہ الحفاظ ج ۴ ص ۲۲)

حضرت سلیم چشتی رحمہ اللہ

حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شاہ جہان نے ایک بہت بڑی رقم نذر کی شاہ صاحب نے لینے سے انکار کر دیا شاہ جہان کے دل میں اس انکار سے شاہ صاحب کی بڑی وقعت ہوئی ایک مولوی صاحب ہمراہ تھے ان کو حسد ہوا..... اس نے حدیث سنائی جس کا مطلب تھا کہ آدمی بوڑھا ہوتا ہے تو اس کے اندر حرص اور طول امل جوان ہوتا ہے..... آپ بوڑھے ہیں لہٰذا آپ میں دونوں خصلتیں ہونا لازمی ہیں کیونکہ حدیث کا غلط ہونا محال ہے لہٰذا یہ آپ کا تصنع ہے کہ آپ روپیہ لینے سے انکار کر رہے ہیں شاہ صاحب حرف شناس بھی نہ تھے لیکن سبحان اللہ کیا دندان شکن جواب دیا کہ ع..... مولوی گشتی و آگہ نیستی..... نرے پڑھنے سے کام نہیں چلتا..... آپ حدیث کا مطلب ہی نہیں سمجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یشب فرمایا ہے تو جوان وہی ہوگا جو پہلے سے پیدا ہوا ہو الحمد للہ میرے اندر حرص کبھی پیدا ہی نہیں ہوا جو آج جوان ہوگا تم اپنی خبر لو کہ شروع ہی سے حرص تمہارے اندر پیدا ہوئی اور پرورش ہوتے ہوتے اب اسی پر جوانی کا عالم ہے..... علم حقیقی انہیں حضرات کو حاصل ہوتا ہے اس کا مولوی صاحب سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور شاہ صاحب کا بس منہ دیکھ کر رہ گئے..... (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

امام ابوزرعہؒ کے آخری لمحات

ان کے انتقال کا واقعہ بھی عجیب ہے.... ابوجعفر تستری کہتے ہیں کہ "ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابوحاتم... محمد بن مسلم... منذر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "لقنوا اموتکم لا الہ الا اللہ" (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو) مگر ابوزرعہؒ سے شرما رہے تھے اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہو رہی تھی.... آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے.... چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتداء کی حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبدالحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر رک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی.... اس پر ابوزرعہ نے اسی جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا.... اور اپنی سند بیان کرنے کے بعد متن اپنی حدیث پر پہنچے....

من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ.... اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ طائر روح قفس عنصری سے عالم قدس کی طرف پرواز کر گیا.... پوری حدیث یوں ہے "من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا).... (جواہر پارے)

حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کا سفر آخرت

مولانا کے شاگرد غلام محمد صاحب نے صدق جدید لکھنؤ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء کے حوالہ سے لکھا ہے: مکارم احسن (مولانا کے چھوٹے بھائی) کا بیان ہے کہ مرض الموت میں اکثر یہ فرماتے تھے کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہ جائے گا.... ہر شخص جوان ہو کر جائے گا....

چنانچہ جیسے وہ اپنے وقت موعود قریب ہوتے جا رہے تھے.... ان میں جوش و مسرت بڑھتا جا رہا تھا.... یہاں تک کہ جس رات سفر آخرت طے تھا اس میں تو فرط انبساط سے بے قابو ہوتے جا رہے تھے.... اور اسی عالم فرحت میں بظاہر سو بھی گئے.. جب صبح ان کی روح پرواز کر چکی تھی.... تو چہرہ پر گوشت تر و تازہ تھا.... سفید داڑھی بالکل سیاہ تھی.. ورنہ لاغر و نزار جسم بالکل گداز تھا.... اس منظر کو مکارم احسن صاحب ہی نے نہیں دیکھا بلکہ ہر شریک جنازہ نے حیرت کی آنکھ سے دیکھا اور اس کی لذت روحانی محسوس کی.... مولانا کے جنتی ہونے کی اس سے زیادہ واضح نشانی اور کیا ہو سکتی ہے (حیات مولانا گیلانیؒ)

غلام کا سلطان محمود رحمہ اللہ کو تیکھا جواب

عرصہ ۴۱۳ھ (۱۰۲۲ء) میں سلطان محمود غزنوی کا مقابلہ ایلک خاں اور قدر خاں (شاہ ختن) کی فوجوں سے ہوا... سلطان نے ایلک خاں کی فوجوں کو بھاری شکست دی... یہ موسم سخت سردی کا تھا... برفیلے علاقوں میں سلطان کی فوج کی حالت بہت خراب تھی لیکن انہوں نے اس سختی اور تکلیف کی پرواہ کئے بغیر اعلان کیا کہ ایلک خاں کی فوج کا پیچھا کیا جائے گا... سب امیروں نے مشورہ دیا کہ "سردی کی وجہ سے فوج کی حالت بہت خراب ہے ان کو اس طرح تکلیف نہ دی جائے ورنہ لوگ بددل ہو جائیں گے"... لیکن سلطان نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا اور کہا ضروری ہے کہ دشمن کی فوج کا تعاقب ضروری ہے... اس لئے فوج کو چار و نا چار روانہ ہونا پڑا...

روانگی کی تیسری رات جب جنگل میں پڑاؤ تھا... سخت برف پڑی اس قدر ٹھنڈ ہوئی کہ فوجیوں کے ہاتھ پیر اکڑ گئے... سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک خیمہ لگایا گیا... سردی کے اثر کو کم کرنے کے لئے بہت سی انگیٹھیاں جلائی گئیں انگیٹھیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ سلطان کا خیمہ اتنا گرم ہو گیا کہ لوگ اپنے موٹے کپڑے اتارنے پر مجبور ہو گئے... اندر سے پسینہ آنے لگا...

یہ کیفیت دیکھ کر سلطان نے اپنے ایک غلام سے ازراہ تفریح کہا "دیکھو! باہر جا کر ذرا سردی سے کہو کہ اس قدر جان توڑ کوشش کیوں کر رہی ہے ہم پر تمہارا کوئی زور نہیں چل سکتا... ہم لوگوں کا تو گرمی سے یہ حال ہے کہ بدن سے کپڑے اتارنے پڑ رہے ہیں...

غلام کچھ دیر کے لئے باہر جا کر لوٹ آیا اور بولا "حضور! سردی یہ کہتی ہے کہ اگر بادشاہ اور اس کے مصاحبوں پر میرا زور نہیں چلتا تو کیا لیکن باقی سپاہیوں کو آج رات میں اتنا ستاؤں گی کہ کل صبح بادشاہ کو اپنے گھوڑوں کی خدمت خود اپنے ہاتھ سے کرنی پڑے گی"...

غلام کا یہ تیکھا جواب سن کر بادشاہ نے فوج کو واپسی کا حکم دے دیا... (تاریخ فرشتہ جلد اول)

حقوق العباد کی فکر

یحییٰ اندلسی حدیث پڑھا رہے تھے... کہ اچانک انہوں نے طلبہ کو چھٹی دے دی اور

چھٹی بھی بہت لمبی دی... شاگرد حیران ہوئے اور وجہ جانے بغیر نہ رہ سکے... یحییٰ اندلسی نے ان کے پوچھنے پر کہا... میں نے آپ کو لمبی چھٹی اس لیے دی ہے... کہ مجھے افریقہ کے آخری کنارے قیروان جانا ہے... طلبہ نے پوچھا... جی وہ کس لیے جانا ہے...؟... اس پر انہوں نے فرمایا... وہاں کے ایک شخص کے میرے صرف کچھ پیسے رہ گئے ہیں... وہ ادا کرنے کے لیے جانا ہے... طلبہ نے پوچھا... کیا وہ کوئی اتنی بڑی رقم ہے... جس کے لیے آپ اتنا لمبا سفر کریں گے... جواب میں انہوں نے کہا... نہیں!... ایک درہم ادا کرنا ہے... (مگر اس کی ادائیگی بہت اہم ہے)... اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:... ''چھ لاکھ نفل صدقہ کرنے کا اتنا ثواب نہیں جتنا کسی حق والے کا ایک درہم ادا کرنا...''

ایصالِ ثواب برحق ہے

حضرت علی الرافقی رحمۃ اللہ علیہ ایک رات کو بیٹھے ہوئے تھے کہ... انہیں اپنا ایک دوست یاد آیا... جسے وفات پائے ہوئے ایک مدت گزر چکی تھی... اس کا خیال آتے ہی سوچا کہ... اس کی قبر پر جا کر اس کے لیے ایصالِ ثواب کرنا چاہیے... چنانچہ اسی وقت گھر سے نکلے اور اس کی قبر کے قریب پہنچ کر پہلے نماز پڑھی اور پھر اس کے لیے دعا کی... فوراً حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر غنودگی طاری ہوگئی اور آپ نے دیکھا کہ وہ دوست زنجیروں میں جکڑا ہوا عذاب میں مبتلا ہے... حضرت نے حال دریافت کیا تو اس نے بتلایا جب سے دنیا سے آیا ہوں اسی عذاب میں مبتلا ہوں... فوراً ہی بیدار ہوگئے... تو اس عذاب کو دیکھنے کی وجہ سے آپ پر دہشت طاری تھی... گھر واپس آئے... اس کے لیے ایصالِ ثواب کیا... دوست پر عذاب ہونے کی وجہ سے سخت رنجیدہ تھے...

تین دن بعد اس دوست کو پھر خواب میں دیکھا تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی... وہ نور کے تخت پر بیٹھے ہوئے تھا... اور اس کے سر پر نور کا تاج تھا... حضرت کے دریافت حال پر اس نے بتایا... حضرت آنے والے ایک قافلہ میں سے ایک شخص نے اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورہ اخلاص پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا... جو کچھ میں نے پڑھا ہے... اس کا ثواب امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مردوں کو پہنچ جائے... اللہ رحیم و کریم نے اس کی

دعا قبول فرمائی... تمام مردوں کو اس کا ثواب تقسیم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور رحمت سے مجھے بھی اس ثواب کی وجہ سے آزاد کر دیا...

یحییٰ بن اکثم کی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی

یحییٰ بن اکثم بہت بڑے عالم گزرے ہیں امام کے درجے کے عالم ہیں جب ان کی وفات ہوئی تو بعض اہل اللہ نے انہیں خواب میں دیکھا اور خواب بھی کشف جیسا تھا..... یہ دیکھا کہ ان کی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی ہے.... حق تعالیٰ نے فرمایا اے یحییٰ کیا چیز لے کر آئے ہو ہمارے لئے..... جواب دیا کہ اے اللہ تعالیٰ میں نے پچپن حج کئے ہیں..... فرمایا ہمیں ایک بھی قبول نہیں..... انہوں نے کہا کہ اے باری تعالیٰ میں نے ایک سو [illegible] قرآن ختم کئے ہیں.... فرمایا کہ ہمیں ایک بھی قبول نہیں..... انہوں نے کہا کہ یا اللہ میں نے اتنی نمازیں پڑھی ہیں.... فرمایا کہ ہمیں ایک بھی قبول نہیں..... پوری زندگی کے اعمال ذکر کئے..... باری تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ایک بھی قبول نہیں کیا اور بتاؤ کیا لے کر آئے ہو...... آپ عاجز ہو گئے..... آخر میں کہا کہ اے اللہ میں تیری رحمت کا سہارا لے کر آیا ہوں اور کچھ لے کر نہیں آیا..... فرمایا کہ اب بات تو نے ٹھیک کی ہے.....

وجبت لک رحمتی میری رحمت تیرے لئے واجب ہوگئی ہے... جا تیرے لئے جنت اور مغفرت ہے تو عمل کے ساتھ ساتھ رضا خداوندی اور رحمت خداوندی کی توقع اور امید بھی ہونی چاہئے.... اعمال پر گھمنڈ اور تکیہ نہیں ہونا چاہئے..... جس عمل میں محبت کی آمیزش اور رحمت کی امید نہ ہو وہ عمل قابل قبول نہیں ہے..... اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ اصل چیز محبت ہے پھر اس کے بعد عمل کا مرتبہ ہے بلکہ محبت سے ہی عمل پیدا ہوتا ہے عمل تو محبت کی علامت ہے اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دل میں محبت ہے یا نہیں ... (نصرت حبیب)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا کمال تواضع

مولانا عبداللہ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے... اور دہلی مسلم ہوٹل میں برسہا برس خطیب رہے... ان کا بیان ہے کہ... میں مدینہ منورہ حاضر ہوا

...اور مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قیام کیا... ایک روز جب مولانا کے ساتھ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے گیا... تو میں نے مولانا کا جوتا اٹھا لیا... مولانا اس وقت تو خاموش رہے... دوسرے وقت جب ہم نماز پڑھنے کے لیے گئے... تو مولانا نے میرا جوتا اٹھا کر سر پر رکھ لیا... میں پیچھے بھاگا... مولانا نے تیز چلنا شروع کر دیا... میں نے کوشش کی کہ... جوتا لے لوں... لیکن نہیں لینے دیا... میں نے کہا کہ خدا کے لیے سر پر تو نہ رکھئے... فرمایا کہ... عہد کرو کہ آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اٹھاؤ گے... میں نے عہد کر لیا... تب جوتا سر پر سے اتار کر نیچے رکھا...

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اور خوف خداوندی

عمر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ... حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف خدا میں اس قدر گریہ کرتے کہ آنسو کے بہنے سے آپ کے رخسار مبارک پھٹ گئے... اور گوشت پوست اتر گئے اور کر دانت اور چہرہ کی ہڈیاں نظر آنے لگیں... ایک دن والدہ نے دیکھ کر فرمایا... بیٹا!... اپنے دانت چھپا لو... پھر آپ کی والدہ نے آپ کے رخساروں پر کپڑا ڈال دیا... پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف خدا میں روتے تو کپڑا گیلا ہو جاتا تو آپ کی والدہ محترمہ اسے بدل دیتی... اسی طرح بار بار کپڑا تبدیل کرنا پڑتا...

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد حضرت زکریا علیہ السلام جب اہل ایمان کو وعظ فرماتے اور دوزخ سے ڈراتے تو پہلے دیکھتے اور پوچھتے کہ مجمع میں یحییٰ تو موجود نہیں... تو اگر وہ ہوتے تو ان کے سامنے دوزخ و قیامت کا ذکر نہ کرتے... حضرت یحییٰ علیہ السلام کی رقت قلبی کے پیش نظر ایک روز ایسا ہوا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سر ڈھانپ کر مجمع میں ایک طرف بیٹھ گئے... حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کے متعلق پوچھا مگر کسی نے نہ دیکھا تھا خاموش رہے تو حضرت زکریا علیہ السلام نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں گڑھا پیدا کیا جس کا نام سکران ہے... اور اس میں ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام غضبان ہے... اس پر سے کوئی نہیں گزر سکے گا... مگر وہ بھی جو اللہ کے خوف سے بہت روتا ہو...

جب حضرت یحییٰ علیہ السلام نے یہ بیان سنا... تو ایک زوردار چیخ ماری اور غشی سے گر

پڑے... پھر جب افاقہ ہوا تو کپڑے پھاڑ کر سر پر مٹی ڈال کر روتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے اور سب لوگ بھی روتے ہوئے آپ کے پیچھے نکل پڑے... جب انہوں نے تلاش کرنے پر نہ پایا تو حضرت زکریا علیہ السلام زور زور سے رونے لگے... حتیٰ کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی... لوگوں نے نہایت ادب سے تختے پر لٹا دیا... پھر اٹھا کر آپ کے گھر پہنچا دیا... جب آپ کی زوجہ محترمہ نے آپ کا یہ حال دیکھا تو لوگوں سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا... تو لوگوں نے اسے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حال بتایا... حال سنتے ہی مادر شفیقہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے... اور عصا ہاتھ میں لے کر کھڑی ہوگئیں اور پریشان دل کے ساتھ لوگوں سے پتہ پوچھتی ہوئی جنگل کو نکل پڑیں... تین دن بیٹے کی تلاش میں پہاڑ و غار میں چھان ماریں آخر بکریوں کے چرواہوں کو دیکھا تو ان سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا پوچھا... تو انہوں نے بتایا کہ گزشتہ رات ہم نے اس پہاڑ میں کسی رونے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہائے مصیبت سخت ان کے عذاب سے... ہائے خرابی غضبان پہاڑ پر گزرنے سے... ہائے بربادی دوزخ کے جلانے سے...

آپ یہ سنتے ہی جلدی سے وہاں پہنچیں تو اپنے بیٹے کو بہت مغموم و پریشان پایا اور اسی طرح حق عذاب سے واویلا پکارتے اور روتے ہوئے پایا... والدہ محترمہ نے آپ کو گلے لگایا... اور واپس گھر لائیں... پھر آپ کے لیے جو کی روٹی اور بھنا گوشت لائیں... اور فرمایا ... اللہ کے لیے اور حق مادر اس میں سے کچھ کھالو... اور ذرا سا تو لوٹ کر مجھے سکون ہو... اور اس میلے سوئے لباس کو اتار دو... یہ سن کر حضرت یحییٰ علیہ السلام بہت روئے... تین دن کا کھانا نہ تھے... آخر کچھ کھانا پایا اور سو گئے جب صبح ہوئی تو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور آپ کو بیدار کر کے کہا...

"اے یحییٰ!... بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے... اور فرماتا ہے... کہ شاید تو نے اپنا گھر میرے گھر سے بہتر پایا کہ اس میں آرام سے سوئے... مجھے اپنی عزت و جلال و قدرت کی قسم!... اگر تو ایک نظر میری جنت فردوس کو دیکھ لیتے تو اس کے شوق میں اتنا

روتے کہ روح تیرے بدن سے جدا ہو جاتی... اور اگر تو ایک نظر میری دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس وقت تیری ہڈیاں پگھل جاتیں..."

یہ سنتے ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام اچھل کر اٹھے... اور چیخ مارتے ہوئے گھر سے نکلے... پھر آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو کبھی نہ دیکھا... یہاں تک کہ آپ فلاں شہید کیے گئے... اللہ تعالیٰ کا آپ پر سلام ہو...

ایک گھر کے گیارہ افراد کا انتقال

قندھار میں ایک حاجی صاحب امیر کبیر تھے۔ شہر سے باہر بڑا حویلی نما ان کا مکان تھا... ایک دن صبح کے وقت حاجی صاحب کے سارے آٹھ بیٹے جو شادی شدہ تھے... بچوں سمیت ناشتہ کر رہے تھے... حاجی صاحب نے بڑے بیٹے سے کہا کہ باہر کھیتوں میں ہمارے اونٹ چر رہے ہیں... ذرا دیکھ کر آئیں... اس نے کافی دیر لگائی... دوسرے بیٹے کو بھیجا۔ پھر تیسرے بیٹے کو بھیجا... آٹھ بچوں میں سے کوئی بھی واپس نہیں آیا... حاجی صاحب پیچھے سے گئے وہ بھی غائب ہو گئے... حاجی صاحب کی بیوی نے بندوق اٹھائی اور کہا کہ باہر یقیناً کوئی بلا کھڑی ہے جو جاتا ہے واپس نہیں آتا ہے... اونٹوں کے گلے (ریوڑ) میں ایک آدم خور (پاگل) اونٹ تھا اس نے سب بچوں کو حاجی صاحب سمیت ہلاک کر دیا تھا... حاجی صاحب کی بیوی پر بھی اونٹ نے حملہ کیا مگر اس نے اونٹ پر گولی چلائی... اونٹ مر گیا... کل نو بندوں کو اونٹ نے قتل کیا... اب حاجی صاحب کی بیوی گھر کی طرف دوڑی کہ وہاں گھر میں اس اچانک حادثے کی اطلاع دی گئی... جب گھر کے گیٹ (ڈیوڑھی) میں داخل ہوئی تو ان کے دو پوتے آپس میں کھیل رہے تھے... ایک کے ہاتھ میں چھری تھی... اپنے چھوٹے بھائی سے کہا کہ تم لیٹ جاؤ... میں تجھے ذبح کرتا ہوں... یہ بات چیت مذاق میں ہو رہی تھی اور یوں بڑے نے اپنے سے چھوٹے بھائی کی گردن پر چھری چلائی اور وہ مر گیا... بچہ خوف سے بھاگنے لگا۔ چھری ہاتھ میں تھی... سامنے پتھر پر ٹھوکر لگ گئی اور وہی چھری اس بچے کے پیٹ میں گھس گئی... اس طرح یہ دونوں بچے بھی ختم ہو گئے اور یوں حاجی صاحب کے گھر سے ایک ہی دن میں گیارہ جنازے نکلے... انا للہ وانا الیہ راجعون..... (ملفوظات حکیم الامت)

حفاظت دین

ایک بار جبکہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں (مکہ معظمہ میں) حاضر تھے تو حضرت حاجی صاحب کے پاس مولود شریف کا بلاوا آیا حضرت نے مولانا سے پوچھا مولوی صاحب چلو گے مولانا نے فرمایا نا حضرت میں نہیں جاتا کیونکہ میں ہندوستان میں لوگوں کو منع کیا کرتا ہوں تو اگر میں یہاں شریک ہوگیا تو وہاں کے لوگ کہیں گے کہ وہاں جاکے شریک ہو گئے تھے حضرت حاجی صاحب نے بجائے برا ماننے کے مولانا کے اس انکار کی بہت تحسین فرمائی اور فرمایا کہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا تمہارے نہ جانے سے خوش ہوں اب دیکھئے پیر سے زیادہ کون محبوب اور معظم ہوگا مگر دین کی حفاظت ان کے اتباع سے بھی زیادہ ضروری تھی اسلئے دونوں کے ظاہری تعارض کے وقت اسی کو ترجیح دی... واقعی حفاظت دین بڑی نازک خدمت ہے کیونکہ سارے پہلوؤں پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ نہ چھوٹوں کو نقصان پہنچے نہ بڑوں کے ساتھ جو عقیدت ہونی چاہئے اس میں فرق آئے..... (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

رسوائی سے حفاظت کا حیلہ

احمد بن السعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں... ایک رات کا ذکر ہے... میں بغداد میں تھا کہ... ایک عورت میرے پاس آئی اور مجھے بتایا کہ وہ اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے... مگر اس وقت وہ ایک آزمائش میں مبتلا ہے... اور بولی... آپ کو خدا کا واسطہ میرا پردہ رکھ لیجئے... تو میں نے کہا... آخر بتاؤ تو سہی... تم کس آزمائش میں مبتلا ہو؟... تو وہ بولی... میرے ساتھ زبردستی ہوئی... اور اب میں حاملہ ہوں... اور لوگوں سے میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ... آپ میرے شوہر ہیں... اور یہ حمل آپ سے ہی ہے... تو خدا کے لیے مجھے رسوا مت کیجئے گا... اور میرا پردہ رکھ لیجئے گا... اللہ تعالیٰ آپ کا پردہ رکھے...

وہ خاموش رہے اور کچھ نہ کہا... پھر وہ عورت چلی گئی... پھر کچھ پتہ نہ چلا... یہاں تک کہ اس کے یہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی... تو محلے کے امام چند پڑوسیوں کے ساتھ مجھے بیٹے کی

مبارکباد دینے کے لیے آئے۔ میں نے ان کے سامنے بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ اور اگلے دن اس بچے کے نام سے دو دینار امام صاحب کو دیئے کہا۔ یہاں عورت کو دینا۔ یہ اس بچے کا خرچ ہے۔ کیونکہ ہم دونوں کے درمیان کسی بات پر علیحدگی ہوچکی ہے۔ پھر میں ہر مہینے دو دینار امام کے ہاتھ پر رکھتا اور کہتا۔ یہ بچے کا خرچہ ہے۔ یہاں تک کہ دو سال کا عرصہ گزر گیا۔ پھر ایسا ہوا کہ اس بچے کا انتقال ہوگیا۔ اور لوگ میرے پاس تعزیت کے لیے آنے لگے۔ میں ان لوگوں کے سامنے تسلیم و رضا کا اظہار کرتا رہا۔ ایک ماہ گزرنے کے بعد ایک رات وہ عورت میرے پاس آئی۔ اور ساتھ میں وہ دینار بھی لے کر آئی جو میں امام کے ہاتھ سے بھیجا کرتا تھا۔ اور کہنے لگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اسی طرح پردہ رکھے۔ جیسے کہ آپ نے میرا پردہ رکھا۔ تو میں نے کہا۔ یہ دینار بچے سے متعلق تھے۔ اب یہ تمہارے ہیں۔ تم اس کا جو چاہو کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت علیؓ ایک مرتبہ خزانے میں تشریف لے گئے تو سونے اور چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے' بیت المال میں لاکھوں روپیہ جمع تھا۔ سونے چاندی کو خطاب کر کے فرمایا یا دنیا غری غیری اے دنیا دھوکہ کسی اور کو دینا۔ ہم تیرے دھوکہ میں آنے والے نہیں۔ اور خزانچی کو اسی وقت حکم دیا کہ غربا میں دولت تقسیم کی جائے رات بھر دولت تقسیم ہوئی۔ اندازہ لگایا تو لاکھوں روپے تقسیم ہوئے یہ لوگ تھے جو پہلے ایک ایک پائی کے لئے جان دیتے تھے اور آج خزانے پڑے ہوئے ہیں اور اس کو خطاب کر رہے ہیں کہ ہم تجھ پر ریجھنے والے نہیں۔ ہم تجھ پر مرنے والے نہیں ہیں یہ کایا پلٹ کہاں سے ہوئی! اس قرآن نے ہی تو دلوں کو بدل دیا تھا روحوں کو پلٹ کر رکھ دیا تھا پہلے مال کی محبت تھی اب کمال کی محبت ہوئی پہلے مخلوق کی محبت تھی اب خالق کی محبت شروع ہوئی اور محبت میں مستغرق ہو گئے۔ غرق ہوگئے۔ کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ (خطبات طیب)

ایک بچے کی نصیحت

ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ سے گزرے۔ وہاں بچے مٹی اڑا رہے تھے۔ وہ

ڑک گئے اور بچوں سے بولے... بچو!... مجھے مٹی سے بچاؤ... یہ سن کر ایک بچے نے کہا... بابا!... قبر کی مٹی سے کیسے بچ گے؟... وہ یہ سنتے ہی وجد میں آ گئے... بچے کو اٹھا لیا... تھپکی دی اور نعرہ لگا کر آگے نکل گئے...

امیر شریعت رحمہ اللہ کی وجد آفریں تقریر

ان کی تقریر جاری تھی... سب لوگ دم بخود سن رہے تھے... شہر میں مکمل ہڑتال تھی... ہر طرف سناٹا طاری تھا... لوگ جانیں دینے کے لیے تیار تھے... ایسے میں کسی نے مجمع میں خبر سنائی... خواجہ ناظم الدین لاہور پہنچ گئے... سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے یہ خبر سنی... تو ان کی تقریر نے نیا سوز لیا... اپنی ٹوپی سر پر سے اتارتے ہوئے بولے...

"... کوئی ہے جو میری ٹوپی خواجہ ناظم الدین کے پاس لے جائے... میری ٹوپی کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکی... اس کو خواجہ ناظم الدین کے قدموں میں ڈال دو... ان سے کہو ہم تمہارے سیاسی مخالف نہیں ہیں... الیکشن بھی نہیں لڑیں گے... تم سے اقتدار نہیں چھینیں گے... ہاں ہاں جاؤ... میری ٹوپی ان کے قدموں میں ڈال کر کہو... اگر پاکستان کے بیت المال میں کوئی خنزیر ہے... تو عطاء اللہ شاہ بخاری تیری خنزیروں کا ریوڑ چرانے کے لیے بھی تیار ہے... مگر شرط یہ ہے... کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... میرے ماں باپ آپ پر قربان کی رسالت کی حفاظت کا قانون بنا دو... کوئی آقا کی توہین نہ کرے... آپ کی ختم نبوت پر آنچ نہ آنے پائے..."

شاہ جی بول رہے تھے... مجمع بے قابو ہو رہا تھا... لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے ... ایسے نظارے چشم فلک نے بہت کم دیکھے ہوں گے... عوام و خواص بھی رو رہے تھے... سید عطاء اللہ شاہ بخاری پر وجد کی کیفیت طاری تھی...

ہارون رشید کی شفقت کا ایک واقعہ

خلیفہ ہارون رشید گرچہ ایک زبردست سلطنت کے مالک تھے لیکن اس کے باوجود خدائے پاک کا خوف دل سے نہ جاتا تھا... چنانچہ ایک واقعہ امام محمد بن ظفر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون سے ایک خارجی نے خروج اختیار کیا... تو ہارون رشید کے چاہنے والے

تو جوانوں نے اس سے جنگ کر کے مال اسباب لوٹ لیا... اس کے بعد اس خارجی نے کئی مرتبہ فوج کشی کی... جنگ بھی ہوئی آخر کار شکست کھا گیا تو اسے گرفتار کر کے ہارون رشید کے دربار میں لایا گیا... جب اسے سامنے کھڑا کر کے ہارون نے پوچھا... اچھا بتاؤ میں تیرے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ وہ معاملہ کریں کہ جب خدائے پاک کے دربار میں کھڑے ہوں اور آپ یہ چاہتے ہوں کہ میرے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے... یہ معاملہ دیکھ کر ہارون نے اسے معاف کر دیا اور اسے آزاد کرنے کا حکم دیا...

جب وہ دربار سے نکلنے لگا تو ہم نشینوں نے گزارش کی کہ حضور والا جو ایک شخص آپ کے نوجوانوں سے جنگ کرتا ہے... مال واسباب کو لوٹنے لگتا ہے اور آپ کا یہ حال ہے کہ آپ نے ایسے شخص کو ایک جملہ میں معاف کر دیا اس لئے آپ پھر بھی نظر ثانی فرمائیں... ورنہ اس قسم کے واقعات سے بدمعاش لوگوں کو موقع مل سکتا ہے... تو ہارون نے کہا کہ اچھا اسے واپس کرو... خارجی سمجھ گیا کہ سب لوگ میرے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں... اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ ان لوگوں کی بات نہ مانئے اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں لوگوں کی باتوں کو مانتا تو آپ چشم زدن کیلئے بھی خلیفہ نہ بنتے... ہارون رشید نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو... اس کے بعد مزید انعام سے نوازا... (حیاۃ الحیوان)

نصیحت بھی عبرت بھی

ایک شخص منی گارے میں بھرا ہوا مسجد میں آ گیا وہ بڑا تعجب کر رہا تھا کہ مجھ جیسا گنہگار مسجد میں کیسے آ گیا... ایک نمازی نے اسے دیکھ کر جھڑک دیا کہ مسجد میں آ رہے ہے... تو ذرا اپنی صورت دیکھ... اپنا لباس تو دیکھ یہ مسجد کے قابل بنا... یہ بات سن کر عقلمند آدمی کے دل پر ایک چوٹ سی لگی کہ جب مسجد میں مٹی سے آ لودہ آدمی نہیں آ سکتا تو جنت میں گنہگار کس طرح جا سکتا ہے... کیونکہ وہ تو بہت پاک صاف مقام ہے... وہاں گنہگاروں کو کون گھسنے دے گا...

شیخ سعدی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ... مجھے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے... میں

والد صاحب کے ساتھ عید کی نماز ادا کرنے عید گاہ گیا تھا... وہاں میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہو گیا... پھر والد صاحب کا پتہ نہ چلا کہ وہ کدھر چلے گئے اب تو میں چلا چلا کے رونے لگا... والد صاحب نے عقب سے آ کر میرا کان پکڑ لیا اور فرمانے لگے ... ''بے حیا لڑکے تجھے کتنی بار کہا ہے کہ میرا دامن نہ چھوڑ ورنہ تم گم ہو جاؤ گے...''

اسی طرح جو شخص اہل اللہ کا دامن چھوڑ دیتا ہے... اور کمسن بچہ اکیلا راستہ طے نہیں کر سکتا کیونکہ وہ راستے سے واقف نہیں ہوتا یہی حال ایک سالک کا ہوتا ہے... جو پیر کی نگرانی کے بغیر سلوک کی راہ طے نہیں کر سکتا جو شخص کمین لوگوں کے ساتھ مجلس کرتا ہے... اس کا رعب لوگوں کے دل سے نکل جاتا ہے... وہ بے وقار ہو جاتا ہے... متقی اور پارسا لوگوں کا دامن پکڑ لو ان کے ساتھ تمہارا بھی بیڑا پار ہو جائے گا... اس میں شرم کی کوئی بات نہیں جو عارف اپنے بزرگوں سے شرماتا ہے... وہ محروم رہ جاتا ہے... مریدوں کی مثال کمزور بچوں جیسی ہے... جو دیوار کے سہارے کے بغیر چل پھر نہیں سکتے اور پیر کی مثال مضبوط دیوار کی ہے... جس کا سہارا لے کر چلا جا سکتا ہے... اس لیے مریدوں کو چاہیے کہ وہ پیروں کے التفات حاصل کریں تاکہ ان کی مدد سے وہ بچوں کی طرح چل سکیں...

قرآن کریم کی صداقت

احنف بن قیس ایک بڑے عرب سردار تھے... مشہور تھا کہ اگر احنف کو غصہ آتا ہے... تو ایک لاکھ تلواروں کو غصہ آ جاتا ہے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو انہوں نے نہیں کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والوں کی زیارت کی... اور ان کے ساتھ رہے... خاص طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے معتقد اور مخلص تھے... ایک دن کسی قاری سے یہ آیت تلاوت کی...

لقد انزلنا الیکم کتباً فیہ ذکرکم افلا تعقلون ....

''ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ہی تذکرہ موجود ہے... تم غور و فکر سے کام نہیں لیتے...'' (سورۃ الانبیاء: ۱۰)

عربی ان کی زبان تھی ... سن کر چونک پڑے گویا نئی بات تھی ... کہنے لگے ہمارا تذکرہ! ذرا قرآن تو لاؤ ... دیکھوں میرا کیا تذکرہ ہے ... اور میں کن لوگوں کے ساتھ ہوں! ... قرآن مجید آیا اور لوگوں کی صورتیں ان کے سامنے سے گزرنے لگیں ... ایک گروہ آیا جس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے ...

کانوا قلیلاً من الیل مایھجعون۝ وبالاسحارھم یستغفرون۝ وفی اموالھم حق للسآئل والمحروم...

"وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق تھا ..." (الذاریات ۱۷ ۱۸ ... ۱۹)

پھر کچھ ایسے لوگ آئے جن کا حال یہ تھا کہ ...

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقنھم ینفقون...

"ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیز دں سے خرچ کرتے ہیں ..." (الم السجدہ ۱۶)

پھر کچھ ایسے کہ ... یبیتون لربھم سجدا وقیاما...

"راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدے اور قیام میں لگے رہتے ہیں" (الفرقان ۶۴)

پھر ایک ایسا قافلہ گزرا جس کی شان یہ تھی کہ ...

ینفقون فی السرآء والضرآء والکظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین...

"خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور اللہ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ..." (آل عمران: ۱۳۴)

ابھی نظر بھر کر ان کو دیکھ نہیں سکے تھے ... کہ کچھ ایسے جوان مرد سامنے آ گئے جن کا عالم یہ تھا ...

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون...

"دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں... اگرچہ ان کو تنگی وفاقہ ہو اور (واقعی) جو اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے وہ بڑا کامیاب ہے..." (الحشر: ۹)

ابھی بیٹھے ہی تھے... کہ ایک دوسرا نمونہ سامنے آیا...

والذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش واذا ما غضبوا ھم یغفرون ٭ والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم ومما رزقنٰھم...

"جو بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا کام آپ کے مشورے سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں..." (الشوریٰ: ۳۷....۳۸)

حضرت احنف اپنے کو پہچانتے تھے... کہنے لگا خدایا!... میں تو ان میں کہیں نظر نہیں آتا... اب انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا... اس راستے میں ان کو اور طرح طرح کے آدمی نظر آنے لگے... ایک جمیعت جس کا حال یہ تھا...

اذا قیل لھم لآالٰہ الا اللّٰہ یستکبرون ٥ ویقولون ائنا لتارکوا الھتنا لشاعر مجنون٥

"جب ان سے کہا جاتا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں تو تکبر کیا کرتے ہیں اور کہتے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دیں گے؟..." (الصفٰت: ۳۵....۳۶)

اور آگے بڑھے تو کچھ ایسے لوگ ملے کہ...

واذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لایؤمنون بالآخرۃ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون ٥

"جب تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہو جاتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں..." (الزمر: ۴۵)

کچھ ایسے بدقسمت بھی کہ جب ان سے کہا جائے...

ما سلککم فی سقر... "تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا" (المدثر: ۴۲)

تو وہ جواب دیں گے... لم نک من المصلین ○ ولم نک نطعم المسکین ○ وکنا نخوض مع الخآئضین ○ وکنا نکذب بیوم الدین ○ حتیٰ اتٰنا الیقین ○

"ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو کھلایا کرتے تھے اور ہم باتیں بنانے والوں کے ساتھ خود بھی مشغول ہو جاتے تھے اور ہم آخرت کا انکار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کو موت آ گئی..." (المدثر: ۴۳)

احنف یہ صورتیں دیکھ کر گھبرا گئے کہنے لگے...

خدایا!... ایسے لوگوں سے تیری پناہ! میں ان سے بیزار ہوں اور مجھے ان سے کوئی تعلق نہیں... وہ اپنے متعلق نہ تو دھوکے میں تھے اور نہ ایسے بدگمان کہ اپنے کو مشرکوں اور باغیوں میں سمجھیں وہ جانتے تھے... کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت دی ہے... ان کا مقام بہت بلند نہ سہی مگر ان کی جگہ مسلمانوں ہی میں ہے... ان کو ایسی صورت کی تلاش تھی جس کو وہ اپنا کہہ سکیں... ان کو اپنے ایمان کا یقین بھی تھا اور اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا علم بھی اور اللہ کی رحمت اور مغفرت پر بھروسہ بھی... تو ان کو اعمال پر غرہ تھا نہ خدا کی رحمت سے مایوسی... ان کو اس ملی جلی صورت کی تلاش تھی... اور اس کا یقین تھا کہ وہ صورت اس جامع و کامل اس زندہ و تازہ کتاب میں ضرور ملے گی... کیا ایسے خدا کے بندے نہیں ہیں... جو ایمان کی دولت بھی رکھتے ہیں... اپنے گناہوں اور قصوروں پر شرمندہ بھی ہیں؟... کیا خدا کی رحمت ان کو محروم رکھے گی؟... کیا اس کتاب میں جو سارے انسانوں کے لیے ہے... ان کی صورت اور ان کا تذکرہ نہیں ملے گا؟... ایسا نہیں ہو سکتا...

واٰخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا... عملاً صالحاً واٰخر سیئاً عسی اللّٰہ ان یتوب علیھم ان اللّٰہ غفور رحیم ○

"اور کچھ اور لوگ ہیں جن کو اپنی خطاؤں کا اقرار ہے انہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے

کچھ بھلے کچھ برے اللہ سے اُمید ہے کہ ان کے حال پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائے....
بلاشبہ اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے... ''(التوبہ:۱۰۲)

انہوں نے کہا بس بس مل گیا... میں نے اپنے کو پالیا... مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے... مجھ سے خدا کی توفیق سے جو کچھ نیک اعمال ہوئے ان کا انکار نہیں... ان کی ناقدری نہیں ناشکری نہیں... مجھے خدا کی رحمت سے ناامیدی نہیں...

ومن یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون...

''اللہ کی رحمت سے وہی مایوس ہوسکتے ہیں جو گمراہ ہیں... ''(حجر:۵۶۰)

ان سب سے مل جل کر جو صورت تیار ہوئی وہ میری صورت ہے... اس آیت میں میرا اور میرے جیسوں کا حال بیان کیا گیا ہے... اور ان کا نقشہ کھینچا گیا ہے... قربان اپنے رب پر جس نے اپنے گنہگار بندوں کو فراموش نہیں فرمایا... حضرت احنف کی تلاش کا یہ قصہ ختم ہوگیا... حضرت احنف بھی دنیا سے چلے گئے اپنے پیدا کرنے والے کے پاس پہنچ گئے... مگر یہ کتاب موجود ہے... اور قیامت تک رہے گی... قومیں اگر اپنے کو اس میں تلاش کریں گی تو پالیں گی... جماعتیں اور مختلف طبقے اگر اپنے کو اس آئینہ میں دیکھنا چاہیں گے... تو دیکھ لیں گے... افراد... ہم... اور آپ... اگر اپنے کو تلاش کرنے نکلیں گے... تو ان شاء اللہ ناکام واپس نہیں ہوں گے... حضرت احنف نے ہم کو بھی تلاش کا ایک نمونہ دکھلایا... اور قرآن پڑھنے اور اس پر غور کرنے کا صحیح طریقہ سکھا گئے... ہمیں اس نمونے اور تعلیم سے فائدہ اٹھا کر قرآن مجید کا مطالعہ شروع کرنا چاہیے...

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کبھی صحابہ میں ہیں ایک دن گھر میں تشریف لائے تو اہلیہ محترمہ نے دیکھا کہ کچھ غمگین اور اداس ہیں پوچھا کہ آج آپ اداس کیوں ہیں فرمایا کہ خزانے میں روپیہ زیادہ جمع ہوگیا ہے دل کے اوپر بوجھ پڑ رہا ہے کہ اتنی خرافات کہاں میرے سر پر لد گئی.... اس کی وجہ سے غمگینی ہے بیوی بھی صحابیہ تھیں انہوں نے کہا کہ پھر غم

کی کیا بات ہے اللہ کے نام پر غرباء کو تقسیم کر دو...... بس تشریف لے گئے اور خزانچی کو بلا کر حکم دیا کہ غرباء میں روپیہ تقسیم کیا جائے یتیموں اور بیواؤں کی مدد کی جائے... تمام رات مدینے کی گلیوں میں روپیہ تقسیم ہوتا رہا صبح کو جو حساب لگایا تو رات بھر میں چوبیس لاکھ روپیہ تقسیم ہوا صبح کو گھر پہنچے بہت ہشاش بشاش...... بیوی کے ہاتھ چومے اور کہا کہ بہت عمدہ تدبیر بتلائی تھی میرا دل ہلکا ہو گیا تو پہلے یہ کیفیت تھی کہ ان کا دل بوجھل ہوتا تھا جب دولت زیادہ ہوتی تھی۔ آج ہلکا ہونے لگا جب دولت ختم ہو جائے یہ کایا پلٹ نہیں تھی تو اور کیا تھا تصوف یہ نہیں تھا تو اور کیا تھا دل بدل گئے...... (خطبات حکیم)

حفظ قرآن کی دعا

ابوعبداللہ بن ہارون... جو بصرہ کی ایک مسجد میں امام تھے... کہتے ہیں... کئی سال تک قرآن حفظ کرتا رہا... جتنا یاد کر لیتا تھا وہاں پہنچ کر پچھلا بھول جایا کرتا تھا۔ جیسے کہ میں نے وہ حصہ کبھی سنا ہی نہ ہو... یہ چیز میرے لیے باعث اذیت تھی... میں نے حج کیا اور کعبہ کے پردوں سے چمٹ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ قرآن حفظ کرنے میں میری مدد فرمائیں... جب بصرہ واپس آیا... تو پابندی سے یاد کرنا شروع کیا یہاں تک کہ صرف چھ ماہ کے عرصہ میں میں نے حفظ کر لیا۔

ختم نبوت زندہ باد

ایک مسلمان نے سڑک کے درمیان آ کر بلند آواز میں نعرہ لگایا... ختم نبوت زندہ باد... ان دنوں ختم نبوت کی تحریک زوروں پر تھی... ختم نبوت کے پروانے گولیوں... لاٹھیوں... جیلوں... اور حوالاتوں کے گھیرے سے لڑ رہے تھے... جونہی اس نے نعرہ لگایا... پولیس والا آگے بڑھا اور اس کے گال پر زوردار تھپڑ مارا۔ تھپڑ کھاتے ہی اس نے پھر کہا... ختم نبوت زندہ باد... اس بار پولیس والے نے اسے بندوق کا بٹ مارا... بٹ کھا کر وہ پہلے سے زیادہ بلند آواز میں گرجا... ختم نبوت زندہ باد... اب تو پولیس والے اس پر جھپٹ پڑے... ادھر وہ ہر تھپڑ... ہر لات اور ہر بٹ پر... ختم نبوت زندہ باد... کا نعرہ لگاتا چلا گیا... وہ مارتے رہے... یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہو گیا... اسی حالت میں

اٹھا کر فوجی عدالت میں پیش کیا گیا... اس نے عدالت میں داخل ہوتے ہی نعرہ لگایا... ختم نبوت زندہ باد... فوجی نے فوراً کہا... ایک سال کی سزا... ایک سال کی سزا کا سن کر اس نے پھر نعرہ لگایا... ختم نبوت زندہ باد... فوجی نے پھر کہا... تین سال سزا... اس نے پھر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا... غرض وہ ایک ایک سال کر کے سزا بڑھاتا چلا گیا... یہ ختم نبوت کا نعرہ لگاتا چلا گیا... یہاں تک کہ سزا تیس سال تک پہنچ گئی...

تیس سال کی سزا سن کر بھی اس نے کہا... ختم نبوت زندہ باد... اس پر فوجی نے جھلا کر کہا... باہر لے جا کر گولی مار دو... اس نے گولی کا حکم سن کر کہا... ختم نبوت زندہ باد... ساتھ ہی خوشی کے عالم میں ناچنے لگا... ناچتے ہوئے بھی برابر نعرے لگا رہا تھا... ختم نبوت زندہ باد... ختم نبوت زندہ باد... عدالت میں وجد کی حالت طاری ہو گئی... یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا... یہ دیوانہ ہے... دیوانے کو سزا نہیں دی جا سکتی رہا کر دو... رہائی کا حکم سنتے ہی اس نے پھر کہا... ختم نبوت زندہ باد... (میں بھی کہتا ہوں ختم نبوت زندہ باد... آپ سب بھی کہیں ختم نبوت زندہ باد)...

پتھر پر لکھی انمول تحریر

ابوزکریا تیمی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک مسجد حرام میں بیٹھے تھے... کہ اتنے میں کوئی شخص ایک پتھر جس پر کچھ کندہ تھا ان کے سامنے لایا... اسے پڑھنے کے لیے وہب بن منبہ بلائے گئے... ان پر یہ لکھا تھا کہ...

''اے انسان!... اگر تو احوال قرب موت کی حقیقت کو پالے تو لمبی امید اور طویل و عریض منصوبے ترک کر دے اور آخرت کے لیے عمل کرنے میں منہمک ہو جائے... اس وقت کو یاد کر... جب تیرے والدین... رشتہ دار... اور احباب تجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائیں گے... وہ جب تو دنیا سے جائے گا... تو پھر کبھی واپس نہیں آئے گا... لہٰذا قیامت کے دن حسرت وندامت سے پیشتر کچھ نیک عمل کرے...''

پتھر پر کندہ تحریر کو پڑھ کر خلیفہ سلیمان بے اختیار رو پڑے... (احیاء العلوم ج ۴ ص ۶۵۵)

جو بہاں پھر کٹتے تھے تیرے نقش قدم پہ   وہ دے گئے ایک ایک تجھے داغ جدائی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کی خانقاہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ کی خانقاہ میں دس دس ہزار مہمان ہوتے تھے۔ ایک ایک وقت میں ایک دن آپ باورچی خانہ میں تشریف لے گئے پوچھا کیا پکتا ہے کہنے لگے گوشت روٹی فرمایا اللہ اکبر ہم مدعی ہیں اتباع سنت کے اور حضورؐ نے تو گوشت کبھی اتفاق سے کھا لیا اور ہمارے یہاں روز گوشت پکتا ہے اور روز روٹی پکتی ہے یہ کیا اتباع سنت ہے۔ حکم دیا گیا کہ آج سے وہی "جو" کی روٹی اور "جو" بھی چکی کا پسا ہوا نہیں بلکہ جیسے حضور کی عادت کریمہ تھی کہ "جو" کو کوٹ ڈالو اور پھونک ماردی بھوسا اڑ گیا موٹے موٹے دانے رہ گئے۔۔۔ اس کی ایک آدھ ٹکیہ پک گئی۔ بس حضور کا یہ کھانا ہوتا تھا آج سے خانقاہ میں بھی یہی کھانا ہوگا۔۔۔۔ چنانچہ گوشت روٹی بند ہوگئی۔۔۔ اور وہی گدرے "جو" کی ٹکیاں پکنے لگیں۔۔۔۔ کس کو عادت تھی؟ کس کے معدہ میں تحمل تھا؟ کوئی بیمار ہوا کسی کے پیٹ میں درد ہوا کسی کو بخار آیا کسی کو دست آئے اور خانقاہ یا تو ذکر اللہ سے گونجتی تھی یا سارے بیمار پڑے ہیں۔۔۔۔ فرمایا کیا بات ہے ذکر اللہ کی آواز نہیں آتی ہے عرض کیا گیا کہ حضرت! آپ نے حکم دیا تھا کہ "جو" کی روٹی کھاؤ" وہ ہضم ہوتی نہیں" اس لئے لوگ بیمار پڑے ہوئے ہیں۔۔۔۔ تو کانوں پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ ہم نے بہت ہی جرأت اور جسارت کی ہے کہ حضور کی ذاتی زندگی کے اتباع کی کوشش کی یہ ہماری مجال نہیں اور حکم دیا کہ آج سے وہی گوشت روٹی پکا کرے۔۔۔ (خطبات طیب)

حور کی زیارت کرنے والا نوجوان

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ ایک انصاری نوجوان کا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ۔۔۔ ایک نوعمر نوجوان تھا اس نے عرصہ دراز تک جہاد کیا اور ہر معرکہ میں شہادت کی غرض سے آگے بڑھتا رہا۔۔۔ لیکن اس کو شہادت نہیں ملی۔۔۔ ایک دن وہ پریشانی میں سوچ رہا تھا۔۔۔ کہ قسم بخدا۔۔۔ اگر میں اپنے گھر زندہ واپس لوٹ کر چلا گیا تو گھر والے میری شادی کردیں گے۔۔۔ یہ کہہ کر وہ اپنے خیمہ میں قیلولہ کی غرض سے سو گیا۔۔۔ پھر ان کے ساتھیوں نے

ان کو ظہر کی نماز کے لیے جگایا... وہ جب اُٹھا تو زار و قطار رونے لگے... ساتھی گھبرا گئے کہ ان کو نیند کی حالت میں کوئی تکلیف پہنچی ہے... یا شدید بیمار ہو گئے ہیں... اس پر اس نوجوان نے کہا کہ مجھے کوئی بیماری لاحق نہیں ہوئی ہے... لیکن میں نے ابھی ابھی ایک خواب دیکھا ہے... کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ آؤ میرے ساتھ چلو... تاکہ میں تجھے تیری بیوی عینا (عینا موٹی موٹی آنکھوں والی حور کو کہتے ہیں) اسے ملاقات کرا دوں...

چنانچہ وہ شخص مجھے ایک صاف و شفاف سفید میدان میں لے گیا... ہم وہاں ایسے باغیچے میں پہنچ گئے جس کی نظیر میں نے کبھی نہیں دیکھی... اس باغ میں دس نوجوان لڑکیاں تھیں... میں نے سوچا کہ وہ میری بیوی عینا بھی انہیں میں ہوگی... چنانچہ میں نے پوچھا کہ... کیا تم میں عینا ہے؟... انہوں نے کہا وہ ہم سے آگے ہیں... ہم تو ان کی خادمائیں ہیں... اس کے بعد میں اپنے ساتھی کے ساتھ آگے بڑھا... تو ایک اور باغیچہ نظر آیا جو اس پہلے سے باغ سے کئی گنا زیادہ خوبصورت تھا... اس میں ۲۰ لڑکیاں تھیں... جن کا حسن ان پہلے والی لڑکیوں سے کئی درجہ زیادہ تھا... میں نے سوچا کہ شاید ان میں عینا ہوگی... میں نے ان سے پوچھا کیا تم میں عینا ہے؟... انہوں نے جواب دیا... وہ ہم سے آگے ہیں... ہم تو ان کی خادمائیں ہیں... چنانچہ اس کے بعد ہم دونوں ساتھ ایک گنبد نما سرخ یاقوت کے ایک ایسے محل میں پہنچ گئے... جس کی روشنی سے آس پاس کے علاقے روشن تھے... میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤ... چنانچہ میں اندر داخل ہوا... اچانک میں نے ایک ایسی خوبصورت عورت دیکھی... جس کی روشنی سے محل کی روشنی ماند پڑ گئی تھی... میں وہاں بیٹھ گیا... اور کچھ دیر تک میں نے اس سے باتیں کیں... اور اس نے مجھ سے باتیں کیں... کہ اتنے میں میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ آؤ چلو... واپس چلتے ہیں... میں جب مجبوراً جانے کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا تو اس حور عینا نے میری چادر کے پلو کو پکڑ کر نہایت خوشگوار انداز سے کہا کہ... آج رات آپ روزہ ہمارے ہاں افطار کریں... جب آپ حضرات نے مجھے نماز کے لیے جگایا اور میں جاگ گیا اور مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ وہ سارا قصہ تو ایک خواب تھا... تو اس لیے میں رونے لگا...

راوی کا بیان ہے کہ... اس قصہ کو سنائے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ مجاہدین نے آواز دی...

یا خیل اللہ ارکبی والی الجنۃ فارغبی...

"اے اللہ تعالیٰ کے شہسوارو!... اور جنت کی طرف چل پڑو..."

چنانچہ سارے لوگ سوار ہو کر دشمن کی طرف چل پڑے... اور دن بھر... دشمن سے مقابلہ ہوتا رہا... جب شام کا وقت آ گیا... اور روزہ کھولنے کا اعلان ہونے لگا... تو اسی وقت وہ نوجوان شہید ہو گیا... جس نے دن بھر روزہ رکھا تھا... (کتاب الجہاد ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ)

جنتی پانی کی برکت

حضرت عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب روض الریاحین... میں لکھتے ہیں... ایک مجاہد بلاد روم میں جہاد میں شریک تھا... وہ ایک ایسا شخص تھا جو نہ کھاتا تھا نہ کچھ پیتا تھا... میں نے ان سے کہا کہ... آپ ہمارے ساتھ ہیں... گیارہ دن سے نہ آپ نے کھانا کھایا نہ پانی پیا... قصہ کیا ہے؟... انہوں نے کہا کہ... جب میں تم سے الگ ہو جاؤں گا... تو پھر تمہیں سب کچھ بتا دوں گا... چنانچہ جب ان کی جدائی کا وقت قریب آیا تو میں نے ان سے کہا کہ... جو وعدہ آپ نے کیا تھا... اب اس کو پورا کیجئے... تو اس نے کہا کہ... ہم چار سو مجاہدین ایک جنگ میں شریک تھے... کہ دشمن نے ہم پر زبردست حملہ کیا اور ہمارے ساتھیوں کو شہید کر ڈالا اور میں زخمی ہو گیا... اور انہیں مقتولین کے درمیان پڑا رہ گیا... جب غروب آفتاب کا وقت ہو گیا تو اچانک میں نے نہایت عمدہ لباس میں کچھ لڑکیاں دیکھیں جن کے ہاتھوں میں جام ہیں... اور وہ مقتولین میں سے ہر ایک کے منہ میں پانی ڈال رہی ہیں... میں نے آنکھیں بند کر لیں تو وہ میرے پاس پہنچ گئیں... ان میں سے ایک نے کہا... اس کے منہ میں بھی پانی ڈال دیں اور جلدی کریں تاکہ آسمان کے دروازے بند ہونے سے پہلے پہلے ہم واپس جا سکیں... ایک اور لڑکی نے کہا... کیا ہم اس کو پانی پلا دیں حالانکہ اس میں ابھی جان کی رمق باقی ہے؟... دوسری نے کہا... اے بہن!... پرواہ نہیں... آپ پلا دیجئے... بس... اس نے میرے حلق میں پانی ڈال دیا... اس پانی کے پینے کے وقت سے لے کر آج تک نہ مجھے کھانے کی ضرورت پیش آئی اور نہ پانی پینے کی...

ایک مجاہد کی قابل رشک شہادت

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے ساتھ ابوالربیع رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قصہ نقل کیا ہے... وہ فرماتے ہیں کہ... مدینہ منورہ سے ایک آدمی ہمارے پاس آیا جس کا نام زیاد تھا... ہم سرزمین روم میں (صقلیہ) کے مقام پر جہاد میں مصروف تھے... ہم نے وہاں ایک شہر کو محاصرہ میں لے رکھا تھا... ہم صرف تین آدمی تھے... ایک میں تھا دوسرا زیاد تھا اور ایک مدینہ کا باشندہ تھا... ہم اس شہر کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ ہم نے ایک ساتھی کو کھانا لانے کے لیے بھیج دیا... کہ اچانک منجنیق سے پھینکا ہوا ایک پتھر آکر زیاد کے قریب گرا... اس کا ایک ٹکڑا زیاد کو لگا جس سے وہ بے ہوش ہو گئے... میں نے اس کو کھینچ کر ایک محفوظ مقام کی طرف منتقل کر دیا... دن کا اکثر حصہ گزر گیا تھا مگر زیاد نے حرکت نہیں کی... پھر اچانک کھل کھلا کر ہنسنے لگے... پھر خاموش ہو گئے... پھر رونے لگے... یہاں تک کہ اس کے آنسو نکل آئے... پھر خاموش ہو گئے... پھر ایک دفعہ ہنسے... پھر روئے... پھر کچھ دیر خاموش رہے... کہ اچانک اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ میں یہاں کیوں ہوں؟... ہم نے کہا تجھے معلوم نہیں... اس نے کہا... نہیں... ہم نے کہا... تجھے منجنیق کا پتھر یاد ہے... جو تجھے لگا تھا... اس نے کہا... ہاں یاد ہے... ہم نے کہا... اسی سے آپ بے ہوش ہو گئے تھے... اور ہم نے آپ سے عجیب و غریب حرکات دیکھیں... اس نے کہا... ہاں میں ابھی سب کچھ تمہیں بتاتا ہوں...

قصہ یہ ہوا کہ اس غنودگی میں گویا میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک عجیب کمرے میں ہوں جو یاقوت اور زبرجد سے بنا ہوا تھا... پھر مجھے ایک ایسے قالین پر لے گئے... جو زربافت تھا اور اس پر قریب سے تکیے رکھے ہوئے تھے... جب میں ٹھیک ٹھیک اس قالین پر بیٹھ گیا... تو میں نے دائیں جانب ایک آہٹ محسوس کی... جب میں نے دیکھا... تو وہاں سے ایک لڑکی آرہی تھی جس کے حسن و جمال کو نہ پوچھو... جب وہ سامنے آئی تو اس نے مجھے... مرحبا مرحبا اھلا وسہلا کہا... اور پھر کہا... خوش آمدید اے بے وفا! جب کہ تو بھی اللہ تعالیٰ سے ہمیں مانگتا تھا... ہم تیری فلاں بیوی کی طرح نہیں ہیں... جب اس نے یہ بات کی... تو میں ہنسنے لگا... جب وہ میرے قریب بیٹھ گئی... تو میں نے کہا... تم کون ہو؟... اس نے کہا... میں حور... یعنی میرا نام

خود ہے... میں تیری بیوی ہوں؟... میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا... تو کہنے لگی... ابھی صبر کرو... آپ ظہر کے وقت ہماری طرف آؤ گے... اس پر میں رونے لگا... جب وہ اپنے کلام سے فارغ ہوگئی... تو میں نے بائیں طرف سے آہٹ سنی... میں نے دیکھا... تو اسی شان کی ایک لڑکی اس طرف تھی... اس نے بھی پہلی کی طرح باتیں کیں... تو میں چلنے لگا... پھر میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا... تو وہ کہنے لگی... ابھی صبر کرو... آپ ہماری طرف ظہر کے وقت آؤ گے... تو میں رونے لگا... قصہ بیان کرنے والا کہتا ہے... کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے... زیاد بھی ہمارے ساتھ تھے... اور زخمی تھے... کہ اتنے میں مؤذن نے ظہر کی اذان دے دی... اذان ہوتے ہی زیاد گر کر شہید ہوگئے... (کتاب الجہاد لابن المبارک)

ادب سے مغفرت

ایک بزرگ کی وفات کے بعد ایک دن کسی نے انہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا... اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟... انہوں نے جواب دیا... اللہ نے میری مغفرت فرمادی... پوچھا... کس عمل پر؟... انہوں نے جواب میں فرمایا... ایک روز میں اصفہان جارہا تھا... راستے میں زور کی بارش شروع ہوگئی... مجھے سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ میرے ساتھ کچھ کتابیں ہیں... اگر وہ ضائع ہوگئیں تو میری ساری پونجی لٹ جائے گی... قریب میں کوئی ایسا سائبان یا چھت نہ تھی جس کے نیچے پناہ لی جاسکے... چنانچہ میں نے اپنے جسم کو دہرا کرکے کتابوں پر سایہ کردیا تاکہ وہ حتی الامکان بارش سے محفوظ رہیں... بارش ساری رات جاری رہی... اور میں ساری رات اسی حالت میں بیٹھا رہا... صبح کے وقت بارش رکی تو میں سیدھا ہوا... بس اللہ تعالیٰ نے اس عمل کی وجہ سے میری مغفرت کی... یہ بزرگ امام ابوایوب سلیمان بن داؤد شاذکونی رحمۃ اللہ علیہ تھے... (ماخوذ از تراشے)

بوقت ہجرت عثمان شیبی کا سلوک

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جب آپ کے لئے ہجرت کا حکم ہوگیا تو آپ نے چاہا کہ میں بیت اللہ میں دو رکعت نماز پڑھوں..... یہ تو ظاہر تھا نہیں کہ آپ ہجرت فرما

رہے ہیں مگر اجازت آچکی تھی اس زمانہ میں عثمان شیبی کے ہاتھ میں کعبہ کی کنجیاں رہتی تھیں آپ نے فرمایا کہ شیبی! ایک دو منٹ کے لئے بیت اللہ کھول دو میں دو رکعت پڑھ لوں اس نے آپ کو ڈانٹ دیا اس لئے کہ حکومت تو اسی کی تھی آپ کی تو تھی نہیں..... آپ نے کچھ نرمی سے فرمایا کہ دو شیبی، رکعتیں پڑھنی ہیں اس نے کہا کہ نہیں نہیں..... بہر حال اس نے اجازت نہیں دی..... آپ نے فرمایا کہ شیبی! ایک وقت آنے والا ہے میں تو اس جگہ کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تو اس جگہ کھڑا ہوا ہوگا جہاں میں کھڑا ہوا ہوں..... اس وقت تیرا کیا حشر ہوگا..... اس نے کہا کہ یہ سب تخیلات ہیں..... شیخ چلی کی باتیں ہیں غرض اجازت نہ دی..... بلا نماز پڑھے آپ واپس تشریف لائے ..... رات کو ہجرت فرمائی..... یہ تیرہ برس کی زندگی آپ نے انتہائی پریشانیوں میں گزاری پھر ہجرت کی تھی آٹھ سال بعد مکہ میں آپ کا فاتحانہ داخلہ ہوا..... اور آپ نے مسجد حرام سے ابتداء کی وہاں آکر آپ نے نماز پڑھی، کعبہ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں دی گئیں۔ آپ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بلاؤ شیبی کو شیبی حاضر ہوا..... فرمایا کہ وہ وقت یاد ہے کہ میں نے منت سماجت کی تھی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو..... مگر تم نے اجازت نہیں دی تھی..... اس نے کہا ہاں یاد ہے اور فرمایا کہ یہ بھی یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے..... میں وہاں کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تم یہاں کھڑے ہو گے جہاں میں کھڑا ہوں..... آپ نے فرمایا کہ وہ وقت آگیا ہے کہ میں کھڑا ہوں تیری جگہ اور تم کھڑے ہو میری جگہ اس نے کہا ہاں وہ وقت آگیا ہے فرمایا کہ اب تیرا کیا حشر ہونا چاہئے اس نے ایک ہی لفظ کہا کہ اخ کریم و نبی کریم میں کریم پیغمبر اور کریم بھائی کے سامنے ہوں.....

اس برائی کا بدلہ آپ نے یہ دیا کہ کعبہ کی کنجیاں سپرد کیں اور فرمایا کہ نسلاً بعد نسل قیامت تک تیرے ہی خاندان کو دیتا ہوں یہ کنجیاں تو آج تک وہ شیبی کا خاندان ہے جو برابر کلید بردار کعبہ ہے اور آدھے ملک پر اس کی حکومت ہے لاکھوں کروڑوں کا سامان اس کی دکانوں میں پڑا ہوا ہے جس کو چاہے اجازت دے اور جسے چاہے بیت اللہ کے داخلہ کی اجازت نہ دے تو اس نے دو رکعتیں نہیں پڑھنے دی جواب میں آپ نے کنجیاں سپرد کر دیں اور

فرمایا کہ لے یہ تیرے خاندان کو قیامت تک کے لئے دیتا ہوں یہ خلق عظیم نہیں تھا تو اور کیا تھا کہ ادھر سے زیادتی اور ادھر سے یہ لطف و کرم ... (خطبات طیب)

مجاہد کی حوروں سے دنیا میں ملاقات کا واقعہ

یزید بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ... عبدالرحمن بن یزید نے مجھے بتایا کہ ... ایک جہاد میں رات کے وقت ہم انگوروں کے باغ سے گزرے ... ہم نے اپنے ایک نوجوان ساتھی کو ایک کپڑا دیا کہ اس میں انگور بھر کر لے آؤ ... جب وہ باغ میں داخل ہوا تو اس نے سونے کے پلنگ پر حور عین کو دیکھا ... اس نے (کوئی غیر عورت سمجھ کر) اپنی نظریں جھکا لیں ... پھر اس نے دوسری جانب دیکھا ... تو وہاں بھی ویسی ہی ایک عورت تھی ... اس نے پھر نظریں جھکا لیں ... اس عورت نے کہا تمہارے لیے ہمیں دیکھنا حلال ہے ... اور تم اپنی حور عین بیویوں کو دیکھ رہے ہو ... اور آج ہمارے پاس آنے والے ہو ... وہ نوجوان انگور لیے بغیر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آ گیا ... ہم نے اسے کہا ... کیا ہوا؟ ... کیا تم ڈر گئے ہو؟ ... ہم نے دیکھا ... کہ اس کے چہرے کا نور اور حسن پہلے سے بڑھا ہوا ہے ... ہم نے اس سے پوچھا ... کہ انگور کیوں نہیں لائے؟ ... وہ بالکل خاموش رہا ... یہاں تک کہ ہم نے اسے قسم دے کر پوچھا ... تو اس نے پورا ماجرا سنا دیا ...

تھوڑی دیر بعد جب لڑائی کا اعلان ہوا ... تو وہ بہت جلدی دشمنوں کی طرف بڑھنے لگا ... ہم نے ایک آدمی مقرر کیا کہ وہ اس کی سواری کو روکے رکھے تاکہ ہم تیار ہو کر اکٹھے نکل سکیں ... پھر ہم سب شہادت کی تمنا کے ساتھ دشمن کی طرف بڑھے ... وہ ہم میں سب سے آگے تھا ... اور اس دن میں وہی سب سے پہلے شہید ہوا ... (کتاب الجہاد لابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ)

ایک دیہاتی کی عجیب دعا کا واقعہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیہاتی کے پاس سے گزرے ... وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا ... اے وہ ذات! ... کہ کسی کا خیال و گمان اس تک نہیں پہنچ سکتا ... اے وہ ذات! ... کہ اوصاف بیان کرنے

والے اس کے اوصاف بیان نہیں کر سکتے... اے وہ ذات!... کہ زمانے کے حادثات اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتے... اے وہ ذات!... کہ اسے گردش زمانہ سے کوئی اندیشہ نہیں... اے وہ ذات!... جو پہاڑوں کے وزنوں کو جانتی ہے... اے وہ ذات!... جو سمندروں کے پیمانوں کو جانتی ہے... اے وہ ذات!... جو بارش کے قطروں کو جانتی ہے... اے وہ ذات!... جو درختوں کے پتوں کی تعداد کو جانتی ہے... اے وہ ذات!... جو ان تمام چیزوں کو جانتی ہے... جن پر رات کی تاریکی چھاتی ہے... اور جن کو دن روشن کرتا ہے... اے وہ ذات!... جسے ایک آسمان دوسرے آسمان سے چھپا نہیں سکتا... اے وہ ذات!... جسے معلوم ہے... سمندر کے پیٹ میں کیا ہے... اے وہ ذات!... کہ جو چٹانوں میں کیا چھپا ہے... وہ بھی جانتا ہے... تو میری عمر کے آخری حصے کو سب سے بہتر بنا دے... اور میرے آخری عمل کو سب سے بہتر عمل بنا دے... اور میرا بہترین دن وہ بنا... جس دن میری تجھ سے ملاقات ہو...

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ذمے لگایا کہ جب یہ دیہاتی نماز سے فارغ ہو جائے تو اسے میرے پاس لے آنا... چنانچہ وہ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کان سے کچھ سونا ہدیے میں آیا ہوا تھا... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سونا ہدیے میں دیا پھر اس سے پوچھا... اے اعرابی!... تم کون سے قبیلے کے ہو؟... اس نے کہا... یا رسول اللہ!... بنی عامر بن صعصعہ قبیلے کا ہوں... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... تم جانتے ہو... میں نے تمہیں یہ تحفہ کیوں ہدیہ کیا ہے؟... اس نے کہا... یا رسول اللہ!... ہماری آپ کی رشتہ داری ہے... اس وجہ سے؟... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... رشتہ داری کا بھی حق ہوتا ہے... لیکن میں نے تمہیں یہ سونا اس وجہ سے ہدیہ کیا ہے... کہ تم نے بہت عمدہ طریقے سے اللہ کی ثناء بیان کی ہے... اور دعا مانگی... (حیاۃ الصحابہ جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۴۹... ۳۳۰)

بے وفائی کی سزا

بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی کپڑا بیچنے کا کام کیا کرتا تھا... اس کی بیوی نیک

اسرائیل کی تمام عورتوں سے زیادہ حسین و جمیل تھی... جب اس کے حسن کی شہرت اس وقت کے ایک بادشاہ تک پہنچی... تو اس نے ایک بڑھیا کو اس کام کے لیے تیار کیا کہ اس کے پاس جائے... اور اسے اس کے خاوند کے خلاف کر دے... بڑھیا حسب ہدایت اس کے پاس پہنچی... اور بولی... اے عورت!... میں بادشاہ کی جانب سے آئی ہوں... اس نے پیغام بھیجا ہے... کہ تو اتنی خوبصورت ہونے کے باوجود ایک کپڑے بننے والے کے پاس کیوں پڑی ہے؟... اگر تو ہمارے پاس ہوتی... ہم تجھے سونے سے لاد دیتے... تجھے ریشم پہناتے اور بے شمار نوکر چاکر تیری خدمت کے لیے مقرر کرتے... ان باتوں نے عورت کے دل پر گہرا اثر کیا اور وہ اپنے شوہر سے بدظن ہو گئی... نتیجتاً شوہر کی خدمت کرنا بالکل چھوڑ دی... اور رویہ تبدیل کر لیا... جب شوہر اس سے وجہ دریافت کرتا... تو بد اخلاقی سے جواب دیتی... آخرکار اس نیک شخص نے بے وفائی دل برداشتہ ہو کر اسے طلاق دے دی...

عورت نے چھٹکارا پاتے ہی بادشاہ سے شادی رچالی... جب بادشاہ حجلہ عروسی میں گیا اور پردے چھوڑ دیے... تو اللہ کے حکم سے بادشاہ اور عورت دونوں اندھے ہو گئے... بادشاہ نے چاہا کہ اسے چھو کر دیکھ لے... لیکن یہ سوچتے ہی اس کا ہاتھ خشک ہو گیا... عورت نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھونا چاہا... تو اس کا ہاتھ بھی سوکھ گیا... پھر ان دونوں کو گونگا بہرا کر دیا گیا... اور ان کی شہوت سلب کر دی گئی...

جب صبح پردے ہٹائے گئے... تو یہ دونوں اندھے... بہرے اور... گونگے پائے گئے... ان کا یہ معاملہ اس زمانے کے نبی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا... انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی... جواب ملا...

"میں ان کو کبھی معاف نہ کروں گا... کیا یہ دونوں یہ سمجھتے ہیں... کہ جو کچھ انہوں نے کپڑا بننے والے کے ساتھ کیا ہے... میں اسے دیکھ نہیں رہا تھا؟..."

نواب آصف الدولہ کی غریب پروری

ایک غریب آدمی ایک نواب کے دربار میں حاضر ہوا... وہ شکل صورت سے کسی اچھے خاندان کا فرد معلوم ہوتا تھا... اس نے اپنا حال زار بیان کرتے ہوئے کہا... یہ بات سرکار کی

شان کے خلاف ہوگی... کہ میں اپنا حسب نسب بیان کروں... میں ایک ضرورت مند ہوں ... میری تین بیٹیاں ہیں... ان کی شادی کی عمریں تیزی سے گزرتی جا رہی ہیں... آپ نے ایک لاکھ روپے کا عظیم عطیہ دینے کا حکم دیا تھا... ایسے موقع پر خوشامدی اور تھے درباروں کو بہت تکلیف پہنچی... ایک لاکھ روپے کا سن کر وہ بری طرح جل اُٹھے... آخر افسر خزانہ اور دوسرے مصاحبوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک منصوبہ تیار کیا... خزانے سے ایک لاکھ روپے کی رقم نکال کر اس راستے پر ڈھیر کر دی جہاں سے آپ کا گزر ہوتا ہے...

کسی نے اس تماشے کا سبب پوچھا... تو کہا گیا کہ شاید نواب صاحب نے اپنی آنکھ سے ایک لاکھ روپے نہیں دیکھے... اگر وہ ایک بار بھی چاندی کے سکوں کے سوا گز چوڑے... سوا گز لمبے اور سوا گز اونچے چبوترے کو دیکھ لیتے تو اتنی بیدردی سے شاہی خزانے کو نہ لٹاتے ... ہم آج سرکار کو یہی دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے ہونٹوں کی ایک حرکت سے جو چیز لوگوں کو بخش دیتے ہیں... اس کی عملی شکل کیا ہوتی ہے؟... تمام حاسدوں نے منصوبے کی بہت تعریف کی ہے... اور اس عجیب وغریب تماشے کا انجام دیکھنے کے لیے رُک گئے ہیں... دربار ختم ہوا... نواب صاحب دربار ہال سے نکل کر ایوان خاص کی طرف بڑھے... اچانک ان کی نظر روپوں کے ڈھیر پر پڑی... چونک کر رُکے اور افسر خزانہ سے پوچھنے لگے... یہ کیا ہے؟... اس نے عرض کیا... آج سرکار نے ایک شخص کو ایک لاکھ روپے عنایت کرنے کا حکم دیا ہے... یہ وہی رقم ہے... جو خزانے سے نکالی جا رہی ہے...

نواب صاحب چند لمحوں تک چاندی کے اس انبار کو دیکھتے رہے اور پھر شرمندگی کے انداز میں بولے... ہم تو سمجھے تھے... کہ ایک لاکھ روپے بہت زیادہ ہوتے ہیں... مگر آج اپنی غلطی کا احساس ہوا... خیر ابھی وقت ہے... اس شخص کو مزید ایک لاکھ روپے دے دو ... کیونکہ اس کی ضرورت زیادہ ہے... اور روپے کا ڈھیر کم... یہ کہہ کر وہ اپنے ایوانِ خاص میں داخل ہو گئے... حاسدوں کا شرم کے مارے برا حال ہو گیا... اور وہ اپنی نظر میں گر گئے ... کسی نے سچ کہا ہے... جلنے والے کا منہ کالا... اور یہ نیک حاکم تھے... ریاست اودھ کے نواب آصف الدولہ جو اپنی سخاوت کے لیے مشہور تھے...

حاتم طائی اپنے سے بڑے سخی کے دسترخوان پر

ایک آدمی نے حاتم طائی سے پوچھا... اے حاتم... کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ جود و کرم میں تم پر کوئی سبقت لے گیا ہو؟... تو حاتم طائی نے جواب دیا... ہاں طئی کا ایک یتیم لڑکا جود و کرم میں مجھ سے سبقت لے گیا... میں اس کے یہاں مہمان بنا تھا... اس کے پاس دس بکریاں تھیں... جس نے ایک بکری ذبح کی... اور اس کا گوشت پکا کر میرے سامنے رکھا... جو کچھ اس نے میرے سامنے رکھا اس میں مغز بھی تھا... میں نے کھانا کھایا اور خاص کر مغز میں نے بہت پسند کیا اور کہا... قسم خدا کی!... بڑا مزیدار ہے... وہ چپکے سے میرے پاس سے اٹھا اور ایک ایک بکری ذبح کرتا گیا... اور اس کا مغز میرے سامنے رکھتا گیا... اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا۔

جب وہاں سے جانے کے لیے گھر سے باہر نکلا... تو چاروں طرف خون ہی خون تھا... اس نے اپنی ساری بکریاں ذبح کر ڈالی تھیں... میں نے اس سے کہا... تم نے ایسا کیوں کیا؟... تو وہ بولا... سبحان اللہ!... میرے پاس تمہاری پسند کی کوئی چیز ہو اور میں بخل سے کام لوں... یہ تو ایک عربی کے لیے بڑی شرم اور عار کی بات ہوگی... تو کہا گیا... اے حاتم!... پھر تم نے اس کا بدلہ کس طرح دیا؟... تو حاتم نے کہا... میں نے اسے تین سو لال اونٹنیاں اور پانچ سو بکریاں دیں... تو کسی نے کہا... تو پھر تو تم اس سے زیادہ فیاض ہوئے؟... تو حاتم نے کہا... نہیں وہ مجھ سے زیادہ فیاض ہے... کیونکہ اس کے پاس جو کچھ تھا وہ سب کا سب اس نے میرے سامنے لا کر رکھ دیا... جبکہ میں نے اسے جو کچھ دیا... وہ میرے بے تحاشا مال و دولت کا بہت تھوڑا سا حصہ تھا...

خلیفہ ہارون رشید کا طرز حکومت

ایک مسلمان بادشاہ تھا... بہت دین دار اور رحم دل تھا... اپنی رعایا کا ہر طرح خیال رکھتا تھا... اس کے دربار میں بڑے بڑے علماء محدث اور فقہاء موجود رہتے... وہ ان کا بہت احترام کرتا تھا... جب علماء اس کے سامنے دین بیان کرتے... وہ بڑے غور سے سنتا... قبر حشر کے متعلق بیان سن کر وہ بہت رویا کرتا تھا... اس پر خدا کا خوف غالب تھا... دین حدیث سننے کے

لیے اپنے لڑکوں کو بھی ساتھ لے جاتا تھا... وہ بڑا بہادر بھی تھا... اس نے عیسائیوں کے ساتھ بہت جنگیں لڑیں اور عیسائیوں کے بڑے بڑے شہر اس نے فتح کر لیے تھے۔ عیسائیوں سے وہ تاوان اور جزیہ وصول کرتا تھا... ایک دن وہ علماء دین کی مجلس میں بیٹھا تھا... اس نے پینے کے لیے پانی مانگا... جب پانی پینے کے لیے منہ کو لگانا چاہا تو آواز آئی... امیر المومنین... ذرا ٹھہریے... پانی نہ پیجیے... بادشاہ نے رکتے ہوئے کہا... کیا بات ہے؟... ایک عالم دین نے کہا... اگر شدت کی پیاس میں آپ کو پانی نہ ملے تو ایک گلاس پانی آپ کتنے میں خریدیں گے؟... بادشاہ نے کہا... آدھی سلطنت دے کر خرید لوں گا... عالم دین نے کہا... اچھا تو اب پانی پی لیجیے... جب بادشاہ پانی پی چکا تو پھر پوچھا گیا... یہ پانی آپ کے پیٹ میں جائے اور خارج ہونے کا راستہ بند ہو جائے نکلوانے کے لیے آپ کہاں تک خرچ کر سکتے ہیں؟... بادشاہ نے کہا اگر ضرورت پڑے تو میں آدھی بادشاہت دے دوں گا... عالم دین نے کہا... تو بس آپ سمجھ لیجیے... آپ کی بادشاہت ایک گلاس پانی اور پیشاب جتنی قیمت رکھتی ہے... آپ کو اس پر غرور نہیں کرنا چاہیے... بادشاہ سن کر رو پڑا... اور بہت دیر تک روتا رہا...

جب بادشاہ کا اپنا آخری وقت آیا تو اپنی قبر کھودنے کا حکم دیا... جب قبر کھد کر تیار ہو گئی تو چند حافظوں نے قبر میں اتر کر قرآن ختم کیا... اس بادشاہ نے اپنی چارپائی قبر کے کنارے رکھوا دی اور چارپائی پر پڑے پڑے قبر کو دیکھتا رہا... اسی حالت میں ۳ جمادی الثانی ۱۹۳ ہجری بمطابق ۲۴ مارچ ۸۰۹ء کو بوقت شب وفات پائی... نماز جنازہ اس کے بیٹے صالح نے پڑھائی... اس بادشاہ نے ۲۳ سال اڑھائی مہینے حکومت کی... اس کی قبر طوس میں ہے... اب ہم اس کا نام بھی بتا دیتے ہیں... مسلمانوں کے اس بادشاہ کا نام تھا خلیفہ ہارون الرشید... وہ بہت خوبیوں کا مالک تھا... اللہ اس کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے... آمین ثم آمین...

شاہ جی عبداللہ شاہ دیوبندی کا واقعہ

اس پر مجھے اپنے ہی بزرگوں کا ایک واقعہ یاد آیا... ہمارے یہاں دیوبند میں ایک بزرگ تھے شاہ جی عبداللہ شاہ... گزر اوقات کے لئے انہوں نے گھاس کھودنے کا مشغلہ

اختیار کیا تھا گھاس کھود کر گٹھڑی بناتے... سے بیچتے اور اس سے گزر اوقات کرتے وہ گٹھڑی کی قیمت متعین تھی کہ چھ پیسے نہ کم لیتے تھے نہ زیادہ.... بارہ مہینے ایک ہی قیمت تھی... دیوبند کے لوگوں کا یہ حال تھا کہ جو لوگ اپنے جانوروں کے لئے گھاس خریدنے آتے تھے تو ہر ایک کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ شاہ جی کی گٹھڑی میں خریدوں.... حالانکہ سینکڑوں گھسیارے اپنی اپنی گٹھڑیاں لئے بیٹھے رہتے تھے لیکن ان سے کوئی نہ خریدتا تھا... بلکہ شاہ جی کو ترجیح دیتے تھے کہ اس میں ہمارے جانوروں کے لئے بھی برکت ہوگی اور ہمارے گھر میں بھی' اسی لئے پہلے سے انتظار میں کھڑے رہتے تھے جب دیکھا کہ شاہ جی سر پر گٹھڑی لئے آ رہے ہیں تو سب لوگ خریدنے کو دوڑتے تھے.... جس نے گٹھڑی پر پہلے ہاتھ رکھ دیا بس گٹھڑی اسی کی ہو جاتی تھی..... اور وہیں پر گٹھڑی ڈال دیتے تھے... چھ پیسے لئے اور کہہ دیا کہ لے جاؤ اپنی گٹھڑی پھر ان چھ پیسوں میں ان کے یہاں یہ طریق تھا کہ دو پیسے تو وہیں صدقہ کر دیتے اور دو پیسے گھر کا خرچ تھا... ایک کوڑی کی لکڑی کی ایک پائی کا تیل لیا ایک دھیلے کا آٹا لیا سستا زمانہ تھا..... دو پیسے میں خاندان کا گزر ہوتا تھا' اور دو پیسے جمع کر لیا کرتے تھے.... سال بھر میں جب آٹھ دس روپے جمع ہو جاتے تو ہمارے اکابر کی دعوت کیا کرتے تھے..... جن میں مثلاً حضرت نانوتویؒ حضرت گنگوہیؒ حضرت مولانا محمد یعقوبؒ وغیرہ وغیرہ ہوتے تھے..... (خطبات طیب)

حکمت سے علاج کا عجیب واقعہ

نادر شاہ نے جب دہلی کی لوٹ مار کر کے اپنے وطن لوٹنے کا ارادہ کیا تو یہاں سے مال و دولت کے ساتھ ساتھ مختلف ماہر علوم و فنون کو بھی اپنے ساتھ لے گیا... انہیں لوگوں میں حکیم علوی خان (۱۷۳۹ء) کی ذات گرامی بھی شامل تھی... راستے میں ایک مقام پر پہنچنے کے بعد نادر شاہ نے حکیم صاحب سے کہا کہ اس وقت میں بہت بیمار ہوں... تم میرا علاج کرو لیکن نہ تو میں کوئی دوا کھاؤں گا... اور نہ ہی بیرونی طور پر کوئی دوا لگاؤں گا... نہ ہی اور نبض بھی نہیں دکھاؤں گا... لیکن تمہیں میرا مرض ٹھیک کرنا ہوگا...

حکیم صاحب اس بات سے پہلے تو کچھ پریشان سے ہوئے... مگر اپنی ذہانت اور فنی

مہارت کے بھروسہ پر نادر شاہ سے کہنے لگے... کہ مجھے کچھ مہلت چاہیے... ان شاء اللہ کوئی مناسب تدبیر کی جائے گی... یہ کہہ کر وہاں سے جانے لگے... تو بادشاہ کے چہرے پر غور سے ایک نظر ڈالی... اس کی آنکھیں اور چہرہ سرخ تھا... اور اس پر تھکن کے آثار نمایاں تھے... مزاج میں چڑچڑا پن بھی تھا... ان علامتوں سے حکیم صاحب تو سمجھ گئے کہ آج شدید گرمی ہے... جس کی وجہ سے بادشاہ کو دردِ سر لاحق ہے...

اپنے مقام پر واپس آ کر انہوں نے صد گلاب کا ایک پنکھا تیار کروایا... اور اس کو عطر خس میں معطر کیا... پھر اس کو لے کر بادشاہ کے پاس پہنچے اور پنکھا جھلنے لگے... پھولوں کی خوشبو جب بادشاہ کے دماغ تک پہنچی تو اس سے روح قلب و دماغ کو فرحت ملی اور تمام آرام طلب نیند آ گئی... جب وہ سو کر اٹھا تو دردِ سر غائب ہو چکا تھا اور چہرہ پر خنکی و تھکن کے جو آثار تھے... وہ بھی ختم ہو چکے تھے... اور بادشاہ اپنے آپ کو ہشاش بشاش محسوس کر رہا تھا... اپنی بیماری سے نجات پا کر بادشاہ کو بہت خوشی ہوئی... اس نے علوی خان کو بلا کر ان کی عقل مندی کی داد دی... اور کہا کہ جو مانگنا چاہو مانگو... حکیم صاحب اس وقت دنیا کی جو نعمت مانگنا چاہتے مانگ سکتے تھے... مگر دنیا کی مال و دولت کے آگے ان کو اپنا وطن زیادہ عزیز تھا... کہنے لگے... آپ مجھے میرے وطن واپس بھیج دیجئے... نادر شاہ نے با دل ناخواستہ ان کی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے انہیں مال و دولت سے بھی نوازا... اور پھر وطن واپس بھیجنے کی اجازت دیدی... اس طرح حکیم صاحب اس کے چنگل سے آزاد ہو کر دہلی واپس آ گئے...

حسن اخلاق کی قیمت

بغداد میں ایک شخص ابوحمزہ رہتے تھے جو سکری کے لقب سے مشہور تھے... انہیں "سکری" کہنے کی وجہ کیا تھی... عربی میں "سکر" چینی کو کہتے ہیں... دراصل ان کے اخلاق اتنے میٹھے تھے... کہ ان کی ہر بات چینی کی طرح مزے دار لگتی تھی... لہٰذا ان کے اخلاق کی بدولت لوگوں نے انہیں "سکری" مشہور کر دیا تھا... ان کے بارے میں آتا ہے... کہ وہ ایک بار سخت مقروض ہو گئے... چنانچہ اپنا عظیم الشان گھر بیچ کر اپنا قرض ادا کرنا چاہا... جب

محلے والوں کو علم ہوا تو انہوں نے وجہ پوچھی؟... کہنے لگے... مجھ پر مشکل وقت آ گیا ہے... اور معاشی طور پر کمزور ہو گیا ہوں... لوگوں نے مشورہ کیا... اور اس بات پر متفق ہوئے... کہ اگر ہم سب محلے والوں نے مل کر ان کا قرض ادا نہ کیا... اور سکری ہم میں سے چلے گئے... تو ہمیں ان جیسا کبھی نہیں ملے گا... تمام لوگوں نے مل کر قرض کی رقم ادا کی... اور سکری کو اپنے محلے سے نہ جانے دیا... اور نہ ہی ان کو مکان بیچنے دیا... (کتاب البطن صفحہ نمبر ۵۵)

دو بزرگوں کا واقعہ

مشہور صوفی حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مبارک (شاگرد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس بھیس بدل کر تشریف لے گئے... آپ نے دریافت فرمایا کہ... کہاں سے آئے ہو؟... انہوں نے کہا کہ... بلخ سے... فرمایا... تم شقیق بلخی کو جانتے ہو؟... کہا... جی ہاں... فرمایا... ان کے اصحاب کا کیا طریقہ ہے؟... کہا... انہیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں... اور جب کچھ مل جاتا ہے... تو شکر کرتے ہیں... یہ سن کر عبداللہ بن مبارک نے فرمایا... یہ تو ہمارے یہاں کے کتوں کا بھی طریقہ ہے... کہ انہیں کچھ نہیں ملتا تو صبر کرتے ہیں... اور کوئی انہیں روٹی کا ٹکڑا دے دے تو دم ہلا کر اس کا شکر ادا کرتے ہیں... حضرت شقیق نے فرمایا... پھر کون سا طریقہ ان لوگوں کو اختیار کرنا چاہیے... فرمایا... جب کچھ نہ ملے تو شکر ادا کریں... اور جب کچھ مل جائے تو دوسروں کو دے دیا کریں... (ماخوذ روح البیان ج ۴ ص ۳۶۵)

جب حاکم وقت قدموں میں گر پڑا

حضرت شیخ المشائخ عماد الدین سے منقول ہے کہ... خان جہاں تلنگی سلطان فیروز شاہ کا وزیر تھا... وہ حضرت (مخدوم جہانیاں) کا بالکل معتقد نہ تھا بلکہ ان کو برا بھلا کہتا تھا... اگرچہ سلطان ان کے کمترین معتقدین میں سے تھا... ایک مرتبہ خان جہاں مذکور نے ایک محرر کے لڑکے کو جیل بھیج دیا اور وہ اس پر سختی کرتا تھا... جب اس محرر نے اپنے لڑکے کی آزادی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں آیا... اور حضرت کو اپنے لڑکے کی سفارش کے لیے خان جہاں کے دروازے پر لے گیا... یہ خبر خان مذکور تک

پہنچے... اس نے اندر سے اپنے ملازم کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ سید سے کہو... کہ میں تمہاری سفارش ہرگز نہ مانوں گا... اور تمہارا ماتھا بھی نہیں دیکھوں گا... دوبارہ میرے یہاں سفارش کے لیے مت آنا... کہا جاتا ہے... آپ تقریباً انیس مرتبہ خان جہاں کے دروازے پر سفارش کے لیے گئے... وہ ہر مرتبہ یہی جواب دیتا یہاں تک کہ جب بیسویں مرتبہ پھر سفارش کے لیے گئے تو اس نے اندر سے کہلا بھیجا... کہ سید تم کو غیرت نہیں آتی کہ میں نے اتنی مرتبہ تم کو جواب دے دیا ہے... لیکن پھر تم میرے ہاں چلے آتے ہو...

حضرت سید نے کہا کہ اے عزیز میں جتنی مرتبہ آتا ہوں... مجھے جواب ملتا ہے... مگر مظلوم کا مقصد پورا نہیں کر پاتا ہوں کہ اس مظلوم کو تمہارے ہاتھوں رہائی دلواؤں... اور تم کو ثواب پہنچاؤں... خان جہاں مذکور نے جب یہ بات سنی... تو اپنا سر ننگا کیا... گلے میں ایک رسی باندھی... اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور مرید ہو گیا... اور اس مظلوم کو خلعت اور گھوڑا دیا... اور رہا کر دیا... اس نے کافی نذرانہ حضرت سید کو پیش کیا... حضرت نے وہ تمام نذرانہ مظلوم کو دے دیا... اور اپنے گھر چلے آئے...

کمال شفقت

ابو عبداللہ ایک دولت مند اور غیور آدمی تھے... ایک روز وہ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے... کہ ان کی لونڈی سالن کا پیالہ لیے ہوئے آئی... اور اس پیالہ کو لے کر ان کی طرف بڑھی... دسترخوان پر اس وقت تنہا عبداللہ ہی نہ تھے بلکہ ان کے چند احباب بھی شریک تھے... عجلت میں پیالہ لونڈی کے ہاتھ سے چھوٹ کر گرا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا... پیالہ میں جو کچھ تھا وہ سب ابو عبداللہ اور ان کے دوستوں پر گرا... لونڈی ڈر کے مارے کانپ گئی... ابو عبداللہ نے اس کے پاس جا کر کہا... جا تو اللہ کی راہ میں آزاد ہے... شاید یہ آزاد کرنا اس خوف کا کفارہ ہو جائے جو تجھ کو اس وقت پہنچا ہے...

باکمال لوگ

جس وقت حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا... تو آپ نے

چار کروڑ روپے ترکہ میں چھوڑے تھے... آپ کے چار صاحبزادے تھے... حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد بڑے صاحبزادے حضرت صدرالدین مسند پر بیٹھے تو انہوں نے حکم دیا... کہ میرے حصے کے ایک کروڑ روپے فقراء میں تقسیم کر دیئے جائیں... لوگوں نے عرض کیا... آپ کے والد نے باوجود یاد خداوندی کے چار کروڑ روپے جمع کیے... اور آپ اس طرح اتنی بڑی رقم خرچ کیے ڈالتے ہیں... فرمایا... میرے والد بڑے عالی ظرف تھے... ان کے پاس چار کروڑ روپے موجود تھے... پھر بھی خدا تعالیٰ کی یاد کیا کرتے تھے... مگر میرا یہ حال ہے... کہ جب سے میں نے سنا ہے... کہ میرے حصہ میں ایک کروڑ روپے آئے ہیں... طرح طرح کے خیالات آ رہے ہیں... مجھے اندیشہ ہے... کہ ان روپوں کی وجہ سے میں خدا سے غافل نہ ہو جاؤں اس لیے ان کا تقسیم کر دینا ہی بہتر ہے...

ایک قاضی کی عجیب وصیت

بنی اسرائیل کے ایک مشہور قاضی نے وصیت کی کہ... میری موت کے کچھ عرصے بعد میری لاش قبر سے نکال کر دیکھی جائے... کہ وہ کس حالت میں ہے... میں نے ہمیشہ عدل و انصاف کیا ہے... البتہ ایک بار اپنے دوست کے مقدمے میں مخالف فریق کی نسبت دوست کی بات سننے میں کان زیادہ متوجہ کیے تھے... وصیت کے مطابق کچھ عرصے بعد قاضی کی لاش قبر سے نکال کر دیکھی گئی... لاش صحیح وسالم تھی... البتہ ایک کان مٹی نے کھا لیا تھا...

صحابی رسول کی منور قبر

مبسوط سرخسی میں لکھا ہے... کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے ہوئے تھے... انہوں نے مجاہدین کو وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہو جائے... تو جنازے کو لشکر کے ساتھ گھوڑوں پر لے جانا... جہاں تک ہو سکے... تاکہ جب اللہ تعالیٰ پوچھیں گے... کہ ابو ایوب! تو میزبان رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا... تو اللہ کے راستے میں تو نے کیا کیا؟

میں کہوں گا... یا اللہ! جب میں زندہ تھا تب بھی تیرے راستے میں جہاد کرتا رہا...

جب انتقال ہو گیا تب بھی مجاہدین کے ساتھ میری لاش چلتی رہی... چنانچہ لشکر اسلام جب قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا... اس دوران آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا... جنازہ لشکر کے ساتھ لے جایا گیا... قسطنطنیہ (موجودہ استنبول... ترکی) کے ساحل پر آپ کی تدفین کی گئی... صبح مقامی آبادی کے لوگ مجاہدین کے پاس آئے... پوچھا یہ قبر کس کی ہے...؟ ہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ہے... لوگوں نے کہا کہ ہم نے رات بھر دیکھا کہ قبر سے ایک نور نکلتا ہے... جو آسمان تک جاتا ہے... پھر واپس آتا ہے... رات بھر یہی کیفیت رہی... یہ دیکھ کر ہمارے دلوں میں اسلام کی حقانیت اتر گئی... لہٰذا اب آپ لوگ گواہ رہنا...

تشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ... ونشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ...

پوری بستی مسلمان ہو گئی... (خطبات مجاہد)

اس دور میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے واقعات دکھائے ہیں... صوبہ بلخ کے مجاہد عبدالمنان نے قبر دی کہ ایک معرکہ شدید گرمی میں پیش آیا جو اٹھارہ دن تک رہا...

اکل حلال کی برکت اور نورانیت

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے ہیں کہ سال بھر میں انتظار رہتا کہ کب وہ وقت آئے کہ شاہ جی کے گھر کی دعوت کھائیں اور فرماتے کہ جس دن ان کے گھر کی دعوت کھاتے تو چالیس چالیس دن قلب میں ایک نور رہتا ہے اور طبیعت میں امنگ رہتی ہے کہ یہ بھی نیکی کرلوں اور یہ نفلیں بھی پڑھ لوں اور یہ عبادت کرلوں یہ ذکر بھی کرلوں جوش کے ساتھ یہ جذبہ ابھرتا ہے... یہ اکل حلال کی برکت ہے... (خطبات حکیم)

اللہ تعالیٰ سے امید مغفرت

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب کوئی دعا مانگتے اور آنکھ سے کوئی آنسو آتا تو حضرت ان آنسوؤں کو اپنے چہرے پر مل لیا کرتے... ایک مرتبہ ایک طالب علم نے دیکھ لیا... اس نے کہا... حضرت!... آپ کا یہ عمل کس بناء پر ہے... فرمایا

...میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں کی برکت سے میرے چہرے کو جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائیں گے... وہ بھی آخر طالب علم تھا... کہنے لگا... کسی کا چہرہ تو بچ بھی گیا اور باقی جسم کے اعضاء جل گئے تو پھر کیا فائدہ؟... اس پر حضرت اقدس نے ایک حکایت بیان فرمائی...

بادشاہ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں ایک وزیر فوت ہوا... وزیر کا ایک بیٹا چھوٹی عمر کا تھا... مگر بڑا سمجھدار تھا... بادشاہ نے اس بچے کو دل لگی کی خاطر بلایا... جب وہ بچہ حاضر ہوا تو اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ایک تالاب میں نہا رہے تھے جو بچے محل میں بنوایا تھا... بچے کو دیکھ کر آپ کنارے پر آ گئے... وہ بچہ قریب ہوا... سلام کیا... جب اس نے مصافحہ کیا تو آپ نے اس کی انگلیاں مضبوطی سے پکڑ لیں اور بچے سے کہا... میں تمہیں کھینچ کر پانی میں نہ ڈال دوں؟... وہ بچہ مسکرا پڑا... بادشاہ اورنگزیب بڑے حیران ہوئے کہ بچے کو تو گھبرا جانا چاہیے تھا اور ہنس رہا ہے... کہ بچہ سمجھدار ہے... چنانچہ آپ نے پوچھا... وہ بچہ کہنے لگا... بادشاہ سلامت! میرے ہاتھ کی چند انگلیاں آپ کے ہاتھوں میں ہیں... بھلا مجھے ڈوبنے کا کیا ڈر ہے؟... یہ کیسے ہو سکتا ہے... کہ آپ مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے کھینچ کر اس پانی میں ڈبو دیں گے...

یہ حکایت سنا کر حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا... اگر اس بچے کو بادشاہ کی انگلیاں پکڑنے پر اتنا اعتماد ہے... تو کیا اللہ کی رحمت پر ہمیں اتنا بھی اعتماد ہو کہ اگر وہ چہرا جہنم کی آگ سے بچائے گا... تو پورے جسم کو بھی جہنم کی آگ سے آزاد فرما دے گا... ہر دینے والا اپنی حیثیت کے مطابق دیتا ہے... بادشاہوں کے عطایا بادشاہوں کی شان کے مطابق ہوتے ہیں... ہم بھی اللہ رب العزت سے بہترین حسن ظن رکھیں گے... تو وہ اپنی شان کے مطابق معاملہ فرمائیں گے...

باپ اپنے چھوٹے بچے کو تھوڑا سا دور کھڑا کر کے کہتا ہے... بیٹا! میری طرف آؤ... وہ بچہ بہت کوشش کرتا ہے... مگر وہ اپنی کوشش میں ناکام ہو جاتا ہے... لیکن وہ بچہ اپنے باپ پر اعتماد کرتے ہوئے کوشش جاری رکھتا ہے... پھر باپ کی محبت جوش میں آتی ہے... تو باپ خود جا کر بچے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے... اسی طرح ہم بھی اپنے رب کی رضا

حاصل کرنے کے لیے کوشش جاری رکھیں... ہماری کوشش کمزور ہوئی تو ماں باپ سے ستر گنا زیادہ محبت کرنے والا شہنشاہ ہمیں ضرور اپنی محبت عطا فرمادے گا... جب ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوگئی تو ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب وکامران ہو جائیں گے...

صبر کا ایک عجیب واقعہ

عبداللہ بن محمد جہادی مہم کے سلسلے میں... مصر کے ایک ساحلی علاقے میں مقیم تھے... گھومتا ہوا ایک بار ساحل سمندر جانکلا... وہاں دیکھا کہ خیمہ میں ہاتھ پاؤں سے معذور اور آنکھوں کی بینائی سے محروم ایک شخص پڑا ہوا ہے... اس کے جسم میں صرف اس کی زبان سلامت ہے... ایک طرف اس کی یہ حالت ہے... اور دوسری طرف وہ آواز بلند کہہ رہا ہے ... میرے رب! مجھے اپنی نعمتوں پر شکر کی توفیق عطا فرما... مجھے تو نے اپنی مخلوق میں سے بہت سوں پر فضیلت اور فوقیت بخشی ہے... اس فوقیت پر مجھے اپنی حمد وثناء کی توفیق عطا فرما...

عبداللہ نے یہ دعا سنی تو اسے بڑی حیرت ہوئی... ایک آدمی ہاتھ پاؤں سے معذور بینائی سے محروم ہے... جسم میں زندگی کی تازگی... کا کوئی اثر نہیں اور وہ اللہ سے نعمتوں پر شکر کی دعا مانگ رہا ہے... اس کے پاس آ کر سلام کیا اور پوچھا... حضرت! آپ اللہ تعالیٰ کی کس نعمت اور فوقیت پر شکر اور حمد وثناء کی توفیق کے خواستگار ہیں؟... معذور شخص نے جواب میں فرمایا اور خوب فرمایا...

''آپ کو کیا معلوم... میرے رب کا میرے ساتھ کیا معاملہ ہے... بخدا... اگر وہ آسمان سے آگ برسا کر مجھے راکھ کر دے... پہاڑوں کو حکم دے کر مجھے کچل دے... سمندروں کو مجھے غرق کرنے کے لیے کہہ دے اور زمین کو مجھے نگلنے کا حکم دے تو میں کیا کر سکتا ہوں... میرے ناتواں جسم میں زبان کی بے بہا نعمت کو تو دیکھئے کہ یہ سالم ہے... کیا صرف اس ایک زبان کی نعمت کا میں زندگی بھر شکر ادا کر سکتا ہوں...؟''

پھر فرمانے لگے... میرا ایک چھوٹا بیٹا میری خدمت کرتا ہے... خود میں معذور ہوں زندگی کی ضروریات اسی کے سہارے پوری ہوتی ہیں... لیکن وہ تین دن سے غائب ہے... معلوم نہیں کہاں ہے... آپ اس کا پتہ کر لیں تو مہربانی ہوگی... ایسے صابر وشاکر اور محتاج

انسان کی خدمت سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے۔ عبداللہ نے بیابان میں اس کی تلاش شروع کی تو بہ دوڑ ک منظر دیکھا کہ ٹی کے دو تو دوں کے درمیان ایک لڑکے کی لاش پڑی ہوئی ہے... جسے جگہ جگہ سے درندوں اور پرندوں نے نوچ رکھا ہے... یہ اس معذور شخص کے بیٹے کی لاش تھی... اس معصوم کی لاش اس طرح بے گور و کفن دیکھ کر عبداللہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے... اور یہ فکر لاحق ہوئی کہ اس کے معذور والد کو اس الم ناک حادثہ کی اطلاع کیسے دوں؟... ان کے پاس گئے اور ایک لمبی تمہید کے بعد انہیں اطلاع کر دی... بیٹے کی وحشت ناک موت سے کون ہوگا جس کا جگر پارہ پارہ نہ ہو... خبر سن کر معذور والد کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے... دل پر غموں کے بادل چھا جائیں تو آنکھیں سے اشکوں کی برسات شروع ہو جاتی ہے... یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے... کہ غم کا غبار اشکوں میں دھل کر نکل جاتا ہے... شکوہ و شکایت کے بجائے فرمانے لگے... حمد و ستائش اس ذات کے لیے ہے... جس نے میری اولاد کو نافرمان پیدا نہیں کیا... اور اسے جہنم کا ایندھن بننے سے بچایا... پھر انا للہ... پڑھا اور ایک چیخ کے ساتھ سعید روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی... ان کو اس طرح اچانک موت پر عبداللہ کے ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا... کچھ لوگ اس طرف نکلے... رونے کی آواز سنی... خیمے میں داخل ہوئے... میت کے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو اس سے لپٹ گئے... کوئی ہاتھ چومتا... کوئی آنکھوں کو بوسہ دیتا... ساتھ ساتھ کہتے جاتے... ہم قربان ان آنکھوں پر جنہوں نے کبھی کسی غیر محرم کو نہیں دیکھا... ہم فدا اس جسم پر جو لوگوں کے آرام کے وقت بھی اپنے مالک کے سامنے سجدہ ریز رہتا... جس نے اپنے رب کی کبھی نافرمانی نہیں کی...

عبداللہ یہ صورت حال دیکھ کر حیران ہو رہا تھا... پوچھا... یہ کون شخص تھے؟... ان کا کیا تعارف ہے؟... کہنے لگے... آپ ان کو نہیں جانتے؟... یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد... مشہور محدث... حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے واقف ہے... صبر و استقامت کے پیکر اور تسلیم و رضا کے بلند مقام کے حامل حضرت ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کی تجہیز و تکفین اور نماز و تدفین سے فارغ

ہونے کے بعد عبداللہ رات کو سویا تو خواب میں دیکھا... کہ آپ جنت کے باغات میں سیر وتفریح کررہے ہیں... جنت کا لباس زیب تن ہے... اور یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں...

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

''صبر کرنے کے سبب تم پر سلامتی ہو اور آخرت کا گھر بہترین ٹھکانہ ہے...''

عبداللہ نے پوچھا... آپ وہی معذور شخص ہیں؟... فرمانے لگے... جی ہاں میں وہی شخص ہوں اللہ جل شانہ کے ہاں چند بلند مراتب اور درجات ایسے ہیں... جن تک رسائی مصیبت میں صبر... راحت میں شکر اور جلوت وخلوت میں خوف خدا کے بغیر ممکن نہیں... اللہ تعالیٰ نے اسی صبر وشکر کی بدولت مجھے ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے...

(کتاب الثقات لابی حاتم ابن حبان ج ۵ ص ۳)

حضرت شبلی رحمہ اللہ کا عبرتناک واقعہ

حضرت شبلیؒ اکابر اولیاء میں سے ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ سردار اولیاء میں سے ہیں اور ہزاروں خانقاہیں حضرت شبلیؒ کی خانقاہ سے آباد تھیں... ان کے خلفاء ان کے مریدین کثیر تعداد میں تھے اور تقویٰ وطہارت کا ایک کارخانہ پھیلا ہوا تھا... وقت کے تمام اولیاء ان سے اعتقاد کرتے تھے ایک روز دو مریدین کے ساتھ سیر وتفریح کو نکلے جب ایک بستی پر گزر ہوا جو نصاریٰ ومجوسیوں کی بستی تھی... دیکھا کہ وہ لوگ خنزیر چرا رہے ہیں... دل میں خیال آیا کہ یہ کیا انسان ہیں نہ ان میں ایمان ہے نہ انہیں گندگی اور پاکی کی تمیز سور چرا رہے ہیں شراب پی رہے ہیں اصل میں مومن ہم لوگ ہیں کہ برائی سے اللہ نے ہمیں بچا لیا ہے اور ہم گناہ سے بچے ہوئے ہیں اور دین کے اندر ہم غرق ہیں... دل میں یہ خیال پیدا ہوا ایک وسوسے کے درجہ میں تھا...

تو درحقیقت یہ ایک طرح کا عجب ہے اور بڑائی کے اصول سے جو جتنا مقرب ہوتا ہے اس کے دل میں اگر خطرہ بھی آتا ہے تو اس پر بھی گرفت ہوتی ہے... یوں کہیے کہ عمل پر اتنی گرفت نہیں ہوتی... جتنی کہ مقربین کے خطرات پر ہوتی ہے بعض عتاب ہو سکتا ہے... اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس بستی میں جب یہ پہنچے تو دیکھا کہ کنوئیں پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی ہیں ان میں عیسائی کی ایک لڑکی بہت ہی حسین وجمیل تھی... شیخ کی طبیعت اس پر مائل ہوگئی اور اتنی مائل ہوگئی کہ ضبط نہ کر سکے جا کر اسے

نکاح کا پیغام بھی دے دیا ... اس نے جواب دیا کہ میں نکاح جب کروں گی جب میرا باپ اجازت دے دے ... شیخ نے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ گھر میں ہے ... تو اس کے گھر پہنچے اس سے جو درخواست کی اس نے کہا کہ میں ایک شرط پر نکاح کر سکتا ہوں وہ یہ کہ اسلام چھوڑ کر عیسائیت قبول کرنی ہو گی ... شیخ نے کہا منظور ہے اور اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کر لی اور مرتد ہو گیا ..... معتقدین و مریدین نے تو کہ شیخ سے منت و لجاجت کی لیکن شیخ کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا اور شیخ مبہوت سے رہ گئے خدام نے پوچھا کہ فلاں آیت آپ کے ذہن میں ہے شیخ نے کہا کہ میرے تو ذہن میں کوئی آیت نہیں گویا پورا قرآن ذہن سے نکل گیا۔ کوئی آیت ان کو یاد نہیں آئی .... پھر مریدین نے احادیث کے حوالے دے کر سمجھانا چاہا ۔ شیخ نے اس پر بھی یہی کہا کہ مجھے کوئی حدیث بھی معلوم نہیں ... گویا حدیث بھی ذہن سے نکل گئی اور بس کے عشق میں مستغرق ہیں .... حتیٰ کہ کل جس لکڑی سے سہارا لے کر جمعہ کا خطبہ پڑھتے تھے ... آج دیکھا گیا کہ اسی لکڑی سے خنزیر چرا رہے ہیں ... شیخ کی ایسی حالت دیکھ کر لوگ رو دیے ... چیخیں نکل گئیں اور پورے ملک میں خانقاہیں غیر آباد ہو گئیں اور جہاں جس مرید کو پتہ چلا وہ وہیں رو دیے سکتے کے عالم میں رہ گئے ... بہت لوگ برداشت نہ کر سکے .... خبر سنتے ہی اچانک انتقال ہو گیا ... یہ صدمہ کچھ معمولی صدمہ تھا کہ ایک شیخ وقت مرتد ہو گیا ... فکر تھی کہ دوسروں کے ایمان کا کیا ہو گا ... اس لئے سب لوگ دعائیں کر رہے ہیں کہیں انفرادا کہیں اجتماعا اور ایک خاص تعداد تو ہر وقت شیخ کے پاس ہی خدائے مالک الملک کے دربار میں دعاؤں میں مشغول رہتی تھی ... کچھ دن گزرنے کے بعد شیخ کو شبہ ہونا شروع ہوا کہ میں کس حالت میں ہوں اور مریدین سے دریافت فرمایا کہ میں کس حالت میں ہوں لوگوں نے جواب دیا کہ آپ عیسائیت میں ہیں ... شیخ نے کہا معاذ اللہ ... استغفر اللہ ... توبہ و استغفار کی اور اسی وقت کہا کہ مجھے کلمہ پڑھا کر مسلمان بناؤ کلمہ تو تھا ہی ذہن میں بس ایک چیز غالب آ گئی ... اب جو دھیان دیا تو پورا قرآن شریف ذہن میں موجود ہے ..... پوری احادیث محفوظ ۔ کہا کہ میں یہاں آ کر کیسے پھنس گیا ہوں لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ واقعہ ہے .... فوراً توبہ کر کے وہاں سے واپس ہوئے اور استغفار میں مصروف رہے ... تمام خانقاہوں میں خوشیاں منائی جانے لگیں ... اور پورے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ اللہ نے شیخ کو پھر اسلام میں لوٹا دیا ... (خطبات طیب)

کافروں کے جسم میں بدبو کی وجہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "احیاء العلوم" جس کا پورا نام "احیاء علوم الدین" ہے... میں لکھا ہے... عیسائیوں کی قبروں نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں شکایت کی کہ ان کی بدبو کی وجہ سے ہم بہت تکلیف میں ہیں... اللہ تعالیٰ قبر کے عذاب سے بچائے ان عیسائیوں نے تو اپنا قبروں کو عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے... ان کی زندگی بے حیائی کی بدبو اور تعفن میں گزرتی ہے... مرنے کے بعد ان کی بدبو سے قبر کی زمین اور مٹی تک کو تکلیف پہنچتی ہے... کراچی پولیس نے کچھ عرصہ پہلے ایک یہودی مردے کی لاش زمین سے نکالی تھی... اللہ پاک کی پناہ... اس قدر زیادہ بدبو تھی کہ پولیس کے آفیسر بھی بیہوش ہونے کو تھے... منہ پر کپڑے باندھ کر وہ لاش کے ٹکڑے جمع کر رہے تھے... اور پورے علاقے میں بدبو ہی بدبو پھیلی ہوئی تھی...

محترم سعدی صاحب لکھتے ہیں... میرے ایک استاذ تھے حضرت مولانا عبدالرحیم متھہاسی رحمۃ اللہ علیہ... ان کا پورا نام "ڈیوا متھہاسی" تھا... وہ عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے... پھر مذہبی تعلیم حاصل کر کے عیسائیوں کے پادری بنے... پھر اللہ پاک نے انہیں ہدایت عطا فرمائی... وہ مسلمان ہو گئے... کچھ عرصہ عام مسلمان رہے... اور پھر اونچی درجے کے متقی اور صاحب علم مسلمان بن گئے... اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا سے بے رغبتی اور زہد کی نعمت عطا فرمائی تھی... اور ان کے ہاتھوں سے کئی کرامات بھی ظاہر ہوئیں... انہوں نے ہمیں چند دن تک عیسائیت کے بارے میں درس دیا... اور عیسائیوں کے خوب پول کھولے... ان کی باتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ خنزیر (سور) کا گوشت کھانے کی وجہ سے عیسائیوں کے مسام گل جاتے ہیں... اور ان سے شدید بدبو آتی رہتی ہے... وہ پوچھتے تھے... کہ یورپ اور امریکہ کی گوری چٹی سرخ عورتوں کو اتنے پرفیوم... باڈی سپرے اور میک اپ کی ضرورت کیوں پڑتی ہے... وہ بتاتے تھے... کہ یہ بدبو چھپانے کی کوشش اور ناقابل برداشت ہوتی ہے...

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک دعا

امام احمد بن حنبل اکثر کہتے تھے... خدا ابو الہیثم پر رحم کرے... خدا ابو الہیثم پر رحم

کرے... ایک روز ان کے بیٹے عبداللہ نے پوچھا... بابا! ابو الہیثم کون ہے؟... امام صاحب نے کہا... جس دن سپاہی مجھے دربار میں لے گئے تھے... اور مجھے کوڑوں سے نوازا گیا تھا... اس دن کا ذکر ہے... کہ ہم راہ سے گزر رہے تھے... ایک آدمی مجھ سے ملا اور پوچھنے لگا مجھے پہچانتے ہو؟... میں مشہور چور اور عیار ابو الہیثم حداد ہوں... میرا نام شاہی دربار میں ثبت ہے... بار بار چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہوں... اور بڑی بڑی سزائیں جھیلیں... آخر صرف کوڑوں کی مار گنوں تو سب ملا کر اٹھارہ ہزار ضربیں تو ضرور میری پیٹھ پر پڑی ہوں گی... اس کے باوجود میری استقامت دیکھیے...! اب تک چوری سے باز نہیں آیا... جب کوڑے کھا کر جیل سے نکلا... سیدھا چوری کی تاک میں چلا گیا... میری استقامت کا حال شیطان کی اطاعت میں ہے... دنیا کی خاطر ہے... افسوس تم پر...! اگر تم اللہ کی محبت میں اتنی استقامت بھی نہ دکھا سکو اور دین حق کی خاطر چند کوڑے بھی برداشت نہ کرسکو...

میں نے جب یہ سنا تو اپنے جی میں کہا... اگر ہم حق کی خاطر اتنا بھی نہ کرسکے جتنا دنیا کی خاطر ایک چور کررہا ہے... تو ہماری بندگی پر ہزار حیف اور ہماری خدا پرستی سے بت پرستی لاکھ درجے بہتر...

اہل عرب کی سخاوت

قیس بن سعد عرب کا ایک بڑا دریا دل اور سخی سردار تھا... اس کی شہرت کے ڈنکے بج رہے تھے... ایک بار اس سے دریافت کیا گیا کہ تم نے کبھی اپنے سے زیادہ سخی بھی کسی شخص کو اپنی زندگی میں پایا... اس نے کہا کہ... ہاں ایک بار ہم ایک جنگل میں ایک اعرابی کے یہاں کئی روز ٹھہرے... اور ہمارے میزبان نے روزانہ ایک اونٹ ہمارے لیے ذبح کیا... تاکہ ہم کو تازہ گوشت ملتا رہے... جب وہاں سے روانہ ہوئے تو ہم نے مخفی طور سے سو دینار اس کے گھر میں رکھوا دیے... اور اس کی بیوی سے کہہ کر ہماری طرف سے اپنے شوہر کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرکے بغیر خدا حافظ کیے چپے جانے کی بہت کچھ عذر و معذرت کر دینا... چنانچہ یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہوگئے... دن نکل رہا تھا کہ ایک شخص ہمارے پیچھے چلتا ہوا نظر آیا... جو یہ کہہ رہا تھا

کر... اسے کھینچتے ہوا وہاں سے لے جاؤ... تم مجھے مہمان داری کی قیمت دے رہے ہو... بہتر یہ ہے کہ یا تو یہ رقم واپس لے لو ورنہ تم سب کو بھی اپنے نیزے سے ہلاک کر دوں گا... ہم نے وہ روپیہ واپس لے لیا... اور چلے آئے اس کی سخاوت بے شک حیرت ناک ہے...

جب ثواب کی بولی لگائی گئی

عموریہ کے محاصرہ کے دوران ایک شخص دیوار پر کھڑا ہو کر نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر رہا تھا... مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر تکلیف کی بات اور کیا ہو سکتی تھی... ہر مجاہد کی خواہش تھی کہ اس منحوس کے ہلاک کرنے کی سعادت اس کے حصے میں آئے... لیکن وہ تیروں اور حملوں کی زد سے محفوظ ایسی جگہ کھڑا تھا... جہاں سے اس کی آواز تو سنائی دیتی تھی... لیکن اسے موت کے گھاٹ اتارنے کی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی تھی...

یعقوب بن جعفر نامی ایک شخص لشکر اسلام میں بہترین تیر انداز تھا... اس ملعون شخص نے جب ایک بار دیوار پر چڑھ کر شان رسالت میں گستاخی کے لیے منہ کھولا تو یعقوب گھات لگائے بیٹھا تھا... یعقوب نے تیر پھینکا جو سیدھا اس کے سینے سے پار ہوا اور وہ شخص گر کر ہلاک ہوا... فضا نعرہ تکبیر سے گونج اٹھی... یہ مسلمانوں کے لیے بڑی خوشی کا واقعہ تھا... خلیفہ معتصم باللہ نے اس مجاہد کو بلایا اور کہا... آپ اس تیر کا ثواب مجھے فروخت کر دیجئے... مجاہد نے جواباً کہا... ثواب بیچا نہیں جاتا... معتصم نے کہا... میں آپ کو ترغیب دیتا ہوں... اور ایک لاکھ درہم اسے دیئے... مجاہد نے انکار کیا... خلیفہ نے پانچ لاکھ درہم اسے دیئے... تب وہ جانباز مجاہد کہنے لگا... مجھے ساری دنیا دے دی جائے... تب بھی اس کے بدلے میں اس تیر کا ثواب فروخت نہیں کروں گا... البتہ اس کا آدھا ثواب بغیر کسی عوض کے آپ کو دیتا ہوں... معتصم اس قدر خوش ہوا کہ گویا انہیں ایک جہاں مل گیا... معتصم نے پھر پوچھا... آپ نے تیر اندازی کہاں سیکھی ہے؟... فرمایا... بصرہ میں واقع اپنے گھر میں... معتصم نے کہا... وہ مجھے فروخت کر دیں... مجاہد نے کہا... وہ تیر اندازی سیکھنے والے مجاہدین کے لیے وقف ہے... اس لیے فروخت نہیں کیا جا سکتا... معتصم نے اس جانباز مجاہد کو ایک لاکھ درہم انعام میں دیئے۔

نظر کے کرشمے اور دنیا کی حقیقت

ایک بار بادشاہ وقت افلاطون کے پاس آیا اور بعد امتحان اس نے بادشاہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی... جب رخصت ہونے لگا تو افلاطون نے کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں... بادشاہ نے دل میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ دنوں تک تنہائی میں رہتے رہتے خبط ہو گیا ہے... یہ جنون ہی تو ہے کہ آپ کی ایسی ٹوٹی پھوٹی حالت اور بادشاہوں کی دعوت کرنے کے حوصلے اور بادشاہ اس خیال میں معذور بھی تھا وہ تو اسی متاع کو بڑی چیز سمجھتا تھا... مگر افلاطون کی نظر میں اس کی وہ وقعت تھی جیسے بچے ایک گھر بناتے ہیں وہاں سب دریاں بھی بچھا کر سے بھی ہیں سب کچھ موجود ہے مگر باپ اس کو دیکھ کر ہنس رہا ہے کہ ان حضرات کا سامان گھر میری ایک لات کا ہے... بس ایسی ہی متاع ہے عقلا دنیا کی جیسے ایک دیہاتی اپنے سر پر چوڑیوں کا ٹوکرا لئے جا رہا تھا گاؤں والوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی چیز کی بابت انہیں پوچھنا ہوتا ہے اپنی لاٹھی سے آہستہ سے ایک کھودا دیا کرتے ہیں... کھودا کر یہ کرنے کے لئے اسی طرح دیہاتی نے ان چوڑیوں میں لاٹھی سے کھودا دے کر منہیار سے پوچھا کہ ارے یہ کیا ہے اس نے کہا بھئی بس ایک دفعہ اور دے دو تو کچھ بھی نہیں یعنی ایک ضرب سے سب تقسیم تفریق سے مبدل ہو کر کسور تک پہنچ گئی اور کسور بھی صرف کسور عام نہیں بلکہ کسور اعشاریہ بھی غرض سارا حساب یہیں ختم ہو گیا تو اہل دنیا کے نزدیک دنیا کی متاع بڑی چیز ہے....

اسی بنا پر بادشاہ نے عذر کیا افلاطون کو اس خیال کا ادراک تھا اس لئے افلاطون نے کہا میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر بادشاہ نے دل میں تو یہی کہا کہ واقعی ان کے دماغ میں خلل معلوم ہوتا ہے ان کے پاس ضروری سامان تک نہیں یہ مجھے کھلا دے گا کیا.... لیکن زبان سے یہ بات تو ادب کی وجہ سے کہہ نہ سکا کہ یہ عذر کیا کہ آپ کو فضول تکلیف ہوگی افلاطون نے کہا کہ نہیں مجھے کچھ تکلیف نہیں ہوگی.... میرا جی چاہتا ہے ... جب اصرار دیکھا تو بادشاہ نے دعوت منظور کر لی... اچھا آ جاؤں گا اور ایک آدھ آدمی بھی میرے ساتھ ہوگا افلاطون نے کہا کہ نہیں مع لشکر اور وزراء امراء سب کی دعوت ہے.... غرض ایک ساتھ ہی بڑی بھاری دعوت کر دی اور لشکر معمولی نہیں خاص شاہی لشکر بادشاہ نے کہا پھر خبط تو ہے ہی یہ بھی سہی غرض تاریخ معین پر بادشاہ مع لشکر اور امراء کے افلاطون کے پاس جانے کے

لئے ٹھہر گئے، پھر نکلا تو کئی میل پہلے سے دیکھا کہ چاروں طرف استقبال کا سامان ہے اور مہمان نوازی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا ہے ہر شخص کے لئے اس کے درجہ کے موافق الگ الگ کمرہ موجود ہے اور وہ غرفہ باغ لگے ہوئے ہیں رات کا وقت تھا ہزاروں قندیلیں جگہ جگہ رنگ برنگ نہریں اور وہ ایک عجیب منظر پیش نظر تھا اب بادشاہ نہایت حیران تھا کہ یا اللہ یہاں تو کبھی کوئی ایسا شہر تھا نہیں غرض ہر شخص کو مختلف کمروں میں اتارا گیا اور ہر جگہ نہایت اعلیٰ درجہ کا سامان فرش فروش.... جھاڑ فانوس.... افلاطون نے خود آ کر مدارت کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا.... ایک بہت بڑا مکان تھا اس میں سب کو جمع کر کے کھانا کھلایا گیا کھانے ایسے لذیذ کہ عمر بھر کبھی نصیب نہ ہوئے تھے بادشاہ کو بڑی حیرت کہ معلوم نہیں اس شخص نے اس قدر جلد یہ انتظامات کہاں سے کئے بظاہر اس کے پاس کچھ جمع پونجی بھی نہیں معلوم ہوتی یہاں تک کہ جب سب کھا پی چکے تو عیش و طرب کا سامان ہوا ہر شخص کو ایک الگ کمرہ سامان سے آراستہ دیا.... اندر گئے تو دیکھا کہ تکمیل لطف اور تکمیل عیش کے لئے ایک ایک حسین عورت بھی ہر جگہ موجود ہے غرض سارے سامان عیش و طرب کے موجود تھے پھر وہ لوگ کوئی متقی پرہیزگار تو تھے نہیں اہل خانقاہ تھوڑے ہی تھے بلکہ خواہ مخواہ کے آدمی تھے جیسے مشہور ہے.... الغرض خواہ مخواہ امراء آدمی یہ رنگ جمپال دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور رات بھر خوب عیش اڑائے کیونکہ ایسی رات انہیں پھر کہاں نصیب ہوتی یہاں تک کہ سو گئے....

جب صبح آنکھ کھلی تو دیکھتے کیا ہیں کہ نہ باغ ہے بلکہ نہ اس کا ... نہ درخت ہیں بلکہ نرے گرفت ہیں حتیٰ کہ بجائے درختوں کے دیکھا کہ پتھر کھڑے ہوئے ہیں اور ہر ایک ایک پتلا سب کی بغل میں ہے اور پاجامہ خراب ہے پھر تو بڑے شرمندہ ہوئے کہ واہ واللہ یہ کیا قصہ ہے بادشاہ کی بھی یہی حالت تھی افلاطون نے بادشاہ سے کہا کہ تم نے دیکھا یہ ساری دنیا جس پر تمہیں اتنا ناز ہے ایک عالم خیال ہے اور حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں.... اس قدر قوی تصرف تھا افلاطون کے خیال کا کہ بس اس نے یہ خیال جمالیا کہ ان سب کے تخیل میں یہ ساری چیزیں موجود ہو جائیں بس سب کو وہی نظر آنے لگیں جب وہ لوگ سو گئے اس نے اس خیال کو ہٹا لیا پھر صبح اٹھ کر جو انہوں نے دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا. افلاطون بڑے مجاہدہ و ریاضت کئے ہوئے تھا.... اس لئے یہ قوت اس کے خیال میں پیدا ہو گئی تھی یہ تصوف نہیں ہے تصرف ہے.... یہ اور چیز ہے وہ اور چیز ہے بس مزا سب سرد ہو گیا

افلاطون نے کہا کہ جیسے تمہیں ان چیزوں میں مزہ آتا ہے مجھے بالکل نہیں آتا کیونکہ مجھے ان کی حقیقت معلوم ہے تو واقعی جو کچھ نظر آیا وہ عالم خیال تھا مسمریزم میں بھی جو کچھ نظر آتا ہے وہ عالم خیال ہی ہوتا ہے اور یہ جو حاضرات واضرات ہے یہ بھی وہی ہے محض قوت خیالیہ کا اثر ہوتا ہے روح ووح کچھ نہیں ہوتی... اسی واسطے بچوں پر یہ عمل چلتا ہے.... (زریں واقعات)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا یادگار واقعہ

ایک شخص حسن بصریؒ کے پاس حاضر ہوا... کہنے لگا.... حضرت! ہمارے دل سو گئے ہیں... فرمایا وہ کیسے! عرض کیا کہ حضرت! آپ وعظ دیتے ہیں... وعظ نصیحت کرتے ہیں لیکن دل پر اثر نہیں ہوتا... حضرت نے فرمایا... اگر یہ معاملہ ہے تو یہ نہ کہو کہ دل سو گئے ہیں... یوں کہو کہ دل سو گئے (مر گئے).... وہ بڑا حیران ہوا.... کہنے لگا... حضرت! یہ دل مر کیسے گئے! حضرت نے فرمایا... دیکھو جو انسان سویا ہوا ہو اسے جھنجھوڑا جائے تو وہ جاگ اٹھتا ہے اور جو جھنجھوڑنے سے بھی نہ جاگے وہ سویا ہوا نہیں.... وہ مرا ہوا ہوتا ہے... جو انسان اللہ کا کلام سنے.... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان سنے اور پھر دل اثر قبول نہ کرے.... یہ دل کی موت کی علامت ہوتی ہے تو ہم اس دل کو مرنے سے پہلے پہلے روحانی اعتبار سے زندہ کرلیں.... جب یہ دل سنور جائے پھر اس میں اللہ رب العزت کی محبت بھر جاتی ہے پھر اس کی کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے؟

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار   دل بیاباں جب ہوا عالم بیاباں ہو گیا

یہ اللہ والوں کی کیفیت ہوتی ہے.... ان کا دل اللہ کی محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے.... پھر اللہ کے سوا کسی اور کی جانب دھیان ہی نہیں جاتا.... پھر بندہ کا دل قیمتی بن جاتا ہے... اس دل کو سنوارنے کے لئے مشائخ باقاعدہ ذکر بتاتے ہیں.... ہم ان کو باقاعدگی سے کریں تاکہ دل اللہ رب العزت کی محبت سے لبریز ہوں.... پھر ہمیں راتوں کو اٹھنے میں مزہ آئے گا.. پھر ہمیں راتوں کو اٹھنے کے لئے گھڑیوں کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ محبت ہی اٹھا دے گی....
ہمارے ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب مدنی رحمہ اللہ جب بیان میں اہل دل کے واقعات سناتے تو فرماتے کہ ان لوگوں کا دل بنا ہوا تھا... اے اللہ ہمارے دل کو بھی سنوار دیجئے.... (زریں واقعات)

صحابہؓ کی زاہدانہ زندگی کا ایک عجیب عبرت انگیز واقعہ

حضرت سعد بن عمیرؓ بیت المقدس اور فلسطین کے والی بنائے گئے تھے اور ایک عرصے تک بنے رہے پھر حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا حضرت عمرؓ اپنے گورنروں اور عمال کا امتحان کیا کرتے تھے کہ کہیں وہ ظلم کی طرف تو نہیں جا رہے ہیں کہیں ان سے عدل و انصاف کی بنیا چھوٹ تو نہیں گئی.... دوسرے آدمیوں کے ذریعے بھی جانچ کراتے تھے اور خود بھی رات کو بھیس بدل بدل کر نکلتے تھے کہ مخلوق کی اخلاقی حالت کیسی ہے....

غرض انہوں نے ایک خادم کو شام بھیجا کہ جا کر ذرا سعد بن عمیر کی خبر لاؤ کہ کس حالت میں ہے اور پانچ سو روپے کی تھیلی دی کہ میری طرف سے ہدیے کے طور پر پیش کر دینا.... مقصد جانچ کرنا تھا.... خادم پہنچا.... حال یہ ہے کہ سعد فلسطین کے گورنر ہیں اس متمدن ملک کے کہ جہاں کھیتی اور پھل اور سبزہ زاروں کی کوئی کمی نہیں مگر گورنر صاحب ایک خس پوش کچے سے مکان میں دروازے پر بیٹھے ہوئے رسیاں بٹ رہے تھے.... بٹ بٹ کے پیٹ پالتے تھے اس سے جو پیسے ملتے تھے ان سے گزر اوقات کرتے تھے.... بیت المال اور خزانے پر ہاتھ نہیں ڈالتے تھے....

غرض خادم پہنچے تو کھڑے ہو گئے.... بہت محبت سے ملے.... خادم نے حضرت عمرؓ کا پیغام پہنچایا بہت خوش ہوئے.... اب حضرت عمرؓ تو گورنر کی جانچ کر رہے تھے کہ گورنر صاحب نے امیر المومنین کی جانچ شروع کر دی.... خادم سے کہا کہ عمرؓ تو بڑا مالدار ہو گیا ہو گا اس واسطے امیر المومنین ہے خزانے اس کے تحت میں ہیں ہزاروں لاکھوں روپیہ جمع کر لیا ہو گا؟

خادم نے کہا کہ نہیں! حضرت عمرؓ کا وہی زہد و قناعت قائم ہے جو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر قائم تھا.... وہی جو کی روٹی.... وہی پیوندوں کے کپڑے.... وہی زہد.... وہی قناعت.... کہا الحمد للہ! خدا نے ہمیں ایسا امیر دیا کہ جو خزانوں پر قابض ہو کر پھر بھی زاہد اور متقی ہے....

اس کے بعد سوال کیا کہ حضرت عمرؓ کے ہاں مقدمات تو آتے ہوں گے.... خوب جانبداریاں کرتا ہو گا.... اپنے رشتہ داروں کی حمایت کرتا ہو گا.... دوستوں کو جتاتا ہو گا؟ خادم نے کہا کہ نہیں حضرت عمرؓ غریب کو اور امیر کو ایک نگاہ سے دیکھتے ہیں پبلک کے تمام افراد ان کی نگاہ میں یکساں ہیں وہ عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں.... کہا: الحمد للہ! خدا نے ہمیں ایسا

امیر دیا جو عادل بھی ہے منصف بھی ہے... کامل بھی ہے.... غرض وہ تو جانچ کر رہا ہے امیر المومنین کی طرف سے گورنری اور گورنر جانچ کر رہے ہیں امیر المومنین کی کہ ان میں تو کوئی فرق نہیں آیا... جب یہ سب کچھ ہو چکا تو غلام نے پانچ سو روپے کی تھیلی پیش کی کہ حضرت عمرؓ نے بطور ہدیہ کے دی ہے....

بس یہ دیکھتے ہی غصے سے چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ یہ مال عمرؓ کے باپ کا ہے جو ہزار ہزار... پانچ پانچ سو تقسیم کرتا ہے... اس کے باپ کا خزانہ ہے؟ کہا نہیں.... حضرت عمرؓ نے ذاتی طور پر دیئے ہیں تو کہا اچھا عمرؓ سرمایہ دار بن گیا ہے کہ پانچ پانچ سو اور ہزار ہزار روپیہ ہدیہ کے طور پر بھیجتا ہے.... انا للہ وانا الیہ راجعون

غرض ہدیہ قبول کر لیا مگر اس ہدیہ کا حشر یہ ہوا کہ اپنے بدن سے چادر اتھائی اور جہاں کوئی غریب گزرا چادر میں سے دو تین بالشت کی ایک پٹی پھاڑ دی اور دس بیس روپیہ اس میں باندھ کر اس کے سامنے پھینک دیئے.... کوئی یتیم گزرا پھر ایک پٹی پھاڑی دس بیس باندھ کے اس کے آگے ڈال دیئے.... شام تک روپیہ بھی ختم ہو گیا اور گورنر صاحب کی چادر بھی ختم ہو گئی.... آخر میں بیوی نے کہا میرے ہاں کئی دن سے فاقہ ہے کچھ مجھے بھی دیدو تو خفا ہو گئے دو تین درہم پھینک دیئے کہ تو بھی اگر اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرنا چاہتی ہے تو بھر لے تجھے مبارک ہو.... تو یہ کیفیت تھی....

اس کے بعد غلام نے پیغام دیا کہ حضرت عمرؓ کا جی چاہتا ہے کہ آپ سے ملاقات کریں.... آپ کو بلایا ہے.... فرمایا کہ چلو.... اسی وقت لاٹھی ہاتھوں میں لے کر کھڑے ہو گئے.... اڑھائی سو میل کے سفر کیلئے تیار ہو گئے.... نہ توشہ.... نہ سواری.... کہا بس چلو.... اور پیدل ہی امیر المومنین کی طرف روانہ ہو گئے....

حضرت عمرؓ کو اطلاع دے دی گئی کہ فلاں دن پہنچیں گے. حضرت عمرؓ شہر سے باہر استقبال کے لئے تشریف لائے... ملاقات ہوئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن عمیرؓ کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے... بہت حیران ہوئے کہ یہ غصہ کیوں.... لیکن سمجھ گئے کہ یہ اس ہدیہ کا اثر ہے....

حضرت سعدؓ نے کہا کہ شہر میں قیام گاہ پر بعد میں چلیں گے.... پہلے روضہ اقدس پر حاضر

ہو لیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کر لیں.... چنانچہ سب تشریف لے گئے....

روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر حضرت سعد ابن عمیرؓ نے سلام کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ! میں عمرؓ کی منحوس خلافت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا جو گھر بار اور بچیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاتھوں سے کاٹ دی تھیں عمر پھر وہی پہنانا چاہتا ہے اور پانچ پانچ سو روپیہ ہدیے کے طور سے پاس بھیجتا ہے میں اس منحوس دور خلافت میں زندہ نہیں رہنا چاہتا.... انہوں نے رو رو کر یہ دعا کی....

اب حضرت عمرؓ کی باری آئی.... انہوں نے دعا کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس وقت تک زندہ رہنا چاہتا ہوں جب تک میری حکومت میں سعد بن عمیرؓ جیسے افراد موجود ہیں اور جب یہ نہ ہوں تو میں بھی زندگی نہیں چاہتا.... تو مورخین لکھتے ہیں کہ چند ہی دن کے بعد سعد بن عمیرؓ کی وفات ہوئی اور ان کے بیس دن کے بعد ہی حضرت عمرؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا....

تو دولت پر قابض ہونے کے بعد اور ملکوں پر حکمراں ہونے کے بعد یہ زہد و قناعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اثر تھا.... (از حکیم الاسلام قاری محمد طیب)

علامہ اقبال اور پروفیسر مفسر

ایک کالج کے پروفیسر کو شوق ہوا کہ میں قرآن پاک کی تفسیر لکھوں.... خوب پیسے کمائے.... پیسے اچھے آئیں گے لکھنی شروع کر دی اب دل میں سوچ رہا ہے کہ بکے گی کیسے؟ مجھے تو کوئی جانتا نہیں.... کوئی بڑے مولوی صاحب لکھیں کہ یہ تفسیر بہت اچھی ہے.... پھر تو بکے گی لیکن مولوی صاحب ایک ایک صفحہ میں بیس بیس غلطیاں نکال لیں گے.... ہو سکتا ہے کہ مجھے ویسے ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیں.... لکھتا رہا.... سوچتا رہا.... آخر ایک دن دل میں خیال آیا کہ علامہ اقبالؒ شاعر ہے دین کا درد دل میں رکھتا ہے لیکن مولوی تو نہیں ہے ناں.... اسے تفسیر دکھاؤں گا.... ویسے ہی دیکھ کر خوش ہو جائے گا کہ تفسیر اچھی ہے.... علامہ اقبالؒ مشہور آدمی ہے دو سطریں لکھ دے گا میرا کام بن جائے گا.... یہ آدمی تفسیر کا ایک حصہ لے کر علامہ اقبالؒ کے پاس چلا گیا کہ جی میں نے تفسیر لکھنا شروع کی ہے.... جو عقلی شبہات کالج لڑکوں میں پھیلائے جاتے ہیں ان کو سامنے رکھ کر تفسیر لکھی جائے تاکہ ان فتنوں کا سد باب ہو جائے.... بہت اچھا

کام ہے.... کہنے لگا میں ساتھ بھی لایا ہوں.... آپ اس پر کچھ لکھ دیں کہا اچھا رکھ دو.... میں پڑھوں گا پھر بعد میں آنا اب کوئی دو ماہ بعد پروفیسر صاحب ہو گئے.... پروفیسر صاحب کا خیال تھا کہ ڈاکٹر صاحب خود ہی تفسیر کا ذکر چھیڑیں گے.... انہوں نے کوئی بات ہی نہیں کی.... پروفیسر نے اٹھتے وقت کہا میں آپ کو تفسیر دے کر گیا تھا....

فرمایا کہ آپ کی تفسیر میں نے پڑھی.... آپ کی تفسیر سے میری ایک بہت بڑی غلط فہمی دور ہو گئی کہ آج تک میں اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ مظلوم ہستی حضرت حسینؓ کی ہے کہ پردیس میں چھوٹے چھوٹے بچے ذبح کر دیئے گئے.... لیکن آپ کی تفسیر پڑھ کر میری غلط فہمی دور ہو گئی کہ نہیں حسینؓ سے بھی زیادہ مظلوم خدا کا قرآن ہے کہ جو بھی اٹھتا ہے اس کی تفسیر لکھنا شروع کر دیتا ہے.... (از خطبات امین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکراہٹیں

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیع سے لوٹے تو میرے سر میں درد تھا.... میں کہہ رہی تھی ہائے میرا سر.... ہائے میرا سر.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ میرا سر (یعنی بطور مزاح فرمایا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہا کوئی بات نہیں اگر تو اس سر درد میں مر گئی تو میں تجھ کو کفن دوں گا اور تیری نماز جنازہ پڑھا کر تجھے دفن کروں گا.... حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ آپؐ میرے بعد میرے گھر میں اور بیوی لائیں گے؟ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے....

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت جس کا نام حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب تھا تشریف لائیں (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور میرے والد کی پھوپھی تھیں) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرما دے.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں کی ماں جنت میں بوڑھیاں داخل نہیں ہوں گی وہ سن کر روتی ہوئی واپس چلی گئی.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کہا جاؤ اس کو خبر دو کہ بڑھاپے کی

حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوں گی (بلکہ جوان ہو کر داخل ہوں گی) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ان کو جوان باکرہ بنایا ہے.....

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور مسکرائے پھر فرمایا اے ابن خطاب تجھے معلوم ہے کہ میں تیری طرف دیکھ کر کیوں مسکرایا؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہے..... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی رات تیری طرف شفقت اور رحمت سے دیکھا ہے اور تجھے اسلام کی چابی بنا دیا ہے.....(روبیع و آتش)

جنت کا راستہ

حضرت علامہ جلال الدین صاحب سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کنزل العمال کی روایت سے نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک شخص (سائل) نے حاضر ہو کر چند اہم اور ضروری باتوں کے متعلق سوالات کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد وثناء کے بعد جوابات ارشاد فرمائے..... ان سوالات وجوابات کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

سائل: اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں چاہتا ہوں کہ ایک بڑا عالم بن جاؤں.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اللہ سے ڈرتا رہ..... بس بڑا عالم بن جائے گا..... یعنی اللہ کا خوف اور اس کے حکموں پر عمل..... علم وحکمت کے خزانے خود ہی فراہم کر دیں گے.....

سائل: میں چاہتا ہوں کہ دولت مند بن جاؤں.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو قناعت اختیار کر مالدار ہو جائیگا.....

سائل: میری خواہش ہے کہ سب سے بہتر شخص ہو جاؤں.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے.....

سائل: میں سب سے عادل شخص بننا چاہتا ہوں.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اگر تو سب کے لئے بھی وہی پسند کرے گا جو اپنے لئے پسند کرتا ہے..... تو سب سے زیادہ منصف اور عادل شخص بن جائے گا.....

سائل: میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں مقرب بننا چاہتا ہوں.....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: ذکر الٰہی میں مصروف رہ تو تیری خواہش پوری ہو جائیگی۔۔۔

سائل: میں محسنوں اور نیکوکاروں میں سے ہونا چاہتا ہوں۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔۔۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو (اس طرح کر جیسے) وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔۔۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان مکمل ہو جائے۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنے اخلاق درست کر لے۔۔۔ تیرا ایمان مکمل ہو جائیگا۔۔۔

سائل: میں اطاعت گزاروں میں سے بننا چاہتا ہوں۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنے فرائض ادا کرتا رہ۔۔۔ مطیع افراد میں تیرا شمار ہوگا۔۔۔

سائل: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس حال میں حاضر ہوں کہ تمام گناہوں سے پاک ہوں۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو جنابت سے غسل کر۔۔۔ اس کی برکت سے روز جزا گناہوں سے پاک اٹھے گا۔۔۔

سائل: میری خواہش ہے کہ حشر میں نور کے ساتھ اٹھایا جاؤں۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو کسی پر ظلم نہ کر۔۔۔ قیامت کے دن نور میں اٹھے گا۔۔۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اپنی جان اور خلق پر رحم کر۔۔۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کریگا۔۔۔

سائل: میں چاہتا ہوں میرے گناہ کم ہوں۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو استغفار کثرت سے کیا کر۔۔۔ تیرے گناہ کم ہو جائینگے۔۔۔

سائل: میں بزرگ بننا چاہتا ہوں۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: مصیبت میں لوگوں سے اللہ کی شکایت نہ کر۔۔۔ بزرگ ہو جائیگا۔۔۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ میرے رزق میں وسعت ہو۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو ہمیشہ باطہارت رہ۔۔۔ تیرے رزق میں برکت ہوگی۔۔۔

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست بن جاؤں۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: جو چیزیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں

ان کو پسند کر اور جس سے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفرت ہے ان سے نفرت کر....

سائل: میں اللہ کے غضب سے بچنا چاہتا ہوں....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: کسی پر بے جا غصہ نہ کر، اللہ تعالیٰ کے غضب سے محفوظ رہیگا....

سائل: میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں مستجاب الدعوات بننا چاہتا ہوں....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو حرام چیزوں اور حرام باتوں سے بچ....

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو قیامت میں سب کے سامنے رسوا نہ کرے....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر.... اللہ تعالیٰ تجھ کو رسوا نہ کرے گا....

سائل: میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے عیب چھپالے....

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: تو اپنے بھائیوں کے عیب چھپا.... اللہ تعالیٰ تیرے عیب پر پردہ پوشی کریگا....

سائل: میری غلطیاں کیسے معاف ہوں گی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: خوف خدا سے رونے.... خدا سے عاجزی کرنے اور بیماریوں سے....

سائل: کونسی نیکی اللہ کے نزدیک افضل ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: اچھے اخلاق، انکساری.... مصیبتوں پر صبر اور اللہ کے فیصلوں پر خوشی کا اظہار....

سائل: اللہ کے نزدیک سب سے بڑی برائی کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: بدترین اخلاق اور کنجوسی....

سائل: کونسا عمل اللہ کے غضب کو روکتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: پوشیدہ طور سے صدقہ دینا اور قرابت داروں کا حق ادا کرنا.... اور ان سے سلوک و احسان سے پیش آنا....

سائل: جہنم کی آگ کو کونسی چیز بجھائے گی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم: نماز اور روزہ .... (کنز العمال و جامع صغیر)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یادگار واقعہ

امام ابو حنیفہؒ کا واقعہ ہے کہ ان کے زمانے میں مہدی جو عباسی خلیفہ تھا۔ اس کے دربار میں ایک دہریہ آیا۔ جو خدا کی ذات سے انکار کرتا تھا۔ اس نے کہا میں نہیں مانتا کہ خدا موجود ہے.... یہ کائنات طبعی رفتار سے خود بنی ہے اور خود چل رہی ہے.... لوگ مر رہے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں وغیرہ۔ یہ سب ایک طبعی کارخانہ ہے کوئی چلانے والا نہیں ہے یہ اس کا دعویٰ تھا اور اس نے چیلنج کیا کہ مسلمانوں میں جو سب سے بڑا عالم ہو۔ اس کو میرے مقابلے میں لایا جائے۔ تا کہ اس سے بحث کروں اور لوگ غلطی میں مبتلا ہیں کہ اپنی طاقتوں کو خواہ مخواہ ایک غیبی طاقت کے تابع کر دیا ہے.... جو سارے جہان کو چلا رہی ہے۔ تو اس زمانے میں سب سے بڑے عالم امام ابو حنیفہؒ تھے.... مہدی نے امام صاحبؒ کے پاس آدمی بھیجا۔ رات کا وقت تھا۔ رات ہی کو خلیفہ کا دربار منعقد ہوتا تھا۔ آدمی بھیجا کہ دہریہ آگیا ہے دہریے سے بحث کریں اور اسے سمجھائیں اور راہ راست پر لائیں۔ چنانچہ آدمی پہنچا۔ بغداد میں ایک بہت بڑا دریا ہے.... جسے دجلہ کہتے ہیں.... اس کے ایک جانب شاہی محلات تھے... ایک جانب شہر۔ تو امام ابو حنیفہؒ شہر میں رہتے تھے اس لئے دریا پار کر کے آنا پڑتا تھا.... اس نے کہا اصل میں دربار میں ایک دہریہ آگیا ہے اور وہ دعویٰ کر رہا ہے کہ خدا کا وجود نہیں ہے۔ کائنات خود بخود چل رہی ہے... آپ کو مناظرہ کیلئے بلایا ہے....

امام صاحبؒ نے فرمایا.... اچھا.... آپ جا کے کہہ دیں کہ میں آرہا ہوں.... وہ آدمی واپس گیا اور کہا کہ امام صاحب کو میں نے خبر کر دی ہے اور آپ آنے والے ہیں....

اب دربار لگا ہوا ہے.... خلیفہ، امراء.... وزراء بیٹھے ہوئے ہیں اور دہریہ بھی بیٹھا ہوا ہے.... امام صاحبؒ کا انتظار ہے مگر امام صاحب نہیں آرہے.... رات کے بارہ بج گئے امام صاحبؒ ندارد....

دہریے کی بن آئی.... اس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ ڈر گئے ہیں اور سمجھ گئے ہیں کہ کوئی بڑا فلسفی آیا ہے.... میں اس سے نمٹ نہیں سکوں گا.... اس واسطے گھر میں چھپ کر بیٹھ گئے اور آپ یقین رکھیں وہ نہیں آئیں گے.... میرے مقابلے میں کوئی نہیں آسکتا....

اب خلیفہ بھی متامل ہے.... درباری بھی حیران ہیں اور دہریہ بیٹھا ہوا مونچھوں کو تاؤ دے رہا ہے.... جب رات کا ایک بجا تو امام صاحبؒ پہنچے.... دربار میں حاضر ہوئے.... خلیفہ وقت نے تعظیم کی.... جیسے علماء ربانی کی کی جاتی ہے.... تمام دربار کھڑا ہو گیا....

خلیفہ نے امام صاحبؒ سے کہا کہ آپ اتنی دیر میں کیوں آئے؟ آدھی رات کے آ کر

میں حیران تھا کہ یا اللہ! آخر پانی کے بہاؤ کے خلاف کون اسے لے جا رہا ہے؟ یہاں تک کہ شاہی محل کے قریب کنارے پر پہنچ گئی اور آخر جھک کر پھر کنارے پر کھڑی ہو گئی کہ میں اتر جاؤں تو میں اتر گیا.... پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ کشتی غائب بھی ہو گئی....

گھنٹہ بھر اس کنارے اور گھنٹہ بھر اس کنارے سوچتا رہا کہ یہ کیا قصہ تھا؟

یہ سانحہ جس کی وجہ سے تحیر میں کئی گھنٹے لگ گئے.... اب تک سمجھ میں نہیں آیا.... کیا ماجرا تھا؟ اور میں امیر المومنین سے معافی چاہتا ہوں کہ آٹھ بجے بلایا گیا اور ایک بجے پہنچا ہوں....

دہریے نے کہا.... امام صاحب! میں تو یہ سنا تھا کہ آپ بڑے عالم ہیں.... بڑے دانش مند اور عقل مند آدمی ہیں مگر بچوں کی سی باتیں کر رہے ہیں.... بھلا یہ ممکن ہے کہ پانی میں سے خود بخود تختے نکل آئیں.... خود ہی جڑنے لگیں.... خود ہی کیلیں ٹھک جائیں.... خود ہی روغن لگ جائے.... خود آ کے کشتی اپنے آپ کو جھکا دے.... آپ اس پر بیٹھ جائیں اور خود ہی لے کے چل دے.... خود ہی وہ کنارے پر پہنچا دے.... یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ میں نے سمجھا تھا کہ آپ بڑے دانش مند.... فاضل اور عالم ہیں.... امام آپ کا لقب ہے اور باتیں کر رہے ہیں آپ نادانوں اور بچوں جیسی؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی کشتی بنانے والا نہیں.... خود بخود بن گئی.... کوئی کیلیں ٹھونکنے والا نہیں.... خود بخود ٹھک گئیں.... کوئی روغن پھیرنے والا نہیں.... خود ہی پھر گیا.... کوئی چلانے والا ملاح نہیں.... خود ہی چل پڑی.... کوئی سمجھانے والا نہیں.... خود ہی سمجھ گئی کہ مجھے شاہی محل کے اوپر جانا ہے.... یہ عقل میں آنے والی بات ہے؟

امام صاحبؒ نے فرمایا.... اچھا یہ بات نادانی اور بے وقوفی کی ہے؟

اس نے کہا.... جی ہاں! فرمایا: ایک کشتی بغیر بنانے والے کے بن نہ سکے.... بغیر چلانے والے کے چل نہ سکے.... بغیر کیلیں ٹھونکنے والے کے اس کی کیلیں ٹھک نہ سکیں اور یہ اتنا بڑا جہان جس کی چھت آسمان ہے.... جس کا فرش زمین ہے.... جس کی فضا میں لاکھوں جانور ہیں.... یہ خود بخود بن گیا.... خود ہی چل رہا ہے.... سورج بھی.... چاند بھی.... خود ہی چل رہے ہیں.... یہ کوئی عقل میں آنے والی بات ہے؟ ایک معمولی کشتی جسے انسان بنا سکتا ہے.... یہ تو بغیر بنانے والے کے نہ بنے اور اتنا بڑا جہان ہو.... انسان کے بس میں نہیں وہ خود بخود بن جائے....

تو تمہاری عقل بچوں جیسی ہے یا میری عقل بچوں جیسی؟ میں نادان ہوں یا تم نادان ہو؟

مناظرہ ختم ہو گیا اور بحث تمام ہو گئی اور دہریہ اپنا سا منہ لے کر واپس ہو گیا.... اب کیا بحث کرے.... جو اس کی بنیاد تھی وہ ساری کی ساری ختم ہو گئی.... (زرینہ دانش)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ رات کو لیٹے اور شیطان نے تھکاوٹ پھیلا کر قلب اور دماغ میں پہنچا دی.... تہجد کے لئے آنکھ نہ کھل سکی اور تہجد چھوٹ گیا حالانکہ ترک تہجد کوئی معصیت نہیں اس لئے کہ امتی کے اوپر نہ فرض ہے نہ واجب.... مگر جو اہل اللہ تہجد کے عادی ہوتے ہیں ان کا اگر ایک تہجد بھی قضا ہو جائے تو سمجھتے ہیں کہ ساری عمر اکارت ہو گئی اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ سر پہ آ پڑا تو حضرت امیر معاویہؓ اس تہجد کے قضا ہونے پر تمام دن روئے استغفار کیے.... دعائیں مانگیں اور کہا کہ یہ پہلی بار قضا ہوا ہے.... غرض اگلے دن جب سوئے ہیں تو عین تہجد کے وقت ایک شخص نے انگوٹھا ہلا دیا کہ حضرت تہجد کا وقت ہو گیا ہے اٹھئے تہجد پڑھ لیجئے.... حضرت امیرؓ نے اجنبی آواز محسوس کر کے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ میری محل سرائے میں تو کون اجنبی ہے جو مجھے میرے زنانہ خانے میں تہجد کے لئے اٹھانے آیا ہے.... اس نے کہا کہ میں شیطان ہوں.... تہجد کے لئے اٹھانے آیا ہوں.... فرمایا کہ کم بخت تو اور تہجد کے لئے اٹھائے.... اس نے کہا جی ہاں خیر خواہی کے جذبہ ابھرا اور مجھے گوارا نہ ہوا کہ آپ کا تہجد قضا ہو.... فرمایا کہ تو اور خیر خواہی کرے.... اللہ نے فرمایا ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن ہی سمجھو.... وہ کبھی دوست نہیں بن سکتا ہے.... اس لئے تو ہمدردی کرے یہ ناممکن ہے.... سچ سچ بتا کہ تو کیوں آیا ہے ورنہ میں بھی صحابی ہوں اور اتنی قوت رکھتا ہوں.... تیری گردن مروڑ دوں گا اور اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا.... جب وہ مصیبت کھلی.... اس نے کہا کہ اصل قصہ یہ ہے کہ کل میں نے ہی ایسی حرکت کی تھی کہ آپ کا تہجد قضا ہو گیا۔ میں نے پھیلائے وساوس اور تھکاوٹ دماغ اور قلب پر ڈالے کہ آپ کو گہری نیند آ گئی.... اور وقت پر آنکھ نہ کھلی آپ نے سارا دن استغفار کیا تو اتنے درجے بلند ہوئے آپ کے کہ سو برس بھی تہجد پڑھتے تو شاید اتنے درجے بلند نہ ہوتے.... مجھے اس پر بڑے جلاپے ہونے لگے تو میں نے آپ کو اٹھایا کہ اگر آج قضا ہو گیا پھر تو بڑا رونا دھونا کریں گے پھر درجے بلند ہوں گے تو سو درجوں کے بجائے ایک ہی درجہ بلند ہو جائے مجھے یہ گوارا ہے کہ سو درجے میں کمی ہو گئی.... جب یہ سچی بات اس نے کی تب

حضرت امیرؓ نے اس کو چھوڑا... فرمایا کہ صحیح ہے... یہ خباثت تیرے دل میں چھپی ہوئی تھی بہرحال اولیاء کاملین سے گناہ کے سرزد ہونے کا امکان بھی ہے اور عادۃً بھی ممکن ہے اور وہ تقویٰ کے منافی بھی نہیں ہے... اس لئے کہ تقویٰ جڑ پکڑے ہوئے ہے... گناہ جڑ پکڑے ہوئے نہیں... وہ کچھ بیرونی اثرات سے گھر گھرا کر شاذ و نادر واقع ہو سکتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام سے یہ چیز ممکن نہیں ہے... (خطبات طیب)

مثالی تربیت

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنی سفر حیات میں لکھتے ہیں... جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا... والد مرحوم وظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھے دیکھ کر گزر جاتے... ایک دن صبح کو میرے پاس سے گزرے تو مسکرا کر فرمایا... کبھی فرصت ملی تو میں تم کو ایک بات بتاؤں گا۔ میں نے دو چار دفعہ بتانے کی ضد کی تو فرمایا... جب امتحان دے لوگے تب... جب امتحان دے چکا اور لاہور سے آیا تو فرمایا... جب پاس ہو جاؤ گے... تب... جب پاس ہو گیا اور پوچھا تو فرمایا... بتاؤں گا... ایک صبح کو جب حسب دستور قرآن کی تلاوت کر رہا تھا تو وہ میرے پاس آ گئے اور فرمایا... بیٹا!... جب تم قرآن پڑھا کرو تو یہ سمجھو کہ یہ قرآن تم ہی پر اترا ہے... یعنی اللہ تعالیٰ خود تم سے ہم کلام ہے...

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب　　　گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

ان کا یہ فقرہ میرے دل میں اتر گیا... اور اس کی لذت دل میں اب تک محسوس کرتا ہوں... ایک دفعہ ایک سائل سوال کرتا ہوا ہمارے دروازے پر آیا... اس نے صدا دی اور بری طرح اڑ گیا... میرے شباب کا زمانہ تھا... مجھے اس کی ضد پر غصہ آیا... میں نے اسے پیٹا اور اس کی جھولی زمین پر الٹ دی... والد صاحب کا دل اس بے رحمی پر بھر آیا... ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے... انہوں نے فرمایا... قیامت کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد تمام امت جمع ہوگی... جس میں مجاہد... حکیم... شہید... زاہد... صوفی... عالم... اور گنہگار ہر قسم کے لوگ ہوں گے... اور اس مظلوم سائل کی فریاد پر رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم مجھ سے دریافت فرمائیں گے... کہ ہم نے ایک بندہ مسلم کو تیری فرزندی اور نگرانی میں دیا تو اسے بھی آدمی نہ بنا سکا تو میں کیا جواب دوں گا...؟

علامہ اقبال کا جذبہ خدمت

ایک دن والد مرحوم نے مجھ سے کہا... میں نے تمہارے پڑھانے لکھانے میں جو محنت صرف کی ہے... میں تم سے اس کا معاوضہ چاہتا ہوں... میں نے بڑے شوق سے پوچھا... وہ کیا ہے...؟ والد مرحوم نے کہا... کسی موقع پر بتاؤں گا... چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ کہا... بیٹا!... میری محنت کا معاوضہ یہ ہے... کہ تم اسلام کی خدمت کرنا... بات ختم ہو گئی... اس کے بعد میں نے امتحان وغیرہ دے کر اور کامیاب ہو کر لاہور میں کام شروع کیا... ساتھ ہی میری شاعری کا چرچا پھیلا... نوجوانوں نے اس کو اسلام کا ترانہ بنایا... پھر دوسری نظمیں لکھیں اور لوگوں نے ان کو ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا اور مسلمانوں میں ولولے پیدا ہونے لگے... تو ان ہی دنوں میرے والد مرض الموت میں بیمار ہوئے... میں ان کو دیکھنے لاہور سے آیا کرتا تھا... ایک دن میں نے ان سے پوچھا... والد بزرگوار! آپ سے جو میں نے اسلام کی خدمت کا عہد کیا تھا وہ پورا کیا یا نہیں؟... باپ نے بستر مرگ پر شہادت دی... جان من! تم نے میری محنت کا معاوضہ ادا کر دیا...

عیسائیت سے قبول اسلام تک

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے بزرگ تھے... ان کے ماں باپ عیسائی تھے... وہ ابھی چھوٹے بچے ہی تھے... کہ ماں باپ نے انہیں ایک پادری کے پاس پڑھنے بٹھایا... پادری نے انہیں پہلا سبق دیا کہ کہو خدا تین ہیں... ان کی زبان سے بے خود نکلا... اللہ ایک ہے... ارے! یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو خدا تین ہیں... انہوں نے پھر کہا ... اللہ ایک ہے... اب پادری نے ان کو ڈانٹا اور بار بار خدا تین کہنے پر مجبور کرنا چاہا... مگر وہ ہر مرتبہ یہی کہتے تھے... اللہ ایک ہے... اللہ ایک ہے... اللہ ایک ہے...

آخر ایک دن پادری نے ان کو اس بے دردی سے مارا کہ وہ مار کی تاب نہ لا سکے اور بھاگ گئے... پھر اس خوف سے گھر بھی نہ گئے کہ ماں باپ دوبارہ اسی پادری کے سپرد

کردیں گے... علاقے میں کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں گئے... ماں باپ ان کے پیچھے بہت پریشان ہوئے... حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ بستی سے نکل کر حضرت علی ابن موسیٰ الرضا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے... اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا... ادھر پادری نے مشہور کردیا... کہ وہ لڑکا بے دین ہوگیا تھا... اچھا ہوا دفع ہوا... ورنہ دوسرے لڑکوں کو بھی بگاڑ دیتا... مگر معروف کے ماں باپ اپنے بچے کی جدائی میں تڑپتے رہتے تھے اور کہتے تھے... کاش! ہمارا بچہ گھر واپس آجائے خواہ وہ کسی دین پر ہو...

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی نے اپنے وعظ میں ایک شخص کو دیکھا جس کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا... آپ نے بعد وعظ اس سے کہا کہ ذرا ٹھہر جایئے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے خلوت (تنہائی) میں بٹھا کر یوں فرمایا:...

"میرے اندر ایک عیب ہے کہ میرا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ڈھلک جاتا ہے اور حدیث میں یہ وعیدیں آئی ہیں..."

اور آپ اپنا پائجامہ دکھانے کے لئے کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ خوب غور سے دیکھنا کہ کیا واقعی میرا خیال صحیح ہے یا محض وہم ہے اس شخص نے پاؤں پکڑ لئے اور کہا کہ حضرت آپ کے اندر عیب کیوں ہوتا البتہ میرے اندر ہے مگر اس طریق سے آج تک مجھے کسی نے سمجھایا نہیں تھا اب تائب ہوتا ہوں ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہ کروں گا...

ف:... الحمد للہ ہمارے اکابر کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے نہایت احترام سے اس کو نصیحت کرتے ہیں تشدد نہیں کرتے...

کرشمہ قدرت

ادھر تو یہ واقعہ ہوا اور ادھر یہ ہوا کہ اس عیسائی گھرانے پر یہ اثر ہوا کہ وہ خود اپنی لڑکی کو لے کر حاضر ہوا کہا کہ حضرت اس کو مسلمان کرلیں اور اپنے نکاح میں قبول فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے تو نکاح کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس تو بیوی موجود ہے نہ وہ عشق تھا وہ

میت بعد میں جب سوچا تو معلوم ہوا کہ قلب میں وہ جو خطرہ آیا تھا ایک زعم کا تھا کہ اصل میں ہم جیسا انسان یہ عیسائی کیا کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑے ولی سے گناہ صرزد ہوسکتا ہے۔ (خطبات طیب)

حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ

کلکتہ میں ایک ملحد نے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ سے کہا کہ غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی رکھنا خلاف فطرت ہے کیونکہ اگر فطرت کے موافق ہوتی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت بھی ہوتی...

مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر خلاف فطرت ہونے کی یہی وجہ ہے تو دانت بھی خلاف فطرت ہیں ان کو بھی توڑ ڈالو کیونکہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے وقت دانت بھی نہ تھے... (امثال عبرت حصہ دوم ص ۱۴)

ایک مرتبہ ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ آپ حرامزادے ہیں... شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے بہت متانت اور نرمی سے فرمایا تم سے کسی نے غلط کہا ہے... شریعت کا قاعدہ ہے... الولد للفراش سو میرے والدین کے نکاح کے گواہ اب تک موجود ہیں ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ مولانا میں نے امتحاناً ایسا کیا تھا مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ کی تیزی سب اللہ کے واسطے ہے...

ف:... اہل اللہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کی ذات کو جس قدر کوئی برا کہے وہ اپنے کو اس سے بدتر جانتے ہیں... (امثال عبرت حصہ دوم ص ۱۱۹)

ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے مسجد میں وعظ فرمایا... وعظ کے ختم ہونے پر ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے آہ بھر کر کہا کہ:...

"افسوس میں بہت دور سے وعظ سننے آیا تھا یہاں ختم بھی ہوگیا..."

"مولانا اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:...

"بھائی تم افسوس نہ کرو آؤ میں تم کو سارا وعظ دوبارہ سنا دوں گا..."

چنانچہ آپ نے اس کے سامنے سارا وعظ دہرا دیا...

ف:... صاحب اخلاص کی اس پر نظر نہیں ہوا کرتی کہ سننے والے کتنے ہیں اگر ایک بھی سننے والا ہو تو غنیمت سمجھو... العلم والخشیة ص ۳۷

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمہ اللہ

حضرت اقدس شیخ المشائخ مولانا الحاج احمد علی صاحب محدث سہارنپوری... بخاری... ترمذی کتب حدیث کے محشی اور مشہور عالم محدث ہیں... جب مظاہر علوم کی قدیم تعمیر کے چندہ کے سلسلہ میں کلکتہ تشریف لے گئے کہ وہاں مولانا کا اکثر قیام رہا ہے اور وہاں کے لوگوں سے وسیع تعلقات تھے تو مولانا مرحوم نے سفر سے واپسی پر اپنے سفر کی آمد و خرچ کا مفصل حساب مدرسہ میں داخل کیا تو وہ رجسٹر میں (مولانا زکریا شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ) نے خود پڑھا اس میں ایک جگہ لکھا تھا کہ کلکتہ میں فلاں جگہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا... اگرچہ وہاں چندہ خوب ہوا لیکن میرے سفر کی نیت دوست سے ملنے کی تھی چندہ کی نہیں تھی اس لئے وہاں کی آمدورفت کا اتنا کرایہ حساب سے وضع (کاٹ) کر لیا جائے... (آپ بیتی ص ۶۰ از شیخ الحدیث)

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمہ اللہ نے بخاری شریف پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں آخری چار پارے کے حواشی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے لکھے ہوئے ہیں۔ انہی کا واقعہ ہے کہ ایک بار مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کہیں جا رہے تھے آپ کے ساتھ کچھ شاگرد اور متوسلین بھی تھے... راستہ میں ایک دیہاتی نے ان (کی سادہ وضع) کو دیکھ کر کہا:... "ڈاکوؤں کا گروہ جا رہا ہے..."

شاگردوں نے اسے مارنا چاہا مگر آپ نے سختی سے منع کر دیا اور مسکرا دیئے۔ کہ جس مجلس میں سینکڑوں مخصوص تھے... اور ان میں بڑے شاندار الفاظ میں مولانا کو خطاب کیا گیا تھا لوگوں کو دکھلا کر پھر فرمایا کہ...

"اتنے آدمی اگر اسے سمجھتے ہیں اور اگر ایک شخص یا چند آدمی اسے سمجھتے ہیں تو یہ اتنی تعجب کی بات ہے..." (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ص ۳۰، اگست ۱۹۷۷ء)

ایک پر لطف واقعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چند صحابہ کو ساتھ لے کر سفر کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ بھائی کسی کو امیر مقرر کرلو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ سے زیادہ افضل ہم میں کون ہے کہ جسے امیر بنادیں آپ افضل الصحابہ ہیں۔ فرمایا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کوئی اور بن جائے۔ عرض کیا کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا ہے آخر کار سب نے مل کر حضرت صدیق اکبرؓ کو ہی امیر بنادیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میں امیر بن گیا تو اطاعت کرو گے۔ عرض کیا کہ لازمی طور پر کریں گے۔ عہد و پیمان لیے کہ منحرف تو نہیں ہوگے عرض کیا کہ قطعاً نہیں۔ جب منزل پر پہنچے تو سب نے بستر کھول کر بچھانے شروع کئے۔ لوگوں نے کہا حضرت ہم بچھائیں گے فرمایا کہ امیر کے کام میں دخل مت دو۔ امیر کی اطاعت واجب ہے۔ کسی کو بستر نہیں بچھانے دیا۔ کبھی جگہ صاف کررہے ہیں کبھی کپڑے بچھارہے ہیں جہاں کوئی آیا کہ حضرت میں کروں گا یہ کام فرماتے کہ میں امیر ہوں امیر واجب الاطاعت ہوتا ہے۔ لوگ عاجز آگئے۔ کھانے پکانے کا وقت آتا تو جنگل سے لکڑیاں لارہے ہیں کبھی بازار میں گوشت خریدنے جارہے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت! ہم یہ کام کریں گے۔ فرمایا کہ امیر کے کام میں دخل مت دو۔ لوگ عاجز آگئے کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہوگئے کہ ہمارے امام مقتدا بڑے اور ساری خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ہمارے جوتے بھی سیدھے کررہے ہیں۔ بستر بھی بچھا رہے ہیں کھانا بھی پکارہے ہیں اور کوئی بول بھی نہیں سکتا ہے اور جہاں کوئی بولا تو انہوں نے کہا کہ میں امیر ہوں واجب الاطاعت ہوں اس لئے لوگ عاجز آگئے۔ اس سفر میں ایک لطیفہ بھی پیش آیا وہ بھی سنا دوں گو مضمون سے متعلق نہیں مگر اس واقعہ کا جز ہے کہ ایک روز صدیق اکبرؓ نے کھانا وغیرہ پکادیا مگر کسی کو ہاتھ نہیں لگانے دیا کسی کام سے باہر تشریف لے گئے ایک صحابی کو بھوک بے تحاشا لگی۔ انہوں نے کھانے کے نگراں سے کہا کہ بھائی کم از کم مجھے ایک روٹی دے دو مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے مجھ سے تو اٹھا بھی نہیں جاتا۔ نگراں نے کہا جب تک امیر نہیں

آگئے ہیں اور ان کی اجازت نہیں ہوئی تو میں کھانا نہیں دوں گا۔ انہوں نے بہت منت سماجت کی کہ بھائی مجھے ضعف طاری ہو رہا ہے۔ بھوک ستا رہی ہے۔ ایک آدھی روٹی دے دو کچھ سہارا ہو گا۔ انہوں نے پھر انکار کیا اور ان کو روٹی نہیں دی۔ تو صحابہ جیسے مقدس ہیں ویسے ہی طبیعت کے اندر خوش طبعی بھی ہے۔ فرمایا کہ اچھا میں تجھے سمجھوں گا تو دے تو روٹی۔ اسی حال میں بھوکے بیٹھے رہے کچھ دیر کے بعد وہ جنگل کی طرف اٹھ کر چلے اچانک دیکھا کہ ایک دیہاتی اونٹ پر بیٹھا ہوا آ رہا ہے وہ گاؤں کا مکھیا تھا۔ لباس سے ہی معلوم ہو رہا تھا کہ کوئی گاؤں کا بڑا آدمی ہے اور اچھی خاصی بڑی عمدہ اونٹنی پر سوار ہو کر آ رہا ہے۔ ان صحابی نے کہا چودھری صاحب کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ایک غلام خریدنا ہے۔ کھیتی باڑی کے کام کے لئے انہوں نے کہا کہ میرے پاس غلام موجود ہے۔ اور پانچ سو درہم میں بیچ سکتا ہوں۔ چودھری صاحب نے کہا کہ پانچ سو درہم کوئی بڑی بات نہیں ہے اگر غلام اچھا ہے انہوں نے کہا کہ بہت سمجھدار ہے۔

معاملہ طے ہو گیا اور پانچ سو درہم لے کر ان کی طرف اشارہ کیا جنہوں نے روٹی نہیں دی تھی وہ بیٹھا ہوا ہے اس کو جا کر پکڑ لو اور یہ بھی کہہ دیا کہ دیکھو اس کے دماغ میں تھوڑی سی سنک ہے جب کوئی پکڑنے جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں غلام کب ہوں! میں تو آزاد ہوں اس کا خیال نہ کیجیو۔ یہ اس کی عادت ہے انہوں نے کہا کہ میں سمجھ گیا ہوں چودھری صاحب نے جا کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ چل میرے ساتھ اس نے کہا کہ کہاں چلوں چودھری صاحب نے کہا کہ میرے گھر۔ اس نے کہا کہ کیوں۔ کہنے لگے کہ میں نے تجھے خریدا ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ میں غلام نہیں ہوں میں تو آزاد ہوں۔ اس نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تیری عادت یہی ہے۔ اب یہ چلا رہے ہیں کہ آزاد ہوں۔ حر ہوں مگر چودھری صاحب نے ایک نہ سنی چودھری صاحب چونکہ طاقتور تھے اس نے زبردستی اٹھا کر اونٹ پر سوار کیا اور لے جانا شروع کیا اور انہوں نے ہائے واوئے شروع کی کہ مجھے غلام بنا دیا میں تو آزاد ہوں اس نے کہا کہ میں تیری ساری داستان سن چکا ہوں۔ تیری عادت ہی یہ ہے اودھر

سے صدیق اکبرؓ چلے آ رہے تھے دیکھ کر یہ چلائے کہ امیر المومنین میرا تو ناطقہ بند کر دیا ہے اور مجھے غلام بنا دیا ہے اور یہ چودھری مجھے لئے جا رہا ہے۔ صدیق اکبرؓ کا سب لوگ احترام کرتے تھے چودھری اترا سواری سے اور سلام عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی یہ تو میرا ساتھی ہے اسے تو کہاں لئے جا رہا ہے کہنے لگا حضرت جی میں نے اسے پانچ سو درہم میں خریدا ہے یہ غلام ہے۔ فرمایا کہ یہ غلام نہیں ہے یہ تو آزاد ہے یہ کس نے بیچا ہے۔ اشارہ کیا کہ فلاں صاحب نے بیچا ہے میں نے رقم بھی ان کو دی ہے انہوں نے کہا کہ نعیمان موجود ہے لے جاؤ۔ حضرت صدیقؓ سمجھ گئے کہ کسی نے مذاق کیا ہے ان کے ساتھ۔ جب واپس آئے تو جنہیں روٹی نہیں دی تھی انہوں نے آنکھ سے اشارہ کر کے کہا کہ اب ہو گیا حساب تو نے مجھے روٹی سے عاجز رکھا تھا اب بتا۔ صدیق اکبرؓ پہنچے تو فرمایا کہ کیا واقعہ ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے بہت بھوک لگ رہی تھی میں نے ان کی بہت منت کی سماجت کی۔ بھائی آدھی ہی روٹی دے دو کچھ سہارا ہو جائے گا انہوں نے کہا کہ جب تک امیر نہیں آئیں گے میں نہیں دوں گا تو میں نے بھی ایک مذاق کیا کہ ان کو پانچ سو درہم میں بیچ دیا تو حضرت صدیق اکبرؓ بہت ہنسے اور پانچ سو درہم واپس کئے گئے جب ان کی گلوخلاصی ہوئی یہ واقعہ حضورؐ کے سامنے سنایا گیا تو آپ مسکرائے اور منہ پر رومال رکھ لیا جب بھی اس واقعہ کا ذکر آتا تو حضورؐ مسکراتے اور منہ پر رومال رکھ لیتے۔ گویا یہ عجیب لطیفہ بن گیا۔ (خطبات طیب)

حضرت شیخ عبدالحق محدث تھانوی رحمہ اللہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے والد ماجد شیخ عبدالحق صاحب مرحوم بہت ہی ذہین اور صاحب فراست تھے... انہوں نے بچے صاحبزادوں کی استعداد و صلاحیت کو بچپن ہی میں تاڑ لیا تھا... اور اسی بناء پر اپنے بڑے صاحبزادے مولانا اشرف علی صاحب کو عربی و دینیات میں اور چھوٹے صاحبزادے اکبر علی مرحوم کو انگریزی اور دنیوی علوم میں لگا دیا تھا... ایک مرتبہ شیخ عبدالحق مرحوم کی بھاوج صاحبہ نے فرمایا:...

"بھائی تم نے چھوٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو خیر کما کھائے گا بڑا عربی پڑھ رہا

ہے وہ کہاں سے کھائے گا اور اس کا گذارہ کس طرح ہوگا کیونکہ جائیداد تو ورثاء میں تقسیم ہو کر گذارے کے قابل نہ رہے گی...."

اس بات پر مرحوم کو جوش آیا اور فرمانے لگے کہ:... "بھابھی صاحبہ تم کہتی ہو کہ یہ عربی پڑھ کر کھائے گا کہاں سے؟ خدا کی قسم جس کو تم کمانے والا سمجھتی ہو اس جیسے اس کی جوتیوں سے لگے لگے پھریں گے اور دنیا ان کی جانب رخ بھی نہ کرے گا...."

کس بلا کی فراست ہے اور مزاج شناسی ہے... یہی وجہ تھی کہ اکبر علی مرحوم سے کہیں زیادہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ پر روپیہ صرف کرتے تھے اور جب ایک مرتبہ بھاوج صاحبہ نے اس کی شکایت کی تو فرمایا:...

"بھابھی مجھے اس (مولوی اشرف علی) پر رحم آتا ہے... وہ جو کچھ مجھ سے لیتا ہے میری زندگی ہی تک ہے... میرے بعد یاد رکھو وہ میرے مال و متاع سے بالکل علیحدہ رہے گا...."

چنانچہ حسب قول حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا عمل بالکل یہی رہا...(بیس بڑے مسلمان ص ۳۷۸)

اصلاح کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب ایک درویش اور گوشہ نشین بزرگ تھے... آپ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے... ایک مرتبہ آپ نے یہ محسوس کیا کہ حضرات مدرسین دارالعلوم کے مقررہ وقت سے تاخیر کر کے کچھ بعد میں آتے ہیں تو بجائے حاکمانہ محاسبہ کے یہ عمل کیا کہ روزانہ صبح کو دارالعلوم کا وقت شروع ہونے پر دارالعلوم کے دروازہ میں ایک چارپائی ڈال کر اس پر بیٹھ جاتے اور جب کوئی مدرس آتے تو سلام و مصافحہ اور دریافت خیریت پر اکتفاء فرماتے زبان سے کچھ نہ کہتے کہ آپ دیر سے کیوں آئے ہیں؟ اس خاموش سرزنش نے سب ہی مدرسین کو وقت کا پابند بنا دیا...

صرف ایک مدرس اس کے بعد بھی کچھ وقت گذار کر آتے تھے تو ایک روز ان کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا کہ:... "مولانا! میں جانتا ہوں کہ آپ کے مشاغل بہت ہیں... ان کی وجہ سے دارالعلوم پہنچنے میں دیر ہو جاتی ہے ماشاء اللہ آپ کا وقت بڑا قیمتی ہے میں ایک بے کار

آدمی ہوں خالی پڑا رہتا ہوں آپ ایسا کریں کہ اپنے گھریلو کام مجھے بتلا دیا کریں میں خود جا کر ان کو انجام دے دیا کروں گا تاکہ آپ کا وقت تعلیم کے لئے فارغ ہو جائے۔۔۔“

اس حکمت عملی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ آئندہ وہ بھی پابند ہو گئے اور مدرسہ وقت پر آنے لگے۔۔۔ (میرے والد ماجد اور ان کے مجرب معمولات ص ۵۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ایک واقعہ

حضرت عمرؓ جب امیر المومنین تھے تو دربار خلافت میں ایک عورت حاضر ہوئی اس نے عرض کیا کہ امیر المومنین! میرے خاوند کی آپ کیا بات پوچھتے ہیں صائم الدہر ہے۔ قائم اللیل ہے تمام راتیں عبادت میں گزارتا ہے اور تمام دن روزے رکھتا ہے۔ فرمایا کہ ماشاء اللہ۔ اللہ مبارک کرے بڑا اچھا خاوند ہے کہ عبادت گزار ہے راتوں کو تہجد پڑھتا ہے دنوں کو روزے رکھتا ہے۔ مبارک ہو۔ وہ بے چاری چپکی ہو کر چلی گئی۔ دربار میں ایک صحابیؓ موجود تھے۔ جن کا نام اکثم تھا وہ اٹھے اور انہوں نے کہا کہ امیر المومنین آپ سمجھے بھی؟ یہ کیا کہہ گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خاوند کی تعریف کر کے گئی ہے۔ اور کیا کہتی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت! اسے کیا مصیبت آئی تھی کہ وہ دربار خلافت میں آ کر خاوند کی تعریف کرے کہ نمازیں اتنی پڑھتا ہے روزے اتنے رکھتا ہے۔ کہنے لگے پھر کیا کہہ کر گئی ہے۔ اکثمؓ نے کہا خاوند کی تعریف کرنے نہیں آئی تھی بلکہ استغاثہ اور دعوی دائر کر کے گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دعوی کیا کر کے گئی ہے۔ اکثمؓ نے کہا کہ دعوی یہ کیا ہے کہ ساری رات تو رہتا ہے عبادت میں اور سارے دن رہتا ہے روزے میں کہ اللہ میاں کے کام کا تو ہے میرے کام کا نہیں ہے۔ یہ ہے اس کا منشاء وہ استغاثہ دائر کر کے گئی ہے۔ حضرت عمرؓ چپ ہو گئے اور فرمایا کہ مجھ جیسے کو امیر بنا دیا ہے جسے معاملہ سمجھنے کی بھی طاقت نہیں۔ میں اس قابل نہیں تھا کہ امیر بنایا جاتا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی سمجھ دی ہے تو تم ہی فیصلہ کرو اس مقدمے کا۔ جب اس نے استغاثہ دائر کیا ہے اور خاوند کی تعریف کی ہے تو کیا حکم شرعی ہونا چاہیے۔ انہوں نے فوراً ہاتھ کے ہاتھ فیصلہ کیا کہ امیر المومنین اس کے خاوند کو حکم دیا جائے کہ چار دن

میں سے ایک دن ضرور افطار کیا کرے اور خوب کھو : کھایا کرے اور چار راتوں میں سے ایک رات بالکل نہ جاگے بیوی کے پاس سویا کرے تین راتوں میں اسے اختیار ہے کہ خوب تہجد پڑھے اور تین دنوں میں اسے اختیار ہے کہ خوب روزے رکھے تو ہر چار دن میں سے ایک دن اور ہر چار راتوں میں سے ایک رات خالی چھوڑے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے اخنوس یہ حکم تم نے کہاں سے نکالا ہے۔ انہوں نے کہا قرآن سے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قرآن میں کہاں موجود ہے کہ اگر کسی بیوی کا خاوند رات دن عبادت کرے تو وہ چار رات دن میں سے ایک رات دن بیوی کے پاس گزارے۔ عرض کیا کہ قرآن میں حکم ہے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و رباع اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے اگر چار بیویاں ہوں تو چار دن تین اس کی گھر جائیں گے اگر چار میں سے ایک بیوی ہو تو تین راتیں خدا کی اور ایک رات بیوی کی۔ فرمایا سبحان اللہ کتنا اچھا فیصلہ ہے مجھ جیسے کو میں بتادیا جس نے قرآن سے اتنا فیصلہ نہیں کیا۔ اسی دن حضرت عمرؓ نے ان کو چیف جسٹس یعنی قاضی القضاۃ بنادیا کہ اللہ نے تمہاری سمجھ کو تیز کیا ہے اس لئے تم ہی فیصلے کرو آج سے مسلمانوں کے مقدموں کے۔ ایک چاول سے پوری دیگ پر کھی جاتی ہے جب ایک فیصلہ کیا جو کہ معمولی مسئلہ تھا جو قرآن سے پیش کیا فرمایا کہ تیری سمجھ اس قابل ہے کہ آج سے تو مسلمانوں کے فیصلے کرے اسی بنا پر ان کو قاضی القضاۃ بنادیا۔ (خطبات طیب)

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمہ اللہ قدس سرہ جو گویا مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے بانی ہیں۔۔۔ ان کا یہ معمول میری (شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی) جوانی میں عام طور سے مشہور اور لوگوں کو معلوم تھا کہ مدرسہ کے اوقات میں جب کوئی مولانا قدس سرہ کا عزیز ذاتی ملاقات کے لئے آتا تو اس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے اور واپسی پر گھڑی دیکھ کر حضرت کی کتاب میں ایک پرچہ رکھا رہتا تھا۔۔۔ اس پر تاریخ وار منٹوں کا اندراج فرمالیتے تھے اور مہینے کے ختم پر ان کو جمع فرما کر حساب لگاتے اگر نصف یوم (آدھے

دن) سے کم ہوتا تو آدھے روز کی رخصت اور اگر نصف یوم سے زائد ہوتا تو ایک یوم کی رخصت مدرسہ میں لکھوا دیتے البتہ اگر کوئی فتویٰ وغیرہ پوچھنے آتا تھا یا مدرسہ کے کسی کام سے آتا تو اس کا اندراج نہیں فرماتے تھے... (ذوایام ص ۱۶۷)

حضرت شاہ لطف رسول رحمہ اللہ

شاہ لطف رسول صاحب رحمہ اللہ ایک بزرگ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز تھے... تھانہ بھون ہی میں قیام رہتا تھا... ان کے پاس ایک کارڈ بیرنگ آیا (پہلے کارڈ بھی لفافوں کی طرح بیرنگ چلتے تھے) انہوں نے بے ضرورت سمجھ کر اس کو بغیر پڑھے ہوئے واپس کر دیا... حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ:...

"آپ کارڈ کا مضمون تو پڑھ لیتے پھر ہی واپس کرتے..."

شاہ صاحب نے فرمایا کہ: "مضمون پڑھ لینے کے بعد واپس کرنا خیانت ہوتی... کیونکہ کارڈ سے فائدہ اٹھانا مقصود ہے وہ فائدہ میں اٹھا لیتا اور ڈاکخانہ کو اس کی خدمت کا معاوضہ نہ ملتا..."

ف:... ایسے چھوٹے چھوٹے معاملات پر نظر انہی لوگوں کی جاتی ہے جن کے دل پر آخرت کی فکر اور خوف خدا چھایا ہوا ہو... مجالس حکیم الامت ص ۱۳۶

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب سابق مدرس دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ اپنی طالب علمی کے دور کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ:...

"احقر نے اثنائے درس حضرت مولانا کی زبان سے سن کر بڑی محنت سے کچھ تقریریں اور یادداشتیں جمع کی تھیں... طالب علم تو ایسے علمی جواہرات کے خواہشمند ہوتے ہی ہیں اور بلا محنت ہاتھ آ جائے تو سبحان اللہ جواز و عدم جواز کا خیال نہ کیا کوئی مہربان طالب علم (اس کاپی کو) لے اڑے... نہایت رنج ہوا اور کوئی صورت دستیابی کی نظر نہ آئی اسی غم میں ایک روز مدرسہ جانے کو بھی دل نہ چاہا... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو خبر ہوئی تو عصر کے بعد تسلی کے لئے مکان پر تشریف لائے... مفصل حال دریافت کر کے افسوس ظاہر فرمایا صبر دلایا اور پوچھا کہ تمہاری ہی لکھی ہوئی تھی میں نے عرض کیا جی! حضرت میں نے ہی لکھی تھی... فرمایا پھر کیا غم ہے پھر لکھ لینا اور عجب نہیں کہ مل جائے اگلے روز بخاری شریف کے سبق کے بعد

میں یاد دلایا تو سب طلبہ کو خطاب کر کے نہایت جوش سے ایک شاہانہ لہجہ میں فرمایا کہ:...

"دیکھو! سید کی تقریر جس نے لی ہو وہ دوا ن کو بہت رنج ہے اگر نہیں دے گا تو خواہ ہفت اقلیم کا بادشاہ ہو جائے لیکن علم نہیں آئے گا اور یہ خیال کرتا کہ معلوم نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بتلا بھی دیتے ہیں..."

یہ سن کر طلبہ سہم گئے اور چند روز کے بعد چور صاحب ہی قفل کھول کر وہ تقریر رکھ گئے...

ف:... اس واقعہ سے حضرت کی کرامت و برکت معلوم ہونے کے ساتھ ہی آپ کی غایت توجہ اور شفقت علی القدام والا صاغر بھی معلوم ہوتی ہے کہ معمولی مصائب میں بھی ہمدردی اور اعانت کا خیال فرماتے تھے... (حیات شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۹۵)

مخاطب کے مناسب حال طریقے سے دعوت پہنچاؤ

لکھنو کے ایک زمیندار تھے ان کے پاس کچھ کاشتکار زمین وغیرہ بونے اور جوتنے کے لئے خادم تھے۔ زمیندار کو کچھ فارسی بولنے کا مرض تھا اور جی چاہتا تھا کہ فارسی بولا کریں مگر صحیح نہیں بلکہ غلط سلط بولتے تھے ایک بار کچھ دیہاتی جمع ہو کر آئے ان زمیندار نے دیہاتیوں سے کہا کہ امسال دہقان کے کشت زار پر تقاطر امطار رہا کہ نہیں یعنی پوچھنا یہ تھا کہ اس سال بارش کیسی ہوئی ہے۔ تو زمیندار نے فارسی بگھارنے کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے تو دیہاتیوں نے آپس میں کہا کہ اس وقت میاں صاحب قرآن پڑھ رہے ہیں جب فارغ ہو جائیں گے جب آکر بات کریں گے۔ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو ان دیہاتیوں کے سامنے فارسی بولنا غیر مناسب تھا۔ وہ بیچارے غریب کیا سمجھے؟ کچھ بھی نہیں ایسے کسی حکمت پسند کے آگے آپ سادہ لوحی کی باتیں کریں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ تو جیسا انسان ہوگا اس کے مناسب ہی آپ کو کلام کرنا پڑے گا۔

اسی لئے قرآن کریم نے تین لفظ بولے ہیں فرمایا۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن

یعنی دو اللہ کے راستے کی حکمت سے موعظت سے یا دلہ حسنہ سے اس لئے کہ دنیا میں آدمیوں کی بھی تین ہی قسمیں ہیں کچھ عقل پسند ہیں ان کے سامنے دین کو معقول بعد از میں پیش کیا جائے گا اور کچھ سادہ لوح ہیں کہ اللہ اور رسول کا نام سنا اور گردن جھکا دی ان کو صرف اتنی نصیحت کافی ہے اور کچھ تیزی طبیعت کے ہیں بلکہ الٹے مزاج کے کسی کی نہیں مانتے جب تک کہ ان کی مانی ہوئی باتوں سے ان پر حجت قائم نہ کر دیں یہی اصول ہے ان کو سمجھانے کا ان سے مناظرہ کیا جائے گا ان سے بحث و مباحثہ کیا جائے گا اس کے بغیر وہ سمجھیں گے نہیں تو لہذا جیسا آدمی ویسا ہی خادم بھی ہونا چاہیے۔ (خطبات طیب)

حضرت مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ

ایک مرتبہ کانگریس کے ابتدائی دور میں گاندھی جی نے مولانا محمد علی جوہر مرحوم.. ڈاکٹر مختار احمد انصاری مرحوم اور حکیم اجمل خاں مرحوم سے یہ کہا:...

"کانگریس کی تحریک اس وقت تک نہ چلے گی جب تک ہم اپنے ساتھ مذہبی رہنماؤں کو نہ ملائیں گے..."

چنانچہ مشورہ میں یہ طے پایا کہ ایک وفد مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ کی خدمت میں جا کر ان سے اس سلسلہ میں بات چیت کرے... جب یہ وفد گاندھی کی سربراہی میں مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو گاندھی نے مولانا سے عرض کیا کہ:...

"آپ (مسلمانوں) کے قرآن پاک کا میں نے مطالعہ کیا ہے واقعی اس میں بڑے زریں اصول ہیں اور یہ ایک بہترین ضابطہ حیات ہے... میں نے تو قرآن کریم کا بعض حصہ اپنی دعاؤں میں بھی شامل کر لیا ہے... میں نے پیغمبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ بھی کیا ہے واقعی سیرت و کردار میں دنیا کا کوئی بزرگ ان جیسا نہیں ہو سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہترین سیرت اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے..."

حضرت مولانا نے پوری بات سن کر فرمایا کہ:...

"گاندھی جی! آپ نے جو کچھ فرمایا ہے فی الحقیقت ہمارے قرآن اور ہمارے پیغمبر

صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور ان کا مرتبہ اس سے بھی بہت بلند ہے... لیکن آپ اپنے دھرم اور ایمان سے ایک بات یہ بتائیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں اس قدر خوبیاں دیکھی ہیں وہاں آپ کو ان میں کوئی برائی یا نقص بھی نظر آیا ہے...؟"

گاندھی نے کہا کہ: "نہیں! مجھے ان میں کوئی عیب یا نقص نظر نہیں آیا..."

یہ سن کر مولانا محمد علی مونگیری رحمہ اللہ نے فرمایا:... "گاندھی جی! پھر بتایئے کیا مانع (رکاوٹ) ہے کہ آپ ابھی تک لنگوٹی پہنے ہوئے ہیں اور ابھی تک ایمان نہیں لائے..."

اس کے بعد فرمایا:... "گاندھی جی جانے دیجئے ان باتوں کو آپ ہماری بولی بول کر ہم کو پھندے میں پھانسنا چاہتے ہیں..."

ف: یہ ہے اللہ والوں کی شان کہ وہ بھی کسی کے دھوکہ میں نہیں آتے... (ج ۲ ص ۸)

عارف باللہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری رحمہ اللہ نے جب حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کا نام اور ان کی شہرت سنی... دعا فرمایا کرتے کہ زندگی میں شاہ صاحب کی زیارت ہو جائے... ایک دفعہ لاہور حضرت شاہ صاحب کی تشریف آوری سن لی... کار بھیج کر دعوت دی... حضرت شاہ صاحب نے پہلے تو انکار فرما دیا... لیکن مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ کے اصرار پر منظور فرما لیا... شرق پور پہنچے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ بہت ہی ممنون ہوئے اور حضرت شاہ صاحب کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھے:...

"آپ نائب رسول ہیں... میرا جی چاہتا ہے کہ جناب کے چہرۂ مبارک پر انوار کو دیکھتا ہی رہوں..."

گفتگو فرماتے رہے اور حضرت شاہ صاحب خاموش سنتے رہے... کہیں کہیں کچھ ارشاد بھی فرماتے رہے... میاں صاحب مرحوم نے فرمایا:...

"مجھے (آپ کی زیارت سے) نجات کی ان شاء اللہ تعالیٰ توقع ہو گئی ہے..."

حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ جب واپس چلنے لگے تو بہ بدن پا پیادہ سڑک تک ساتھ مشایعت کے لئے تشریف لائے... جب موٹر چلنے لگی تو پچھلے پاؤں واپس ہوئے...

فرمانے لگے کہ:... "دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ایک ان میں سے حضرت شاہ صاحب ہیں..." (حیات انور ص ۳۰۶)

حکیم الامت رحمہ اللہ کا ایک واقعہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبند سے تھانہ بھون آئے ہوئے تھے حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے آپ کو کچھ فتوے لکھنے کیلئے دیئے... چنانچہ وہ بیٹھے ہوئے فتوے لکھ رہے تھے... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ بانی تبلیغی جماعت بھی اس روز وہاں موجود تھے... اللہ تعالیٰ نے ان کو تبلیغی جماعت کے کام کا تقاضہ غلبہ حال کے درجہ میں عطا فرمایا تھا... چنانچہ انہوں نے مفتی صاحب کو دیکھ کر ان کو بھی تبلیغی جماعت میں نکلنے کی دعوت دی... حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ:...

"حضرت (حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ) سے اجازت لے لیجئے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ نے حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا:...

"مولانا! سارے ہندوستان میں سے ان جیسا کوئی آدمی ڈھونڈ کر لا دیجئے جو اس وقت ایسی مستند تبلیغ کر رہا ہو جیسی یہ کر رہے ہیں... جو خدمت یہ انجام دے رہے ہیں وہ کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا... تبلیغی گشت کے لئے بہت سے آدمی مل جائیں گے اس لئے آپ ان سے یہ کام نہ چھڑوائیں...

ف:... حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی نظر قدر شناس میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے مرتبہ علم وتفقہ فی الدین کی کس قدر قدر ومنزلت تھی... (ماہنامہ البلاغ اشاعت خصوصی مفتی اعظم نمبر ۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت خلق کا ایک عجیب واقعہ

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ چلے جا رہے تھے راستہ میں ایک جگہ دیکھا کہ ایک گھر میں چند بچے بلک بلک کر رو رہے ہیں اور ان کی ماں نے ایک ہانڈی چولہے پر رکھ رکھی ہے۔ آپ نے اس عورت کو آواز دیا اور دریافت فرمایا کہ یہ ہانڈی چولہے پر کیسی چڑھی ہوئی ہے اور یہ

بچے کیوں رو رہے ہیں اس نے کہا کہ مجھ پر تین چار وقت سے فاقہ ہے ایک دانہ میرے پاس نہیں بچے بھوک کے مارے بلبلا رہے ہیں میں نے ان کو تسلی دینے کو ہانڈی میں پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا دی ہے کہ اس میں کھانا پک رہا ہے تاکہ یہ سو جائیں اور رونا چھوڑ دیں۔ حضرت عمرؓ پر اثر ہوا کہ میری خلافت میں اتنے غرباء موجود ہیں کہ کئی کئی وقت کے فاقے گزر گئے اسی وقت بیت المال میں تشریف لے گئے وہاں سے کچھ غلہ، کچھ آٹا، کچھ دال، کچھ اور چیزیں لے کر اپنی کمر پر لاد کر اس بڑھیا کے گھر تشریف لائے ہیں امیر المومنین خلیفۃ المسلمین ہیں۔ جن کے نام سے دنیا کانپتی ہے اور دنیا کے سلاطین کانپتے ہیں اور وہ کمر پر لاد کر غلہ بڑھیا کے گھر پہنچ رہے ہیں اور وہاں جا کر خود ہی چولہا جھونکا خود ہی آٹا گوندھا اور پکانا شروع کیا۔ پھونک مارتے جاتے تھے اور چولہا دھونکاتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ عمر تو قیامت کے دن خداتعالیٰ کے سامنے کیا جواب دے گا کہ تیری رعایا بھوکی مر رہی تھی اور تجھے خبر بھی نہ تھی۔ حضرت عمرؓ کے غلام اسلم ساتھ تھے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جس وقت چولہے میں پھونک مارتے تھے میں دیکھ رہا تھا کہ دھواں حضرت عمرؓ کی گنجان داڑھی میں سے چھن کر جا رہا تھا اور وہ بڑھیا کہہ رہی تھی کہ عمر کو لوگوں نے خواہ مخواہ خلیفہ بنا دیا وہ اس قابل نہیں تھا تم اس قابل تھے کہ تم کو امیر المومنین بنایا جاتا۔ لوگوں نے بڑی غلطی کی کہ عمر کو خلیفہ بنا دیا جسے یہ بھی خبر نہیں کہ اس کی رعایا میں کتنے لوگ بھوکے مرتے ہیں بہرحال حضرت عمرؓ پکا کر ان کو کھلا پلا کر جب گھر واپس آئے تو اگلے روز سے ہی بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا تو اکابر و مخلص اللہ میں چھوٹے بڑے کی رعایت نہیں آپ بڑے عالم سہی لیکن خدمت کے وقت ایسے بن جاویں جیسے آپ سب سے چھوٹے ہوں کہ یہی آپ کی بڑائی کی بات ہوگی اور یہی آپ کو اونچا کرے گی۔ (خطبات طیب)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے حکم سے ''اعلاء السنن'' تصنیف فرمائی... مولانا موصوف پہلی جلد لکھ کر

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے... حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے دیکھا اور پسند فرمایا... دوسری جلد لکھنے کا حکم دیا... مولانا نے دوسری جلد مکمل کی اور وہ بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کی... حضرت نے بے حد پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اتنے خوش ہوئے کہ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے وہ اتار کر مولانا عثمانی رحمہ اللہ کو اڑھا دی اور فرمایا: "علمائے احناف پر... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بارہ سو برس سے قرض چلا آ رہا تھا الحمد للہ آج وہ ادا ہو گیا..." (تذکرہ مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ص ۹۳)

گورنر کی ملاقات کا واقعہ

ایک دفعہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے اپنے صاحبزادے جناب حافظ ولی اللہ صاحب سے بطور سوال یہ فرمایا کہ:...

"تم دیکھتے ہو کہ میرے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں آنے والوں کے اندر امیر، غریب اہل افسر اور علماء ہر قسم کے لوگ آتے ہیں... اب میں یہ پوچھتا ہوں کہ آخر یہ کیوں آتے ہیں..."

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہو گیا... جب کوئی جواب نہ ملا تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے خود ہی فرمایا:...

"میرے پاس کیا ہے کچھ نہیں... لیکن ان لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ میں دیندار ہوں تو گویا یہ لوگ دین کی وجہ سے میرے پاس آتے ہیں... اس سے اندازہ کر لو کہ دین میں کتنی عظمت پوشیدہ ہے... دین کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے... دین اللہ کی رحمت و برکت کا سرچشمہ ہے... دولت کوئی چیز نہیں وہ ہوا کے جھونکے کی طرح نکل جاتی ہے..." (تذکرہ حسن ص ۱۱)

ایک دفعہ صبح سویرے جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے دیکھا کہ سائڈوا اور طلباء ادھر ادھر بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں... کہیں فرش صاف کیا جا رہا ہے اور کہیں کتابیں سنوار کر رکھی جا رہی ہیں... حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا کہ:... "اس سارے اہتمام کا کیا باعث ہے"...

آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ:...

"جناب گورنر (سردار عبدالرب نشتر) صاحب نے اطلاع بھیجی ہے کہ وہ جناب والا سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کیلئے آج تشریف لائیں گے..."

اس وقت تو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ خاموش ہو گئے... مگر جب گورنر پنجاب جناب نشتر صاحب مرحوم تشریف لائے تو آپ نے انتہائی استغناء کے ساتھ انہیں ہدایت فرمائی...

"آئندہ جب آپ کبھی احقر کے پاس تشریف لائیں، بغیر کسی اطلاع کے آئیں اس طرح اطلاع کر کے آنے سے یہاں کے سادہ طلبہ کو بے حد زحمت و تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے..."

نشتر صاحب مرحوم نے آئندہ ہمیشہ اس بات کی پابندی کی اور ہمیشہ بغیر کسی پیشگی اطلاع کے آئے... (احسن السوانح ص ۲۱۶)

حضرت مدنی رحمہ اللہ کی سخاوت کا واقعہ

ایک دن دیوبند کے ایک صاحب نے آکر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار کیا اور کچھ رقم طلب کی حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فوراً ہی پانچ روپے عنایت فرمائے...

کسی نے عرض کیا کہ... "حضرت! یہ شخص تو حضور کو گالیاں دیتا ہے..."

آپ نے فرمایا... "اسی وجہ سے تو میں نے اس کو روپے دیئے ہیں... اس کو خیال تو ہوگا کہ جہاں سے روپے ملتے ہیں ان کو گالیاں نہ دینی چاہئیں..." (اقتباس تقریب)

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی دارالعلوم دیوبند میں جتنے دن پڑھاتے تھے اس کے علاوہ ایک دن کی بھی تنخواہ لینا گوارہ نہیں فرماتے تھے... بارہا ایسا ہوا کہ مدرسہ کے سلسلہ میں سفر کرنا پڑا... مگر سوائے خواندگی ایام تعلیم کے ایک پیسہ بھی نہیں لیا... مرض الوفات میں ایک مہینہ کی رخصت بیماری وغیرہ اور اس کے علاوہ چھٹیاں جو قانوناً حق تھیں مگر تنخواہ نہیں لی... ان ایام میں تنخواہ جو ایک ہزار روپیہ سے کچھ زیادہ ہوتی تھی مدرسہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں بھیجی گئی تو آپ نے یہ فرما کر واپس کر دیا کہ...

"جب میں نے پڑھایا نہیں تو تنخواہ کیسی..."

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے وصال کے بعد حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہ مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت شیخ مدنی رحمہ اللہ کے گھر تشریف لے گئے اور اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ:

"حضرت (شیخ مدنی رحمہ اللہ) کا زہد وتقویٰ اس بات کی اجازت نہ دیتا تھا مگر اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے بلکہ حق ہے اگر آپ فرمادیں تو وہ پیسے میں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔"

اہلیہ محترمہ نے عرض کیا کہ: "جس چیز کو حضرت (مدنی رحمہ اللہ) نے پسند نہیں فرمایا... اس کو میں کس طرح پسند کر سکتی ہوں... آپ کا بہت بہت شکریہ... بس آپ کی صرف دعا کی ضرورت ہے..." (حکایات وکمنیات مدنی ص ۸۹)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوری رحمہ اللہ

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب غالب پوری رحمہ اللہ جب دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے تو چونکہ شرح جامی کے معیار کی تعلیم نہیں ہوئی تھی اس لئے مدرسے میں داخلہ نہ ہو سکا... اتنا تا گھر واپس ہونے کیلئے کرایہ بھی نہیں تھا... اس لئے بڑی الجھن میں پھنس گئے... نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن... اس وقت جب حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوری رحمہ اللہ کو دیگر طلبہ کی زبانی مولانا بشیر احمد صاحب کی پریشان حالی کی اطلاع ہوئی تو انہیں اپنے حجرہ میں بلایا اور تسکین اور حوصلہ افزائی کے بعد فرمایا کہ:

"کھانے کی طرف سے آپ بالکل بے فکر رہیں... میرا دوپہر کا پورا کھانا اور شام کا آدھا آپ کو مل جایا کرے گا... آپ ایک سال کے اندر اپنی علمی کمزوری کو دور کریں..."

چنانچہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوری نے حسب وعدہ مکمل ایک سال تک نصف کھانے پر اکتفاء کر کے دوسرے کی مدد کی... مولانا فتح پوری اکثر روزے سے رہتے تھے... شام کے کھانے سے آدھا افطار وغیرہ کیلئے رکھ لیتے تھے اور بقیہ مولانا بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ کے حوالے کر دیتے تھے...

یہ قابل رشک اور بے نظیر مجاہدہ اور ایثار ہے جو مولانا فتح پوری نے زمانہ طالب علمی میں پیش کیا... (تذکرہ علماء اعظم گڑھ ص ۲۲۶)

اہل علم کی درویشی

حضرت شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ سفر میں ایک پرانا بکس ساتھ رکھتے تھے جس کا تالا بھی نہیں ہوتا تھا ایک دفعہ مولانا محمد حسن جان صاحب سے فرمایا کہ: ''لوگ سفر اور خصوصاً ریل گاڑی میں پوری رات اپنے نئے بکسوں کی چوکیداری کرتے رہتے ہیں اور میں آرام سے سوتا رہتا ہوں... میرا بکس پرانا اور بے تالا ہوتا ہے... چور اگر اسے لے جانا چاہے تو پہلے کھول کر دیکھے گا کہ اس میں درویشوں کے ایک دو جوڑے کے علاوہ اور چند کتابوں اوراق اور قلم دوات کے بغیر کچھ بھی نہیں ہے تو لے جانے کی تکلیف قطعاً گوارا نہیں کرے گا...''

حضرت مولانا موصوف ہمیشہ قلم اور کالی روشنائی استعمال فرماتے تھے آپ کے پاس لکڑی کا ایک پرانا قلمدان تھا... جس کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا کہ یہ قلمدان میرے پاس بائیس سال سے ہے... (الحق ص ۲۲ ماہ دسمبر ۱۹۷۶ء)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا کمال اخلاص

جس زمانہ میں مصر میں بذل المجہود کی طباعت ہو رہی تھی وہاں کی تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے انتظامات کئے جا رہے تھے تو حضرت مولانا شیخ سلیم صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ سے عرض کیا کہ ''آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے اتنے اہتمام سے کتاب صحیح کرا رہے ہیں اور اس کی رجسٹری کروائی نہیں اگر کوئی اس کا فوٹو لے کر چھاپ دے گا تو وہ کتاب کو چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا اور آپ کی کتاب رہ جائے گی...''

حضرت شیخ نے فرمایا کہ: ''اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت تو میں خود پیش کروں گا اور بعد میں یہ کتاب میری بھی بک جائے گی۔ (اکابر کا تقوی ص ۱۰۳)

حضرت علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ

حضرت علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ کے تقوے اور ان کی خدا ترسی کا

یہ معمول تھا کہ زکوۃ فنڈ مصرف طلبہ کے لئے رکھتے تھے... اس کو بھی کسی حالت میں مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیرات یا کتابوں کی خرید پر صرف نہیں کرتے تھے اور دوسرے سال مدرسہ کی حالت زکوۃ فنڈ میں قابل اطمینان ہو گئی۔

ایک دفعہ زکوۃ فنڈ میں ۲۵ ہزار روپیہ جمع تھا... مگر غیر زکوۃ کی مد خالی تھی... جب تنخواہ دینے کا وقت آیا تو خزانچی صاحب حاجی یعقوب مرحوم نے عرض کیا کہ...

مدرسین کی تنخواہ کے لئے کچھ نہیں... اگر آپ اجازت دیں تو زکوۃ فنڈ میں سے قرض لے کر مدرسین کی تنخواہ ادا کر دی جائے... بعد میں زکوۃ فنڈ میں یہ رقم لوٹا دی جائے گی..."

فرمایا... "ہرگز نہیں! میں مدرسین کی آسائش کی خاطر دوزخ کا ایندھن بننا نہیں چاہتا... مدرسین کو صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہئے کہ انکے فنڈ میں اللہ تعالیٰ کچھ بھیج دے... جو مدرس صبر نہیں کر سکتا... اس کو اختیار ہے کہ مدرسہ چھوڑ کر چلا جائے..." (ماہنامہ حیات شیخ جوری نمبر ص ۳۹)

حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ

حضرت سید تاج محمود امروٹی قدس سرہ کی خدمت میں ایک انگریز اپنی میم (بیگم) صاحبہ کو لے کر حاضر ہوا اور بڑی عاجزی اور انکساری سے عرض کیا کہ...

"حضرت! میم صاحبہ کو عرصہ سے پیٹ کا درد ہے... اس کی صحت کے لئے اپنے رب سے دعا فرما دیں ہم نے علاج معالجہ بہت کرایا ہے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا..."

یہ سن کر حضرت امروٹی نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا...

"یا اللہ! یہ ہے تو تیرے دین کا دشمن مگر (میری) اس سفید داڑھی کی لاج رکھ لے..."

حضرت کی زبان سے یہ الفاظ نکلے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شرف قبولیت عطا فرمایا اور میم صاحبہ فوراً ٹھیک ہو گئیں... (ہفت روزہ تجمان اسلام جلد ۱۵... ۱۵ نومبر ۱۹۸۷ء)

حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ

قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ ایک دفعہ ریل گاڑی میں سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہے تھے... آپ کے ڈبہ میں ایک نہایت "اپ ٹو ڈیٹ" نوجوان شریک سفر تھا... کہنے لگا...

"مولانا پردہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ... "آپ کو پردے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی... مجھے پردہ میں بھیجنا چاہتے ہیں یا خود پردہ میں جانا چاہتے ہیں..."

اس نے خفت مٹاتے ہوئے کہا کہ...

"نہیں! میرا مقصد یہ ہے کہ آپ لوگ عورتوں کے لئے پردہ لازمی قرار دیتے ہیں اس سے نصف معاشرہ ناکارہ ہو کر رہ جاتا ہے... نیز جب جانور تک آزادانہ پھرتے ہیں تو عورتوں نے کونسا گناہ کیا ہے کہ وہ پردہ کی قید میں محبوس رہیں اور گھٹ گھٹ کر مر جائیں..."

قاضی صاحب نے فرمایا:... "بیٹا! خوبصورت چیز دیکھ کر انسان اس کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کا گناہ کی طرف قدم بڑھنے لگتا ہے..."

نوجوان نے کہا... "یہ بھی کوئی شرافت ہے کہ دوسرے کے مال کو دیکھ کر آدمی للچائے... طبیعت پر کنٹرول چاہیے کنٹرول..."

حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اندازہ لگایا کہ نوجوان فطری رجحانات اور دلائل کی بات سننے کے موڈ میں نہیں... چنانچہ آپ نے مثال سے سمجھانے کی کوشش کی... آپ نے اپنی ٹوکری سے ایک لیموں نکالا اور چاقو سے اس کے دو ٹکڑے کئے اور فرمایا:...

"دیکھو بیٹا! ایمان سے کہنا... تمہارے منہ میں لیموں کو دیکھ کر پانی تو نہیں آیا؟"

نوجوان کہنے لگا... "پانی تو آیا ہے کیونکہ فطری تقاضہ ہے..."

آپ نے کہا... "مال میرا... پانی آپ کے منہ میں؟ کچھ شرافت ہونی چاہئے اور طبیعت پر کنٹرول چاہئے کنٹرول..."

نوجوان فوراً آپ کا مطلب سمجھ گیا اور لاجواب ہو گیا... (حیات قاضی صاحب احمد شجاع پاشا ص ۳۰)

حضرت عالمگیر اور ایک طالب علم کا دلچسپ واقعہ

ایک مرتبہ حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ دلی میں اپنے مثمن برج میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک طالب علم گزرا طالب علم ہوتے ہی ہیں ایسے بھولے بھالے کہ جوتیاں چٹخاتے جا

رہے ہیں کتاب بغل میں لباس پھٹا ہوا اورنگ زیب نے وزیر سے کہا یہ کون ہے جو جا رہا
وزیر نے تحقیر آمیز لہجے میں تعارف کرایا کہ یہ ایسی قوم کا فرد ہے کہ جو نکمی ہے اور بیکار قوم
ہے یعنی مولوی کی قوم تو عالمگیر چونکہ خود عالم تھے اس لئے وہ جانتے تھے اہل علم کی قدر و
منزلت انہوں نے کہا کہ اگر یہ سچا طالب علم ہے اور واقع میں طالب علم ہے تو تم جیسوں کو
بازار میں بیچ آئے گا اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی یہ تمہارے بس کا نہیں ہے وزیر نے کہا کہ حضور یہ
خوش اعتقادی ہے بادشاہ نے کہا کہ اچھا امتحان کر چوبدار کو بھیجا کہ اس طالب علم کو بلا لاؤ۔
وہ چوب دار اس طالب علم کے پاس پہنچا اور کہا کہ تم کو جہاں پناہ یاد کرتے ہیں طالب علم اس
کے ساتھ ہو لئے۔ حلیہ یہ کہ پگڑ بھی پھٹی ہوئی اور کپڑے بھی ایسے ہی اور تمام لباس گرد
آلود اور کتاب بغل میں اور ایسے الول جھول مگر وہ طالب علم ذی استعداد تھا بہر حال وہ پیش
کئے گئے بادشاہ کے سامنے۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا امتحان کرو تا کہ میری بات کی صداقت
ظاہر ہو۔ تو اب وزیر اعظم نے کچھ سوالات کرنے شروع کئے مگر الٹے سوالات کہ جو نہ کتاب
سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ علم سے ادھر ادھر کے سوالات کئے جسے انٹرویو کہتے ہیں جس سے
ذہن کا اندازہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور وزیر اعظم نے سوال یہ کیا کہ میاں صاحبزادے یہ جو
حوض ہے جہاں جہاں پناہ بیٹھے ہوئے ہیں اس میں کتنے کٹورے پانی ہوگا اب ظاہر بات
ہے کہ یہ کوئی علمی سوال تو تھا نہیں کہ جس کا جواب دیا جاتا صرف اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ مجھے
کیا خبر ہے کہ اس میں کتنے کٹورے پانی ہوگا۔ چونکہ طالب علم ذہین تھا اس لئے اس نے یہ
کہا کہ حضور کٹورہ متعین کر دیجئے اگر حوض کا آدھا کٹورہ ہے تو اس میں دو کٹورے پانی ہے
اگر تہائی ہے تو تین کٹورے پانی ہے اور اگر چوتھائی ہے تو چار کٹورے پانی ہے تو کٹورے کی
مقدار آپ متعین کر دیں پھر میں بتلا دوں گا یہ جواب سن کر بادشاہ ہنس رہے ہیں اور وزیر
چپ ہیں بس یوں کہئے کہ سارے سوالوں کو اسی پر لوٹا دیا ہے۔ اس کے بعد اس سے
وزیر اعظم نے کہا کہ میاں صاحبزادے یہ تو بتاؤ اس زمین کا بیچ بیچ کہاں ہے کہ اگر چاروں
طرف خط کھینچے جاویں تو وہ خط برابر چلے جاویں وہ طالب علم کونسا ناپنے گیا تھا زمین کو ملا آں
باشد کہ چپ نہ شود طالب علم ذہین تھا اس نے اپنی ذہانت سے کام لیا اپنی پگڑی اتاری اور

زمین کو ناپنا شروع کیا۔ چار گز ادھر سے چار گز ادھر سے اور وہاں کھونٹی گاڑی اور وہاں نشان لگایا اور چاروں طرف سے تھوڑی تھوڑی ناپ کر بیچ میں ایک کھونٹی گاڑ دی اور کہا کہ یہ ہے زمین کا بیچ اگر یقین نہ آئے تو زمین کو اس کے چاروں طرف سے ناپ لو۔ اگر کچھ کمی بیشی ہو تو پھر مجھ سے ذکر کیجئے گا وزیر اعظم یہ بات سن کر حیرت اور تعجب کی وجہ سے چپ ہیں اور جہاں پناہ نے منہ پر رومال رکھ کر ہنسنا شروع کیا اور کہا اچھا جناب یہ وزیر اعظم کو وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اسے چت کر لوں گا حالانکہ اس نے اسے چت کر لیا مگر اس قسم کی گفتگو وہی طالب علم کر سکتا ہے جو ذہین فطین بھی ہو اور صفت قناعت سے بھی متصف ہو۔ (خطبات حبیب)

دینار کی وجہ تسمیہ

ایک مرتبہ امام مالک بن دینار رحمہ اللہ کشتی میں سفر کر رہے تھے اور منجدھار میں پہنچ کر جب ملاح نے کرایہ طلب کیا تو فرمایا کہ میرے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں ہے... یہ سن کر اس نے بدکلامی کرتے ہوئے آپ کو اتنا زدوکوب کیا کہ آپ کو غش آ گیا اور جب غشی دور ہوئی تو ملاح نے دوبارہ کرایہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم نے کرایہ ادا نہ کیا تو میں دریا میں پھینک دوں گا... اسی وقت اچانک کچھ مچھلیاں منہ میں ایک ایک دینار دبائے ہوئے پانی کے ذریعہ کشتی کے پاس آ گئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے دینار لے کر کرایہ ادا کر دیا۔ ملاح یہ حال دیکھ کر قدموں میں گر پڑا اور آپ کشتی میں سے دریا پر اتر گئے اور پانی میں چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے... اسی وجہ سے لفظ دینار آپ کے نام کا حصہ بن گیا...

حاضر دماغی

خلیفہ ہارون رشید اور اس کی بیوی میں کسی بات پر تکرار ہو گئی تو زبیدہ نے کہا کہ تم جہنمی ہو... اور ہارون رشید نے کہا کہ اگر میں جہنمی ہوں تو تجھے تین طلاق ہے یہ کہہ کر بیوی سے کنارہ کشی اختیار کر لی لیکن محبت کی زیادتی کی وجہ سے جب جدائی کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی تو تمام علماء کو بلا کر پوچھا کہ میں جہنمی ہوں یا جنتی؟ لیکن کسی کے پاس بھی اس کا جواب نہ تھا اور امام شافعی بھی کمسنی کے باوجود ان علماء کے ساتھ تھے... چنانچہ آپ نے فرمایا کہ اگر

اجازت ہو تو میں اس کا جواب دوں اور اجازت کے بعد خلیفہ سے پوچھا کہ آپ کو میری ضرورت ہے یا مجھے آپ کی خلیفہ نے کہا کہ مجھ کو آپ کی ضرورت ہے... آپ نے فرمایا کہ تم تخت سے نیچے آ جاؤ کیوں کہ علماء کا مرتبہ تم سے بلند ہے چنانچہ اس نے نیچے آ کر آپ کو تخت پر بٹھا دیا... پھر آپ نے سوال کیا کہ تمہیں کبھی ایسا موقع بھی ملا ہے کہ گناہ پر قادر ہونے کے باوجود محض خوف الٰہی سے گناہ سے باز رہے ہو... اس نے قسم عرض کیا کہ ہاں ایسے موقع بھی آئے ہیں... آپ نے عرض کیا کہ تم جنتی ہو... اور جب علماء نے اس کی حجت طلب کی تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ "قصد گناہ کے بعد جو شخص خوف خدا سے گناہ سے رک گیا اس کا ٹھکانہ جنت ہے" یہ جواب سن کر تمام علماء نے داد دیتے ہوئے کہا کہ جس کا کمسنی میں یہ عالم ہو تو خدا جانے جوانی میں اس کے کیا مراتب ہوں گے...

اللہ پاک کو ہنسا دینے والے تین کام!

حدیث میں ہے کہ چند باتیں ایسی ہیں ان سے اللہ کو ہنسی آتی ہے... جیسی ہنسی اس کی شان کے مناسب ہے... حدیث میں ہے کہ تین موقعوں پر حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے...

پہلا موقع: ایک میدان حج میں جب ننگے سر... ننگے پاؤں... گرد پڑا ہوا... بال بکھرے ہوئے... ناخن بڑھے ہوئے... نہ خوشبو اور نہ زینت اور لبیک لبیک کہتے ہوئے بندے پھر رہے ہیں... حق تعالیٰ کو اس موقع پر ہنسی آتی ہے کہ کیا چیز ان کے گھروں سے نکال کر لائی ہے... بیوی بچے چھوڑے... وطن چھوڑا... آخر یہ کیوں فقیروں کی طرح بے وطن ہوئے ہیں؟ میری محبت میں ہی تو پھر رہے ہیں حق تعالیٰ ہنستے ہیں اور ملائکہ سے کہتے ہیں کہ تمہیں گواہ کرتا ہوں... میں نے ان سب کی مغفرت کی... یہ میری محبت میں گھر بار... بیوی بچوں کو چھوڑ کر آئے ہیں... میں کریم ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ گھر بار چھوڑیں اور میں توجہ نہ کروں... میں نے ان سب کی مغفرت کی... تو خوش ہو کر مغفرت فرماتے ہیں...
اس خوشی کو ہنسی سے تعبیر کیا گیا...

دوسرا موقع: جب مکبر تکبیر کہے اور لوگ دوڑ دوڑ کر آ رہے ہیں کہ صف اولیٰ میں

جگہ ملے..... ہر ایک کہتا ہے مجھے ملے... گویا ایک قسم کا جھگڑا ہے اور آگے پیچھے کی دوڑ ہے... حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے... کہ یہ جو اپنا گھر چھوڑ کر میرے گھر آتے ہیں ان میں سے ہر ایک آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے.... یہاں کوئی مٹھائی روٹی نہیں مل رہی؟ یہ آخر کیوں دوڑ رہے ہیں؟ یہ میری محبت میں دوڑ رہے ہیں..... یہ ہمارا در بار جان کر آئے ہیں یہ چاہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے جتنا بھی قریب ہو جائیں گے اتنے ہی ہمارے درجات بلند ہوں گے.... اس سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے....

تیسرا موقع: فرمایا گیا کہ خاوند اور بیوی پڑے ہوئے سو رہے ہیں... اچانک خاوند کی آنکھ کھلی اور جی چاہا کہ تہجد پڑھوں... اس نے بیوی کے منہ کے اوپر چھینٹا مارا وہ ہڑ بڑا کر اٹھی.... اس نے کہا کیا مصیبت آئی ہے... خاوند نے کہا دو رکعت نفل پڑھ لے تہجد کا وقت ہے... حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ یہ اس کی محبوبہ ہے اس کے پاس لیٹی ہے... آرام سے میٹھی نیند سو رہی تھی... ایک دم گھبرا کے اٹھی کہ بارش تو نہیں آ گئی... خاوند نے کہا... بارش تو نہیں... مگر دو رکعت پڑھ لے... تو یہ آگے سے کہتی ہے کہ میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ مجھے دو رکعت پڑھنے کی توفیق ہو گی... اس نے بھی کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھیں... یا بیوی نے خاوند کے منہ پر چھینٹا مار دیا اور وہ ہڑ بڑا کے اٹھا... تو یہ موقع بھی حق تعالیٰ کی ہنسی کا ہوتا ہے... چونکہ یہ تینوں چیزیں درجات کے بلند ہونے کا باعث ہیں اور اللہ کی انتہائی رضاء کا وقت ہے... اس واسطے اس کو ہنسی سے تعبیر کیا گیا... تو یہ جو فرمایا گیا کہ والذین یبیتون لربھم سجدا و قیاما....

کہ جب رات تنہائی میں گزارتے ہیں تو کبھی سجدہ ور کوع میں اور کبھی تلاوت میں ہیں... اس پر حق تعالیٰ کو ہنسی آتی ہے کہ کوئی دیکھنے والا نہیں.... کسی کو یوں نہیں کہہ سکتے کہ دیکھو میں بڑا عابد زاہد ہوں.... کسی کو دکھانے کیلئے نہیں اٹھا.... یہ صرف مجھے دکھلانے اور میری رضا کے لئے اٹھا ہے.... میں کریم ہوں.... بخشتا ہوں اور مغفرت کرتا ہوں....

اب گویا تین باتیں ہو گئیں.... گھر سے نکلو تو تواضع کی چال چلو.... جاہل ہو تو سلامتی کا کلمہ ہو برے کلمات نہ ہوں.... جاہلانہ باتیں نہ ہوں اور رات گزارو تنہائی میں جب کہ کسی انسان سے سابقہ نہیں تو سجود و قیام اور اللہ کے ذکر و اطاعت کرو.... (خطبات حکیم الاسلام ج۴ ص۲۰۴)

امریکی تہذیب کی جھلک

بڈی کے حلق میں ایک روز چبھن سی محسوس ہوئی... اسے یوں لگا جیسے اندر کوئی پھانس سی ہے... یا جیسے کوئی ہڈی کا ٹکڑا ہے جو حلق کی کسی دیوار کے ساتھ چپک گیا ہے... اور حلق نگلنے یا سانس لینے کے ہر عمل کے ساتھ وہ ٹکڑا اندر ہی اندر چبھتا ہے... اس نے کھنکھار کر... کھانس کر وہ ٹکڑا نکالنے کی کوشش کی... لیکن کامیابی نہ ہوئی وہ زبان باہر نکالتا تو تھوڑی دیر کے لیے آرام آجاتا... لیکن زبان اندر کرتے ہی دوبارہ تکلیف شروع ہوتی... آرام تو خیر کھانستے وقت بھی آتا تھا... چنانچہ اب زبان باہر نکالنا اور کھانسنا اس کا معمول بن گیا... اس کے ڈیڈی نے سینٹ لوئس کے ڈاکٹروں کو دکھایا... لیکن وہ مسئلہ دریافت نہ کرسکے... مختلف قسم کے ٹیسٹ اور ایکسریاں ہوئیں لیکن تشخیص نہ ہوسکی... بڈی کمزور ہوتا چلا گیا...

بالآخر ایک ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ بڈی کو نیویارک لے جایا جائے جہاں جدید ترین مشینوں اور ماہر ڈاکٹروں کی مدد لی جائے... ڈیڈی ایک امیر کبیر امریکی تھے... انہوں نے جہاز چارٹر کیا اور بڈی کو لے کر نیویارک آگئے... بڈی کو ہسپتال لے جایا گیا... ڈاکٹروں نے معائنہ کیا اور ڈیڈی کو بتایا کہ بڈی کو حلق کا کینسر ہے... اس کا آپریشن ہوگا... ڈیڈی گھبرا گئے پیسوں یا مہنگے علاج کی وجہ سے نہیں... انہیں بڈی کی زندگی زیادہ عزیز تھی... پیسہ تو ان کے پاس تھا ہی بہت... بہرحال بڈی کا علاج شروع ہوا اس کے حلق کا کامیاب آپریشن ہوا... اس کی کیموتھراپی ہوئی اور آخر میں بڈی صحت یاب ہو کر گھر چلا گیا... اس علاج پر ڈیڈی کا ۴۰ ہزار ڈالر خرچ آیا...

آپ غلط سوچ رہے ہیں... آپ سمجھ رہے ہیں... ڈیڈی نے اپنے بیمار بیٹے پر ۴۰ ہزار ڈالر لگا کر شفقت پدری کا ثبوت دیا... کاش!... ایسا ہوتا... کاش!... بڈی انسان ہوتا لیکن بڈی تو فقط ایک کتا ہے... ایک پالتو کتا... جسے مسٹر گیل نے ایک یونانی جہاز راں سے خریدا تھا... اور اسے بڈی کا نام دیا تھا... مسٹر گیل کی کوئی اولاد نہیں... وہ امریکہ میں سپر سٹوروں کی ایک چین کا مالک ہے... پورے امریکہ میں اس کے ۸۵ سپر سٹور ہیں... وہ بہر حال اربوں ڈالر کا مالک ہے... پیارے بچو! مسٹر گیل اور اس کے کتے بڈی کی حکایت ہوتے ہیں

... لہٰذا کمپنی بڑی فراخدلی سے یہ رقم بڑی پر خرچ کرتا ہے... صرف بڑی اور کمپنی ہی نہیں... اس وقت امریکہ میں ۱۳ کروڑ ۹۰ لاکھ پالتو کتے اور بلیاں ہیں... امریکی شہری ان پالتو جانوروں کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے ہیں... ان میں سے بے شمار امریکی ان پالتو جانوروں کی وجہ سے شادی نہیں کرتے... بے شمار لوگ پالتو جانوروں کے باعث اپنی بیویوں یا شوہروں سے طلاق لے لیتے ہیں... بے شمار لوگ جوان اولاد کو پالتو جانوروں کی وجہ سے گھر سے نکال دیتے ہیں... ایسے امریکیوں کی تعداد بھی کم نہیں جو اس لیے نوکری چھوڑ دیتے ہیں... کہ ان کے کولیگ یا افسر نے ان کے کتے یا بلی سے بدتمیزی کی تھی...

کتوں اور بلیوں سے امریکیوں کی یہ محبت دیکھتے ہوئے ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ایک نئے کاروبار کی بنیاد رکھ دی... وہ دھڑا دھڑ پالتو جانوروں کی چیزیں بنانے لگیں... مثلاً آپ امریکہ کے کسی بڑے سٹور میں چلے جائیں... آپ کو کتوں اور بلیوں کی خوراک کے لیے الگ ڈیپارٹمنٹ ملے گا... آپ کو اس میں سینکڑوں قسم کے ڈبے... ٹن... اور بند تھیلیاں ملیں گی... جن میں کتوں اور بلیوں کے ناشتے... لنچ... اور ڈنر کی چیزیں ہوں گی... ان کے لیے دودھ کی بوتلیں... جام مارملیڈ اور مکھن ملے گا... ان کے لیے سوپ... گوشت... اور مرغی ملے گی... مچھلی... جھینگے اور کھمبیاں ہوں گی... پیٹ اور اسہال کے امراض کے شکار کتوں کے لیے اور آرام کی قسم کی چیزیں ہوں گی... ان کتوں اور بلیوں کے لیے مختلف اقسام کے صابن... شیمپو... تیل... پرفیوم... پاؤڈر... ٹوتھ پیسٹ... اور لپ اسٹک ملیں گی... ان کی دموں پر چڑھانے کے لیے چھلے... کلپ... اور ہیئر برش دستیاب ہوں گے...

امریکہ میں ایسی کمپنیاں بھی موجود ہیں... جو ان جانوروں کے لیے طلائی... اور نقرئی زیور بناتی ہیں... یہ زیور ان کتوں اور بلیوں کے ناک اور کان میں ڈالے جاتے ہیں... امریکہ میں ۱۶۰ ایسی کمپنیاں ہیں... جو صرف پالتو جانوروں کی انشورنس کرتی ہیں... ۳۰۶ کمپنیاں کتوں اور بلیوں کے لیے زنانہ اور مردانہ دونوں قسم کے بائی سوئٹر تیار کرتی ہیں... ان کے لیے کموڈ... شاور... نہانے کے ٹب... واش بیسن اور چھوٹے چھوٹے ڈرائر بنائے

جاتے ہیں... پورے امریکہ میں ایسے سینکڑوں ٹریننگ سنٹر ہیں... جو کتوں کو تہذیب سے بھونکنے اور بلیوں کو نزاکت سے میاؤں میاؤں کرنے کی تربیت دیتے ہیں... ان پالتو جانوروں کے بال کاٹنے کے لیے ہیئر سیلون بھی بن چکے ہیں... انہیں ورزش کرانے کے لیے جمنازیم بھی موجود ہیں... کتوں اور بلیوں کے لیے سوئمنگ پول... ہوٹلز... ریستوران... شاپنگ سنٹرز... پارک... اور سینما بھی قائم ہو چکے ہیں... ایسی فرمز بھی وجود میں آ چکی ہیں... جو کتوں اور بلیوں کے لیے کپڑے ڈیزائن کرتی ہیں...

کیلی فورنیا کے ایک فیشن ڈیزائنر نے دو ہزار گدھوں کے لیے ایک پتلون ڈیزائن کی تھی... جس کی بعد ازاں باقاعدہ نمائش کی گئی اور ہزاروں لوگوں نے ٹکٹ خرید کر یہ نمائش دیکھی... جانور پروری کا یہ معاملہ اگر یہیں تک محدود رہتا تو شاید اتنی پریشانی نہ ہوتی... لیکن شاید آپ یہ سن کر حیران ہوں گے... کہ نیویارک شہر میں ۸ منزلہ اینیمل میڈیکل سنٹر ہے... جس میں اس وقت کتوں اور بلیوں کے ۸۵ا سپیشلسٹ کام کر رہے ہیں... اس ہسپتال میں کتوں... اور بلیوں کے دل کے امراض... آنکھوں... ناک... کان... گلے... پھیپھڑوں اور گردوں کا علاج کیا جاتا ہے... اس سنٹر میں پیوندکاری سے لے کر ڈائیلاسس تک ہوتا ہے... پلاسٹک سرجری کا شعبہ اور ہڈیوں کا ڈیپارٹمنٹ بھی موجود ہے... اس ہسپتال میں دانتوں اور جلدی امراض کا علاج بھی کیا جاتا ہے... اس میں عام ہسپتالوں کی طرح ایمرجنسی اور بیبی روم بھی موجود ہیں... جن میں ایکسیڈنٹ اور زچگی کے مریض لائے جاتے ہیں... اس ہسپتال میں بلڈ بینک بھی موجود ہے... جس میں کتوں اور بلیوں کا خون موجود ہوتا ہے... خون کی اس سپلائی کے لیے سنٹر میں ۱۳ کتے اور ۲۹ بلیاں اور ۳ نیولے ہیں... جن سے وقتاً فوقتاً خون لیا جاتا ہے... اس ہسپتال میں ہر سال ۶۵ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے... جبکہ اس سنٹر میں اڑھائی لاکھ ڈالر کی مالیت سے ایک کڈنی سنٹر بھی بنایا گیا ہے... جس میں جانوروں کے گردوں کا علاج ہوتا ہے...

نیویارکر... نیویارک کا ایک دوسرے درجے کا اخبار ہے... اس اخبار کے ایک رپورٹر

بخود ڈیلچر نے اس ہسپتال کے بارے میں بڑا دلچسپ انکشاف کیا... اس کا کہنا ہے... انیمل میڈیکل سنٹر میں سال ہی میں غیر ملکی جانوروں کا ایک شعبہ کھولا گیا ہے... جس میں گزشتہ دنوں چیتے کے شکار ایک نیولے... کم خوراکی کا شکار ایک اژدھے... ٹوٹی ٹانگ والے کبوتر... اور طوطے پروں والے ایک ہمنگ برڈ کا علاج کیا گیا... جبکہ ایک خنزیر کے پیٹ سے چھری بھی نکالی گئی... جس پر ۵ ہزار ڈالر خرچ آیا... اس شعبے میں ایک بچھو بھی زیر علاج ہے... جس نے دھات کا ایک ٹکڑا نگل لیا تھا...

۱۹۸۰ء تک امریکہ میں صرف ۱۵۰۰ ویٹرنری ڈاکٹر تھے... اور وہ بھی بھینسوں... گائیں... اور بھیڑوں کا علاج کرتے تھے... لیکن امریکہ کا ایک کتا ۵۰ ہزار زندہ انسانوں سے زیادہ قیمتی ہے... ایک کتا تیسری دنیا کے ایک ملک کے برابر ہے... امریکہ نے اشرف المخلوقات کو جانوروں سے زیادہ حقیر کر دیا ہے... اس وقت امریکہ میں صرف کتوں اور بلیوں کے ۷ ہزار سپیشلسٹ ڈاکٹرز ہیں... جبکہ امریکی یونیورسٹیاں ہر سال ۳۹ مختلف شعبوں میں سینکڑوں نئے ڈاکٹر تیار کر رہی ہیں... امریکہ میں اس وقت ۳ لاکھ جانوروں کی ہیلتھ انشورنس ہو چکی ہے... امریکہ میں امریکی ہر سال کتوں اور بلیوں کی صحت پر ۳۱ ارب ڈالر... اور خوراک... ورزش سنٹروں... باتھ رومز... ٹریننگ... سوئمنگ پولوں... ہوٹلوں... شاپنگ سنٹروں... پارلروں اور فیشن شوز پر ۴۳ ارب ڈالر خرچ کرتے ہیں... جبکہ پورے پاکستان کا سالانہ بجٹ ۱۷ ارب ڈالر ہوتا ہے... یعنی امریکی ہر سال ۱۵ کروڑ پاکستانیوں سے ۹ گنا زیادہ رقم کتوں اور بلیوں پر خرچ کر دیتے ہیں... دنیا کے ۲۸ ملکوں کا سالانہ بجٹ کتوں اور بلیوں کے اس خرچ سے کم ہے... یہ ہے امریکہ کی اصل تصویر...

"پوری دنیا کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں... کہ اگر امریکہ صرف کتوں اور بلیوں کا میڈیکل بجٹ ہی بچا لے... تو دنیا سے ایڈز جیسا مرض ختم کیا جا سکتا ہے... کینسر کی دوا دریافت ہو سکتی ہے... دل کے امراض میں مبتلا تمام مریضوں کا بائی پاس ہو سکتا ہے... پورے کرہ ارض پر موجود بھوکوں اور ننگوں کو مستقل چھت اور جگہیں لگائی جا سکتی ہیں...

۰ الا کھ ایکڑ زمین قابل کاشت بنائی جاسکتی ہے... امریکہ سے لے کر آسٹریلیا تک سڑک بنائی جاسکتی ہے... دنیا کے ایک چوتھائی یتیم بچوں کو تعلیم دی جاسکتی ہے... ایک کروڑ جوانوں کی شادی کی جاسکتی ہے... آکسفورڈ جیسی ۴۴ یونیورسٹیاں بنائی جاسکتی ہیں... ۳ کروڑ لوگوں کو ایک سال تک خوراک فراہم کی جاسکتی ہے... اور خوراک کی کمی کے شکار ۴ کروڑ بچوں کا علاج ہوسکتا ہے...''

لیکن انسانوں کی جان... انسانوں کا تحفظ... امریکی ایجنڈے میں کسی جگہ موجود نہیں۔ وہ امریکی جو افغانستان اور عراق کے شہروں پر دن رات بم گراتے ہیں... ان کی نظروں میں کتوں اور بلیوں کی اہمیت انسانوں سے کہیں زیادہ ہے... وہ... بلی کی موت پر ہفتوں آنسو بہاتے ہیں... گمشدہ کتے کو مالک کے گھر پہنچانے کے لیے تو میلوں سفر کرسکتے ہیں... لیکن انسانوں کی موت ان کی پلک گیلی نہیں کرتی ہے... اور نہ ہی سسکیوں کو ہوا دیتی ہے... یہ کیا بے حسی... کیسی بے رحمی ہے... ۱۹۹۷ء میں ایک امریکی شہری نے اپنے بیٹے کو بچانے کے لیے پالتو کتے کو بیلچے سے مار دیا تھا... کتے کی تصویریں اگلے روز اخبارات میں شائع ہوئیں ... پورا امریکہ سڑکوں پر آ گیا... قاتل گرفتار ہو گیا... اس کے خلاف مقدمہ درج ہوا... کیس عدالت میں پیش ہوا... امریکہ کے قانونی ماہرین مہینوں یہ سوچ بچار کرتے رہے اگر گھریلو کتا بچے پر حملہ کردے... تو کیا والد بچے کو بچانے کے لیے کتے کو زخمی کرسکتا ہے؟...

یہ بحث امریکی میڈیا میں کئی دنوں تک موضوع بنی رہی... آخر یہ فیصلہ ہوا کہ برقی آلات بنانے والی کمپنیاں ایسے آلات بنائیں جو کتوں کے مالکان ہر وقت جیب میں رکھیں ... جونہی ان کے کتے وحشی ہوں وہ ان آلات کے ذریعے کتوں کو قابو کرلیں... اس فیصلے کے چند روز بعد کتے کے قاتل کو سزا ہوگئی... لیکن افسوس!... امریکی معاشرے... امریکی قانون نے کتے کے قاتل کو تو سزا دے دی... لیکن وہ لوگ جنہوں نے ہزاروں لاکھوں انسان مار دیئے... جنہوں نے ہنستے بستے شہر اجاڑ دیئے... جو انسانوں کی خوشیاں نگل گئے جنہوں نے دشمنوں تک پہنچنے کے لیے دنیا کے ہر ملک کا قانون... دستور اور ضابطہ توڑا... انہیں روکنے کے

ہے امریکہ نے آج تک کوئی قانون نہیں بنایا... امریکہ کی کسی عدالت نے کلنٹن کو طلب کیا اور نہ ہی باز پرس کی... افسوس! امریکہ میں ایک کتا مارنے... ایک چڑیا... ایک بلبل... اور ایک بلی کو زخمی کرنے کی تو سزا موجود ہے... لیکن اگر کوئی امریکی حکمران پورے کے پورے ملک تباہ کر دے ... پوری پوری سویلائزیشن برباد کر دے... اسے تو کوئی پوچھتا ہے... نہ ہی اس کا احتساب ہوتا ہے... یوں محسوس ہوتا ہے... دنیا میں امریکہ کا ایک کتا ۵۰ ہزار زندہ انسانوں سے زیادہ قیمتی ہے... ایک بلی تیسری دنیا کے ایک ملک کے برابر ہے...

اے اللہ!... ہم انسان لوگ تیری زمین پر آج انسان ہونے پر شرمندہ ہیں... اے اللہ!... ہمیں یہ شرمندگی کس نے دی؟... وہ کون ہے... جس نے اشرف المخلوقات کو جانوروں سے حقیر کر دیا؟... اے اللہ!... امریکہ نے تیرے قانون کو بدلنے کی کوشش کی... تیرے ضابطوں کو للکارا... اے میرے رب!... تو کب اپنی اس قدرت کا مظاہرہ کرے... جو ناقابل شکست ہے... اور جس کے سامنے فرعون بھیگی بلی بن جاتے ہیں...؟